بسم اللہ الرحمن الرحیم | نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ھو الحق

سلسلۂ تبلیغ الحق۔اشاعۃ الحق و دعوۃ الی الحق کی پانچویں کتاب

افتخار الحق

یا

انعاماتِ خداوندِ کریم

تصنیف لطیف حضرت صاحبزادہ پیر افتخار احمد لدھیانوی ثم قادیانی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدیہ وارضٰھم آمین

طابع وناشر

حکیم محمد عبد اللطیف شاہد منشی فاضل ادیب فاضل آنرز ان پنجابی

تاجر کتب ۱۴۲ مین بازار گوالمنڈی لاہور

مدیر سلسلہ اشاعۃ الحق و دعوۃ الی الحق و اعلان الحق و اظہار الحق و تبلیغ الحق

مطبوعہ نقوش پریس لاہور | قیمت تین روپیہ

M. Mobarak Ahmad Khan,

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصر

1931

انعاماتِ خداوندِ کریم

حمدِ باری تعالیٰ — اللہ تعالیٰ ماں باپ سے ستّر حصہ زیادہ مہربان ہے یہ مقولہ میرے والد صاحب فرمایا کرتے تھے۔ جب ماں باپ کا اپنی اولاد کے لئے یہ حال ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جو ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے کب چاہتا ہے کہ میرے بندے دکھ اٹھائیں یا کسی خوبی اور بہتری سے محروم رہیں۔ یا بے راہیاں کر کے آوارہ اور سرگردان ہوں وہ تو فرماتا ہے وَمَا ظَلَمْنٰھُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ (ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر آپ ظلم کیا) پس جس طرح بچے اپنے ماں باپ کی طرف دوڑتے ہیں ہمیں چاہیئے کہ اس سے زیادہ اس رحیم کریم کی طرف جھکیں سبحان اللہ کتنا مہربان ہے جو فرماتا ہے قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰہِ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (کہہ دے کس کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں کہدے اللہ کا ہے اس نے لکھ لی ہے اپنے ذمہ رحمت ضرور جمع کریگا تم کو دن قیامت تک اس میں شک نہیں جنہوں نے اس پر ایمان اور یقین نہ کیا انہوں نے گھاٹے میں ڈالا اپنی جانوں کو) اور فرماتا ہے وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ اَنَّہٗ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوْٓءًا بِجَھَالَۃٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اور جب آئیں تیرے پاس ہماری آیتوں پر ایمان لانیوالے۔ کہو سلامتی ہے تم پر لکھ لیا ہے تمہارے رب نے اپنے ذمہ مہربانی جو کوئی تم میں سے

برائی کو رے نادانی سے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے پس وہ بخشنے والا مہربان ہے اور فرماتا ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی کا ارادہ رکھتا ہے سختی کا ارادہ نہیں رکھتا) اور فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا (اے ایمان والو یاد کرو اللہ کو بہت یاد اور تسبیح کرو اس کی صبح شام وہ وہ ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے تاکہ نکالے تم کو اندھیروں سے اُجالے میں اور وہ ایمان والوں پر مہربان ہے) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ (میں استغفار مانگتا ہوں اللہ کے حضور اپنے تمام گناہوں سے اور جھکتا ہوں اس کی طرف) رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں میرے گناہ بخش کیونکہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں) آمین

نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری رہنمائی کے لئے کیسی تکلیفیں اٹھائیں۔ ہمارے لئے کیسے بیقرار ہوئے۔ دعائیں کیں نصیحت کی۔ تبلیغ کی۔ کلام اللہ کے مطابق کیسا اعلیٰ نمونہ بن کر دکھلایا پس ایسے مہربان آقا کی جتنی شکرگذاری ہو تھوڑی ہے اور جتنی دعائیں حضور کی ترقی مدارج کے لئے کی جائیں ان سے بھی حضور کا حق جو ہم پر ہے ادا نہ ہو سکے گا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام

نیز وہ پاک جماعت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اور وہ مخلصین جو ان پر ایمان لائے انہوں نے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا اٹھا کر ہمارے لئے دین کے میدان کو صاف کیا۔ راستہ روشن کردیا اور نیک نمونہ قائم کیا اور اس امت کو امۃ وسط اور خیر امت کے

خطاب کے قابل بنایا۔ ان کا ذکر خیر قرآن شریف میں پڑھتے ہوئے اور نور ہدایت لیتے ہوئے ان کے شکرگذار ہوتے اور دعائیں کرتے رہیں

صحابہ کرام و بزرگانِ دین ائمہ و مجددین

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

صحابہ کرام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے مزکّی ہو کر رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے مقام تک پہنچ گئے اور اسلام کی خدمت میں اپنا سب کچھ فدا کر دیا۔ ان کی شکرگذاری اور ان کے لئے دعا اشد ضروری ہے ان کے بعد امت مرحومہ میں وقتاً فوقتاً بزرگان دین ائمہ اور مجددین آتے رہے اور اس پاک دین کے آئینہ پر جو گرد و غبار پڑتا رہا۔ اس کو صاف کرتے رہے پس کیسی ناشکری ہوگی اگر ہم ان کے مرہون المنت نہ بنیں اور ان کے لئے دعائیں کریں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یہ اولیائے کرام اور بزرگان عظام وقتی وقتی اور مقامی مقامی خدمتیں کرتے رہے لیکن آخری زمانہ میں جب عام وبا پھیل گئی اور اخبارات، کتب، تار، ریل، جہاز وغیرہ سے سارا جہان ایک جگہ جمع ہو گیا اور ہر شر جو پہلے مقامی تھا اب ساری دنیا میں پھیل گیا۔ اس لئے اس کی اصلاح کے لئے لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِّنْ اَبْنَآءِ الْفَارِسِ (اگر ایمان ثریا پر چلا جائیگا تو ایک شخص یا رجال فارسی النسل اس کو اتار لائیں گے) کے مطابق اللہ کا ایک فرستادہ آیا اور چونکہ موجودہ زمانہ ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کے مطابق تھا اور اس آنے والے کا کام بھی وہی تھا جو ایک نبی اور رسول کا تھا اس لئے اس کو یہ عہدہ بھی دیا گیا اور باوجود متبع اور امتی ہونے کے رسول اور نبی بنایا گیا تاکہ قرآن شریف کو جوکہ آخر زمانہ میں آسمان پر چلا جائیگا یعنی زبانوں پر ہوگا حلقوں سے نیچے نہ اتریگا۔ اسی آب و تاب اور نورانیت سے پھیلا دیں جیسا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں منور اور روشن تھا وہ کون ہیں وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جس کام کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے آپ نے اس کو اللہ کی تائید نصرت اور

نشانات کے ساتھ نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پورا کیا پس حضور کی شکر گذاری اور آپ کی ترقی مدارج کے لئے دعائیں کرنی ازبس ضروری ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلَی الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ وَاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء ہوئے ضرور تھا کہ حضور کے بروز کے بھی خلفاء ہوتے۔ وہ کون ہیں وہ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں۔

خلفاء کی مثال ایسی ہے جیسی زنجیر کی کڑیاں جس نے آخری کڑی پر ہاتھ ڈالا جو اس کے سامنے ہے اور جس کو اس کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے اس نے اوپر کی کڑیوں کو بھی پکڑ لیا۔ جس نے پاس کی اور سامنے کی کڑی کو پکڑا نہیں اور اوپر کی کڑیاں دوری کے سبب ہاتھ نہ آسکیں۔ اس سے سلسلہ ہی چھوٹا ع

مردِ آخر بیں مبارک بندہ ایست

پس اپنے زمانہ کے آخر خلیفہ کو قبول کرو تاکہ بفضل خدا سابقین کے ساتھ بھی آپ کا تعلق ہو جائے۔ کیا اب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف لائیں گے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پھر واپس ہونگے تاکہ آپ ان کی خدمت میں اپنی محبت۔ اطاعت۔ صدق و وفا کے جذبات کو پورا کرو؟ ہرگز نہیں کیا آپ کے کان میں یہ دلربا آوازیں آئیں گی کہ یا انس یا ابوبکر یا عمر یا بلال؟ ہرگز نہیں کیا آپ کو یہ موقعہ مل جائیگا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اپنا سارا مال اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اپنا آدھا مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں میں لے جا کر نثار کر دو ہرگز نہیں۔ کیا اس صحابی رضی اللہ عنہ کی طرح آپ پر یہ وقت آئیگا جس کو بازار میں چلتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز مبارک مسجد کے اندر سے سنائی دی کہ بیٹھ جاؤ اور وہ وہیں بازار میں سڑک

پر بیٹھ گیا؟ کبھی نہیں۔ پس آپ کے یہ شوق اور آپ کے یہ جذبات بفضل خدا خلیفہ ہی سے پورے ہو سکتے ہیں۔

قادیان جنت ہے

خدا کے فضل سے قادیان جنت ہے مگر اس کو وہی دیکھتا اور اس کے پھل اور میوے وہی کھاتا ہے جو اس میں صدق اور اخلاص سے رہتا ہے

دنیا و عقبیٰ

بنانے والا کسی شے کا اس کی حقیقت کو خوب جانتا اور اس کے فوائد اور ضرر سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے اس جہان کو اور دوسرے جہان کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے وہی دونوں کی حقیقت کا علم رکھتا ہے وہ اس جہان کے متعلق فرماتا ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ (کہہ دے اس دنیا کی متاع تھوڑی ہے) اور دوسرے جہان کے متعلق فرماتا ہے وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا (اور جب تو دیکھے گا تو دیکھے گا نعمت اور ملک بڑا) مگر حال یہ ہے کہ قلیل کے دلدادہ اور کبیر سے دل برداشتہ ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

محبتِ الٰہی اور ہمدردئ مخلوق

یہ فطرتی تقاضا ہے کہ جو پیارا ہوتا ہے اس کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے اگر اس کے خلاف ہو تو سچی محبت نہیں اپنے بچہ کی ہر چیز اور ہر بات پیاری لگتی ہے دوسرا بچہ کیسا ہی خوبصورت ہو ویسا پیارا اور خوبصورت معلوم نہیں ہوتا اپنے بچہ کی شکل و صورت اس کا بولنا ہنسنا مسکرانا۔ اس کے سب اعضاء اس کا رنگ اس کے کپڑے غرض اس کی ہر بات دوسرے بچے سے زیادہ پیاری لگتی ہے اسی طرح جس کے ساتھ محبت ہو گی اس کے ساتھ یہی حال ہو گا۔ پس اے انسان! جب تجھے اپنے رب سے محبت ہے تو ضروری ہے کہ تجھے اس کی مخلوق سے بھی محبت ہو۔ اس سے ہمدردی خلائق دل میں جوش مارتی ہے اور انسان کا وجود ایک نافع وجود بن جاتا ہے۔ اگر تو کسی سے جھگڑے تو وہ بھی اسی محبت کے تقاضے سے ہو

اگر تو کسی پر غصہ ہو تو اس کا سبب بھی محبت ہو۔ اگر تو کسی سے بغض رکھے تو وہ بھی اسی محبت کی وجہ سے ہو۔ جیسے ایک محبت والی ماں کا حال اپنے پیارے بچہ سے ہوتا ہے۔ اس کو گھرکتی ہے جھڑکتی ہے غصہ ہوتی ہے مگر یہ سب محبت کے جوش سے کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت تیرے دل میں اس قدر لبریز ہو جائے کہ حیوانات نباتات اور جمادات غرض جو اس کی مخلوق ہے۔ سب کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی پیدا ہو جائے۔ غیر مذہب والے آخر تیرے رب کی مخلوق ہیں ان کی ہمدردی بھی تیرے دل میں جوش مارے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت تمام عالمین کے لئے)

کچھ اپنا حال

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے بغیر میرے کسی حق کے محض اپنے فضل اور رحم سے وجود خلقت عطا فرمایا اور بہت بہت مہربانیاں فرمائیں۔ میرا نام افتخار احمد ہے۔ پیر کا لفظ اس لئے ہے کہ میرے والد صاحب پیری مریدی کرتے تھے منظور محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مصنف یسرنا القرآن میرے حقیقی بھائی ہیں میرا کچھ حال یہ ہے کہ بمقام لدھیانہ ۴ شعبان ۱۲۹۶ ہجری بروز سہ شنبہ جس دن میری والدہ نے روزہ رکھا ہوا تھا پیدا ہوا۔ میری والدہ بہت نیک اور نیکوں کی اولاد تھیں ان کی قبر مقبرہ بہشتی قادیان میں ہے میرے والد صاحب کا نام احمد جان ہے جن کا ذکر حضرت صاحب نے "ازالہ اوہام" میں کیا ہے ان کے ساتھ آخر میں میرا بھی ذکر کیا ہے اور علیحدہ بھی تحریر فرمایا ہے اور دعا بھی دی ہے میرے والد صاحب نیک بزرگ اور سجادہ نشین تھے میں یہاں ان کا حال زیادہ بیان نہیں کرتا۔ کیونکہ انہوں نے ایک کتاب جس کا نام "طب روحانی"[1] ہے تصنیف کی ہے اس میں اپنا کچھ حال بیان کیا ہے اس کتاب کا اشتہار حضرت صاحبؑ نے رسالہ "نشان آسمانی" میں تحریر فرمایا ہے۔

---

[1] یہ کتاب مطبوعہ ہجری ۱۳۰۴ھ خاکسار شاہد سے مل سکتی ہے

میرے والد صاحب نے میری دینی تعلیم و تربیت میں خوب کوشش کی اور لائق ضرورت دنیوی تعلیم کے لئے سکول میں داخل کیا۔

براہین احمدیہ چھپی تو میرے والد صاحب کو حضرت صاحب کا تعارف ہوا میرے والد صاحب کو حضرت صاحب سے بہت ارادت و اعتقاد تھا اس زمانہ میں حضرت صاحب کا مجددی دعویٰ تھا جس کو قبول کیا اور یہی تبلیغ کرتے تھے کہ امام زمان دنیا میں ظاہر ہو گیا ہے ان پر ایمان اور یقین لاؤ اور اگر کوئی مرید ہونے کے لئے آتا تو کہتے کہ سورج نکل آیا ہے اب تاروں کی ضرورت نہیں۔ جاؤ حضرت صاحب کی بیعت کرو۔ حالانکہ حضرت صاحب کو ابھی بیعت لینے کا منجانب اللہ حکم نہیں ہوا تھا بیعت تو کر لیتے مگر فرماتے یہی تھے کہ جاؤ ان کی بیعت کرو

والد صاحب اشاعت اسلام میں حضرت صاحب کی خدمت میں چندوں وغیرہ میں خوب حصہ لیتے تھے اور اپنے مریدوں اور دوستوں سے بھی اچھی طرح امداد کراتے تھے نیز حضرت صاحب کی تائید میں ایک طویل اشتہار بھی شائع کیا۔ جس میں ایک شعر یہ تھا

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

حالانکہ اس وقت مسیح موعود کا دعویٰ بھی نہ تھا اور کتاب فتح اسلام و توضیح مرام شائع بھی نہیں ہوئی تھیں یہ اشتہار زمانہ حال میں اخبار الفضل میں شائع ہو گیا ہے

جب میں بیس سال کا ہوا تو والد صاحب حضرت صاحب سے اجازت لے کر حج کو تشریف لے گئے۔ حضرت صاحب نے ایک دعائیہ خط دیا کہ میری طرف سے حج بیت اللہ میں حرف بحرف پڑھ دینا۔ یہ خط حضرت عرفانی صاحب سلمہ قادیان نے چھاپ دیا ہے۔ حج کو مجھے بھی ساتھ لے گئے تھے اور بہت مرید بھی ساتھ گئے تھے۔ جن میں شہزادہ عبد المجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ مبلغ ایران بھی تھے جن کی وفات ایران میں ہوئی۔ کتبہ ان کا مقبرہ بہشتی میں لگا ہوا ہے ۹ ذی الحجہ عرفہ کا دن مجھے یاد ہے جب میرے والد صاحب عرفات کے میدان میں وہ خط ہاتھ میں لیکر کھڑے ہو گئے ہم ۲۰-۲۲ خدام

یہ دردانگیز دعائیہ خط آپ ضرور پڑھیں تاکہ حضور کا تعلق باللہ معلوم ہو۔ شاہد

پیچھے کھڑے تھے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ میں یہ خط بلند آواز سے پڑھتا ہوں تم سب آمین کہتے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے پڑھا اور ہم نے آمین کہی۔

میں آپ کو ایک ذوقیہ بات سناتا ہوں۔ خانہ کعبہ کا دروازہ اور حجر اسود اسی جانب ہیں جو کہ ہندوستان کی طرف ہے یعنی حجر اسود بیت اللہ کے اس گوشہ میں نصب ہے جو کہ ٹھیک مشرق کو ہندوستان کی جانب ہے اس بات سے میرا ذوق اس طرف جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودہ اور فاوحی الی المشرق (میں اشارہ فرمایا مشرق کی طرف) کے مطابق حجر اسود ہندوستان کی طرف اشارہ کر کے بتلا رہا ہے کہ آنے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس طرف سے ظہور فرمائیں گے حجر اسود کا اس گوشہ میں نصب ہونا جو ہندوستان کی طرف ہے پُر از حکمت ہے

خانہ کعبہ کا ایک دروازہ ہے جو کہ وسط دیوار کو چھوڑ کر حجر اسود کے پاس لگا ہوا ہے وہ بھی اسی طرف ہے جس طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہوا ہے۔

میرے والد صاحب حج سے آکر ۱۳ دن زندہ رہے اور ۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ کو وفات پا گئے اور لدھیانہ گور غریباں میں دفن ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون

والد صاحب کی وفات کے بعد بتوفیق الٰہی میرا پہلا سفر قادیان شریف کا حضرت بشیر اول کے عقیقہ پر ہوا پھر یہاں کی محبت مجھے بار بار یہاں لاتی رہی ۱۸۹۲ء کو میں مع عیال قادیان میں آیا اور سرکاری سکول قادیان میں ملازمت کر لی قریباً پانچ سال مدرس رہا پھر مع عیال لدھیانہ گیا اور چند سال وہاں رہا۔ بیچ میں سالانہ جلسوں پر آتا جاتا رہا۔ پھر ۱۹۰۱ء کو مع عیال قادیان آیا اور خدا کی مہربانی سے تا ایں دم یہیں رہا ۱۹۰۲ء کو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صاحب سے اجازت لیکر مجھ کو اپنے ماتحت حضور کے خطوط کی محرری کے کام پر رکھ لیا مسلسل محرری ڈاک کا کام کرتا رہا اور جنوری ۱۹۲۷ء کو بسبب قاعدہ شصت سالگی اس ملازمت سے ریٹائر ہوا۔ الحمد للہ! افسر مجھ سے ہمیشہ خوش رہے اور بحمد اللہ جہاں تک ہو سکا۔ ان کا ادب اور فرمانبرداری کرتا رہا۔

سبب تالیف کتاب ہذا

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے میرے دل میں یہ نیت آئی کہ کچھ ایسی باتیں لکھی جائیں جو خلق اللہ کو نفع دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو میرے لئے عمل و ثواب جاریہ بنا دے اس کا نام "انعامات خداوند کریم" ہو عبارت عام فہم اور آسان اردو میں اور پیرایہ ایسا ہو جیسے کوئی کسی سے زبانی باتیں کرتا ہے۔ بحمد اللہ کہ مسجد مبارک میں دو رکعت پڑھ کر اس کی ابتدائی چھ باتیں لکھیں پھر جب اور جہاں موقعہ ملا لکھا اور کم و بیش بھی کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں اور گناہوں کو بخشے میری ستاری فرمائے۔ مجھے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے جو اس رب رحمٰن رحیم مالک یوم الدین نے سورہ فاتحہ میں بیان فرمائی ہے اور اپنے فضل رحمت اور مغفرت سے قبول فرما کر اس کتاب کو اپنے بندوں کے لئے دنیا و عقبیٰ میں نافع بنائے برحمتک یا ارحم الراحمین آمین

آداب کارکن

اے کارکن اپنے افسران بالا کا ادب کر برکت اور ترقی بزرگوں کے ادب کے ساتھ ہے ان کے احکام کی فرمانبرداری کر۔ بالفرض اگر ان سے کوئی غلطی معلوم کرے تو کسی کے پاس شکایت نہ کر یہ الفاظ کہتے ہوئے کہ شاید میری ہی غلطی اور ناسمجھی ہو ادب کے ساتھ ان ہی کی خدمت میں عرض کر۔ اگر پھر بھی وہ اپنی بات پر قائم رہیں تو تو بھی ان کی رائے کا معتقد ہو جا اور اپنی رائے کو چھوڑ کر اور اس خیال کو دل سے ہٹا کر پورے طور سے ان کے حکم کو مان لے اس کے بعد اگر نتیجہ تیری رائے کے مطابق ہو تو یہ الفاظ نہ زبان سے نکال نہ دل میں لا کہ میری تو یہی رائے تھی۔ راقم آپ کا کارکن بھائی۔

معاملہ کی صفائی

اگر معاملہ تمہارا اچھا ہے اور وعدہ تمہارا سچا ہے تو تم بڑے ساہوکار ہو۔ جس سے وعدہ کرو پورا کرو اور جو بات کہو سچی کہو۔ جو شخص کسی سے قرض لیتا ہے اور وعدہ پر نہیں دیتا۔ خواہ اس کی مشکل کیسی اڑی ہو اس کو آئندہ کوئی قرض نہیں دیتا۔ اس کا اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ تجارت سچ سے ترقی کرتی اور جھوٹ دغا اور دھوکہ بازیوں سے تباہ اور برباد ہو جاتی ہے ترقی یافتہ

تاجروں کا مال دور دراز ملکوں سے صندوقوں میں بند ہو کر آتا ہے جب کھولو ان کے لکھنے کے مطابق صحیح صحیح برآمد ہوتا ہے۔ سوئیوں کے بڑے بڑے صندوق بھرے ہوئے آتے ہیں کسی ایک پلیتہ کو گن لو شاید ہی ایک سوئی کم یا ٹوٹی ہوئی نکلے۔

تربیت اولاد

جو تم کرو گے وہی تمہاری اولاد سیکھے گی۔ تم ان سے جھوٹ نہ بولو ورنہ وہ بھی جھوٹ بولنے لگیں گے ان سے جھوٹے وعدے نہ کرو۔ اگر وعدہ کرو کہ فلاں چیز تم کو لے دیں گے تو ضرور لے دو اس طریق سے تمہاری سچائی اور نیکی کا یقین ان کے دل میں جم جائیگا اور وہ تمہاری باتوں اور نصیحتوں کی قدر کریں گے۔

بچپن ہی سے ان کے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت عظمت اور اس کی صفات کا یقین پیدا کرو۔ مثلاً کوئی چیز ان کو دو تو کہو یہ خدا نے دی ہے۔ یہ مہربانی خدا کی ہے خدا ہم سے بہت محبت کرتا ہے۔ صحت ہو تو کہو اللہ نے صحت دی ہے ہم تمہارے ماں باپ ہیں۔ خدا ہم سے بھی زیادہ تم پر مہربان ہے ان کو کہو جو چیز مانگنی ہو۔ خدا سے مانگا کرو۔ جب وہ چیز انہیں نہ ملے تو ان کو سمجھاؤ۔ کہ خدا نے وہ چیز اس لئے نہیں دی کہ شاید وہ چیز تم کو نقصان دینے والی ہو یا ابھی اس کے ملنے کا وقت اور مناسب موقعہ نہ ہو۔ جو چیز ہم تم کو دیتے ہیں۔ خدا ہم کو دیتا ہے تو ہم تم کو دیتے ہیں۔ خدا ہی ہم سے تم کو دلاتا ہے درحقیقت خدا ہی دینے والا ہے غرض جب سے ان کو ہوش آئے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کرو۔ یہ توحید اور معرفت الٰہی کی ابتدائی تعلیم ہے جو بچوں کو زبانی باتوں ہی باتوں میں دی جا سکتی ہے اور بچپن کا دل میں بیٹھا ہوا یقین ساری عمر ان کے کام آتا ہے۔ بچہ کے کان میں پہلے اذان دی جاتی ہے تاکہ اللہ کا نام اور اس کی فرمانبرداری بچہ کے دل میں پڑے اور اس میں یہ رہنمائی بھی ہے کہ اسی طرح بچوں کو ہمیشہ نیک باتیں سناتے اور نصائح کرتے رہو۔ غور کرو کہ نوزائیدہ بچہ کے کان میں تو کہا جائے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ۔ پھر کتنا افسوس ہے کہ بڑے ہو کر اس کو نماز کی نصیحت نہ کی جائے نیک بات اگر ایک ایک کر کے دل میں پڑتی جائے

تو ایک عرصہ میں نیکی کا انبار لگ جائے۔ قرآن شریف ایک ہی مرتبہ نازل نہیں ہوا بلکہ ۲۳ سال میں وقتاً فوقتاً اترا۔ ضروری ہے کہ نصیحت میں مداومت ہو یہ نہیں کہ ایک دفعہ نصیحت کر دی پھر خبر نہ لی۔ یا بچہ نے نہ مانی تو دق پڑ گئے اور غصہ ہو گئے ہر دفعہ نصیحت کا اثر ضرور ہوتا ہے مگر پتہ نہیں لگتا۔ انسان خیال کرتا ہے کہ نصیحت کی بھی فائدہ نہیں ہوا۔ فائدہ ضرور ہوا مگر پتہ نہیں لگا اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک گلاس پانی میں ایک چھوٹا سا بتاشہ ڈال دو تو مٹھاس معلوم نہیں ہوتی۔ مگر ہوتی ضرور ہے۔ ہاں اور ڈالتے جاؤ گے تو بہت میٹھا شربت تیار ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرٰى (نصیحت کر نصیحت ضرور فائدہ دیتی ہے)

بچوں کو اللہ تعالےٰ سے دعائیں مانگنے کی عادت ڈالو۔ ان کو دعا کرنے کی تاکید کرو۔ خود بھی اپنے بچوں کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک کرے نیک نصیب ہوں علم و عمل کی توفیق ملے۔ اللہ اور رسول کے فرمانبردار ہوں اخلاق حسنہ سے متصف ہوں ان کی ہر بات کا انجام بخیر اور کامیابی ہو۔ لڑکوں کو نیک بیبیاں اور لڑکیوں کو نیک بر ملیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا خادم بنائے۔ دیندار ہوں متقی ہوں متقیوں کے امام ہوں عاقبت بخیر ہو ماں باپ کے قرۃ العین ہوں۔ آمین۔

رزق

رزق کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ اس کی طلب کی زیادتی نے بہت حرج ڈالا ہے۔ کوئی بات تو تھی جو اللہ تعالےٰ نے قسم کھائی وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ (اور آسمان میں ہے رزق تمہارا جس کا تم سے وعدہ ہے۔ پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی یہ بات سچی ہے جیسا کہ تم بولتے ہو) رزق کی طلب کرو مگر اجمال سے۔ حدیث میں ہے اجملوا فی الطلب (طلب رزق میں اجمال کرو) ایسا نہ ہو کہ رزق کے کیڑے بن جاؤ اور آٹھوں پہر اسی

فکر میں رہو۔ نمازیں تلف ہو رہی ہیں۔ جماعتیں جا رہی ہیں۔ بڑی مشکل سے فرصت ملی تو نماز جلدی جلدی پڑھ لی۔ بلکہ چاہیئے کہ دین کی طلب مقدم ہو کاروبار اور تجارت میں فائدہ ہو رہا ہو اس فائدہ کو چھوڑ دو اور نماز باجماعت میں حاضر ہو جاؤ۔ نفع خدا دیتا ہے پھر اس کو ناراض کرنا کیسا بُرا ہے۔ ممکن ہے کہ نماز جماعت کے وقت کچھ نفع بھی ہو مگر اول تو دین کے مقابل پر یہ نفع ہیچ ہے دوسرے اس نفع کا مفید اور رچنا پچنا ہونا بھی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک پیسہ ایسا ہوتا ہے کہ دین اور دنیا میں فائدہ مند ہوتا ہے اور ایک پیسہ ایسا ہوتا ہے کہ وبال جان اور عذاب بنجاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ (کہو کون تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے کہہ دے اللہ) کشائش رزق کا یقینی نسخہ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (جو تقویٰ اللہ کرتا ہے وہ اس کے لئے کشائش کرتا ہے اور اس کو ایسی راہ سے رزق دیتا ہے جو اس کے خیال میں بھی نہیں ہوتی۔ اہل کتاب کے ذکر میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (اور اگر وہ تورات اور انجیل اور اس کو جو اتارا گیا ہے ان کے لئے ان کے رب کیطرف سے قائم رکھتے تو اوپر کی طرف سے بھی رزق کھاتے اور پیروں کے نیچے سے بھی) جو کوئی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن شریف پر عمل کریگا اس کے لئے آسمانی اور زمینی دونوں رزقوں کی کشائش ہوگی۔ خوف الٰہی دل میں رکھنا۔ سچ بولنا۔ جھوٹ سے بچنا۔ پورا تولنا۔ دوست ہو یا دشمن کسی کا حق نہ مارنا۔ دغا فریب اور دھوکا نہ دینا وعدہ پورا کرنا۔ وعدہ خلافی نہ کرنا۔ معاملہ صاف رکھنا تقویٰ اللہ ہے جو ایسا کریگا بہ فضل خدا آیۃ شریفہ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ کے فیض سے مستفیض ہوگا۔ اللہ تعالےٰ توفیق بخشے۔ آمین۔

فرمانبرداری و آداب خلیفہ

خلیفہ کا ادب اور فرمانبرداری کرد خواہ جان مال آل اولاد عزت و آبرو دنیا ومافیہا کا نقصان دیکھو ایسے بافع وجود کے لئے سب کچھ قربان کر دو

آداب خلیفہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں حاضرین سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ ایک صحابی مسجد سے باہر سڑک پر جا رہے تھے ان کے کان میں بھی یہ آواز پہنچی۔ وہ وہیں بیٹھ گئے۔ آپ کا شوقِ اتباعِ رسول کا خلیفہ سے ہی پورا ہوگا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سارا مال لائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آدھا مال لائے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مال کا انبار حضورؐ کے قدموں میں لا ڈالا۔ اس قسم کے آپ کے ایثار کے جذبات بھی اب خلیفہ ہی کے وجود سے پورے ہو سکتے ہیں۔

اہل پیغام

اے اہل پیغام! کیا کسی کا دل نہیں چاہتا کہ اس کے بعد اس کا سلسلہ عرصہ دراز تک چلا جائے اور ہمیشہ ان میں ایک لائق سربرآوردہ ہوتا رہے اور باقی سب اس کی اتباع میں رہیں اور اس یگانگت اور اتفاق کے ساتھ اس کا سلسلہ دین اور دنیا میں ممتاز رہے؟ بے شک چاہتا ہے پس اگر آپ کا دل چاہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے بھی ایسا ہو کہ ہمیشہ اُن کی جماعت میں ایک سربرآوردہ یعنی خلیفہ ہوتا رہے اور وہ خلیفہ خدا کا منظور شدہ ہو۔ خدا کی نصرتیں اور تائیدیں اس کے شامل حال ہوں اور سب جماعت بالاتفاق اس کی اطاعت کرے تو واقعی آپ کو حضرت صاحب سے محبت ہے۔

یادِ الٰہی

ہر وقت سمجھو کہ اللہ حاضر ناظر ہے۔ ہمارے پاس ہے۔ ہمارے سامنے ہے وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ ہماری باتیں سنتا ہے ہمارے دل میں جو خیال گذرتا ہے جانتا ہے ہماری رگِ جان سے زیادہ ہم سے نزدیک ہے بلکہ تمہارا یقین یہاں تک بڑھ جائے کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو اگر یہ یقین بڑھ جائے گا گناہ

خود بخود دُور ہو جائیں گے۔ گناہ دور ہو جائیں گے۔ گناہ کرنے سے شرم آئے گی اور ڈر لگے گا جہاں خدا کا نور۔ اس کا جلوہ اور اس کی یاد ہو۔ وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

دُنیا

اے دنیا سے محبت کرنے والے! یہ تو تیرا یقین ہے کہ اللہ نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے اور یہ بھی تجھ کو یقین ہے کہ مصنوع کی حقیقت کو جیسا کہ اس کا صانع جانتا ہے دوسرا نہیں جانتا پس دنیا کا صانع اور خالق تو فرماتا ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ (کہدے دنیا کی متاع تھوڑی ہے) پس تو قلیل کو کثیر نہ بنا۔

ایسا ہی تیرا ایمان ہے کہ آخرت کے جہان کو اللہ نے بنایا ہے اس لئے اس کی حقیقت اور اصلیت کو بھی وہی جانتا ہے اور اس کے متعلق فرماتا ہے وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا (اور جب تو دیکھے گا تو دیکھے گا نعمت اور ملک بڑا) پس تو آخرت کو چھوٹا اور تھوڑا نہ سمجھ اور اس سے بے پرواہ نہ ہو

دُکاندار اور تاجر

اے دُکاندار اور تاجر! اپنا پیشہ گاہک کی ہمدردی بنالے ترقی اور برکت تیری ہمدرد ہو جائے گی گاہک کو سودا ایسا اور اس نرخ سے دو گویا کہ تم خود خرید رہے ہو۔ چیز کے نقص کو بے کم و کاست اس کے پاس بیان کردو یہ یقین رکھو کہ کاروبار اور تجارت رزق نہیں دیتے بلکہ اللہ تعالےٰ رزق دیتا ہے۔ قادیان کے ایک احمدی بزاز سے میں دھویا ہوا لٹھ لینے لگا۔ ایک تھان مجھے پسند آیا۔ میں نے کہا اس میں سے دیدو۔ مگر دُکاندار نے مجھے کہا کہ یہ لٹھ گلا ہوا ہے۔ اللہ ایسے نیک نیتوں کو برکت دے۔ آمین

صلہ رحمی

میں نے سنا ہے کہ اخلاق حمیدہ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ پیش ہوئے ہر ایک کی تعریف اور توصیف بیان کی گئی جب صلہ رحمی پیش ہوئی تو اس نے کہا میرے لئے کیا ہے جواب ملا کہ جس نے تجھے جوڑا اس نے مجھے ملایا اور جس نے تجھے توڑا اس نے مجھ سے قطع کیا پس اس ناپائیدار دنیا اور فانی اور جدا ہو جانے والی چیزوں کے لئے جھگڑا کر کے قطع رحمی نہ کرو۔ کوئی رشتہ دار تم سے

ناراض اور خفا ہو جائے۔ اس سے ملنے کے لئے اگر تم پہل اور پیشقدمی کرو گے تو تمہارا بڑا درجہ ہوگا۔ مگر دین میں مداہنت نہ کرو۔ کیونکہ دین سب سے مقدّم ہے صلہ رحمی اور رشتہ دار کو خوش کرنے کے لئے زر۔ زمین اور دنیا کا نقصان اٹھا لینا اچھا ہے لیکن دین کا نقصان اٹھانا بُرا ہے۔

والدین

ماں باپ کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کرنے کی میں کیا تعریف کروں بس اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے شکر کے ساتھ ماں باپ کے شکر کو اور اپنی عبادت کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کو ملا دیا ہے فرماتا ہے اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ (میرا شکر کر اور اپنے والدین کا) وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (اور فیصلہ کن حکم دے دیا ہے تیرے رب نے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو)

ہمدردی برادران

احمدی بھائیوں سے بہت زیادہ ہمدردی رکھو۔ دنیا کی چیزوں کے لئے لڑنا اچھا نہیں۔ محبت حسن اخلاق اور ایثار کا ثواب اس شئے کی قیمت سے جس کے لئے جھگڑا ہے بہت زیادہ ہے ؎

پختن دیگ نیک خواہاں را ہرچہ رخت سراست سوختہ بہ

کسی بھائی سے عمداً یا سہواً کوئی دکھ تکلیف پہنچے تو غصہ نہ کرو۔ عفو کرو۔ اپنے نفس کے لئے خفا نہ ہو۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے آپ کی کنیز ایک پیالہ گرم آش کا لائی۔ ٹھوکر کھائی وہ پیالہ آپ کی پشت مبارک پر گر گیا۔ خادمہ سہم گئی اور یہ آیت شریف پڑھی وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ (اور پی جانے والے غصہ کے) آپ کا غصہ جاتا رہا۔ پھر اس نے کہا وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (اور معاف کرنے والے لوگوں کو) فرمایا معاف کیا۔ پھر اس خادمہ نے بقیہ آیت پڑھی وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (اور اللہ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں سے) حضور نے فرمایا میں نے تجھ کو آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں) اور فرماتا ہے اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں سے متواضع ہیں۔

نمازِ جماعت نمازِ جماعت سے پہلے اقامت میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کے الفاظ کہے جاتے ہیں یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ اقامت صلوٰۃ یہ ہے کہ جماعت صف باندھے اور امام آگے کھڑا ہو اور سب مل کر نماز ادا کریں۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں بار بار اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ فرما کر جماعت کی نماز کی تاکید فرمائی ہے اور اقیموا الصلوٰۃ کے حکم کی تفسیر اور تشریح قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ سے ظاہر ہے۔

تکلیف اور صبر دنیا میں دین کے لئے کوشش اور محنت کرنی۔ خدا کی راہ میں تکلیف اٹھانی اور شدائد اور عسر میں صبر کرنا ایسی باتیں ہیں جن سے عقبیٰ کی خوشیاں اور لذتیں دوبالا ہو جائیں گی الاشیاء تُعرف باضدادھا۔ رات ختم نہ ہوتی تو دن کی قدر کون کرتا۔ بیماری نہ ہوتی تو صحت کی خوشی کون جانتا۔

تاجر۔ زمیندار اور کارکن اے تاجر! اے زمیندار! اے کارکن اگر آپ ثواب اور نفع رسانی خلائق کی نیت کر لو تو طلب معاش کا ثواب دوہرا ہو جائیگا۔ یہاں تک کہ پرندے جو کھیت سے دانہ چگتے اور درختوں سے پھل کھا لیتے ہیں اس کا اجر بھی مل جائیگا۔ نفع اور تنخواہ کے علاوہ گاہکوں کی ہمدردی اور حاجتمندوں کی حاجت روائی کا صلہ بھی ملیگا۔

حکیم اور ڈاکٹر اے حکیم اور ڈاکٹر! بیمار کا ایسی دلسوزی اور ہمدردی سے علاج کرو گویا وہ تمہارا پیارا عزیز ہے آپ کے دل میں اس کی ہمدردی آپ کے ذاتی فائدہ سے زیادہ قابل قدر ہو۔ پیسہ کو مقدم نہ کرو۔ ورنہ ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شُد صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شُد

درخواستِ دُعا میں ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ان باتوں کو اپنے بندوں کے لئے نافع کر دے اور خلق خدا کو فائدہ پہنچے۔ ان کا دل خوش ہو اور ان کے اندر سے میرے لئے دعا نکلے۔

نہ ہوتی تو دن کی قدر کون کرتا؟ بیماری نہ ہوتی تو صحت کی خوشی کون جانتا؟۔

نیت

نیت کے بغیر عمل نہیں اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں) نیت اعلےٰ اور بلند ہو تو ثواب بھی اعلیٰ ہوتا ہے۔

ایک صحابی نے مکان بنوایا۔ آنحضرت صلعم کو بلا کر دکھلایا۔ انہوں نے روشندان کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیوں رکھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ روشنی اور ہوا کے لئے۔ مرشد نے فرمایا کہ یہ نیت کیوں نہ کی کہ اذان کی آواز آئے گی۔ جب تک روشندان رہتا ثواب ہوتا رہتا۔ اور روشنی اور ہوا طفیل میں ملجاتی۔

وضو سے گناہ جھڑتے ہیں اور میل بھی دور ہو کر صفائی اور خوبصورتی حاصل ہوتی ہے۔ نماز اللہ تعالےٰ کی عبادت اور بندگی ہے جسم میں توانائی بھی آتی ہے۔ روزہ دار کو افطار کے وقت فرحت ملتی ہے۔ تہجد اعلےٰ درجہ کی نفلی عبادت ہے۔ مگر چور بھی ڈر کر نہیں آتا۔ غرض یہ کہ اپنی نیات کو اعلےٰ اور بلند کرو پستی کی طرف نہ لے جاؤ۔ اصلی مقصد اور نیت اطاعت۔ عبادت اور رضاء الہٰی ہے۔ باقی باتیں طفیل میں آجاتی ہیں۔ نیت کا مدار علم کی کم و بیشی پر ہے جتنا علم اعلےٰ اتنی ہی نیت اعلیٰ۔ جتنا علم وسیع اس کے ثمرات بھی وسیع۔ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے۔ اس میں بے شمار فوائد اور حکمتیں رکھی ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق ان سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّہٗ

لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۙ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۙ (پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے مواقع کی اور یہ قسم بہت بڑی ہے۔ اگر سمجھو۔ یہ قرآن مرتبہ والا کتاب میں چھپا ہوا ہے۔ اُس کو وہی چھوتے ہیں جو مطہر ہیں) حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سنا ہے۔ حضور نے یہ آیت شریف پڑھ کر فرمایا کہ ستاروں کے حالات لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں بہت چھوٹے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ اصل میں بہت بڑے بڑے ہیں۔ ایسا ہی قرآن شریف کا حال ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک کتاب ہے لیکن درحقیقت یہ عظیم الشان علوم معارف وحقائق سے بھرا ہوا ہے۔

حضور کے اس ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی آیت آیت اور لفظ لفظ میں مطّہرین کے لئے علوم و معارف کے بے شمار خزانے ہیں۔ جو شخص دل کی صفائی۔ راستی۔ پاک بازی۔ صدق اور اخلاص سے اِس میں تدبر کرتا ہے۔ وہ خزانے پاتا ہے۔

علم کا اثر نیت پر پڑتا ہے اور اچھّی سے اچھی نیّتیں دل میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ قرآن شریف کی اس آیت شریف پر جو چند لفظوں کی ہے غور کر کے دیکھو کہ کیسی عمدہ سے عمدہ نیتیں دل میں آتی ہیں۔ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (اور کہو اے رب بخش اور رحم کر اور تو بہت اچھا رحم کرنے والا ہے)

۱۔ یہ ایک دعا ہے مومن جب یہ دعا کرتا ہے رحمت اور مغفرت کا امیدوار ہو جاتا ہے۔

۲۔ یہ ایک استغفار ہے اور استغفار کی فضیلت بے شمار ہے۔

۳۔ اللہ تعالےٰ قُلْ فرما کر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کے پڑھنے کا حکم دیتا ہے چونکہ حضور کی اُمّت حضور کی خادم اور غلام ہے اس کو پڑھ کر حضور کی خدمت بجالاتی ہے۔

۴۔ چونکہ اللہ تعالےٰ نے قُلْ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ دعا مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے (تاکہ حضور کے درجات میں زیادہ سے زیادہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات ہوں) اس لئے جب امّت یہ دعا کرتی ہے تو وہ حضور کے لئے دعا ہوتی ہے گویا کہ یہ ایک درود شریف ہے۔

۵۔ اللہ تعالےٰ نے حضور کو یہ دعا پڑھنے کے لئے فرمایا ہے۔ امّت جب یہ پڑھتی ہے تو وہ حضور کی دعا پر آمین کہنے والی ہے۔

۶۔ یہ آیت قرآن شریف کی ہے اس کے پڑھنے سے تلاوت قرآن شریف کا ثواب ہے۔

۷۔ یہ ہمارے پیارے محبوب رب العالمین کا کلام ہے۔ ہمیں پیاری ہے۔ اِس محبت کا ثواب اور اجر ملتا ہے۔

۸۔ یہ ایک جامع دعا ہے اور کامیابی کا کامل ذریعہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (پس جو آگ سے بچا اور جنّت میں داخل ہوا پس وہ مراد کو پہنچا) یہ دونوں باتیں مغفرت اور رحمت میں اس میں موجود ہیں۔

۹۔ اللہ تعالےٰ نے حضور کی وساطت سے اُمّت کو اس دعا کا حکم دیا ہے۔ اُمّت اس کو پڑھ کر حکم کی فرماں برداری کا ثواب پاتی ہے۔

۱۰۔ اس آیت شریف میں پہلے غفر اور بعد میں رحم کا لفظ ہے اور کمالیت کیلئے

لازمی ہے کہ پہلے نقصوں اور عیبوں کو دور کیا جائے پھر فضل اور رحمتوں کا امیدوار ہو۔ جیسے پہلے کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جائے پھر اچھے سے اچھا رنگ دیا جائے۔

۱۱- انسان کی زندگی دو حالتوں میں گزرتی ہے یا تو کسی دُکھ کے دُور کرنے کے درپے یا کسی سُکھ کا طلبگار۔ بفضل اللہ تعالےٰ ان دونوں باتوں کے لئے غفور اور رحیم کے مبارک الفاظ صحیح تدبیر ہیں۔

۱۲- اللہ تعالےٰ ایک دعا کرنے کا حکم فرماتے اور حکم فرماتے اپنے پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ غور کرو وہ دعا کیسی بابرکت ہو گی۔

تاجر۔ زمیندار اور کارکن

اے تاجر! اے زمیندار! اے کارکن! اگر آپ ثواب اور نفع رسانی خلایق کی نیت کر لو تو طلب معاش کا ثواب دوہرا ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ پرندے جو کھیت سے دانہ چگتے اور درختوں سے پھل کھا لیتے ہیں اس کا اجر بھی مل جائے گا۔ نفع اور تنخواہ کے علاوہ گاہکوں کی ہمدردی اور حاجتمندوں کی حاجت روائی کا صلہ بھی ملے گا۔

حکیم اور ڈاکٹر

اے حکیم اور ڈاکٹر! بیمار کا ایسی دلسوزی اور ہمدردی سے علاج کرو۔ گویا وہ تمہارا پیارا عزیز ہے آپ کے دل میں اس کی ہمدردی آپ کے ذاتی فائدہ

سے زیادہ قابل قدر ہے پیسہ کو مقدم نہ کرو۔ ورنہ ؎

چُوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد ❊ صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

(جب مطلب ہو تو ہنر چھپ جاتا ہے۔ دل سے سو پردے آنکھوں پر پڑ جاتے ہیں)

درخواستِ دعا

میں ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کہ دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ اِن باتوں کو اپنے بندوں کے لئے نافع کر دے اور خلقِ خدا کو فائدہ پہنچے۔ ان کا دل خوش ہو اور ان کے اندر سے میرے لئے دعا نکلے۔

محبتِ برادرانہ

اے میرے پیارے بھائیو! دنیا کی چیزوں کے لئے آپس میں تنازع اور خصومت چھوڑ دو۔ دینی دنیاوی زندگی تلخ نہ کرو۔ خواہ تھوڑا بہت نقصان برداشت کرنا پڑے۔ کیونکہ کسی دنیاوی چیز کے نقصان سے دینی بھائیوں کا آپس میں جھگڑا کرنے کا نقصان بدرجہا زیادہ ہے۔ یہ تنازعہ تم کو بڑے اور اعلیٰ کاموں سے روک دے گا۔

اِس مُسافر خانہ کو ایک پیالہ یا رکابی کی طرح سمجھو جس کے گرد بیٹھ کر ہم سب بھائی کھانا کھا رہے ہیں۔ اگر کسی نے بڑا نوالہ لیا تو کیا ہوا؟ کسی نے چھوٹا لیا تو کیا ہوا؟ اللہ اپنے فضل سے سب کو رجا دے گا۔ مروّت اور یگانگت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے آگے سے بھی دوسرے کی طرف سرکا دے اور اِس بات کا تو کیا کہنا کہ دوسرے

کو پتہ بھی نہ لگے۔

حُبِّ لِلّٰہ

اے بھائیو! ایک دوسرے کے مطلبی یار نہ بنو۔ بلکہ تمہاری محبت کا مقام تمہارے اغراض کے مقام سے بالاتر ہو۔ تمہاری دنیاوی غرض تمہاری للّٰہی محبت میں فرق نہ ڈالے۔ آپس میں تمہاری محبت خالص اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ جب بھائی سے غرض پوری نہ ہوئی۔ اُس کی محبت بھی دُور ہو گئی یہ دینی محبت کیسی ہوئی جو دُنیا کے لئے ٹوٹ گئی ؎

غم چیزے رگِ جاں را خراشد ؛ کہ گاہے باشد و گاہے نباشد[1]

حُبِّ دُنیا

دُنیا کی محبت سب خطاؤں کا سر ہے۔ یہ حدیث شریف کا ترجمہ ہے۔ دنیا کیا ہے؟ جو خدا سے غافل کرے۔ آخرت کو بھلائے۔ اُس کا علاج موت کو یاد رکھنا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

اَیُّھَا الْھَائِمُوْنَ فِی الشَّھَوَاتِ ؛ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ

یعنی اے وہ لوگو جو خواہشات میں حدود اللہ سے نکل گئے ہو موت کو بہت یاد کیا کرو۔ جو لذات کو ملیامیٹ کرنے والی ہے۔

بھلا اگر کسی کو شام کے وقت سَو اشرفیاں دیجائیں کہ صبح تم سے لیلی جائینگی۔

---

[1] اس چیز کا غم جو ایک وقت ملتے اور دوسرے وقت نہ ملنے سے جان کو گھائل کر دیتا ہے۔

تو کیا وہ شخص اُن اشرفیوں سے محبت کرے گا۔ خوش ہوگا اور دل لگائیگا؟ کیا منی آڈر تقسیم کرنے والے کو اِس بات کی بہت خوشی ہوتی ہے کہ مجھے آج بہت روپیہ مِلا ہے؟

دُنیا کا دُکھ اور سُکھ

دُنیا میں دو حالتیں ہیں۔ دُکھ یا سُکھ۔ دُکھ اِس لئے کہ ایسا نہ ہو دُنیا میں دِل لگ جائے اور عقبیٰ بھول جائے۔ سُکھ اِس لئے کہ تھوڑی لذّت کا مزہ چکھ کر آخرت کی بڑی لذّت کی خواہش کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکلیف اور راحت دونوں حالتوں میں یہ الفاظ فرمائے اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ (اے اللہ عیش نہیں مگر عیش آخرت کا)

حُسنِ معاشرت

اپنی بی بی سے حُسنِ معاشرت رکھو۔ جس طرح تم اُن کے کھانے پینے پہننے اور مکان کا فکر رکھتے ہو۔ اسی طرح اُن کے دین کا فکر کرو۔ اگر اُس کی نماز جاتی ہو۔ اور تمہارے کھانے کو دیر ہوتی ہو۔ تو ہونے دو۔ پہلے نماز پڑھوالو۔ اگر تم کو اپنی بی بی کی کوئی بات ناپسند ہو تو اللہ تعالےٰ تم کو ایک خوشخبری دیتا ہے۔

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ (بیویوں سے نیک سلوک کرو پس اگر تمہیں اُن میں کوئی کراہیت معلوم ہو پس امید ہے کہ تم کسی چیز

کو مکروہ سمجھو اور اللہ نے اس میں بہت خیر رکھی ہو) کیا تم یہ امید نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تم دونوں میاں بیوی کو نیک اعمال کی توفیق دے۔ دونوں کو صالحین میں سے کر دے اور بخش دے جنّت میں داخل فرمائے اور تمہارے اس نیک عمل کی جزا میں کہ باوجود ایک دوسرے کی عادات اور صورتوں میں کراہت کی موجودگی کے پھر سلوک اور اتفاق سے رہے۔ تم دونوں کو اس قدر خوبصورت خوب سیرت اور جوانانِ رعنا بنا دے کہ ایک دوسرے کے شیدا ہو جاؤ اور ہمیشہ خوشی سے رہو۔ نیز ایک خیر کثیر یہ ہے کہ دنیا میں باقیات صالحات صالح اولاد اور صالح مال کی کشائش بخشے۔ یا یہ کہ اس کی کوئی بات تم کو ناپسند ہو۔ لیکن اس میں کچھ اور ایسی خوبیاں ہوں۔ جو تمہارے دل کو خوش کر دیں۔ اور اس کراہت کو ہٹا دیں۔ یقیناً سمجھ لو کہ دنیا کی لذتیں بے غل و غش نہیں ہوتیں۔ پھول کے ساتھ کانٹا۔ جتنا چھانو اتنا کرکرا۔ البتہ آخرت مستثنیٰ ہے۔

حُبّ فی اللہ

اے میرے محبوب بھائیو! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ تمہاری محبت اللہ تعالیٰ سے اُس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے۔ آپ کے خلفاء صحابہ جمیع انبیاء و صلحاء سے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے خلفاء اور برادران سلسلہ سے سب اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے ایسی ہو جائے کہ وہ محبت عشق کے درجے تک پہنچ جائے۔ آمین۔

تربیت اولاد

اولاد کی تربیت کے متعلق ایک بات بہت ضروری ہے کہ اُن کو بُرے لڑکوں کی صحبت سے بچایا جائے۔ چونکہ بچوں میں نقل کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے وہ وہی چال چلیں گے جو کہ دوسرے بڑے لڑکوں میں دیکھیں گے۔ جب اُن میں ان کی بری عادتیں راسخ ہو گئیں۔ پھر تمہاری تنبیہ اور سرزنش کا مفید ہونا بہت مشکل ہو گا نیکوں کی اولاد جو بگڑتی ہے اُس کا سبب عموماً یہی ہوتا ہے ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند[1] ٭ صحبتِ طالح ترا طالح کند۔

تربیت اولاد اور سزا

اولاد کے قصور پر اگر کچھ سزا دو تو سزا سے پہلے اس کا قصور اس کے ذہن نشین کرا دو۔ تاکہ اس کا دل اس سزا کو اپنے اُوپر ظلم نہ سمجھے اور ایسی سزا دو جو بہت ہلکی ہو۔ تاکہ اس کے جسمانی اور روحانی نشوونما میں فرق نہ آئے اور اگر اس پر غصہ اور ناراض ہو تو اس کی وجہ بھی اس کو سمجھا دو۔ سزا صرف اس لئے ہے کہ اصلاح ہو۔ اصل غرض اصلاح ہے سزا نہیں۔ کیونکہ استاد یا ماں باپ کا دل کب چاہتا ہے کہ ان کے بچے کو تکلیف ہو۔ پس جس طریق سے اصلاح ہو وہ راستہ اختیار کرو۔

سزائیں کئی طریق سے دی جا سکتی ہیں۔ مثلاً بچہ کو قصور کرنے پر یہ کہنا کہ

---

[1] نیک کی صحبت تجھے نیک بنا دیتی ہے اور بُرے کی صحبت بُرا کر دیتی ہے۔

تم نے ایسا کام کر کے ہم کو ناراض کیا۔ ہم تم سے ناراض ہیں۔ یا بہت چھوٹے بچے کو کہنا کہ ہم تم سے رُوٹھ گئے اگر اقرار کرو کہ میں آئندہ ایسا نہ کروں گا تو ہم تم سے مَن جائیں گے۔ یا یہ سزا کہ ہم تم سے بولیں گے نہیں۔ یا آج کا پیسہ تم کو نہ ملے گا یا بازار سے تمہارے لئے چیز نہ لائیں گے یا اگر لائیں گے تو اوروں کو دیں گے مگر تمہارا حصّہ تمہارے قصور کے سبب تم کو نہ ملے گا۔ یا یہ کہ ہم نے تمہارے لئے ایک خوبصورت کپڑا خریدنا تھا اب نہ خریدیں گے۔ یا یہ کہ ہم تم کو پیار نہ کریں گے اور محبت سے پاس نہ بٹھائیں گے۔ یا کھیل سے روک دیں گے یا اگر آوارہ پھرتا ہو اور ڈھابوں کے کنارے جاتا ہو تو پیر میں کوئی نرم سی رسّی یا کپڑا باندھ کر دوسرا سرا چارپائی سے باندھ دیا۔ یا اُس کے بھائی بہنوں میں ذکر کرنا کہ تمہارے بھائی نے یہ قصور کیا ہے جس کا یہ ضرر اور نقصان ہے تاکہ اس کو شرم آئے اور دوسروں کو نصیحت ہو۔ یا تم اتنے دیر اس گوشہ دیوار میں منہ دیکر کھڑے رہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ حسب موقعہ و مزاج سزائیں دی جاسکتی ہیں۔ مگر دو باتیں بڑی ضروری ہیں۔

اوّل۔ سزا سے پہلے بچے کو اس کے قصور کا علم اور اس کا ضرر اور نقصان بتا دیا جائے۔

دوم۔: اصلاح کا اقرار لئے بغیر سزا کو چھوڑ کر سزا کی وقعت نہ گنوا دیجائے پہلے اصلاح کا اقرار لیا جائے پھر سزا معاف کی جائے۔ خواہ ستر دفعہ ایسا کرنا پڑے اگر اصلاح کنندہ بار بار کی معافی اور بار بار کے قصور سے گھبرا نہ جائے تو اس کا نتیجہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ بندہ کا بھی اللہ کے حضور ایسا ہی حال ہے

کہ بار بار قصور کرتا ہے اور اس ربّ رحیم سے معافی مانگتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ۔

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست ٭ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

محبت اور نرمی سے علیحدگی میں سمجھانے سے بہت اصلاح ہو جاتی ہے بعض وقت علی الاعلان سمجھانے اور شرم دلانے سے فائدہ ہوتا ہے مناسب یہ ہے کہ پوشیدہ گناہ کو پوشیدہ اور آشکارا کو آشکارا سمجھایا جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ اصلاح جیسا شاندار اور مشکل عمل کوئی نہیں یہی کام ہے جو انبیاء و رسل خلفاء و مبلّغین کے سپرد ہوا ہے وَيُزَكِّيْهِمْ اصلاح ہی ہے یہ سمجھ لو کہ تمہارا بچّہ خدا کا بندہ اس کی مخلوق اور اُس کی امانت ہے اس نے یہ امانت تم کو سپرد کی ہے پس اس کو ناجائز ایذا دینے سے بہت ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ امانت میں خیانت ہو جائے۔

تمہاری سزاؤں کے متعلق بچّہ یہ سمجھ لے اور اُسے یہ یقین آجائے کہ ماں باپ میرے دشمن نہیں۔ ظالم نہیں۔ خودغرض نہیں۔ مجھ سے محبّت کرنے والے۔ میرے خیرخواہ ہمدرد اور دوست ہیں۔ یہ ان کی سزا۔ ناراضی اور غصہ میرے بھلے کے لئے ہے۔

اگر بچّہ شرارت اور آوارگی میں بہت بڑھ جاتے اور تمہاری مجوزہ سزاؤں کی پرواہ نہ کرے تو اس کی اصلاح کی ایک تدبیر یہ ہے کہ اسے ہر وقت اپنی زیرنظر رکھو۔ اپنے پاس سے جدا نہ ہونے دو۔ تاکہ نہ اُسے موقعہ ملے نہ شرارت

کرے۔ رفتہ رفتہ شرارت اور آوارگی کی عادت دُور ہو جائے گی اور درست
ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ اگر تم نہیں کر سکتے تو کسی اور قابل شخص کی نگرانی
میں رکھو۔

بچوں کو نماز کی عادت ڈالو

اپنے بچوں کو جب بہت ہی چھوٹے ہوں نماز پڑھواؤ۔ جیسی نماز
پڑھیں۔ پڑھیں۔ ہاں اتنا جانیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ بچوں میں نقل کا مادّہ
زیادہ ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ تمہارے وضو۔ نماز کی نقل کرنے لگیں گے۔

تربیتِ اولاد

بچے ہر چیز ماں باپ سے مانگتے ہیں یہ ان کی فطرت ہے۔ اِس سے تم
یہ فائدہ اٹھاؤ کہ ان سے کہو کہ بچو تم ہم سے مانگتے ہو ہم تم کو دیتے ہیں یہ بھی تمہیں
پتہ ہے کہ ہم کس سے مانگتے ہیں اور کون ہم کو دیتا ہے؟ سنو! ہم اللہ سے
مانگتے ہیں وہ ہم کو دیتا ہے تو ہم تم کو دیتے ہیں۔ درحقیقت اللہ ہی دینے والا
ہے تم بھی اللہ سے مانگا کرو۔ جب کوئی چیز اُن کو دو کہو اللہ نے دی ہے مطلب
یہ ہے کہ اُن کو بچپن ہی میں یہ یقین آجائے کہ درحقیقت اللہ ہی دیتا ہے۔

میں اپنے چھوٹے بچے محمد عبدالرحمٰن سلمہٗ اللہ تعالےٰ کی ایک بات بطور
لطیفہ سُناتا ہوں میں اُسے کچھ دیتا تو کہتا اللہ نے دی ہے ہمارے قریب
ایک ہمارے بھائی اللہ دتّا صاحب[1] کی دوکان ہے وہ عرصہ تک یہی سمجھتا رہا

[1] حال درویش قادیان ( )

کہ یہ چیزیں اللہ دتّا دیا کرتا ہے۔ جب مجھے پتہ لگا تو سمجھایا۔ رفتہ رفتہ ان کو دعا کا طریق
سکھاؤ اور کہو کہ جو ضرورت ہو نماز میں خدا سے مانگا کرو۔ جو تکلیف ہو اُس کے دُور
ہونے کی دعا کیا کرو۔ نماز میں تم خدا کے حضور میں حاضر ہوتے ہو۔ یہ خدا کے
قرب کا خاص وقت ہوتا ہے۔ اس لئے نماز کے اندر اللہ سے دعائیں مانگا
کرو۔ تاکہ بچپن ہی میں ان کی توجہ اللہ تعالےٰ کی طرف ہو جائے یہ خیال نہ کرو
کہ چھوٹے بچے معصوم ہیں مکلف نہیں ان پر یہ بوجھ کیوں ڈالا جائے۔ بے شک
مکلف نہیں اگر نہ کریں گے گناہ نہیں۔ لیکن ثواب اور اجر اس کا ایسا ملے گا جو
ان کو تمام عمر فائدہ پہنچاتا رہے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ یہ بوجھ نہیں۔ سخت محنت
کا کام نہیں بلکہ باتوں باتوں میں توحید اور دین کی تعلیم ہے۔

بچے بغیر بولے رہ نہیں سکتے۔ کچھ نہ کچھ بولتے رہتے ہیں۔ ان کو اللہ اللہ
کرنا۔ محمد رسول اللہ کہنا۔ کلمہ شریف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
پڑھنا سکھاؤ۔ مفید فقرے۔ سچ بولو۔ جھوٹ نہ بولو۔ نماز پڑھو۔ نیکی کرو۔
وغیرہ کہلاؤ تاکہ وہ یہی الفاظ منہ سے نکالتے رہیں۔ رفتہ رفتہ ادعیہ نماز۔
قرآن شریف کی سورتیں جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں حفظ کراؤ بلند آواز سے
گھر میں یا مسجد میں اذان دلواؤ۔ اللہ تعالےٰ توفیق دے۔ آمین۔

افسرانِ بالا

اے بزرگوارانِ افسرانِ بالا! میں ادب سے آپ کی خدمت میں
عرض کرتا ہوں کہ کارکن آپ کے خادم اور ہاتھ پیر کی طرح ہیں انکی ہمدردی

ایسی ہی کریں جیسی اپنے جوارح کی کرتے ہیں۔ قصور کریں تو محبت سے تنہائی میں سمجھائیں۔ سوائے ایسے قصور کے جس کا دوسروں کے سامنے سمجھانا ضروری ہو۔؟ سلسلہ کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ دین کے کام کے لئے تو وہ خود محنت۔ فرماں برداری اور تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے ان کی دلجوئی رکھنا محبت اور شفقت کرنا۔ بھولوں اور خطاؤں سے درگذر کرنا۔ کمزوریوں اور معذوریوں کا لحاظ رکھنا۔ ان کے فوائد کے وقت اُن کی بہتری سے درگزر نہ کرنا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو دل شکستہ ہو جائیں۔ ہمت ہار بیٹھیں۔ آپ ہی سمجھیں کہ یہ لوگ روپے پیسے یا دنیاوی غرض کے لئے کارکنی نہیں کرتے۔ بلکہ دین کی خدمت کرتے ہیں۔ اور ہم جوان کو دیتے ہیں ان کے اور ان کے عیال کے گزارے کے لئے دیتے ہیں۔ اِس لئے ازبس ضروری ہے کہ اُن کے ضروری اخراجات کے نگراں رہیں۔ جہاں اُن کی لیاقتوں کا خیال کیا جائے وہاں اُن کے متنفقین کھانے والوں کا بھی لحاظ رکھا جائے۔ جو کثیر العیال ہوں اُن کی خاص امداد کی جائے۔ اللہ کے فضل سے سلسلہ کے کارکنوں کے بچے خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں سلسلہ کے ممبر رکن اور کارکن بنیں گے۔ اُن کی خبر گیری کار ثواب ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں احمدیت کی قدر و منزلت دی ہے۔ یہ احمدی بچے قابل قدر و منزلت ہیں۔ والدین کثرت اَولاد کے اخراجات سے دل تنگ نہ ہوں بلکہ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ نیک اولاد بہت ساری دے اور دین کی خادم بنائے۔ اگر کارکن اپنے گزارہ کے لئے پریشان اور سرگرداں ہوگا تو وہ خدمت کس طرح کرے گا۔

پراگندہ روزی پراگندہ دل

شب چو عقد نماز بر بندم ⁂ چہ خورد بامداد فرزندم

(جس کو روٹی کی پریشانی ہے اس کا دل بھی پریشان ہے رات کو جب نماز کی نیت کرتا ہوں تو یہ فکر لگتا ہے کہ صبح کو میرا بچہ کیا کھائیگا؟)

اے مکرم و معظم افسران! یہ جو میں نے عرض کیا ہے محض اپنے دلی اخلاص اور محبت سے عرض کیا ہے۔ ورنہ میرا دلی یقین یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے ایسے افسران چنے ہیں جن کے قلوب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اِس کام کے اہل بنائے ہیں اور حضور کی پسندیدگی اور دعاؤں سے الٰہی نصرت انکے شامل حال ہے اللہ تعالیٰ آپ بزرگواران کو دونوں جہان میں برکت اور ترقی دے اور بہت بہت راضی ہو۔ آمین ثم آمین۔

آداب زوجین

اے خاوند اگر تیری بیوی دین میں تیری مددگار ہے۔ تو سمجھ لے کہ تیرے لئے تیری بیوی سے بڑھ کر کوئی صورت اور سیرت میں نہیں اور اے بی بی اگر تیرا خاوند تجھے دین کا راستہ دکھاتا ہے اور دین میں تیرا مددگار ہے تو جان لے کہ تیرے لئے تیرے خاوند سے بڑھ کر کوئی صورت اور سیرت میں نہیں اِس بات سے خاوند اور بیوی میں اتفاق اور یگانگت زیادہ ہوتی ہے۔ اور دونوں کے اتحاد سے دین اور دُنیا کے سب کام درست ہو جاتے ہیں

صورت کا درجہ تقویٰ سے بڑھ کر نہیں۔ صورت تو اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں
کو اچھی دی ہے۔ اور خوبصورت بنایا ہے فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ
فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (ضرور بنایا ہے ہم نے انسانوں کو اچھی بناوٹ میں) وَصَوَّرَ
كُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (اور صورت بنائی تمہاری پس اچھی صورت بنائی
تمہاری) مگر خوبصورت لگنے اور محبت ہونے کا مدار کسی خاص صورت پر
نہیں۔ بلکہ دلی مناسبت۔ دینی دنیاوی فوائد اور منفعت مزاجوں کی موافقت
ارتباط قلب۔ ملکوں۔ قوموں۔ پیشوں۔ رسم و رواج۔ چال ڈھال۔ رنگت
بناوٹ۔ اخلاق۔ عادات اور صفات کے لحاظ سے جدا جدا ہے۔ کسی کے
نزدیک کوئی خوبصورتی ہے کسی کے نزدیک کوئی۔ دوائیں سب مفید ہیں
کسی کو کوئی موافق آجاتی ہے کسی کو کوئی۔ غذائیں سب اچھی اور مزیدار
ہیں کسی کو کوئی مرغوب ہے کسی کو کوئی۔ رنگ سب سہانے ہیں کسی کے
دل کو کوئی کھینچتا ہے کسی کو کوئی اسی طرح خوبصورت سب ہیں کسی کو کوئی
خوبصورت لگتا ہے کسی کو کوئی۔ اس رحمت سے بھری ہوئی الٰہی حکمت کا
یہ فیض ہے کہ انسان غیر سے غیر اور اپنی خداداد نعمت میں سیر ہے۔ خدا
کا دیا ہوا حسن سب پر ہے ماں باپ کو اپنا بچہ خواہ ہماری نظروں میں کیسا
ہی ہو۔ کتنا پیارا اور خوبصورت لگتا ہے ماں باپ کی آنکھوں سے دیکھا
جائے تو پتہ لگے۔

نیک خاوند اور نیک بیوی کو چاہئے کہ آپس میں محبت سے رہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے ہمارا جوڑا بنایا ہے اور دونوں مل کر خدا کی یاد اور دین

کی خدمت کریں جو بیاہ شادی کا اصل مقصود ہے۔ گھر کی نااتفاقی ایک عذاب ہے۔
اور دین اور دنیا کی بہتری سے روکتی ہے اور جس کی دو بیبیاں وہ جب ایک کے
پاس جائے اس کو خوش کرے اور جب دوسری کے پاس جائے اسکو خوش کرے۔

اے بھائیو! اصل خوبصورتی روح کی خوبصورتی ہے۔ درحقیقت حسین وہ
ہے جس کی روح حسین ہے۔ روح کا حسن یہ ہے کہ تقویٰ۔ عفت۔ پاکیزگی۔ حیا
وفا محبت ہمدردی۔ صبر۔ شکر۔ سخاوت۔ شجاعت۔ ایثار۔ نیکی اور نیکوکاری سے
مزین ہو۔ جس کا پرتو اور جلوہ ظاہری جسم کو بھی خوبصورت بنا دیتا ہے مگر اس حسن کو
وہی معلوم کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس حسن کے ساتھ حسین
بنا دیا ہے۔ قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری۔ غیر کو کیا خبر کہ یہ حسن کیسا ہے
وہ تو عطر کو چھوڑ کر اس پس ماندہ کا دلدادہ ہے جو عرق گلاب نکالنے کے بعد
رہ جاتا ہے۔ یہی حسن تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام
کو دیکھ کر اپنی عمر کا ایک حصہ دینے لگے۔ اس دنیا میں نیک متقی کی روح
اس جسم خاکی کے اندر سے اپنا جلوہ دیتی ہے اور دوسرے جہان میں خدا کے فضل سے
خود جسم بن کر ظاہر ہو جاتی ہے۔

تربیتِ اولاد

بچوں کو بچپن میں سخاوت کی عادت ڈالو۔ بھائی بہن مل کر کھائیں جب
کھائیں تم بھی اس میں سے کچھ کھاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی چیز میں سے کسی کو کچھ دینے
سے روئیں اور چیخیں۔ فقیر اور مسکین کو ان کے ہاتھ سے پیسہ روٹی دلواؤ۔

ان کو پیسہ رکھنے کی بھی عادت ڈلواؤ۔ تاکہ مسرف نہ ہو جائیں۔ ان کے پاس امانت پیسہ دو پیسے رکھ دو اور کہدو کہ اس کو سنبھال کر رکھو۔ کل فلاں وقت ہم تم سے لے لیں گے۔ وقت مقررہ پر واپس لے لو۔ جو دو کہو کہ کچھ خرچ کرو کچھ آئندہ کے لئے پس انداز کرو۔ ان کی جمع کردہ رقم کے خرچ کرنے کا جب وقت آئے تو ان کے ہاتھ سے سلسلہ کے لئے کچھ چندہ بھی دلواؤ۔ اور ان کے نام کی رسید ان کو دے دو۔

اُن کو بات بات میں قسمیں کھانے اور گالیاں دینے کی عادت سے بچاؤ۔ اگر تمہارے اندر یہ عادت نہ ہوگی تو وہ بھی ایسا نہ کریں گے۔ تم خود خوش اخلاق بنو وہ بھی خوش خلق ہو جائیں گے اور تب ہی تمہاری نصیحت اُن میں اثر کرے گی جبکہ اِن صفات سے تم خود متصف ہو گے۔ نہیں تو دل میں کہیں گے کہ خود تو عمل کرتے نہیں۔ ہم کو نصیحت کرتے ہیں۔ اگر تم کسی کمزوری میں گرفتار ہو تو اُن کو اپنی معذوری سمجھا دو۔ اور کہدو کہ اس بات میں ہماری نقل نہ کرنا۔ ہمارے کرنے سے یہ بات اچھی نہیں ہو سکتی۔ بُری بات بُری ہی ہے۔ اللہ ہم کو ہدایت دے۔

جنتِ دُنیا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سُنا ہے کہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ مومن کیلئے آخرت کی جنتیں ہیں۔ حضور فرماتے ہیں ؎

پایم زفضلِ یار بجنت خزیدہ است ❊ واز لُطفِ آں حبیب بدست است ساغرم
بادِ بہشت بر دلِ پُرسوزِ من وزد ❊ مےنگہت لطیف بُود دُودِ مجمرم

(میں خدا کے فضل سے جنت میں چلا گیا ہوں تو اس پیارے کی مہربانی سے میرے ہاتھ میں ساغر ہے۔ بہشت کی ہوا میرے پُرسوز دل پر چل رہی ہے۔ میری مجمر سے عمدہ خوشبو آرہی ہے)

دل پُرسوز اور دودِ مجمر کا مطلب حضور کے اس شعر سے حل ہو جاتا ہے

اے دو فکرِ دینِ احمد مغزِ جانِ ما بسوخت ❊ کثرتِ اعدارِ ملت قلتِ انصارِ دیں

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے دو فکروں نے بہت پریشان کر دیا ہے ایک فکر یہ ہے کہ دشمن بہت زیادہ ہیں دوسرا یہ کہ انصار تھوڑے ہیں)

اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام فرماتا ہے

یَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت صاحب کے پاس دنیا داروں کی طرح عیش و عشرت کے سامان نہیں۔ جو کچھ ہے وہ دین کی خدمت اور دین کے کاموں کے لئے ہے۔ دین کے لئے دن رات محنت اٹھاتے ہیں۔ مخالفین سے تکلیفیں پہنچتی ہیں۔ دشمن مقدمات دائر کر دیتے ہیں پیشیوں میں سفر کی صعوبت اٹھاتے ہیں۔ عوام کی گمراہیوں کو دیکھ کر کُڑھتے ہیں سب بے ادبوں کی بے ادبیوں پر صبر کر کے اعلیٰ اخلاق دکھلاتے۔ گالیاں سُن کر دعا دیتے۔ غصہ نہیں ہوتے۔ رحم کرتے ہیں۔ تصنیف اور تبلیغ میں خواہ اپنی ضروریات روکنی پڑیں بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں۔ بیمار رہتے ہیں اپنا آرام نہیں دیکھتے دوسروں کو سُکھ دیتے ہیں۔ اپنے کھانے پینے لباس وغیرہ کا خیال نہیں فرماتے۔ بلکہ اپنا سارا وقت دین کی خدمت گزاری میں خرچ کرتے ہیں پھر حضور فرماتے ہیں کہ میں جنت میں ہوں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنت وہ

باغ ہے جو دل کے اندر کی فضا میں پھولا اور پھلا ہے اور بہشتی چشمے دل کے میدان میں جوش مارتے اور جاری ہیں۔ اور اس کو شاداب کر کے خلق خدا کو سیراب کرنے کے لئے باہر بہ پڑے ہیں اور مخلوق کو مستفیض کرتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس بہشت کے اصل سرچشمہ اور مخزن ہیں اور وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ کی شان والا شان سے موصوف مزین اور منور ہیں۔ اور عالمین کو دین اور دنیا کے فیوض سے علی قدر مراتب مالا مال فرما رہے ہیں اس جنت کی حقیقت تو وہی اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ بندے جانتے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اس میں داخل فرما دیا ہے مگر جو ان سے محبت کرنے والے متبعین ہیں وہ بھی اپنے اخلاص کے مطابق اس نعمت عظمیٰ سے حصہ پاتے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے مقام کمالات نبوت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

درقافلہ کہ اوست دانم نرسم ؛ ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

(جس قافلہ میں وہ ہے میں جانتا ہوں کہ پہونچ نہیں سکتا۔ یہی بہت ہے کہ اس قافلہ کے گھنٹہ کی آواز مجھے دور سے آرہی ہے)

انکے قلوب میں اللہ تعالےٰ کی محبت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ کسی دنیاوی محبت میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشق الٰہی میں اپنے آپ کو کھو دیا تھا اہل عرب میں مشہور ہو گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب پہ عاشق ہو گئے ہیں۔

پس قرآن شریف اترا اور وصال الٰہی کا رستہ ملا۔ اور بقایا باللہ کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر اللہ تعالےٰ نے پہنچا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت جو ایمان لائی ان کی شان میں فرماتا ہے۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ (اور جو ایمان لائے اللہ سے اشد محبت رکھتے ہیں) حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

محبت چیز کیا کس کو بتاؤں ؛ وفا کیا راز ہے کس کو سناؤں
میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں ؛ یہی ہے بس کہ خاک اپنی اڑاؤں

اس کا مطلب بھی خدا کی محبت میں فنا ہونا ہے۔

غور کرو کہ سچا حقیقی عشق ہو۔ معشوق ملجائے۔ زوال اور مفارقت کا اندیشہ نہ ہو۔ پھر جنت ہوئی کہ نہ ہوئی۔ اسی جنت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

سب غیر ہیں وہی ہے اک دل کا یار جانی

اللہ تعالےٰ ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ (جو لایا سچا دین اور جس نے اس کو مانا وہ متقی ہیں ان کے لئے ہے اللہ کے پاس جو چاہیں یہ بدلہ ہے نیکوں کا) اللہ تعالےٰ بندہ کے پاس ہے حبل ورید سے بھی قریب تر ہے پس وہ نعماء بھی اس کے مقرب بندہ کے پاس ہوئیں۔ اس جہان میں بھی اور دوسرے جہان میں بھی۔

حضرت ذکریا علیہ السلام فرماتے ہیں وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا یعنی اے رب ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ میں نے تجھ سے دعا کی ہو اور قبول نہ ہوئی ہو اللہ تعالےٰ

حضرت صاحب کو فرماتا ہے۔ خدا تیرے سب کام درست کر دیگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ حضور فرماتے ہیں ؎

جوشِ اجابتش کہ بوقت دعا بود ؛ زاں گونہ زاریم نہ شنید است مادرم
ہزار سر بزنی مشکلے نہ گردد حل ؛ چو پیش او بروی کار یک دعا باشد۔

(اس کو دعا کی قبولیت کا اس قدر جوش ہوتا ہے کہ اس قدر میری ماں کو بھی میری زاری سننے کا جوش نہیں ہوتا۔ تو اپنی مشکل کے لئے ہزار بار سر مارے وہ مشکل حل نہ ہو۔ لیکن جب اس مقبول الٰہی کے پاس جائے تو اس کی ایک دعا سے کامیاب ہو جائیگا)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (ان کو بشارتیں ملتی ہیں اسی دنیا کی زندگی میں) ان کو اللہ تعالےٰ کی بشارات کے الفاظ میں وہ خوشی ہوتی ہے جن کے آگے دنیاوی تمغوں خطابات اور سرٹیفکیٹوں کی خوشی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

اللہ تعالےٰ پر ان کو اعتماد اور بھروسہ اتنا ہوتا ہے کہ اس اعتماد کی نظیر دنیا میں نظر نہیں آتی۔ دنیا کی مجلسیں بارہا ووٹ پاس کرتی اور توڑتی رہتی ہیں یہ اعتماد ایسا ہے کہ نہ اس جہان میں ٹوٹے نہ دوسرے جہان میں۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچا بات میں) کے یقین سے ان کا قلب بھرا ہوتا ہے جس میں وہم اور شک کی گنجائش نہیں۔ ان کو یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم کو کافی ہے۔ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتا ہے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فیض حضور کے سچے متبع حضرت مسیح علیہ السلام کو پہنچا۔

اللہ تعالےٰ نے آپ کو بھی یہ بشارت دی اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سُنا کہ صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں بہت احتیاط کرتے اور آپ کو تنہا نہ چھوڑتے تھے یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

اللہ تعالےٰ پر حضور کو ایسا یقین تھا کہ جب ایک طاقتور دشمن موقعہ تاک کر صحابہ کو دُور پا کر حضور کو درخت کے نیچے اکیلا لیٹا ہوا دیکھ کر پاس آکر اور ننگی تلوار کھینچ کر کہنے لگا کہ اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ حضور نے نہتے اور کامل اطمینان کے ساتھ ارشاد فرمایا "اللّٰہ" اُس وقت دشمن کا ہاتھ دہشت سے کانپ گیا سُست پڑ گیا۔ تلوار اُس کے ہاتھ سے گر پڑی حضور نے اُسی کی تلوار لیکر فرمایا۔ اب تجھ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اُس نے کہا میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی آپ کے مقابلہ پر نہ آؤں گا۔ حضور نے اُس کو معاف کر دیا۔ اُس کی تلوار اُس کو دیدی۔ اور وہ امن سے اپنی قوم میں واپس چلا گیا۔ اور جا کر کہا کہ میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو دُنیا میں سب سے اچھا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے امید اور توقع اس قدر ہوتی ہے کہ دل ہر وقت خوش وخرم اور نہال رہتا ہے۔ دوسروں کو یہ سچی فرحت اور شادمانی نہیں ہوتی۔ فرحت دو قسم کی ہوتی ہے ایک جھوٹی جس کے متعلق ہے لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (یعنی تو خوش نہ ہو تیرا انجام غم الم اور تباہی ہے) دوسری سچی جو کہ خدا کے فضل سے برقرار رہنے والی اور ہمیشہ ہمیشہ ترقی کرتی ہے جس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

یعنی وہ خوش ہیں ان نعمتوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہیں اور عنایات فرماتا رہے گا) اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہ وہ فرحت ہے جس کو زوال نہیں۔ وہ خدا کے پیارے بندے جو اسی دنیا میں جنت میں ہیں ان کی یہ فرحت اسی جگہ اور اسی دُنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔ لوگ نہیں دیکھتے مگر خدا کے فضل سے وہ جنّت میں ہوتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا یَرْجُوْنَ یعنی تم کو اللہ تعالیٰ سے ایسی اور وہ اُمیدیں ہیں جو اُن کو نہیں۔ جھوٹی امید سے زیادہ کوئی غم نہیں اور سچی اُمید سے زیادہ کوئی خوشی نہیں۔

شفقت علی خلق اللہ اُن کے اندر اتنی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی صفت اُن میں جلوہ نما ہوتی ہے۔

اخلاق ایسے اعلیٰ اور تلطف اِس درجہ ہوتا ہے کہ دشمن بھی گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان مبارک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ یعنی وہ شخص جو دشمن تھا ایسا ہو گیا جیسے جوشیلا دوست۔ قرآن شریف میں ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (آپ بڑے اچھے اخلاق والے ہیں) حدیث شریف میں ہے خلقہ القرآن۔ حضور کا خلق دیکھنا ہو تو قرآن دیکھ لو۔

الٰہی عبادت اُن کی جنتی غذا بن جاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے) صلوٰۃ کے معنی عبادت الٰہی اور نماز ہے۔ پس حضور کے دل کی راحت نماز

اور عبادت الٰہی میں ہوئی۔ حضور کے غلام شاہ جہاں بادشاہ علیہ الرحمۃ کو اللہ کے حضور سجدہ کرنے میں کوئی تو لذّت اور خوشی تھی کہ جواہرات سے جگمگاتے تخت پر سر بسجود ہو گئے۔ حضرت خلیفہ چہارم حضور علی کرم اللہ وجہہٗ نے نماز کی لذّت میں زخم سے تیر نکالنے کی تکلیف کو محسوس نہیں کیا۔ وہ اللہ کے پیارے صحابی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس ارشاد الٰہی پر کہ مانگو کیا مانگتے ہو؟ جان قربان کرنے کی لذّت کے لئے اس دار المحن میں دوبارہ آنا چاہتے ہیں۔

ایک شعر ہے ؎

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی ؂ کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

ایک معنی تو ظاہر ہیں کہ دم بھر خدا کی یاد کا ثواب دُنیا کی حکومت اور مملکت سے بڑھ کر ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک دم خدا کی یاد میں وہ لذّت اور خوشی ہے کہ دنیاوی بادشاہت میں نہیں۔

دنیاوی تکالیف کے وقت دنیادار غم کرتے۔ گھبراتے۔ اور ہراساں ہوتے ہیں۔ مگر یہ مطمئنہ نفوس والے رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً کے مصداق فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ......کے مطابق جنّت میں ہوتے ہیں۔ جنّت کیا ہے بے حد خوشی کا گھر۔ یہ اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک ذرہ ذرہ نعمت پر اس قدر خوش اور شکر گزار ہوتے ہیں کہ یہ دنیا ان کے لئے جنّت بن جاتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک وعظ میں فرمایا کہ مینہ پڑتا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک قطرہ انگلی پر رکھ لیتے۔ زبان

---

[1] حضرت جابر کے باپ

پر رکھتے اور فرماتے یہ میرے رب کی طرف سے آیا ہے۔
جیسے سورج اور چاند کی روشنی میں ان کے داغ فرق نہیں ڈالتے
ایسا ہی دنیاوی عسران کی خوشی کو کم نہیں کرتے، ہر وقت ان کے دل سے
یہ حمد نکلتی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اللہ تعالےٰ سے دعا کرو کہ وہ رحیم کریم ہم اُن کے نام لیواؤں
کو اپنے فضل اور رحمت سے دوزخی سوزشوں سے بچاتے اور جنت دنیا
اور جنت آخرت عطا فرمائے۔ آمین۔

طریقِ دُعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت مبارک میں ایک مرتبہ میں نے
عرض کیا کہ حضور کیا یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ہم کو اپنا الہام کرے؟
حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہاں یہی تو مدعا ہے۔ غور کرکے دیکھو کہ اللہ تعالےٰ
کا دیدار اور اس کی ہمکلامی سے بڑھ کر اور کون سی خوشی اور لذت ہوگی۔
بے شک پیارے کی باتوں سے جان میں جان آتی ہے۔

پس اے میرے پیارے بھائیو! میرے لئے اور اپنے لئے دعا کرو
کہ اللہ تعالےٰ ہمارے پچھلے گناہ بخشدے۔ آئندہ نیک اعمال کی توفیق
دے۔ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (ان کے لئے بشارتیں ہیں اسی
دنیا کی زندگی میں) کے فیض سے مستفیض فرمائے۔
اپنے الہامات۔ کشف۔ رویائے صالحہ اور مبشرات سے مشرف فرمائے۔

ہماری عرض معروض کا جواب دے۔ اور اس راستہ کی جمیع غلطیوں خطرات۔
لغزشوں۔ ہوا وہوس۔ اغوا شیطانی ونفسانی سے محفوظ رکھے اور خاتمہ ہمارا بالخیر
کرے۔ آمین۔

الہامات کو سمجھنے اور خوابوں کی تعبیر کرنے میں دھوکہ بھی لگ جاتا ہے جس کا
معیار یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز جو معنی کریں اس کو صحیح
سمجھا جائے۔ اور اپنی سمجھ پر ضد نہ کی جائے۔ بے شک الہام اس وجہ سے کہ خدا کا
کلام ہے عالیشان ہے۔ لیکن وہ معنی جو صراط مستقیم کو چھوڑ کر خلیفہ کے معنوں کے مخالف
کئے جائیں کجروی ہے۔

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سُنا ہے کہ قرب الٰہی کے حصول
کا یہ طریق ہے کہ راستی اور راستبازی کے ساتھ اُس کے حضور میں چلا جائے۔
حضور کے اس ارشاد کی بنا پر ایک طریق دعا کا آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔
جو یہ ہے کہ جس وقت فراغت اور یکسوئی ملے اللہ تعالےٰ کو اپنے سامنے حاضر ناظر
سمجھ کر اپنے دکھ سکھ۔ عسر یسر۔ مشکلات۔ حاجات۔ ارادات۔ مقاصد۔ نعماء۔
شکر گزاریاں وغیرہ وغیرہ سب داستان اللہ تعالےٰ کے حضور عرض کرو۔ جیسے
کوئی اپنے رازدار۔ واقف حال۔ شفیق۔ امین۔ خیر خواہ۔ ہمدرد۔ گہرے دوست
کے پاس بیان کرتا ہے اور کوئی بات نہیں چھپاتا۔ اسی طرح اپنے گہرے خیالوں
پوشیدہ در پوشیدہ عیبوں۔ نقصوں۔ کجیوں۔ کمزوریوں۔ قصوروں۔ غلطیوں
گناہوں اور وہ بری باتیں جو دل میں ہوتی ہیں اور لوگوں سے چھپائی جاتی ہیں۔
سب بے کم و کاست نہایت سچائی اور راستی سے اللہ رحیم کریم ستار غفار خطاپوش

خطا عفو۔ خطا بخش کے حضور سچ سچ اور سچے دل سے اقرار کرتے ہوئے بیان کرو۔ جو کہ سرّ۔ خفی اور اخفےٰ جانتا ہے اور وہ ان کمزوریوں اور گناہوں کو بھی جانتا ہے جن کی ہم کو بھی خبر نہیں۔ اور اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔ لیکن اس عرض معروض سے آپ کی نیت دعا اور استغفار کی ہو۔ اور ساتھ کے ساتھ دعائیہ الفاظ بھی کہتے جاؤ۔ مثلاً اگر کوئی تکلیف اور اس کی تفصیلات عرض کرو تو ساتھ ہی ایسے الفاظ بھی کہو کہ یا اللہ یہ جو تکلیف عرض کی ہے اپنی رحمت سے دور فرما دے۔ اور اگر اس کے متعلق کوئی تجویز یا تدبیر آپ کی سمجھ میں آئے وہ بھی مفصّل عرض کرو۔ اور اس کے حسن و قبح خیر و شر کے متعلق ازدیاد علم و معرفت کی دعا کرو اور صراط مستقیم یعنی صحیح طریق پر چلنے کی توفیق مانگو۔ خواہ منٹ یا گھنٹے اس عرض معروض میں لگ جائیں خدا کے فضل سے جس قدر دلچسپی اور لذّت اس میں پیدا ہوتی جائے گی۔ اسی قدر وقت بھی بڑھتا جائے گا۔ اور ایسا حال ہو جائے گا۔ کہ اس کے بغیر آرام نہ آئے گا اور یہی کوشش کرے گا کہ کب اور کس وقت دنیا کے کاروبار سے فرصت ملے اور میں اپنے پیارے مولا کے حضور میں حاضر ہو کر باتیں کروں اور وہ لذّت پاؤں جو عاشق کو معشوق سے باتیں کرنے میں ملتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ضرور جواب ملے اور الہام ہی ہو۔ لیکن ایسی دلگداز سچی مخلصانہ دعا سے اللہ تعالےٰ کے فضل سے سکینت قلب اطمینان دل حاصل ہوتا ہے اور مومن کے قلب کو غم سے نجات اور دل کو راحت ملتی ہے۔ خواہ ظاہری الفاظ کا الہام نہ ہو مگر ایک خفی دل کو روشن کر دیتا ہے اور اصل مقصد جو کہ تلیج قلب ہے ملجاتا ہے۔ الہام ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ کا فضل ہے مگر یہ تو یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ پاس ہے اور جو میں کر رہا ہوں حرف بحرف

کامل توجہ سے سُن رہا ہے کیا یہ خوشی تھوڑی ہے کہ ہماری عرض اللہ تعالےٰ سُنتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالےٰ پوچھتا ہے کہ اے موسیٰ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بجائے اس ایک بات کہنے کے کہ میرا عصا ہے اپنے محبوب سے کلام کرنے کے ذوق شوق میں ایک لمبا بیان عرض فرماتے ہیں۔

اگر بادشاہ آپ کو اپنے پاس بُلا کر یا خود آپ کے پاس آکر آپ کی عرضداشت اپنے کانوں سے سنئے تو آپ کو کتنی خوشی اور آپ کی کس قدر عزت افزائی ہوگی۔ دنیا میں دو۲ عزتیں ہیں۔ ایک خود بادشاہ سے کلام کرنا۔ دوسری بادشاہ کا کلام کرنا۔ اللہ تعالےٰ کا شکر کرو کہ اس شہنشاہ سے کلام کرنا آپ کو حاصل ہے۔

اے میرے بھائیو! جب آپ کا کوئی جھگڑا اپنے نفس کے خواہشات خیالات۔ وساوس۔ ہوا و ہوس سے شیطان کی چالبازیوں۔ دھوکوں۔ فریبوں اور گمراہیوں سے یا عام لوگوں سے درپیش آئے کہ آپ کی پیش نہ چل سکے تو اپنے پاک پروردگار کے حضور میں فریاد کرو۔ اور اس مقدمہ کو اس کے حضور میں پیش کرو اور کامیابی کے لئے اس کے حضور میں تضرع کرو۔ اپنے دلائل اور ثبوت اسی کے حضور بیان کرو۔ اور اپنے گواہ اسی کے حضور میں حاضر کرو۔ دنیا کے مقدمات میں بیرونی گواہ پیش ہوتے ہیں۔ مگر یہاں آپ کا صدق۔ سچائی۔ راستی۔ راستبازی نیک نیتی آپ کے اپنے ہاتھ پاؤں۔ آنکھ۔ ناک۔ اور سب اندرونی بیرونی اعضاء گواہ ہوں۔ دنیا کے مقدمات میں اپیل کرنی ہو تو افسران بالا کے پاس جاتے ہیں۔

کاربراری نہ ہو تو کورٹوں اور ولایت تک پہنچتے ہیں مگر یہاں اوّل سے آخر تک اللہ
ہی کے حضور میں اپیل در اپیل کرتے جاؤ۔ خواہ کتنی ہی کرنی ہو۔ اسی کے حضور
میں کرو۔ دعاء قنوت میں ایک دعا یہ ہے وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ (اور بچا مجھ
کو اس شر سے جو تُو نے قضا میں کر دی۔ ع

ہم پیش تو از دست تو مے خواہم داد۔ (تیرے ہاتھ سے تیرے ہی حضور میں فریاد کرتا ہوں)

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ
(ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف دوڑتے ہیں) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے
وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ (اور انہوں نے سمجھا کہ کوئی
پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف) ع

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست :: صد بار اگر توبہ شکستی باز آ
آہ گریہ پرورش چنداں کنم :: تا بخود آں غنچہ را خنداں کنی

(یہ ہمارا دروازہ نا امیدی کا دروازہ نہیں سو دفعہ اگر توبہ توڑے۔ پھر آ جا ہائے
میں تیرے دروازہ پہ اتنا روؤں کہ میرے آنسوؤں کے پانی سے وہ غنچہ کھل جائے)

حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ
(میں تو اپنی بیقراری اور حزن کی شکایت اللہ کے پاس کرتا ہوں)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز سے میں نے سنا ہے کہ ایک
شخص کے گھر اس کا دوست مہمان آیا۔ رات کو گھر والا اٹھا اور دعا کرنے لگا
غیب سے آواز آئی کہ تیری دعا منظور نہیں۔ دو تین راتیں اسی طرح گزریں کہ میزبان
اٹھ کر دعا کرتا اور مہمان یہ آواز سنتا۔ آخر اس نے گھر والے کو کہا کہ تجھ کو کیا

ہوا ہے جب تیری دعا منظور نہیں تو تُو دعا کیوں کرتا ہے؟ اس نیک بخت
گھر والے نے کہا واہ! تو چند روز سے یہ آواز سن کر مجھ کو منع کرتا ہے میں تو
(مجھے تعداد اچھی طرح یاد نہیں رہی شاید) تیس برس سے یہ آواز سنتا ہوں
اور دعا کرتا ہوں۔ میرا کام دعا کرنا ہے اور منظور کرنا اس کا کام ہے۔ میں اپنا کام
کئے جاؤں گا۔ مہمان متعجب ہو کر چپ سو رہا۔ رات کو گھر والا حسب معمول اٹھا
اور دعا کرنے لگا۔ آواز آئی کہ تیری یہ دعا اور سب پچھلی دعائیں قبول کیں۔

آپ کا فرض تو دعا کرنا اور عرض کرنا ہے قبول کرنا اور بشارت دینا اللہ تعالےٰ
کا فضل ہے۔ اپنا فرض بجا لاؤ۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل اور رحمت کے امیدوار رہو۔

ے گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے :: عاقبت زاں در بروں آید سرے
چوں نشینی بر سر کوئے کسے :: عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

(پیغمبر کا فرمان ہے کہ اگر تو دروازہ کھٹکھٹائے گا آخر کسی کا منہ دیکھے گا اگر تو کسی کے
دروازہ کی گلی میں بیٹھ جائے گا۔ دروازہ سے باہر نکالے گا) من تقرب الی
شبرًا تقرب الیہ ذراعاً (جو میری طرف ایک بالشت
آتا ہے میں اس کی طرف ایک گز جاتا ہوں) اس سے دعاؤں اور نمازوں
میں لذّت پیدا ہوتی ہے اور تعلق باللہ بڑھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
فرماتے ہیں۔ لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن خلیلی اللہ
(اگر میں جانی دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن میرا جانی دوست اللہ ہے)
پس آپ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ
میں نیک نمونہ ہے) کی اتباع میں اللہ ہی کو اپنا خلیل بناؤ اور اللّٰھم رفیق الاعلیٰ

(اے اللہ تو ہی بڑا رفیق ہے) کی پیروی میں اللہ کو رفیق اختیار کرو۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں

سب غیر ہیں وہی ہے اک دل کا یار جانی

چاہئے کہ جامع دعائیں مانگی جائیں۔ اھدنا الصراط المستقیم سورۃ فاتحہ اور قرآن شریف اور حدیث شریف کی دعائیں جامع دعائیں ہیں۔ ان میں سب کچھ آجاتا ہے۔ آمین۔

تربیت اولاد

بچے جب قصور کریں اور تم خفا ہو تو ان پر ایسے الفاظ استعمال نہ کرو کہ تجھ میں بالکل عقل نہیں۔ تیرے سے کسی بھلائی اور نیکی کی امید نہیں۔ تو بالکل ناکارہ ہے۔ تو کسی قابل نہیں تو اوروں کو بھی خراب اور برباد کرے گا تو بالکل جاہل رہے گا وغیرہ وغیرہ۔

ایسے الفاظ سے اس کی فطرت ماری جاتی ہے۔ حس کی تیزی کم ہو جاتی ہے وہ اپنے آپ یہ یقین کرنے لگتا ہے کہ میں کسی قابل نہیں۔ کودن اور بلید ہو جاتا ہے۔ سمجھ اور عقل موٹی ہو جاتی ہے۔

بلکہ اگر اس سے کوئی قصور سرزد ہو تو ایسے الفاظ استعمال کر سکتے ہیں کہ تم کو اللہ تعالٰے نے عقل تو بہت دے رکھی ہے۔ یہ بات عقل کے برخلاف تم سے کس طرح سرزد ہوئی؟ تم تو بڑے ہوشیار دانا اور کام کے آدمی ہو۔ پھر یہ کیسی بات تم نے کی؟ خدا کے فضل سے ہم کو تم سے بڑی بڑی امیدیں ہیں۔ انشاء اللہ تعالٰے تم بڑے عالم اور لائق بنوگے۔ پھر اس کے برخلاف تمہاری ایسی باتیں کرنے سے ہم کو تعجب

اور حیرانی ہوتی ہے۔

بھائیو! ان باتوں کو تم بناوٹی خیال نہ کرو۔ بلکہ اللہ تعالٰے سے اپنی اولاد پر واقعی ایسی ہی امیدیں رکھو اور ان کی زیادتیوں سے ناامید نہ ہو جاؤ ورنہ تربیت میں فرق آجائیگا اور یہ بات جھوٹ بھی نہیں کیونکہ کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام فابواہ یھودانہ او ینصرانہ (ہر ایک بچہ اسلام کی فطرت لیکر آتا ہے پس والدین یہودی کر لیتے ہیں یا نصرانی)

بہت غصہ آئے تو دعائیہ الفاظ کی عادت ڈالو۔ اللہ تجھے نیک کرے۔ اللہ تجھے ہدایت دے۔ اللہ تجھے راہ راست پر چلائے۔ اللہ تجھے عقل اور سمجھ دے۔ اللہ تیرے قصور معاف کرے۔ وغیرہ بددعا کی عادت نہ ڈالو۔ کیونکہ دن میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ دعا منظور ہو جاتی ہے۔ پس ڈرو کہ اس وقت بددعائیہ کلمہ منہ سے نہ نکل جائے۔ کیا اچھا ہوتا کہ اس وقت نیک دعا ہوتی۔ اور کام بن جاتا۔

یہاں میں نے تہذیب کو مدنظر کرتے ہوئے ان دشناموں۔ گالیوں۔ اور گندہ زبانیوں کا ذکر نہیں کیا جو بعض لوگ اپنے بچوں کو دیتے اور ان کی توتلی زبان سے وہی گالیاں سنکر خوش ہوتے ہیں۔ العیاذ باللہ ایسے الفاظ سے کوسوں دور رہنا چاہئے۔

بچے جب تم کو بلائیں تو جی کہکر جواب دو۔ وہ بھی تمہاری بات کا جی سے جواب دینگے۔ جب اچھی بات کہیں یا اچھا کام کریں تو شاباش۔ مرحبا۔ جزاک اللہ کہہ کر ہمت اور حوصلہ بڑھاؤ۔ جب وہ کچھ دیں تو جزاک اللہ کہہ کر لو۔ تم ان کو جو دوگے وہ بھی جزاک اللہ کہیں گے اور شکر گزاری سے لیں گے۔ جب کچھ دو تو داہنے ہاتھ سے لو۔ اور

جب کچھ دو تو داہنے ہاتھ سے دو۔

تربیت اولاد

بچوں کو ہمیشہ عمدہ لباس نہ پہناؤ۔ بلکہ کبھی کبھی سادہ لباس بھی پہناؤ۔ تاکہ فیشن کا دلدادہ نہ ہو جائے۔ مگر ضروری ہے کہ لباس صاف ہو۔ گندہ اور میلہ کچیلا نہ ہو۔ خواہ کھدر اور کم قیمت کا لٹھہ ہو۔ اسی طرح ہمیشہ اعلےٰ کھانے نہ کھلاؤ۔ گاہے گاہے معمولی غذا دال۔ چٹنی۔ نمک سے بھی کھانے کی عادت ڈالو تاکہ چٹورا نہ ہو جائے۔

بچوں کو ماں باپ کے گھر میں کئی طرح سے چوری کی عادت ہو جاتی ہے۔

اوّل:۔ جو سب سے بڑی وجہ ہے وہ چور لڑکوں کی صحبت اور دوستی ہے جب ان کو چوری کرتا دیکھتا ہے تو خود بھی سیکھ جاتا ہے۔ ایسے بچوں سے ملنے نہ دو۔

دوم:۔ ماں باپ کھانے پینے کی چیزوں پر اس قدر بندش کریں کہ وہ خواہش اور بھوک سے تنگ ہو کر گھر کی کھانے پینے کی چیزیں چوری کھا لیا کرے۔ جس سے بڑھتے بڑھتے اور چیزوں کی چوری کی عادت پڑ جائے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ گھر کی کھانے پینے کی چیزوں پر اسے پوری آزادی دینی چاہئے جب اس کی خواہش ہو اور بھوک لگے۔ بے تکلف تمہارے سامنے کھا پی لیا کرے۔ البتہ پیسہ کی آزادی بچہ کو دینی بہت بری ہے۔ ایک تو وہ بازار خود جائیگا۔ دوسرے یہ کہ ناواقفیت کے سبب سے ایسی چیزیں کھا لیا کرے گا۔ یا بھرے پیٹ کھائیگا کہ اس کی صحت خراب ہو جائے گی۔ اس لئے آٹھویں دن یا ایک دن درمیان یا روزانہ ایک دو پیسے مقرر کر دیئے جائیں اور حتی الوسع خود اس کے پیسہ کی مناسب چیز خرید

دی جائے۔

سوم:۔ بچہ اگر کبھی دوسرے کے گھر کی کوئی چیز اٹھا لائے تو ماں باپ اگر مانع نہ ہوں۔ بلکہ درگزر کریں۔ اور چوری کو چھپائیں۔ اس سے بھی چوری کی عادت پڑ جاتی ہے۔ چاہئے کہ جب ایسی بات دیکھیں تو خفا ہوں۔ سخت بیزاری ظاہر کریں۔ جھڑکیں کہ تو ہمسایہ کی یا دوسرے کی چیز کیوں اٹھا لایا۔ اور اسی وقت اس کے ہاتھ یا خود اس کے سامنے مالک کو واپس کر دیں۔ خواہ وہ حقیر شے ہو۔ کیا ذرہ سے بھی چھوٹی ہو گی جس کے متعلق آیا ہے کہ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

چہارم:۔ بچہ بازار کی چیزوں میوہ دانہ پھل پھول موسمی ترکاری مٹھائی وغیرہ سے ایسا ترس جائے کہ اس کو مجبوراً چوری کرنی پڑے۔ پس بچہ کی خواہشات حتی المقدور پوری کریں اور اس کی نیت ان چیزوں سے سیر رکھیں۔

پنجم:۔ بعض ایسے کھیل ہیں جن میں بچہ کچھ جیت لاتا ہے۔ مثلاً کوڑیاں گیندیاں اخروٹ وغیرہ۔ بچہ اخروٹ کھاتا ہے کوڑیوں سے کوئی چیز مول لیتا ہے گیندیاں گھر میں لاتا ہے۔ بے سمجھ مائیں خوش ہوتی ہیں کہ بچہ اتنی لکڑیاں بالن کے لئے لے آیا یا دھیلے پیسہ کی کوڑیاں جیت لایا۔ نمک مرچ منگالیں گے یا بچہ کوڑیوں سے لے دیں گے۔ اس سے بچہ کو دوسرے کا مال ناجائز طور سے لینے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ پس ایسی جیت ہار کی کھیلیں ہرگز نہ کھیلنے دیں۔ اندیشہ ہے۔ کہ بڑھتے بڑھتے زیادہ نوبت نہ پہنچ جائے۔ اگر بچے ایسا کھیل کھیلیں تو ان سے عہد لے لیں کہ کسی چیز کو جیت کر اس پر قبضہ نہ کریں۔ کھیل کے ختم ہونے پر ہر ایک بچہ اپنی اپنی چیز پوری پوری واپس لے جائے یا والدین

اپنے گھر میں گیڈیاں۔ گولیاں وغیرہ رکھ چھوڑیں۔ جب بچوں کا دل کیا، آپس میں کھیل لیں۔ اور وہ چیزیں گھر کی گھر میں رہیں۔ چوری کی لت ایسی بُری ہے کہ اگر پڑجائے تو چھٹنی مشکل ہے۔ اللہ رحم کرے۔

تربیت اولاد

بچے جب پندرہ سولہ برس کے ہو کر جوانی کے قریب پہنچتے ہیں یہ وقت ان کے لئے ایک نئی تبدیلی کا ہوتا ہے۔ ان کے جذبات میں اس وقت ایک ہیجان اور خاص تیزی ہوتی ہے۔ چودہ پندرہ برس سے لیکر شادی ہونے تک کا زمانہ تربیت کے لحاظ سے بہت دقت طلب ہوتا ہے کیونکہ اس وقت سابقہ طریق تربیت کارآمد نہیں ہوتا۔ پہلے تو وہ تمہاری سختی اور دباؤ برداشت کرتا تھا۔ اب ہرگز برداشت نہ کرسکے گا۔ اگر سختی کروگے تو زیادہ بگڑے گا۔ مقابلہ کرے گا یا کہیں کو بھاگ جائے گا۔ آوارہ ہو جائیگا۔ پھر کفِ افسوس ملنا پڑے گا۔ پس اسوقت بجائے سختی کے محبت۔ خاطر۔ عزت اور عفو سے اس کو اپنا گرویدہ بناؤ۔ اللہ تعالےٰ نے فضل کیا تمہاری اولاد کو قد و قامت میں تمہارے برابر کردیا۔ اب تم بھی بلا بھی کی عزت سے برتاؤ کرو۔ عزت سے بلاؤ اور عزت سے نام لو۔ خدا نے ماں باپ کا دل ایسا بنایا ہے کہ اولاد کی سختی برداشت کرتے اور پھر ویسی ہی محبت کرنے لگتے ہیں لیکن اولاد کا یہ حال نہیں۔ جب ماں باپ کی سختی دیکھتی ہے تو بیزار ہو جاتی ہے۔ جوان اولاد کی تربیت کا یہ طریق ہے کہ ان کی سختی پر صبر کیا جائے اور روپیہ اور دلجوئی سے کام لیا جائے روپے سے یہ مطلب نہیں کہ نقد روپیہ اُن کے ہاتھ میں

دیا جائے بلکہ یہ ہے کہ ان کی مناسب ضروریات میں خود اپنے ہاتھ سے کشادگی سے خرچ کیا جائے۔ تاکہ تالیف قلب ہو اور فرماں برداری کرے۔

اس مفصلہ بالا مضمون میں ان نیک بخت سعادتمند ہونہار فرماں بردار نوجوان بچوں کا ذکر نہیں جو خدا کے فضل سے جوان صالح اور والدین کے قرۃ العین ہیں ؎

بالائے سرش زہوشمندی ٭ مے تافت ستارۂ بلندی

(اس کے سر پر عقلمندی کے سبب سے بزرگی کا ستارہ چمکتا ہے)

خدا کے فضل سے ایسی اولاد اگر تمہارے سامنے بڑی اور بچوں والی بھی ہو جائے تب بھی خدا کا شکر کرتے ہوئے اس کا منہ چوم لیا کرو۔ الحمدللہ

دُنیا

مجھے یاد ہے کہ جب میں بچہ تھا تو یہ کھیل بھی کھیلا کرتا تھا کہ ٹھیکریوں کے پیسے اور چینی کے ٹکڑوں کے روپے اور شیشہ کے رنگا رنگ ٹکڑوں کے لعل و زمرد بناتا۔ ان سے کھیلتا۔ ایسی خوشی ہوتی تھی کہ شاید ان کو بھی نہ ہو جن کے پاس یہ اصلی ہوں۔ مگر جب بڑا ہوا اور عقل بڑھی تو یہ کھیل برا لگنے لگا اور ان کی جگہ اصل چیزیں اچھی لگنے لگیں۔ یہ مثال دنیائے فانی اور اس کی ناپائیدار چیزوں کی ہے کہ انسان ان سے دل لگاتا اور عقبیٰ کی بیش بہا اور نہ فانی ہونے والی چیزوں کی محبت کو چھوڑتا ہے۔

راضی برضا

میرا دانت ہلتا تھا اور درد کی تکلیف سے بخار تک ہو گیا۔ میں ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اس نے اسے نکال دیا۔ اس کے نکلتے ہی میری جان کو ایسی راحت ملی کہ بے اختیار میرے دل سے دعا نکلی۔

غور کرو کہ ڈاکٹر نے تو میرا دانت اکھاڑ دیا اور میں خوش ہوا اور دعا دی۔ پس سوچ لو کہ اللہ تعالٰے ارحم الراحمین ہے۔ ڈاکٹر اور ڈاکٹری جیسی نعمت کو پیدا کیا ہے۔ وہ رحیم اور حکیم ہے۔ پس جو کچھ وہ ہمارے لئے کرے یقیناً خیر و برکت ہے اور اصلی اور حقیقی خوشی کی وہی بات ہے اور جس بات سے روکے اور منع کرے بے شک و شبہ وہ خطرناک۔ مضر اور شر ہے۔ اسی طرح تم کوئی چیز مانگتے ہو اور اس کے نہ ملنے سے گھبراتے ہو۔ دل تنگ ہوتے ہو۔ تم کو علم غیب نہیں کہ وہ چیز تمہارے لئے بری ہے اور اس کا انجام اچھا نہیں۔ پس جب دعا کرو تو ساتھ ہی یہ دعا بھی کرو کہ یا اللہ تیرے علم میں یہ ہماری خواہش اچھی ہے اور اس میں تیری رضا اور اطاعت ہے تو ہم کو اپنے فضل اور رحمت سے عطا فرما۔ اس آیۃ شریف کا مضمون یاد رکھو

عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (ترجمہ) تم کسی بات کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور شاید تم کسی بات کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو اور اللہ تعالٰے جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)

وہ دعائیں جو اللہ رسول نے مانگنے کے لئے فرمادی ہیں سنتی ہیں۔

وہ تو خیر ہی خیر ہیں۔

تعلیم اولاد

میں جس سکول میں پڑھتا تھا۔ تھا تو وہ سرکاری مگر اس میں انگریزی نہ تھی۔ میں پانچویں جماعت میں تھا۔ سالانہ امتحان ہوا۔ میں فیل ہو گیا۔ حالانکہ میں کبھی کسی جماعت میں فیل نہیں ہوا۔ مجھے پانچویں میں ہی رہنا پڑا۔ یکایک اوپر سے حکم آیا کہ چوتھی اور پانچویں جماعت سے انگریزی جاری کردی جائے۔ مجھے بھی چونکہ پانچویں میں رہ گیا تھا انگریزی پڑھنی پڑی۔ جو بفضل خدا بڑے ہو کر میرے بہت کام آئی۔ میرے پانچویں کے ساتھی جو چھٹی میں چڑھ گئے تھے انگریزی سے رہ گئے ان میں سے ایک بھی ایسا نہ ہوا جو انگریزی کی خاطر چھٹی سے پانچویں میں آتا۔ خدا کی مہربانی سے میرا یہ فیل ہونا میرے لئے خیر ہو گیا۔

اے بچو! فیل ہونے کا افسوس نہ کیا کرو۔ تمہارا کچاپن دور ہو جائیگا۔ ہوشیار ہو جاؤ گے۔ میری بیوی نے اپنے بچے کو باوجود پاس ہو جانے کے اگلی جماعت میں چڑھنے نہ دیا اسی میں رہنے دیا۔ کہ وہ پاس تو ہو گیا ہے مگر کمزور ہے چل نہ سکے گا۔ میں نے بھی اس اچھی بات سے اتفاق کر لیا۔

دعاء صراط مستقیم

اے میرے بھائیو! آپ ہر حال میں راضی۔ خوش اور شکر گزار رہو۔ اور

شکر کا کلمہ ہر وقت آپ کے منہ سے نکلتا رہے۔ کیونکہ خدا کے فضل سے آپ
روزانہ پانچوقت بلکہ چھ وقت ہر ایک رکعت میں یہ دعا کرتے ہو اھدنا الصراط
المستقیم ۔صراط الذین انعمت علیہم۔ (دکھا اور چلا ہم
کو سیدھا راستہ وہ راستہ جو کہ منعم علیہم کا ہے)

اب غور کرو کہ منزل مقصود کا راستہ ہمیشہ مسلسل ہوتا ہے خواہ مسافر
رات کو سرائے میں اتر جائے اور اپنی ضروریات کے لئے ادھر ادھر پھرتا ہے
یا ریلوے سٹیشن پر گاڑی سے اتر کر اپنی حوائج پوری کرے۔ مگر پھر اسی راستہ
پر چل پڑے گا۔ اس کے ٹھہرنے سے کوئی یہ نہ کہے گا کہ اس نے منزل مقصود
کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ پس یہ دعا بھی منزل مقصود پر پہنچنے کی مسلسل
دعا ہوئی۔

نیز یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ یہ دعا اللہ تعالےٰ نے سکھائی ہے کہ مجھ سے
مانگو۔ جب ایک دعا مانگنے کے لئے اللہ تعالےٰ خود ہی فرماتا ہے اور خود ہی قبول
کرنے والا ہے اور اس کا بندہ رات دن اس کثرت سے بار بار یہ دعا
مانگتا ہے تو اس کی قبولیت کی کس قدر توقع اور امید ہو سکتی ہے۔

پس اس دعا پر عامل ہونے کے بعد مومن بندہ پر جو جو مختلف حالات
آتے رہتے ہیں کہ کبھی عسر کے ناگوار خشک جنگلوں میں سے اور کبھی یسر کی خوشگوار
سبز مرغزاروں میں سے اس کا گزر ہوتا ہے اور تلخ و شیریں۔ زشت و زیبا
تغیرات آتی رہتی ہیں۔ پس پھر کیوں اپنے دل میں ہر وقت یہ خوشی اور شکرگزاری
نہ رکھی جائے کہ یہ صراط مستقیم کی دعا ہے۔ جو اپنا رنگ اور بہار لا رہی ہے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش ۞ من انداز قدت را مے شناسم
(تو جس طرح اور جس رنگ کے چاہے کپڑے پہن مجھے تو تیرے قد
کے انداز کا پتہ ہے)

پس اے میرے بھائیو! اللہ رب العالمین رحمٰن الرحیم کی حمد کرتے ہوئے
ہر وقت اور ہر حال میں یہ شکر کا کلمہ آپ کی زبان پر جاری رہے اَلْحَمْدُ
لِلّٰہِ عَلٰی نَعْمَائِہٖ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (اللہ کی حمد ہے اس کی نعمتوں پر
اللہ کی حمد ہے ہر حال میں)

عُسر و یُسر

اے میرے پیارے بھائیو! حضرت اقدس علیہ السلام نے حالتِ
عُسر اور یُسر میں قدم آگے بڑھانے کو فرمایا ہے۔ پس یُسر یعنی خوشی کی حالت
میں اللہ تعالےٰ کو نہ بھولو، اور نہ اتراؤ۔ واذا انعمنا علی الانسان اعرض ونا بجانبہ
واذا مسّہ الشر کان یؤسا ط (اور جب ہم انسان
پر انعام کرتے ہیں منہ پھیرتا اور اکڑتا ہے اور اس پر سختی آتی ہے تو مایوس
ہو جاتا ہے) اور عُسر یعنی تکلیف کے وقت غم اور ناامیدی میں نہ پڑ جاؤ کیونکہ
ترقی سے رہ جاؤ گے۔ بلکہ الٹے پیچھے ہٹ جاؤ گے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے
لکی لا تاسوا علی ما فاتکم (اور افسوس اور ناامیدی نہ کرو اس پر جو تم
سے فوت ہو جاتے) یعنی کوئی نقصان ہو جائے یا کوئی چیز تمہارے ہاتھ سے
جاتی رہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندوہ غم سے پناہ مانگی ہے

اللھم انی اعوذ بک من الھم والحزن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (جان لو اللہ
کے ولیوں کو نہ ڈر ہے نہ غم)

نمونہ

تبلیغ کے لئے ضروری ہے کہ خود نمونہ بنے۔ مگر نمونہ بناوٹی نہ ہو بلکہ
اصلی یعنی دل کے تقویٰ سے ہو۔ بناوٹی نمونہ ایسا ہے جیسا ملمع کسی نہ کسی
طرح خلقت پر ظاہر ہو جاتا ہے جس سے ان کے دل میں اس کی طرف سے
نفرت آجاتی ہے۔ جس کا اثر ان باتوں پر بھی پڑتا ہے، جو وہ منہ سے نکالتا ہے
وہ خیال کرتے ہیں جب ان باتوں سے اس نے فائدہ نہیں اٹھایا تو ہم کو کیوں
کہتا ہے جیسے کوئی لذیذ کھانا کسی گندی رکابی میں کسی کے سامنے پیش کیا جائے
تو وہ اس سے نفرت کرے گا اور نہ کھائے گا۔

حضرت سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احسن المبلغین
ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی صفت میں فرماتا ہے انک لعلیٰ خلق عظیم
(بے شک آپ کے اخلاق بہت اعلیٰ ہیں۔) انک لمن المرسلین علیٰ
صراط المستقیم (آپ رسولوں میں سے ہیں۔ آپ
صراط مستقیم پر ہیں) حدیث میں ہے کہ کان خلقہ القرآن" یعنی حضور کی صفات اخلاق
اعمال اور افعال آئینہ قرآن ہیں اور قرآن حضور کے اخلاق کا آئینہ ہے۔
حضور کو دیکھنا ہو تو قرآن دیکھ لو۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا
تفعلون (تم کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک یہ بڑا گناہ ہے کہ تم
کہو اور خود نہ کرو)

ایک عورت اپنے بچے کو کسی بزرگ کے پاس لے گئی اور کہا کہ یہ گڑ بہت
کھاتا ہے اور باز نہیں آتا۔ آپ اس کو سمجھائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان میں تاثیر
دے۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ کل لانا۔ دوسرے دن وہ عورت اپنے بچے
کو پھر لے گئی۔ انہوں نے اس کو نصیحت کی۔ اس نے وہ عادت چھوڑ دی۔ کسی موقعہ
پر اس عورت نے اس بزرگ سے پوچھا کہ آپ نے پہلے دن نصیحت کیوں نہ کر دی؟
انہوں نے فرمایا کہ مجھے خود بہت گڑ کھانے کی عادت تھی میں نے پہلے خود اس
عادت کے چھوڑنے کا پکا عہد کیا اور گڑ نہ کھایا۔ پھر اس کو نصیحت کی۔ مبلغ جو عالم
باعمل ہو اس کی کلام دلنشین۔ نورانی اور برکت والی ہوتی ہے۔

رزق

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض
ولکن ینزل بقدر ما یشاء انہ ھو السمیع البصیر
(اگر کھول دے یا ریل پیل کر دے اللہ تعالیٰ رزق اپنے بندوں پر ضرور بغاوت کریں
زمین میں لیکن مقررہ انداز سے جیسا چاہتا ہے دیتا ہے۔ بے شک وہ سنتا ہے اور
دیکھتا ہے) ولو بسط سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بسط تو کر سکتا ہے لیکن نہ کرنے کی
وجہ یہ ہے کہ بندہ کا اس میں ضرر ہے مگر اللہ تعالیٰ ایسے اندازہ سے دیتا ہے

کہ بندہ اس ضرر سے بچ جاتا ہے۔

اگر اس بندہ کو اس آیت شریف کی حکمت سمجھ میں آجائے تو خدا کے فضل سے اس کو مال و دولت کے نہ ملنے کا غم ہرگز نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کا اہل و عیال ابتری سے بچ جائے اولاد کام کرنے والی محنتی۔ جفاکش اور کمائی والی ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ جب لاڈلے بیٹے کو بغیر ہاتھ پیر ہلائے کھانا اور کپڑا مل جائے تو اسے کیا ضرورت کہ طلب معاش کے لئے سرگرداں ہو اور نوکری اور دوکانداری کی تکلیف اٹھائے۔ سوائے اس کے کہ آزاد اور بےکار پھرے اور بے راہیاں کرے اور ماں باپ کی جان کے لئے آزار رساں بنجائے۔

پس رزق کی طلب میں کوشش کرنے کے بعد جس انداز سے اللہ تعالےٰ رزق دے۔ اس پر رنجیدہ خاطر نہ ہو۔ راضی اور خوش رہے کہ میرے حق میں یہی بہتر ہے اور اپنے مہربان رب کی شکایت نہ دل میں لائے نہ زبان سے کرے۔

یہ قانون سب کے لئے نہیں بلکہ جس بندہ کے لئے اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ اور اس کی خیر اور بہتری دیکھتا ہے اسے بے حساب رزق دیتا ہے وہ فرماتا ہے وَیَرزُقُ مَن یَشَاءُ بِغَیرِ حِسَاب

حکمت الٰہی

یہ بات برا ماننے کی نہیں بلکہ خوشی اور شکرگزاری کی ہے کہ کوئی دشمن کوئی کھانے کی چیز جس کی شکل بہت اچھی ہو تیار کرے اور چھپا کر کوئی ضرر رساں شئے اس میں ملا دے اور اس کی اس حرکت کو کوئی ہمارا دوست دیکھ رہا ہو

اور جب کھانے لگیں تو ہمارا دوست وہ شئے ہمارے ہاتھ سے لیکر پھینک دے اور کھانے نہ دے۔ ممکن ہے کہ ہم اس دوست پر ناراض ہوں کہ ایسی اچھی چیز ہم کو کھانے نہ دی۔ لیکن جب اس کی حقیقت ہم پر ظاہر ہو جائے گی تو ہم اس دوست کے کس قدر مرہون المنت اور شکرگزار ہوں گے۔

درحقیقت ہمارا سچا خیر خواہ اور حقیقی مہربان اللہ ہی ہے۔ جو کچھ وہ ہمارے حق میں کرتا ہے محض خیر ہوتا ہے جس میں شر کی ایک ذرہ بھر آمیزش نہیں ہوتی

اِنَّہٗ یَعلَمُ السِّرَّ وَاَخفٰی وہ مخفی اور مخفی در مخفی بات کو جانتا ہے۔ ہم اپنی بری بھلی باریکیوں کو کہاں تک سمجھ سکتے ہیں۔ ہمارا علم بھی تھوڑا اور ضعیف بھی ہے۔ اللہ ہی علم والا اور قدرت والا ہے۔

بعض وقت حکیم اور ڈاکٹر کو بیمار کا علاج اس قسم کا کرنا پڑتا ہے جس سے مریض کو تکلیف ہوتی ہے اس چیز سے روک دیتا ہے جس کو اس کا دل کرتا ہے اور وہ چیز کھانے کو کہتا ہے جس کو بیمار کا دل نہیں چاہتا۔ تو کیا سمجھدار مریض اور اس کے تیماردار اس بات کا برا مانتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے تو حکیموں اور ڈاکٹروں کو حکمت سکھائی ہے۔ وہ حکیم ہے۔ اس کا کلام اس کا فعل سب حکمت اور رحمت ہے۔ جو کرتا ہے اس میں اس کی مہربانی اور خیر و خوبی ہوتی ہے خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے ؎

من نہ کردم خلق تا سودے کنم ؎ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

(میں نے اپنے فائدہ کیلئے خلقت نہیں بنائی بلکہ بندوں کے فائدہ کے لئے بنائی ہے)

یہ جو کسی تکلیف مصیبت یا حادثہ کے وقت اللہ کے نیک بندے کہا کرتے ہیں

کہ خدا کی حکمت ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت ایسی صورت اور
شکل سے آئی ہے کہ ہم کو بظاہر اندوہناک اور نقصان دہ نظر آتی ہے مگر درحقیقت
یہ خدا کی مہربانی ہے جو اس قدر باریک در باریک ہے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی
بے شک یہ بات بالکل صحیح اور درست ہے۔ ان حقیقت شناس باریک بینوں
نے جس مہربانی کی شکل میں مہربانی نظر آئی۔ اس کو رحمت کہدیا۔ اور جو مہربانی کی
صورت خوفناک ہوئی اس کا نام حکمت رکھ دیا۔ سچ ہے ؎

ہر بلا کیں قوم راحق دادہ است ؛ گنج پنہاں زیر آں بنہادہ است

(اللہ تعالےٰ جو بلا بندوں پر بھیجتا ہے اس کے نیچے ایک مخفی خزانہ رکھ دیتا ہے)

نمازوں میں دعا

میرے ایک دوست جب ان کی عمر ۱۵-۱۶ برس کی تھی۔ قادیان میں
طالب علم تھے۔ جب وہ نماز پڑھتے تھے۔ میں ان کو دیکھتا تھا کہ نماز میں بہت
بہت لمبے لمبے سجدے کرتے تھے۔ غالباً وہ سجدوں میں دعا ہی کرتے ہونگے
اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ان کو اتنا بڑھایا کہ ڈاکٹر ہو گئے اور پھر ترقی پاکر
کپتان کے عہدے پر پہونچ گئے۔ وہ چھٹی پر قادیان آئے۔ معززانہ اور امیرانہ
رنگ تھا۔ میں ان کو ملا اور کہا ڈاکٹر صاحب آپ کو وہ لمبے سجدے یاد ہیں؟
جواب دیا کہ کیا وہ چھٹ سکتے ہیں؟ یہ سب انہیں سجدوں کی برکت ہے

بچوں کی تعلیم

پیارے بچّو! یہ تمہارا بچپن کا وقت بڑی نعمت ہے تمہارے اندر اُمنگ

ہے جوش اور ہمت ہے۔ تھکان کو جانتے نہیں۔ کوئی فکر نہیں۔ اگر ہے تو پاس
فیل کا فکر ہے۔ وہ بھی اس وقت جب امتحان نزدیک آجائے۔ اس وقت کو غنیمت
سمجھو۔ اور نمازوں میں اپنی آئندہ بہتری کے لئے ابھی سے خوب دعائیں کرو۔ اس
وقت کی دعائیں انشاء اللہ تعالےٰ تمہاری ساری عمر کام آئیں گی۔

بچّوں کی تعلیم

پیارے بچو! جب تمہارا امتحان نزدیک آجاتا ہے تو تم کو فکر ہوتا ہے۔
اور محنت کرتے ہو چونکہ امتحان قریب اور وقت تھوڑا ہوتا ہے اس فکر کا پورا
فائدہ نہیں ہوتا۔ کیا اچھا ہو اگر اس مہینہ کے فکر کو بارہ مہینوں پر تقسیم کر لیا کرو۔ ایک
ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں امتحان سے ایک ہفتہ پہلے محنت چھوڑ دیا کرتا تھا۔
بات یہی ہوگی کہ ابتداء سال سے محنت کرنی شروع کر دیتے ہوں گے اور امتحان
کے موقعہ پر دماغ کو ریسٹ دیکر عقلی طاقت کو بڑھاتے ہوں گے۔ کیونکہ مشہور
ہے۔ یک من علم را دہ من عقل باید۔

امتحان کے موقعہ پر زیادہ محنت کرنے اور پوری نیند نہ سونے سے طبیعت
میں پریشانی عقل میں کندی آجاتی ہے۔ دل میں گھبراہٹ۔ حافظہ مخلوط اور مکدّر
ہو جاتا ہے۔ پس اے دوراندیش سمجھدار بچو! وقت پر محنت کرنے کی بجائے
سارے سال محنت کرو۔ امتحان کو سر پر سمجھو۔ کتابیں یاد رکھو۔ بروقت امتحان
ایک معمولی یاد دہانی کے سوا آرام کرو۔ پوری نیند لو۔ دماغ اور صحت
کو درست رکھو۔ روزانہ امتحان سے پہلے کھلی فضا میں ہواخوری کرو۔ دعائیں کرو

اپنی لیاقت اور علم پر بھروسہ نہ کرو۔ اللہ پر توکل کرو۔ اور خدا کے فضل اور رحمت کے ساتھ ہو۔ آمین۔

تربیت اولاد

دوسروں کے بچّوں کو اور اپنے بچوں کو سمجھاتے رہو نصیحت کئے جاؤ۔ گھبراؤ نہیں۔ اس بات کا فکر نہ کرو کہ اثر ہوتا ہے یا نہیں۔ تمہارا کام تو سمجھانا ہے ہدایت اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہٖ العزیز سے میں نے سُنا ہے کہ اگر کامیابی کے لئے تم ننانوے دروازوں سے جاؤ اور ناکام پھرو۔ پھر بھی ہمت نہ ہارو۔ ممکن ہے کہ سوواں دروازہ کامیابی کا ہو۔ اور ایک شخص کو سمجھاتے سمجھاتے ایک مدّت دراز لگ جائے تھک کر سمجھانا نہ چھوڑو۔ کیا بعید ہے کہ وہی گھڑی اس کی ہدایت کی ہو۔

اس خیال سے کہ چھوٹے ہیں سمجھتے نہیں نصیحت نہ چھوڑو۔ کان میں بات ڈالتے رہو۔ جس کا نتیجہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ مولود کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامتِ نماز کہی جاتی ہے۔ ظاہر میں ہم دیکھتے ہیں کہ بے سمجھ ہے مگر خدا کے فضل سے اس کا نتیجہ اور ثمرہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ اس کی روح اس آواز کو سُنتی اور قبول کر لیتی ہے

مکرّر مضامین

میری باتوں میں بعض باتیں مکرر آجاتی ہیں۔ ناظرین دل تنگ نہ ہوں۔

یہ میری دلی محبت کے سبب سے ہے۔ مجھے معاف فرمائیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے (آمین)

صبرورضا

دنیا میں تکلیفیں دکھ اور بیماریاں آتی ہیں۔ ان سے بالکل نہ گھبراؤ۔ دل تنگ نہ ہو۔ تکلیفیں خوشیوں کے لئے آئینہ کی طرح ہیں۔ جب ان میں دیکھتے ہو تو تمہیں اپنی خوشیاں نظر آتی ہیں۔ تکلیفیں اور دکھ خوشیوں کے لئے ایک سبب۔ ذریعہ اور آلہ کی طرح ہیں۔ تکلیفوں کا علم اور معرفت نہ ہوتی تو خوشیوں آرام اور سُکھ کا پتہ بھی نہ لگتا۔ دن کا نور رات کے اندھیرے کے بعد کیسا بھلا لگتا ہے رات حالانکہ ظلمت ہے اور سو جانا غفلت ہے۔ لیکن دن کے نورانی اوقات میں کام کرنے سے تھک جانے کے بعد کس قدر آرام دہ ہے۔ بیماری کے بعد صحت کیسی لذیذ اور بیماری میں خدا کی یاد کیسی خوشنما اور دل کی راحت ہے۔ اسی طرح بھوک پیاس کے بعد کھانا پینا خوف کے بعد امن۔ محنت کے بعد آرام۔ اسی پر سب تکلیفوں کا قیاس کر لو۔ پس ہر وقت اور ہر حال میں خوش اور اللہ سے راضی رہو اور شکر گزار رہو۔ خدا کے فضل اور رحم سے صابرین اور شاکرین کے لئے تکلیفیں اُن پھولوں کی طرح ہیں جو پھلدار درختوں میں لگتے ہیں۔ پھول جھڑ جاتے ہیں اور پھل رہ جاتے ہیں۔

راضی اور خوش رہنا

اگر اپنے ماں باپ۔ بیوی بچّوں۔ خویش واقارب۔ دوستوں آشناؤں کی محبتوں کو جمع کرو تو اللہ تعالےٰ کے فضل رحمت محبّت اور مہربانیوں کے آگے

پہنچ ہیں ملکہ ان سب کی مہربانیاں اسی کی مہربانی کا کرشمہ ہے۔ کیا یہ تمہارے محبت کرنے والے کبھی پسند کرتے ہیں۔ کہ تم غمزدہ اور ناخوش رہو۔ ہرگز نہیں۔ پھر سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ کس طرح تمہارے ناخوش رہنے کو پسند کرے گا۔ ہرگز نہیں۔ وہ اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ اس کا بندہ ہر وقت خوش رہے۔

اس بات کا میں یہاں ذکر نہیں کرتا کہ ناخوش اور رنجیدہ خاطر رہنے سے انسان کا کس قدر نقصان ہے۔ وہ کیسا بدخلق ہو جاتا۔ کتنا دکھ اٹھاتا۔ کس قدر اس کا خون جلتا اور کہاں تک اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے یہ مضمون طویل ہے تجربہ خود بتلا رہا ہے اللّٰھم احفظ کسی تکلیف۔ دکھ۔ غم۔ اور تنگی کے وقت جس کا نتیجہ اچھا ہے ناخوش نہ ہو۔ فاتح کی فوج کے جانباز مارے بھی جاتے ہیں اور فتح کی خوشی بھی ہوتی ہے وہ عورت جس کے عزیز لڑائی میں شہید ہو جاتے ہیں۔ جب حضرت محمد رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ و سلامت دیکھتی ہے تو خوش ہوتی اور شکر کرتی ہے وہ جانتی ہے کہ حضور کی سلامتی سب کی سلامتی ہے میرے تینوں پیارے زندہ ہیں۔ اولاد سے ترسی ہوئی عورت درد زہ کے وقت کیسی خوش ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے کام اور نیک اعمال میں تکلیف برداشت کرنے اور راضی خوشی رہنے کا نتیجہ خواہ سمجھو یا نہ سمجھو۔ سراسر خوشی ہی خوشی ہے۔

صبر گرچہ تلخ است ولیکن بر شیریں دارد

(صبر اگرچہ کڑوا ہے۔ لیکن نتیجہ میٹھا ہے)

نماز

اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔ ایمان۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکواۃ۔ ایمان

دل کے اندر ہے۔ روزہ برس پیچھے آتا ہے۔ اور اللہ کے سوا کون جانتا ہے کہ اس کے منہ میں روزہ ہے؟ الصوم لی وانا اجزی بہٖ (روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا) زکواۃ مالدار پر ہے اور برس کے بعد دینی پڑتی ہے حج ساری عمر میں ایک دفعہ فرض ہے اور وہ بھی استطاعت والے پر۔ رہ گئی نماز جو روزانہ پانچ مرتبہ فرض ہے۔ پس جو نماز پڑھتا ہے اس سے پتہ لگتا ہے اور روز روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ مسلمان ہے۔ پس ہندو مسلمان میں نماز کا فرق ہے۔

پانچوں وقت کی نماز جو اللہ تعالےٰ نے فرض کر دی ہے کوشش سے باجماعت ادا کرو۔ اللہ توفیق دے۔ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتا ہے وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا لانسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبۃ للتقوٰی (اور حکم کر اپنے اہل کو نماز کا اور آپ قائم رہ اس پر ہم نہیں مانگتے تجھ سے روزی ہم روزی دیتے ہیں تجھ کو اور آخر بھلا ہے پرہیزگاری کا)

تناسخ

اے قائلین تناسخ! ترقی سابقہ تجربہ اور علم کی بنا پر ہوا کرتی ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ جون اپنی سابقہ جون کے حالات کا بالکل علم نہیں رکھتی۔ تاکہ یہ غور کیا جائے کہ سابقہ جون میں کون سے برے اعمال کئے تھے جس کی سزا میں موجودہ بری جون ملی۔ تاکہ ان سے بچا جائے۔ اور سابقہ جون میں کون سے

اچھے اعمال کئے تھے جس کے بدلے میں اب اچھی جون ملی۔ تاکہ پہلے سے بھی اچھے اعمال کر کے آئندہ زیادہ اچھی جون لی جائے مگر سوائے مذہبی طور پر مان لینے کے اتنا پتہ بھی نہیں کہ کوئی سابقہ جون آئی بھی تھی یا نہیں اس لئے موجودہ جون میں سابقہ جون کا علم نہ ہونے سے ترقی کا دروازہ بند ہے۔

تناسخ کی ترقی کی حد صرف اتنی ہی ہے کہ اس موجودہ چند روزہ زندگی کے اندر اپنے موجودہ علم اور تجربے سے ترقی کرے یا تنزّل۔ آئندہ جون میں پھر نئے سرے سے یہی سبق پڑھے۔ طالب علم ایک دفعہ ا ب ت کا قاعدہ پڑھ کر پھر اس کو نہیں پڑھتا۔ جو پڑھتا ہے اس کو یاد رکھتا اور آگے سے آگے اعلیٰ علوم کی کتابوں کا مطالعہ کرتا اور ترقی کرتا جاتا ہے۔ مگر تناسخ میں سابقہ جون کے علم اور تجربے کو بھلا دینے سے مڑ مڑ کر ایک ہی سبق پڑھنا پڑتا ہے۔ جو علم اور تجربہ اس نے پہلی جون میں محنت شاقہ کے بعد حاصل کیا تھا۔ اگلی جون میں سب فراموش کر دیتا ہے۔

لیکن اے اسلام مبارک ہے تو! کیونکہ تو آنے والی زندگی میں موجودہ زندگی کا پورا پورا علم دیتا ہے۔ اور اسی علم اور یقین کی بنا پر تیرے ماننے والے خدا کے فضل سے ہمیشہ ہمیشہ ترقی پر ترقی کرتے جائیں گے۔ میں جس قدر تیری تعریف کروں اور تیرے بھیجنے والے اور تیرے لانے والے کی حمد و ثناء کروں حق نہیں ادا کر سکتا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

تفویض الی اللہ

اللہ تعالے سے دعا کرو کہ اُس کے حکم اور مرضیات کی اطاعت ہمارے

سارے وجود میں۔ ہر رگ و ریشہ میں۔ ظاہری اور باطنی قویٰ میں۔ ارادہ خواہشات افعال۔ اقوال۔ اعمال میں ہر حرکت اور سکون میں۔ ہر وقت اور ہر حالت میں بغیر کسی روک و مزاحمت کے اپنا کام کرے۔ ایسے ہو جاؤ جیسے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کالمیّت فی ید الغسال ایسے ہو جاؤ جیسے میت نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ع

وہ چہ خوب است ایں اصول بہتری ٭ یادگارِ مولوی در مثنوی
زیرکی ضد شکست است و نیاز ٭ زیرکی بگزار با گولی بساز
زانکہ طفل خورد را مادر نہار ٭ دست و پا باشد فتادہ در کنار

یعنی واہ وا خدا کی طرف رستہ چلنے والوں کے لئے یہ اصول کیسا اچھا ہے۔ جو مثنوی میں مولوی رومی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے۔ اپنے آپ کو دانا سمجھنا عاجزی اور نیاز کی ضد ہے۔ زیرکی چھوڑ دے اور نادان بن جا۔ اس لئے کہ ماں اپنے چھوٹے بچے کو دن بھر گود میں لئے رہتی ہے۔ اس حالت کا ذکر حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مبارک الفاظ میں کیا ہے کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہ ورجلہ الذی یمشی بہ (میں ہو جاتا ہوں اس کے کان جن سے سُنتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں جن سے دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ جن سے پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں جن سے چلتا ہے)

عشق اور محبت الٰہی تمام غیر اللہ سے رہائی اور سب امراض روحانی سے شفا دیتی ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

محبّت تو دوائے ہزار بیمار لیست ؎ بروئے تو کہ رہائی دریں گرفتار لیست
(تیری محبّت ہزار بیماری کی دوا ہے۔ تیرے منہ کی قسم کہ یہ گرفتاری نہیں بلکہ رہائی ہے)

رُوحانیت

اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ اپنی روحانیت درست کرو۔ روحانیت کے بغیر اعمال ایسے ہیں جیسے بے روح کا جسم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم (اللہ تعالیٰ کو اُن کے گوشت اور لہو نہیں پہنچتے بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے)

یہ بھی خوب یاد رکھو کہ ظاہری اعمال میں سست نہ ہو جاؤ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ روحانیت درست ہو اور ظاہری اعمال درست نہ ہوں۔

صبر

دین کے راستہ میں جو تکلیفیں آتی ہیں۔ اُن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اولاد سے ترسی ہوئی عورت امید وار ہو۔ نو مہینے گزریں اور اس کو درد لگیں۔ درد تو ضرور تکلیف دے گا۔ مگر اس کا دل خوشی سے بھرا ہو گا۔ کہ خدا کے فضل سے اب میں عنقریب بامراد ہو جاؤں گی اور اپنے بچے کا منہ دیکھوں گی۔

وہ صبر جس کے ساتھ امید نہ ہو بہت مشکل ہے۔ البتہ وہ صبر جس کے ساتھ امید ہو خدا کے فضل سے آسان ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جب تکلیف پہنچی اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلّی دی اور فرمایا وترجون من اللہ ما لا یرجون

اور تم کو اللہ سے وہ امیدیں ہیں جو ان کو یعنی تمہارے مخالفوں کو نہیں) مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی اور کسی حالت میں نا امید نہیں ہوتا۔ خدا کے فضل سے صبر اس پہ آسان ہوتا ہے۔ صبر کیا ہے؟ تکلیف کے وقت خدا کی رحمت کا انتظار کرنا۔ خواہ لمبا عرصہ گزر جائے۔ صبر کے معنی اس آیت شریف سے واضح ہو جاتے ہیں۔ ولو انہم صبروا حتّٰی تخرج الیہم لکان خیرا لہم واللہ غفور رحیم (اور اگر وہ صبر کریں یہاں تک کہ آپ باہر تشریف لائیں۔ البتہ بہتر ہوتا ان کے لئے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے) یعنی حضور کے باہر تشریف لانے کی امید میں انتظار کرتے تو اچھی بات تھی۔ مومن اپنی حاجات مشکلات اور تکالیف میں اللہ رحیم کریم کی رحمت کا انتظار کیا کرتا ہے۔ یہی اس کا صبر ہوتا ہے۔ مولوی روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے ؎ عاقبت زاں در بروں آید سرے
چوں نشینی بر سر کوئے کسے ؎ عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
ترجمہ: میرے مرلبے مرسلے کے ودار ؎ کبھی تو ہر پوچھینگے کون پڑے داباد

سر بیالین عجز مے گویم۔ ہر صباح کہ باد مے آید۔ ایکمہ ہرگز فرامشت نہ کنم ہیچت از بندہ یاد مے آید (میں عاجزی کی دہلیز پہ سر رکھ کر ہر روز صبح کے وقت جب ہوا آتی ہے یہ عرض کرتا ہوں کہ اے اللہ میں تو تجھے ہر وقت یاد کرتا ہوں تو بھی مجھے یاد کرتا ہے)

وفا

کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ باوفا خادم اپنے آقا کی شکایت لوگوں کے

پاس کرتا پھرے اور اس کا آقا اس پر خوش ہو اور وفادار کہلاتے اِس پر قیاس کر لو کہ ہم اللہ تعالےٰ کے بندے اور غلام ہیں وہ ہمارا مالک ہے اس نے ہم پر بہت بہت مہربانیاں کی ہیں۔ بے شمار نعمتیں دی ہیں اور دیتا ہے۔ وہ ہمارا رب ہے ہماری پرورش کرتا ہے۔ پھر اگر ہم اپنی حالت کی شکایت دوسروں کے پاس کریں گے تو کیا وہ اس عمل کو پسند کرے گا۔ ہرگز نہیں۔ خدا کرے کہ ہم ہمیشہ ہر حال میں دل و جان اور زبان سے باوفا بندے بن جائیں اور حرفِ شکایت نہ دل میں لائیں نہ زبان پر۔ ہر وقت اور ہر حال میں اپنے مولا سے راضی خوش اور شکر گزار رہیں۔

دُنیا

بچّہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامتِ نماز کہی جاتی ہے اور پھر جنازہ کی نماز میں نہ اذان ہے نہ اقامت۔ اب اقامت نماز اور نماز کے مابین جو وقت اور وقفہ ہوتا ہے اس پر اس دنیا کی زندگی کا قیاس کر لو۔

حُبّ دنیا

کس دل اور کس زبان سے میں یہ بات بیان کروں کہ ہرگز ہرگز اس دنیا سے محبّت نہ کرنا نہ کرنا۔ یہاں کے ناز و نعم عیش و عشرت میں دل نہ لگانا نہ لگانا۔ یہاں طرح طرح کے عیش و عشرت کے سامان۔ رنگ رنگ کی دل لبھانے

والی چیزیں۔ قسم قسم کی اشیاء اور فریفتہ کرنے والی اشیاء ہیں مگر ایسا نہ کرنا کہ ان میں گرفتار ہو کر اپنے اصلی مقصود اور حقیقی گھر کو بھلا دینا کن فی الدنیا کانا غریب او کعابری سبیل (دنیا میں ایسی زندگی بسر کرو جیسے مسافر یا راستہ چلنے والے ہوتے ہیں) قل متاع الدنیا قلیل (کہہ دے دنیا کی متاع تھوڑی ہے) بیشک دنیا متاع تو ہے لیکن آخرت کے مقابلہ میں بلحاظ وقت بھی تھوڑی اور بلحاظ مقدار بھی تھوڑی۔ بلکہ کوئی نسبت نہیں۔ غور کر لو کہ فانی کو باقی سے کیا نسبت ہے۔ انسان تو ایسی خوشی کا طلبگار ہے جو پائیدار ہو۔ خوشی اور عیش وہی ہے جو کہ رہے نہ کہ آئے اور جائے۔ آتے دیر نہ ہو اور چلی جائے ؎

غم چیزے رگِ جاں را خراشد ⁂ کہ گاہے باشد و گاہے نباشد

(اس چیز کا غم جان کو گھائل کر دیتا ہے کہ ایک وقت ہو اور دوسرے وقت نہ ہو)

حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل ⁂ ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل

دل جلتا اس وقت ہے کہ دل لگا لیا جائے اور پھر اس کو چھوڑا جائے لیکن جو خدا سے محبّت کرنے والے ہیں وہ تو پہلے ہی اس دنیا سے دل برداشتہ ہیں۔ خدا کے فضل سے وہ اس دنیا کو چھوڑنے کے وقت خوش اور بے غم ہیں وہ دنیا وما فیہا کو صرف اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ آخرت کا ذریعہ ہیں الدنیا مزرعۃ الاخرۃ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے)

اہلِ پیغام

اے پیغام والو! میں خدا کے فضل سے حضرت صاحب کو نبی مانتا ہوں

مسیح موعود مانتا ہوں۔ مجدّد بھی مانتا ہوں۔ غرض حضور کے کُل دعاوی کو مانتا ہوں۔
آپ مسیح موعود مانتے ہو۔ اور مجدّد بھی اعلیٰ درجہ کا مانتے ہو۔ بتاؤ مسیح موعود اور
اعلیٰ درجہ کا مجدّد کس قدر مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور کیا وہ ان شعرا میں سے
ہیں جو پہلی قسم کے ہیں یا جن کی شان میں ہے الا الذین امنوا وعملوا الصالحات
وذکروا اللہ کثیراً و انتصروا من بعد ما ظلموا (مگر وہ جو ایمان
لائے اچھے عمل کئے اور اللہ کو بہت یاد کیا اور مظلومیت کا بدلہ لیا۔) پس بتاؤ کہ
تمہارے نزدیک وہ آمین کی دعائیں قبول ہو گئیں؟ پھر دعا بھی وہ دعا جو اس قدر
زاری اور بے قراری سے کی گئی ہو ع

اپنی پناہ میں رکھیو سنکر یہ میری زاری

افسوس تمہارا عقیدہ نومیدی کی طرف بلاتا ہے اور اسی لئے آپ اس اٰخرین
منہم امت کو خلافت جیسی نعمت سے بھی محروم کر رہے ہو۔ امید اچھی ہے یا نا امیدی
حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو فرماتے ہیں یابنی اذھبوا فتحسسوا من
یوسف واخیہ ولا تیئسوا من روح اللہ (اے بیٹو جاؤ اور ڈھونڈو
یوسف کو اور اس کے بھائی کو اور خدا کی رحمت سے نومید نہ ہو) الدعاء مخ العبادۃ
(دعا عبادت کا مغز ہے) اس کے متعلق تمہارا یہ حال ہے۔

۱ حضور نے میرے بھائی منظور محمدؐ صاحب کو آمین میں یہ دعا دی ہے سہ
پڑھایا جس نے اس پر بھی کرم کر ؛ جزا دے دین اور دنیا میں بہتر
حضور کی اس دعا سے پہلے میرے بھائی صاحب انجمن سے وظیفہ لیتے
تھے حضرت صاحب کی اس دعا نے قبولیت کا رنگ دکھلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل

سے اس قدر کشائش۔ وسعت اور برکت بخشی کہ جس قدر وظیفہ کی رقم انجمن سے لی تھی
پیسہ پیسہ کا حساب کر کے سب یکمشت انجمن کو واپس کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے خوب آسودگی
دی۔ اب دین کی جزا کا بھی حال سُنیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے کام یہ دیا
ہے کہ قرآن شریف کلام اللہ کی اشاعت اور قولہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر
وانا لہ لحافظون (ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم اس کے محافظ ہیں) کی بشارت کی خدمت۔
سبحان اللہ قبولیت دعا کا کیسا نشان ہے یہ آمین کا ایک شعر ہے جس کی یہ بہار ہے۔

اس عاجز کو بھی حضرت صاحب نے ازالہ اوہام میں دو جگہ دعا دی ہے پھر
میرا کیا حال۔ افسوس تم نومیدی کی طرف بُلاتے ہو۔ مگر الحمد للہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے
کہ اس نے اپنے فضل اور رحم کے ساتھ مجھے یہ ایمان۔ امید اور یقین بخشا ہے۔ کہ
اس مجیب الدعوات نے اپنے فضل بے پایاں سے جو حضرت صاحب پر ہے۔
حضور کی سب دعائیں آپ کی اولاد مطہرہ کے لئے قبول فرمائی ہیں ان کے صدقہ
اور طفیل میں مجھ عاجز پر بھی فضل اور رحم فرمائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ آمین ثم آمین

اہل پیغام

اے اہل پیغام! تم حضرت صاحب کو مسیح موعود مانتے ہو اور مسیح موعود کو
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے نبی اللہ فرمایا ہے۔ اور
مشرق سے مغرب تک سب مسلمان آنے والے مسیح موعود کو نبی مانتے اور نبی کہتے ہیں
پھر تم کو کیا ہوا ہے کہ نبی کا لفظ اپنی زبان پر لانے سے چوں و چرا کرتے ہو۔
تم حضرت صاحب کے الہامات کو وحی اللہ مانتے ہو۔ جس میں حضرت صاحب کو

اللہ تعالےٰ نے یآ ایھا النبیؐ فرماکر خطاب کیا ہے اللہ تعالےٰ تو نبی فرماتا ہے۔ مگر افسوس تم اس لفظ کو زبان پر لانے سے گھبراتے ہو۔ اللہ تعالےٰ تمہارے دل کو ہدایت کیلئے کھول دے آمین

اہلِ پیغام

اے اہل پیغام! تمہاری دعا کے اعتقادات نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کے تین مقامات صدیقین۔ شہداء اور صالحین تو طے کر لئے لیکن منعم علیہم کے چوتھے مقام سے رہ گئے۔ حالانکہ یہ دعا چاروں مقامات کے لئے ہے۔ زبان سے چار مقامات مانگتے ہو۔ لیکن دل سے تین۔ ہمت کرو ایک قدم آگے بڑھاؤ۔ حضرت صاحب کے لئے چوتھے مقام کو مان لو۔ تاکہ وہ دعا جو تم روزانہ پانچوں نمازوں میں مانگتے ہو پوری قبولیت تک پہونچ جائے اور یہ خیر اُمت سابقہ اُمتوں سے پیچھے نہ رہ جائے اور حضرت سرور کائنات سید المرسلین خاتَمُ النَّبِیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ عالیشان مرتبہ ظاہر ہو کہ حضور کے سوا کوئی ایسا نبی نہیں جس کی خاتم یعنی مہر نبوت کے ثبت ہونے سے ایک اُمتی نبی بن جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کا شکر کرتے ہوتے اور خوش ہوتے ہوئے ساری دنیا کو یہ پیغام سُنا دو کہ الحمدللہ ہم میں امتی نبی آیا الحمدللہ رب العالمین۔

اے پیغام والو! سب مسلمان مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی آئے گا اور ہم بھی مانتے ہیں کہ نبی آیا صرف اتنا فرق ہے کہ وہ گذشتہ

نبی کو آنے والا کہتے ہیں اور ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے امتی نبی مانا ہے دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی آنا تسلیم کرتے ہیں۔ تم بتلاؤ کہ دونوں کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امتی نبی بھی نہیں مانتے! حالانکہ مِنَ النَّبِیّینَ الخ الآیہ میں صاف صاف امتی نبیوں کے آنے کا ذکر موجود ہے[1]

تناسخ

اے تناسخ کے ماننے والو! کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کو زندگی پیاری نہ ہو ہرگز نہیں۔ کیا کوئی یہ نہیں چاہتا کہ میں ہمیشہ زندہ رہوں؟ ضرور چاہتا ہے؟ لیکن تناسخ کا عقیدہ رکھنے سے یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ موجودہ جُون میں سابقہ جُون کا سوائے اعتقاد کے کوئی علم نہیں اور موجودہ جون کا آئندہ جون میں کوئی علم نہ ہوگا پھر زندگی کی خوشی کس طرح ہو سکتی ہے؟ خوشی تو اس صورت میں ہو کہ سابقہ جونوں کا علم ہو۔ ہاں یہ اسلام کا احسان ہے۔ جس کا اعتقاد یہ ہے اور جس میں موت ایسی ہے جیسے کوئی آدمی سو جاتا ہے اور جاگنے کے بعد اس کو سب کچھ یاد آجاتا ہے۔ اگر تناسخ کا ماننے والا موجودہ جون میں غریب ہے اور اگلی جون میں امیر ہو گیا تو اس کو علم نہ ہونے سے وہ خوشی نہیں ہو سکتی جو ایک مسلمان کو ہو گی جبکہ وہ اپنی دنیاوی تکالیف کا مقابلہ جنت کی راحتوں اور خوشیوں سے کریگا۔

تناسخ

اے قائلینِ تناسخ! آپ کو ضرور اپنے بیوی بچے۔ ماں باپ بھائی بہن

[1] دیکھو سورہ نساء رکوع ۹

دوست آشنا پیارے ہیں اور آپ کا دل ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ ہم ان سے جدا ہو جائیں اور نہ ملیں فرض کیجئے کہ آئندہ جون میں جو آنے والی ہے اگر یہی عزیز و اقارب وہاں بھی آپ کو مل جائیں چونکہ یہ علم نہ ہوگا کہ یہ وہی ہیں پھر وہ خوشی جو اپنے بچھڑے ہوئے پیاروں کے ملنے کی ہوتی ہے کس طرح حاصل ہوگی جب تک آپ کو پتہ نہ لگے کہ یہ میرا سابقہ جون والا بیٹا اور سابقہ جون والی بیوی ہے یہ کیسی غمناک بات ہے کہ اپنے پیاروں کے ساتھ تھوڑی دیر خوشی خوشی مل کر رہے اور پھر ہمیشہ کے لئے ایسے جدا ہوئے۔ کہ کبھی نہ ملے۔

بحمد اللہ اس غم سے نجات اسلام میں ہے اور قرآن شریف اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دین کا احسان ہے کہ مرنے کے بعد پھر ملاتا اور ان کی صورتیں دکھلاتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (سورہ طور) جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (سورہ رعد)

(اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے پیروی کی ان کی ایمان کے ساتھ ملا دینگے ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو اور ان کے اعمال (کے بدلہ) میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا ——— ہمیشگی کی جنتیں ہیں وہ داخل ہوں گے ان میں اور وہ جو نیک ہونگے ان کے باپ دادا اور ان کی بیویاں اور ان کی اولاد اور فرشتے آئیں گے ان کے پاس سب دروازوں سے (کہتے ہوئے سلام علیکم) سلامتی ہے تم پر بہ سبب اس کے کہ تم نے (دنیا میں) صبر کیا پس اچھا ملا آخرت کا گھر

آداب مشاورت

جماعت میں مشورے ہوتے ہیں مجلسیں ہوتی ہیں رائے پوچھی جاتی ہے۔ جب تک فیصلہ نہ ہو آپ کو ادب کے ساتھ رائے زنی اور مشورہ دینے کا اختیار ہے لیکن جب فیصلہ ہو جائے پھر دو صورتیں ہیں یا تو وہ فیصلہ آپ کی رائے کے مطابق ہے پھر تو کوئی بات نہیں لیکن اگر برخلاف ہے تو یہ وقت آپ کی آزمائش کا ہے اگر اپنی رائے کو چھوڑ کر اس فیصلہ پر راضی ہو گئے تب تو آپ جیت گئے اور جماعت کو بھی مضبوط کیا لیکن اگر آپ کا دل اس فیصلہ پر ناراض ہوا تو کام خراب ہوا اپنا بھی نقصان کیا۔ اور جماعت کو بھی نقصان پہنچایا۔ فرض کیا کہ آپ کی رائے صحیح ہے اور فیصلہ غلط ہوا ہے اس کی مثال آپ ایسی سمجھیں کہ جیسا ایک جوں کے کاٹنے سے نقصان ہوتا ہے لیکن فیصلہ سے تفرقہ کا نقصان ایسا ہے جیسے ایک سانپ نے کاٹا۔ فیصلہ کے بعد جماعت کا آپس میں اختلاف کرنا یا دل میں ایسے خیالات لانا جماعت کے شیرازہ کو سخت نقصان پہنچاتا ہے اگر ایسا موقعہ آجائے تو نہ زبان سے نہ اشارۃً نہ کنایۃً اختلاف کا لفظ نکالا جائے اور اگر دل میں بے اختیار ایسے خیالات آئیں تو ان کو وساوس شیطانی اور اپنی کمزوری یقین کریں۔ کیونکہ شیطان کی بہت بڑی خوشی یہ ہے کہ جماعت میں تفرقہ پڑے پس لاحول۔ اعوذ اور استغفار پڑھیں اور اپنے دل کو صاف کریں کیونکہ خواہ آپ کو اپنی رائے کے وثوق پر ایسا اعتبار ہے جیسا دو اور دو چار مگر پھر بھی پردہ غیب کا خانہ خالی ہے اور وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا وَقُلْ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ کا میدان کھلا ہے آپ نے اپنے فکر۔ عقل اور سمجھ سے سب خانے پُر کر لئے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک قول کے مطابق ایک خانہ خدا کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ (اللہ تعالیٰ کی نصرت کا ہاتھ جماعت پر ہے) کے فیضان کے لئے متفق ہو جانا ضروری ہے۔ صلح حدیبیہ میں بعض صحابہ کا اپنی رائے کو چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے متفق ہو جانا ہمارے لئے اُسوہ حسنہ ہے

اللہ تعالیٰ جگہ جگہ قرآن شریف میں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فرما کر جماعت کو مخاطبت کا شرف بخشتا اور بشارتیں دیتا ہے یا ان کو جو آمنوا کی جماعت سے تفرقہ کرتے ہیں؟ اس کو مد نظر رکھیں۔

غور کرو کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تزکیہ یافتہ عام جماعت احمدیہ نے ایک خلیفہ پر اتفاق کر لیا تھا تو چند اشخاص کا اس اجماعی فیصلہ سے متفرق ہو کر الگ ہو جانا کیسا بیجا تھا۔ جماعت الٰہی کی متفقہ برکات سے محروم ہو گئے اور ایسی جماعت سے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدا کے فضل اور رحمت کے ساتھ سخت مشقت اور محنت اٹھا کر قائم کیا تھا جدائی اختیار کی۔ کیا حضرت صاحب اس بات سے خوش ہوں گے کہ بیوفائی کر کے میری جماعت کو چھوڑ کر چلے گئے۔ ابتداء تو خود کی کہ تزکیہ یافتہ جماعت کے عظیم الشان اجماع کو حقیر سمجھا۔ اور بعض مسائل کو اپنے تفرقہ کا بہانہ بنا لیا اور یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کی بشارت کو چھوڑ دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

زاری

اللہ تعالیٰ کے آگے زاری بہت اچھی ہے۔ زاری اور تکبر کا بیر ہے۔ تکبر وہ گناہ ہے جو قرآن شریف میں شیطان کا گناہ آیا ہے۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ۔ زاری کرنے والا تکبر کب کر سکتا ہے۔ کیوں کہ انسان زاری تو اس وقت کرتا ہے جب اپنے آپ کو عاجز کمزور۔ بے بس۔ لاچار۔ بے چارہ۔ بے یار و مددگار سمجھتا ہے۔ ایسے نے تکبر اور گھمنڈ کیا کرنا ہے۔ انسان نیست سے ہست کیا گیا ہے۔ اس کا مادہ نیستی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کشتی نوح میں اللہ جل شانہٗ کی صفت قدرت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا"

حضور کے اس ارشاد کے ماتحت میرا عقیدہ یہ ہے کہ میں بالذات عدم ہوں جیسے آئینہ میں عکس نظر آتا ہے مگر بذاتہٖ کچھ بھی نہیں۔ عکس کے لئے تو آئینہ اور بالمقابل شے کی ضرورت ہے۔ لیکن میرا ہونا محض خدا کے حکم کُنْ (اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ) کا محتاج ہے۔ میری مثال دریا کے بلبلہ کی طرح نہیں۔ جو بالذات پانی ہے۔ اور جس کی یہ انانیت دور نہیں ہو سکتی کہ اگر ٹوٹا تو پانی تو ضرور رہے گا۔ لیکن عکس بالمقابل شے کے ہٹنے سے معدوم ہو جائے گا۔ عکس کی طرح میں ہوں بھی اور نہیں بھی ہوں۔ ہوں اس لئے کہ عدم کو ہستی کی صورت بخشی گئی۔ فَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ۔ اور نہیں اس لئے کہ بالذات عدم ہوں۔ یعنی جس چیز کا میں بنا ہوا ہوں وہ عدم ہے۔ میں منہ سے کہتا ہوں کہ ہوں لیکن درحقیقت نہیں ہوں۔ کمہار مٹی سے برتن بناتا ہے پھر اس کو

مٹی نہیں کہتے ۔ پیالہ اور ہنڈیا کہتے ہیں ترکھان لکڑی سے کرسی بناتا ہے
اس کو لکڑی نہیں کہتے کرسی کہتے ہیں۔ اللہ خالق العالمیں کمہار اور ترکھان کی
طرح مٹی اور لکڑی کا محتاج نہیں وہ عدم سے مخلوق بناتا ہے پھر اس کو عدم کوئی
نہیں کہتا بلکہ اس کا نام انسان حیوان زمین آسمان رکھا جاتا ہے۔ پس جس طرح
برتن اور کرسی، مٹی اور لکڑی ہے، میں عدم ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ جو کہتے ہیں کہ لاموجود الا اللہ یعنی خدا کے سوا کچھ نہیں۔ میں اس کے یہ معنی نہیں
کرتا کہ نعوذ باللہ میرا وجود خدا کے وجود میں بلبلہ اور دریا کی طرح شامل ہے۔ بلبلہ
بھی پانی اور دریا بھی پانی۔ بلکہ یہ معنی کرتا ہوں کہ خدا نے اپنی قدرت کاملہ اور
حکم کن سے عدم کو ہستی کی صورت بخش دی ہے۔ میں اصل میں تو معدوم ہوں۔ لیکن
اس کی قدرت۔ حکم اور فضل سے زندہ ہوں۔ جب میں بالذات اور فی الحقیقت
معدوم ہوا یعنی نہ ہوا تو لاموجود الا اللہ صحیح ہوا۔ ان اللہ بکل شئ علیم ؕ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن
شیئا مذکورا (کیا انسان پر ایسا وقت نہیں آیا کہ وہ کچھ نہ تھا جس کا ذکر کیا
جائے) حضرت زکریا علیہ السلام کو فرماتا ہے وقد خلقتک من قبل ولم تک
شیئا (اور میں نے پیدا کیا تجھ کو پہلے اور تو کچھ نہ تھا) اور فرماتا ہے، ولا یذکر
الانسان انا خلقناہ من قبل ولم یک شیئا (کیا یاد نہیں کرتا انسان کہ
ہم نے بنایا اس کو پہلی بار اور وہ کوئی چیز نہ تھا) مادہ بھی ایک چیز ہے پس پہلے
مادہ بھی نہ تھا۔ جس مادہ سے انسان بنا اس مادہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔
کیا ہم دنیا میں ایسی چیزیں نہیں پاتے کہ جن کو ہم آنکھوں سے دیکھتے یا دوسرے

حواس سے محسوس کرتے ہیں اور ان کا کوئی مادہ نہیں ہوتا۔ پردہ کی چلتی پھرتی
تصویروں میں اگر مادہ ہوتا تو وہ پردہ پر لگی رہتیں۔ آئینہ میں جو منہ دیکھا جاتا
ہے کیا آئینے میں منہ کے کچھ ذرات چلے جاتے ہیں۔ خواب میں اپنے دوستوں
دشمنوں سے ملتے ہیں۔ خوشی اور رنج اٹھاتے۔ چیزوں کو ہاتھ لگاتے۔ طرح طرح
کے کھانے اور میوے کھاتے۔ رنگا رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں۔ کیا ان مرئی
اشیا کے مادے سر میں آجاتے ہیں۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ جس طرح انسان
حالت بیداری میں ہر ایک چیز پر یقین رکھتا اور ان کے واقعی ہونے میں کوئی
شک و شبہ نہیں کرتا۔ اسی طرح خواب میں بھی جو جو کرتا اور جو جو دیکھتا ہے
سب پر اس کا یقین ہوتا ہے کہ یہ سب سچی۔ واقعی اور حقیقی ہیں۔ اور اپنی پوری
عقل کے ساتھ ان کو صحیح سمجھتا ہے۔ ہاں جاگنے کے بعد کہہ دیتا ہے کہ یہ سب
خواب و خیال تھا۔ بات تو جب تھی کہ یہ بات خواب کے اندر کہتا کہ یہ خواب و
خیال ہے۔ اس کا غم نہیں۔ اس کی خوشی خوشی نہیں۔ اے انسان
تیری عقل اور یقین کا تو یہ حال ہے۔ پس ڈر کہ ایسا نہ ہو کہ تو اب بھی اس دنیا
کی غفلت کے خواب میں سویا ہوا خوشیاں کر رہا ہو اور مرنے کے وقت تیری
آنکھ کھلے یہ بات تو درمیان میں آگئی۔ اب سنئے کہ تصور رنگ برنگ اور قسم
قسم کے نظارے دکھلاتا اور خوش یا ناخوش کرتا ہے۔ کیا ان نظاروں کے
مواد بھی سر میں داخل ہو جاتے ہیں۔ شعاع۔ بجلی اور دوسری قوتوں کے
عجائبات پر غور کرنا چاہیے کہ ان کے کون سے مادے ہیں جب ان باتوں
میں تعجب نہیں کرتے پھر اس بات کا کیا تعجب ہے کہ اس قادر قیوم خدا نے بغیر مادہ

کے پیدا کیا اور صفحۂ عدم پر اپنی قدرت کا جلوہ کر دکھایا۔ اگر کہو کہ یہ مذکورہ بالا اشیاء خود تو مادہ نہیں رکھتیں لیکن مادی اشیاء کی تاثیرات ہیں۔

بس پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تاثیر اور اثر کو بھی مان لینا چاہئے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہٗ کن فیکون۔ (اس کا امر یہ ہے کہ جب ارادہ کرے کسی شے کا کہتا ہے اس کو ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے) اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ایسا انسان بناؤں اس نے بنا دیا۔ حیرانی ہے کہ مادی اشیاء میں بغیر مادہ اشیاء پیدا کرنے کی قوت تو مان لی جائے لیکن نعوذ باللہ خدا کے حکم میں یہ طاقت نہ مانی جائے کہ وہ بغیر مادہ اشیاء پیدا کر دے۔ آج کل سائنس کے جدید انکشاف نے ذرات کو پھاڑ پھاڑ کر یہ ثابت کیا ہے کہ آخری مادہ درحقیقت ایک قوت ہے جس کا نہ جسم ہے نہ طول نہ عرض پس اس قوۃ کو بھی خدا نے پیدا کیا۔ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیست سے ہست ہو گیا۔ نیستی نے اپنی طاقت سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہستی کا جامہ پہنا۔ پس انسان کا عجز ثابت ہوا۔ اس لیئے اس ہست کرنے والے قادر مطلق اللہ کے حضور میں اس کا زاری کرنا ضروری ہوا۔ نیستی سے زیادہ عجز کیا ہوگا۔ یہ سب ہستی کی خوبیاں تو اس خالق نے دی ہیں۔ زاری کرنا اپنی اصلی اور سچی حقیقت کا اللہ تعالیٰ کے آگے اظہار کرنا ہے۔ ایاز قدر خود بشناس۔ جو اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے وہ راستہ گم کر دیتا اور گمراہی میں پڑ جاتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بندوں کے آگے زاری کرنے والوں پر خدا کے بندے بھی ترس کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو خیر الراحمین اور ارحم الراحمین ہے جب

اس کے حضور زاری کی جائے گی تو وہ کیا کچھ فضل نہ فرمائے گا۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو روتا ہے۔ بچہ کو اس وقت اپنے ماں باپ یا کسی ہمدرد عزیز کا پتہ نہیں ہوتا۔ اس کی روح اپنے پیدا کرنے والی دکھوں کے دور کرنے والی بلند ہستی کی طرف زاری کرتی ہے اور وہ روتا ہے۔ یہ زاری اس کا فطرتی تقاضا ہے۔ جس نے پیدا ہوتے ہی اپنا ظہور کیا ہے۔ یہ سبق اس کو کس نے دیا کہ تو ایسا کر۔ اسی فطرۃ کے پیدا کرنے والے نے۔ اے انسان تو نے پیدا ہو کر تو زاری کی اور رویا۔ اب تکبر کرتا ہے۔ جو سبق پیدا ہوتے ہی پڑھا تھا اب بڑا ہو کر نہ بھول۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین وضرب لنا مثلاً ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم۔ (کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے پیدا کیا اس کو نطفہ سے پھر وہ کھلا جھگڑالو ہو جاتا ہے اور ہمارے لئے مثال بناتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔ کہتا ہے ان گلی ہوئی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ کہدے وہی اس کو زندہ کرے گا جس نے اس کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اور اس کو سب مخلوق کا علم ہے)۔

تمھاری دعائیں، تمھاری نمازیں دل کی زاری کے ساتھ ہوں۔ اگر عادت نہ ہو تو پہلے خدا کے حضور زور زور سے زاری کرو انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ یہ عادت راسخ اور دلی تضرّع پیدا ہو جائے گی۔ اس حالت کے انتہائی

مقام کا نام سجدہ ہے۔ جس طرح نسخوں میں اجزاء اعظم ہوتے ہیں۔ اسی طرح دعا اور استغفار میں زاری یعنی تضرع ایک بڑا جزو ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بارہا دعا کرتے دیکھا ہے۔ حضور کی دلی تضرع کا اثر حضور کے چہرہ مبارک پر بھی نمایاں ہوتا تھا اور دونوں ہاتھ چہرہ انور کے بہت قریب ہوتے تھے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ادعوا ربکم تضرعا و خفیہ (دعا کرو اپنے رب سے زاری اور اخفاء سے) حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ اپنی پناہ میں رکھو سن کر یہ میری زاری۔ ؎

جوش اجابتش کہ بوقت دعا بود ❊ زاں گونہ زاریم نشنیدہ است مادرم

(اس کو قبولیت دعا کا اتنا جوش ہوتا ہے کہ اتنی میری ماں کو میری زاری کا جوش نہیں ہوتا) حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

من ہمی دانم کہ مے خواہد دلش ❊ کہ بود غوغا بگرد منزلش

آہ گریہ بر درش چنداں کنم ❊ تا بجود آں غنچہ را خنداں کنم

(میں جانتا ہوں کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر کے گرد مانگنے والوں کا شور پڑتا رہے۔ ہائے میں اس کے دروازے کے سامنے اتنا کر دوں کہ میرے رونے سے وہ غنچہ کھل جائے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین امنوا وعملوا الصالحات واخبتوا الی ربھم اولئک اصحاب الجنۃ ھم فیھا خالدون (یقیناً جو ایمان لائے اور عمل کئے اچھے اور اپنے رب کے حضور عاجزی کی وہ جنتی ہیں اس میں سدا

رہیں گے) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اصحاب الصفہ وما ادراک ما اصحاب الصفہ ترےٰ اعینھم تفیض من الدمع (صفہ والے اور تو جانتا ہے کون ہیں صفہ والے۔ تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں)۔

نیکی

نیکی کرو نیکی۔ نیکی بہت اچھی چیز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سنا ہے کہ کسی یہودی کا ہمسایہ ایک مسلمان تھا۔ ایک دفعہ متواتر کئی روز مینہ برسا۔ جب ٹھیرا وہ مسلمان اپنے کوٹھے پر چڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ یہودی اپنی چھت پر کھڑا دانہ ڈال رہا ہے۔ مسلمان نے پوچھا کہ یہ کیا کرتا ہے۔ یہودی نے جواب دیا کہ کئی روز سے مینہ برس رہا ہے۔ اب کھلا ہے۔ پرندے بھوکے ہوں گے۔ دانہ ڈال رہا ہوں کہ کھالیں۔ مسلمان نے کہا کہ تجھ کو کیا فائدہ تو تو یہودی ہے۔ یہودی یہ سن کر چپ ہو رہا اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس بات کو ایک زمانہ گذر گیا۔ وہ مسلمان حج کو گیا۔ کعبہ کا طواف کرنے لگا۔ دیکھا کہ وہ یہودی بھی طواف کر رہا ہے۔ متعجب ہو کر پوچھا۔ ہیں تو کہاں۔ تو تو یہودی تھا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ ان دانوں کا پھل ہے جو میں چھت پر بھوکے پرندوں کو ڈال رہا تھا۔

رحم کرو

اللہ تعالےٰ عاد کی قوم کو فرماتا ہے۔ واذا بطشتم بطشتم جبارین۔ (اور جب تم ہاتھ ڈالتے ہو تو پنجہ مارتے ہو ظلم سے) بے رحمی اور سنگدلی بہت

بڑی بات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سنا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ کسی شخص کو پھانسی ملنے لگی۔ اس میں اس کا قصور نہ تھا۔ کہنے لگا میں تو بے گناہ ہوں۔ جواب ملا کہ فلاں روز جو تو پاخانہ بیٹھا ہوا ایک زندہ مکھی کو تیلہ میں پرو رہا تھا وہ کیا بات تھی۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔

تفسیر سورہ فاتحہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک وعظ میں الحمد شریف کی مختصر تفسیر فرمائی۔ رب۔ رحمان۔ رحیم کی بتدریج زیادتی رحمت کا ذکر کرتے ہوئے مالک کے لفظ کی تفسیر فرمانے لگے کہ یہ رحمت سب سے زیادہ ہے۔ جب بندہ اللہ کا عبد بن گیا اور اللہ اس کا مالک ہو گیا پھر کس بات کی کمی رہی۔ وہ خدا کا ہو گیا خدا اس کا ہو گیا۔ جب خدا اس کا ہو گیا تو اس کی کائنات بھی اس کی ہو گئی۔ اس کی چیز اللہ کی ہو گئی۔ اللہ کی چیز اس کی ہو گئی۔ اس کا والی وارث اور کارساز اللہ ہو گیا۔ جس نے اس کو ستایا اس نے اللہ کو ناراض کیا۔ جس نے اس کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا۔ میرے میں یہ طاقت نہیں کہ میں حضرت صاحب کی تقریر کو اپنے الفاظ میں بیان کر سکوں۔ اس پر بس کرتا ہوں من کان للّٰہ کان اللہ لہ (جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا) حضور فرماتے ہیں ؎

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا ٭ آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل ٭ کیا ہوا گر قوم کا دل سنگِ خارا ہو گیا

استغفار

اللہ کے حضور ہر وقت دعا۔ استغفار اور تضرع کرتے رہو۔ اور اس کا فضل۔ رحم۔ حفاظت اور پناہ مانگتے رہو۔ ہماری حالت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایسے میدان میں کھڑا ہو جس میں چاروں طرف سے تیر چل رہے ہوں۔ کوئی تیر کان کے پاس سے گزر جاتا ہے۔ کوئی بازو کے پاس سے۔ کوئی سر پر سے۔ کوئی پیروں میں سے۔ یہ تیر کیا ہیں جسمانی اور روحانی امراض۔ وبائیں۔ آفتیں۔ بلائیں۔ فسادات۔ حادثات وغیرہ وغیرہ۔ آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ایسے میدان میں جس میں تیر باران کا یہ طوفان ہو کوئی اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ اس بچاؤ کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ رحیم کریم قدیر کا فضل اور رحم۔ پس ضروری ہے کہ اس سے دعائیں کرو۔ استغفار مانگو۔ اور اسی کے آگے جو بچا سکتا ہے اور جس کے سوا کوئی بچانے والا نہیں تضرع اور زاری کرو۔

اے میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعائکم (کہدے کیا پرواہ کرے گا تمہاری میرا رب، اگر دعا نہ کرو گے) صحیح اور سچی بات ہے۔ کیونکہ جب دوسرے کو پرواہ نہیں۔ ضرورت نہیں۔ طلب نہیں۔ بیقراری اور زاری نہیں تو دینے والا کیا دے گا۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے گا۔ کہتے ہیں کہ کنواں چل کر نہیں آتا۔ خود کنوئیں کی طرف جاتے ہیں۔ مگر یہ مثال اللہ تعالےٰ کے حضور میں صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کا تام

رحمن ہے۔ اس نے بیشمار نعمتیں بے مانگے دیں اور دیتا ہے۔ سورہ فاتحہ میں
ہم سب سے پہلے الحمد للہ کہتے ہیں۔ کیونکہ قبل اس کے کہ ہم دعا یا عمل کریں۔۔۔
پہلے ہی سے اللہ تعالےٰ کی نعمتیں اور احسانات ہم پر بے شمار ہیں۔ پس اے پیارو
اس کے حضور میں جھکو۔ اس سے مانگو۔ تضرع اور زاری کرو۔ استغفار کرو۔
اپنی گودیں دین اور دنیا کی نعمتوں سے بھرلو۔ اور اس کے انعامات سے بھرپور
اور مالا مال ہو جاؤ۔ آمین۔

جزا سزا اور تربیت اولاد

نیک اعمال کا بدلہ نیک اور بُرے اعمال کا بدلہ بُرا یعنی جزا اور سزا کا
قانون دنیا و آخرۃ میں جاری ہے۔ یہ بات ہر ایک جاندار کی فطرۃ میں
رکھی ہے۔ ہر ایک انسان چھوٹے سے لے کر بڑے تک کوئی ہو جس بات
سے اس کو دُکھ پہنچنے کا علم ہو جاتا ہے۔ اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔
حیوانات کا بھی یہی حال ہے۔ یہاں تک کہ ایک چیونٹی بھی چلتے چلتے اگر
پانی کا نم یا آگ کی حرارت محسوس کرتی ہے تو فوراً اس رستہ سے کترا جاتی
ہے اور سلامتی کی راہ ڈھونڈتی ہے۔ بچوں میں بھی یہ مادہ موجود ہوتا ہے۔
ان کی تربیت میں اس مادہ کے احساس کو ترقی دو۔ ایسا نہ ہو یہ فطرتی خوبی
ضایع ہو جائے۔ جزا سزا کا مسئلہ آسان مثالوں سے ان کو سمجھاتے رہو۔
مثلاً اگر بچہ کیچڑ میں جائے تو سمجھاؤ کہ کیچڑ میں جانے کا نتیجہ یا سزا یہ ہے کہ
کہ جوتی اور پیر خراب ہو جاتے ہیں۔ پاؤں پھسل جائے تو کپڑے کیچڑ سے

بھر جاتے ہیں۔ چوٹ بھی لگ جاتی ہے۔ اسی طرح جزا کا عادی بناؤ۔ اچھا
کام کریں مرحبا اور جزاک اللہ کہو۔ شاباش دو۔ یا کچھ انعام دو۔ وغیرہ۔
یہ بھی سمجھاؤ کہ اللہ تعالےٰ نے بدی کی تاثیر۔ نتیجہ اور خاصیت دُکھ اور عذاب
بنا دیا ہے۔ وہ کسی کو بلا وجہ اور قصور کے ظلم و تعدی سے دُکھ اور عذاب میں
نہیں ڈالتا۔ بندے بُرے کام کر کے آپ دکھ اور عذاب میں پڑتے ہیں۔
ماں کھانا پکانے کے لئے آگ جلاتی ہے۔ بچہ کہنا نہ مان کر۔ آگ سے کھیلتا
ہے اور اپنے ہاتھ پاؤں اور کپڑے جلا لیتا ہے۔ سزائیں جو رکھی ہیں وہ اسی
قانون کے ماتحت ہیں۔ تاکہ آئندہ بری اور مضر باتوں سے بچ جائے۔
یہ بھی ضروری نہیں کہ تمام قصوروں کی سزا مارنا ہی مقرر کر لی جائے۔
سزا کا اصل مقصد اصلاح ہے۔ پس وہ طریق اختیار کیا جائے جس سے
اصلاح ہو جائے۔ اگر بچہ نے ایسا کوئی کام کیا ہے کہ سزا دینا ضروری ہے تو سزا
ایسی مقرر کرو کہ جس سے اس کی اصلاح کی غالب امید ہو۔ گھُرکی۔ جھڑکی۔ ڈانٹ
ڈپٹ مفید معلوم کرو تو ان کا استعمال کرو یا جرمانہ کرو۔ جرمانہ یہی کہ اس کا پیسہ
ایک دو دن کے لئے بند کر دو۔ یا شرمندگی اور غیرت دلاؤ۔ اور اگر جسمانی سزا
کی ضرورت دیکھو تو اس کی حالت اور طاقت کے مطابق دو۔ ایسی سزا ہرگز نہ
دو کہ برداشت سے باہر ہو یا وہ اس سزا کو اپنے لئے ظلم سمجھے اور تمھاری
طرف سے اس کے دل میں نفرت اور بیزاری پیدا ہو جائے۔ بلکہ یہ یقین ہو جائے
بلکہ یہ یقین کرے کہ جتنا میرا قصور تھا اتنی ہی سزا دی گئی ہے۔ میں اسی لائق تھا۔
مجھ پر زیادتی نہیں ہوئی۔ سزا کا نام آجانا ہی اصل میں بڑی سزا ہے۔ عدالت

میں اگر کسی بڑے آدمی پر ایک پیسہ جرمانہ ہو جائے تو اس کے لئے یہی ایک بڑی سزا ہے۔ جس قدر شرم وحیا ہوگی اسی قدر تھوڑی سزا کو بہت محسوس کرے گا۔ سزا دینے سے پہلے اس پر اس کا قصور واضح کر دو۔ بلکہ اگر اس سے پوچھ لو کہ تمہارا قصور تم پر ثابت ہو گیا ہے۔ تم کو کیا سزا دی جائے تاکہ تمہاری اصلاح ہو جائے تو مفید ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ کوئی سزا نہ دو میں اصلاح کر لوں گا تو اس پر اعتبار کرو اور اس کو اس کے وعدے پر معاف کر دو۔ اور اگر وہ اپنے لئے کوئی سزا تجویز کرے اور وہ تمہارا فیصلہ بھی قبول کرے تو وہی سزا اسی قدر اور اسی اندازہ سے دو جیسا کہ اس کا منشاء ہے۔ اور اگر تمہارا فیصلہ اس کو منظور نہ ہو اور تم اپنی مرضی سے سزا دو تو نرمی اور ملائمت کے پہلو کا لحاظ رکھو۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ رو پڑے اور چیخیں مارے۔ بلکہ خوبی یہ ہے کہ بغیر جزع فزع صبر سے برداشت کرے۔ بعض بچے سزا کے وقت دل میں روتے ہیں۔ بعض شور مچاتے اور چیختے ہیں۔ ان کی اس حالت اور طبیعت کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

ایسا نہ ہو کہ یہ تو روتا نہیں اس کو اور سزا دو۔ سزا دینے میں بھی تمہارے دل میں ہمدردی اور دلسوزی ہو۔ اس بات کا دل میں خوف رکھو کہیں سزا اعتدال سے بڑھ کر ظلم نہ ہو جائے اور خدا داد طاقت خدا کی اطاعت سے تجاوز نہ کر جائے۔ سزا تو تم اس کی بہتری اور خیر خواہی کے لئے دیتے ہو۔ پھر تمہاری دلسوزی کس طرح دور ہو سکتی ہے۔ سزا اس قدر ہو کہ وہ خوشی خوشی اس کو قبول کرلے اور اس سزا کو اپنے لئے تمہارا رحم سمجھے۔ یہ اس لئے کہ تمہاری محبت جو اس کے دل میں ہے مبدل بہ نفرت ہو جائے۔

یہ بات خوب یاد رکھنے والی ہے کہ سزا دینے کے وقت تمہارا غصہ حد اعتدال سے بڑھا ہوا نہ ہو۔ ورنہ بچہ کے کسی عضو کو یا اپنے ہی آپ کو چوٹ لگ جانے کا خطرہ ہے۔ سزا دینے میں جلد بازی نہ کرو۔ اگر غصہ کی زیادتی دیکھو تو سزا دوسرے وقت کے لئے ملتوی کر دو۔ اور اس وقت کا انتظار کرو کہ طبیعت میں اعتدال آجائے۔ غصہ اور جذبات کے ہیجان کے وقت اعتدال اور راستی پر قائم رہنا ایسا ہے جیسا پل صراط پر قائم رہنا۔ غصہ کا آنا ایک فطرتی بات ہے اور فطرت حقیقتاً اچھی ہوتی ہے۔ غصہ بھی ایک مفید چیز ہے جس کو خدا کے فضل سے اللہ رسول کی اطاعت کے ماتحت عقل کے ساتھ خرچ کرنے سے بہت فوائد ملتے ہیں۔ وہ ایک مخفی سٹیم ہے جس کو محفوظ رکھ کر بہت مفید کام لے سکتے ہیں۔ غصہ کا بیجا استعمال ایسا ہے جیسا بوائلر کا پھٹ جانا۔ غصہ کاہلی سستی دور کر کے چستی اور کام کی قوت دیتا ہے۔ اس طاقت کو نہایت احتیاط سے نیکی اور خیر میں خرچ کرنا چاہیئے۔ سب سے پہلے غصہ کی جگہ اپنا نفس امارہ ہے۔ اس کے بعد دوسروں کی بداعتدالیوں پر غصہ کرنا چاہیے جب تک اپنا نفس ہی سیدھا نہیں ہوا اس کا دوسروں پر غصہ کرنا کیا۔ بیجا غصہ کرنا بھی برا۔ جج کا غصہ مجرم پر بجا اور جج کے فیصلہ پر مجرم کا غصہ بیجا۔

اگر بچوں نے سخت سزائیں اٹھا اٹھا کر خوف اور ڈر سے سہم سہم کر کچھ ترقی کر لی یا اُستاد کی تعریف ہو گئی اس سے کیا فائدہ جبکہ بچوں کی اٹھان اور نشو ونما میں فرق آجائے۔ ان کی زیرکی اور ذہن کی تیزی ماری جائے۔ صحت خراب۔ رنگ زرد۔ بدن دبلا کمزور اور ناکارہ ہو جائے۔ یہ خیال کرنا

کہ ہم اس قدر اس لئے مارتے ہیں تاکہ اس کا بھلا ہو۔ نادان دوستی ہے۔ اگر تمھاری سزاؤں سے بچہ کی وہ محبت جو اس کو تمھارے ساتھ ہے یا وہ گمان جو تمھاری ہمدردی اور خیر خواہی کا اس کے دل میں ہے دور ہو جائے تو تم اس کی تربیت کے خیال سے ہاتھ دھو بیٹھو۔

بچوں کو روٹی کی سزا ہرگز نہ دینی چاہیئے۔ اس سے ان کے اخلاق بگڑتے اور نشو و نما میں فرق آجاتا ہے۔ بھوک کی ناقابل برداشت تکلیف اُٹھا کر صحت خراب ہو جاتی ہے۔ یہ سزا تو سنّت اللہ اور دنیا کے قانون نے بھی نہیں رکھی پھر تم کس طرح دیتے ہو۔ ہاں یہ سزا ہو سکتی ہے کہ دوسرے بچوّں کو کھانا دینے کے بعد کھانا ملے گا۔ مگر فاقہ ہرگز ہرگز نہ دینا چاہیئے۔ اور یہ سزا بھی بُری ہے کہ کوٹھڑی میں بند کر دیا یا گھر سے باہر نکال دیا۔

بچوں کو شام کے وقت گھر میں آجانا چاہیئے۔ شام کے بعد گھر سے باہر نہ رہیں۔ اگر شام کو دیر کرکے آئیں یا دن کو بلا اجازت بہت دیر باہر رہیں تو ان کو اس قصور پر مارنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ کوئی سزا اور مفید تجویز کریں۔ تاکہ اگر پھر کوئی ایسا موقعہ آجاوے اور بچہ کو باہر دیر لگ جائے تو وہ گھر آنے میں توقف اور تردد نہ کرے۔ اس خوف سے کہ جاتے ہی مار پڑے گی۔ بلکہ اس کو یہ یقین ہو کہ مجھے دیر کرکے گھر جانے پر مارتے بالکل نہیں۔ تاکہ آئندہ کبھی دیر لگ جائے تو بے فکر بلا توقف دوڑا دوڑا گھر آجائے۔ اسی طرح ابتدائی جماعتوں کے چھوٹے بچوّں کو اگر سکول آنے میں دیر ہو جائے تو معمولی زبانی نصیحت کے سوا جسمانی سزا نہ دیں بلکہ بچہ کو حوصلہ دلائیں کہ آج بہ خوردار کو دیر لگ گئی ہے۔

انشاء اللہ کل جلدی آجائے گا۔ یہی طریقہ جاری رکھیں اور نہ گھبرائیں یہانتک کہ بچہ جلدی آنے لگے۔ پھر اگر اتفاقاً دیر لگ جائے تو معاف کر دیں۔ چھوٹے بچوں کو عموماً دیر لگ جایا کرتی ہے۔ گھر والوں کا بھی قصور ہوتا ہے کہ جلدی نہیں جگاتے اور ناشتہ جلدی نہیں دیتے۔ اگر سخت سزائیں دی گئیں تو بچہ سکول سے بھاگنے لگے گا۔ جس دن دیر ہو جائے گی والدین تو زبردستی گھر سے بھیجدیں گے مگر وہ مار کے خوف سے سکول نہ جائے گا۔ اپنا وقت سکول سے باہر کسی اور جگہ گزار دے گا۔ پانچ گھنٹہ کی جگہ چار گھنٹے پڑھ لینا اس سے بہتر ہے کہ پانچ گھنٹہ نہ پڑھے ایک مفید فقرہ ہے مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ یعنی جو سارا نہ مل سکے تو سارا چھوڑنا بھی نہیں چاہیئے۔ بہت نہ سہی تھوڑا ہی سہی کچھ تو مل رہیگا۔ بچہ اگر بی اے نہ ہوا۔ انٹرنس تو ہو جائے گا۔ یہ نہ ہو کہ پرائمری بھی نہ ہو۔

لڑکا اگر زیادہ طاقتور جوان برابر کا ہو یا ضعیف اور کمزور ہی ہو اگر سزا کے وقت دوبدو سوال جواب پر اُتر آئے۔ مقابلہ پر تل جائے یا ہاتھاپائی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ چاہیے کہ فوراً سزا کو ترک کر دیں۔ کیونکہ اس کی اصلاح کیلئے یہ سزا اب غیر مفید ہوگی اور بگاڑ زیادہ ہوگا۔ اس وقت بغیر کچھ کہے سنے خاموشی کے ساتھ ٹل جانا چاہیئے۔ اس وقت بچہ کی حالت قابل رحم ہے۔ وہ اس وقت تنگ آمد بجنگ آمد کا مصداق ہے۔ غیظ میں نہ آئیں۔ رحم کریں۔ کیونکہ اس کو کوئی ایسا ہی دکھ ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ بات نہایت زبون ہے۔ اُستاد کا مقابلہ بہت بُرا ہے اور بہر حال میں ہی مغلوب ہونگا پھر بھی مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا ہے۔ اور سـ

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود ٭ برآرد بچنگال چشم پلنگ

(تو نہیں دیکھتا کہ جب بلی عاجز آجاتی ہے تو چیتے کی آنکھ پنجہ مار کر اندھی کر دیتی ہے)
کے مطابق حملہ کر رہا ہے۔ پس قابل رحم ہے۔ اس وقت سزا دینے سے ہٹ
جانا چاہیئے اور شیطانی خیالات سے استغفار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اس اپنے
دل پسند موقعہ پر دل میں ڈالتا ہے کہ شیم شیم ایک لڑکا تیرا مقابلہ کرے۔ شاگرد
استاد کا سامنا کرے۔ اگر اس کا یہ حربہ نہیں چلتا تو کہتا ہے کہ اس کو زیر کر کیونکہ
تو تو اس کی بہتری کے لئے کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بہتری نہیں۔ پس یہ خیال نہ کیا
جائے کہ اس خاموشی سے خفت ہوگی۔ دیکھنے والے ہنسیں گے۔ یا دوسرے
لڑکوں پر برا اثر پڑے گا۔ یہ خفت اور کمزوری نہیں بلکہ اس کی ایسی مثال ہے
جیسے کوئی میدان جنگ میں مقابلہ کے وقت کسی داؤ یا تدبیر کے لئے پیچھے ہٹے۔
اس کمزور بچہ پر ایک طاقتور شیطان سوار ہو گیا جس سے اس کو مقابلہ کا زور
آگیا ہے۔ اب تمہارا مقابلہ اس شیطان سے آپڑا۔ نہ کہ اس بچہ سے۔ وہ
سابقہ سزا تو اس کمزور بچہ کے لئے تھی۔ اب اس شیطان کے دفعیہ کے
لئے کوئی اور تدبیر اختیار کرنی چاہیئے جس کے لئے مناسب ہے کہ اس کے
بزرگوں کو سب حال سنائیں اور ان کے مشورہ سے کام کریں۔ اللہ تعالےٰ
سے دعا کریں کہ اس کی صلاحیت کے لئے کوئی اور تدبیر اور راہ نکال دے۔
بچہ کو مقابلہ کے وقت سزا دینا بہت ضرر رساں ہے۔ کیونکہ علاوہ بچہ کی
دشمنی کے بعض اوقات اس کے حمائتی لڑنے کے لئے آموجود ہوتے ہیں۔
اصلاح کیا ہوئی ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ یکایک بچہ کا مقابلہ کے لئے

کھڑا ہو جانے سے غصہ بھڑک اٹھتا ہے۔ اگر چوٹ زیادہ لگ گئی تو ایک
مقدمہ بن گیا۔ ؎

تو برائے وصل کردن آمدی ٭ یا برائے فصل کردن آمدی

(تو ملانے کے لئے آیا ہے یا جدا کرنے کے لئے) سب سے عمدہ بات تو یہ ہے
فذکر ان نفعت الذکری (پند و نصیحت کر و یقیناً نصیحت نفع دیتی ہے)

یہ بات بھی ضروری ہے کہ انعام یا سزا، کے وقت بچہ کے ذہن نشین
کرا دیا جائے کہ یہ جزا یا سزا اصل جزا اور سزا نہیں بلکہ اصل کے لئے بطور نمونہ
اور یاد دہانی کے ہے۔ مثلاً اگر سبق اچھا یاد کیا تو اس کو کہو کہ اصل انعام تو وہ
ہے کہ پاس ہو جاؤ گے اور بڑے عالم بن جاؤ گے۔ یہ انعام اور شاباشی جو تم کو ملی
اس انعام کا نمونہ ہے۔ اور اگر سبق یاد نہ کیا تو کہو کہ اصلی سزا تو وہ ہے کہ فیل
ہو جاؤ گے اور جاہل رہو گے۔ یہ سزا اس سزا کے لئے بطور تنبیہ اور یاد دہانی
کے ہے۔ تاکہ اس آنے والی سزا کو یاد رکھو اور اس سے بچنے کے لئے ابھی سے
انتظام کرو۔

تربیت کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کی وہ اندرونی طاقت جو صلاحیت حاصل
کرنے کی ہے اس قدر قوت اور زور پکڑ جائے۔ اور اس میں ایسا جوش پیدا
ہو جائے کہ اپنی مخالف طاقت پر غالب آجائے پس جو طریق اصلاح کا اختیار
کرو اس سے پہلے خوب غور کر لو کہ کس طریق سے یہ مطلب حاصل ہو سکے گا۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے اور ہماری کمزوریاں دور
فرمائے۔ آمین۔

تعلق باللہ

اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھاؤ۔ اس یقین میں ترقی کرو کہ وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا سب سے زیادہ شفقت کرنے والا سب سے زیادہ محبت کرنے والا۔ سب سے زیادہ خیر خواہ۔ سب سے زیادہ قدرت اور علم والا۔ اور سب سے زیادہ اچھی صفتوں والا ہے۔ جس قدر اس یقین میں ترقی کرو گے اتنا ہی اپنی گودیں اس کے فضلوں سے اور اپنے دامن مرادوں سے بھرو گے۔ تمہارے بیڑے پار ہو جائیں گے۔ اذانوں میں روزانہ پانچ وقت بلند آواز سے یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ اور نمازوں میں بار بار یہ کہا جاتا ہے۔ اللہ اکبر اللہ تعالیٰ جمیع صفات حسنہ میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارا یہ تعلق بڑھائے۔ آمین۔

وفا

وفا بہت اچھی چیز ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

محبت چیز کیا کس کو بتاؤں ٭ وفا کیا راز ہے کس کو سناؤں

میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں ٭ یہی بہتر کہ خاک اپنی اڑاؤں

خاک اڑانے سے کیا مطلب ہے۔ اللہ کے لئے اس کی راہ میں اپنی جان۔ مال۔ عزت۔ آبرو۔ آل اولاد۔ مال و دولت۔ نام نمود۔ جاہ و حشم۔ ہستی و انانیت۔ خواہشات۔ مرادات۔ آرزوئیں تمنائیں۔ سب کچھ جو ہے سب قربان۔ صدقے۔ فنا اور خاک کر دینا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف میں فرمایا ہے وابراھیم الذی وفی (اور ابراہیم وہ ہے جس نے وفا کی) اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اپنے وفادار بندوں میں کر دے۔ آمین۔

عقل اور تدبیر

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کسی شخص کی بہت تعریف کی گئی۔ حضور نے استفسار فرمایا کہ اس کی عقل کیسی ہے۔ عرض کی گئی کہ عقل تو ایسی نہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا ویسا نہیں جیسا تم خیال کرتے ہو۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا عقل کالتدبیر (تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں) میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے حضور نے تدبیر کی تعریف میں یہ آیت پڑھی فالمدبرات امرا (پس قسم ہے کام کی تدبیر کرنے والوں کی تدبیر سب سے اچھی کون سی ہے عاقبت اور آخرت اور ہمیشہ کی زندگی

کسی شخص کا دوست اس سے ملنے آیا۔ دیکھا گھر میں کچھ نہیں۔ نہ اسباب نہ سامان۔ متعجب ہو کر پوچھا کہ تمہارے گھر میں تو کچھ نظر نہیں آتا۔ اس نے جواب دیا کہ ہمارا ایک اور گھر ہے۔ جو اچھی چیز ہوتی ہے ہم وہیں بھیج دیتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں ؎

ایں دو فکر دین احمد مغز جان ما بسوخت ٭ کثرت اعداء ملت قلت انصار دیں

(احمد کے دین کے ان دو فکروں نے ہماری جان کے مغز کو جلا دیا۔ دین کے دشمنوں کی کثرت اور دین کے مددگاروں کی قلت نے)۔

بفضل خدا ہمارے خلیفہ اسی فکر اور تدبیر میں ہیں اور نداء ایمان دیتے ہیں۔
کہ دین درست ہو جائے۔ تم بھی اسی فکر میں لگ جاؤ۔ تم بھی اسی فکر میں لگ جاؤ۔
اور اپنی جان و مال ان کے حضور میں حاضر کر دو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی
عنہ نے اپنا سارا مال حضور رسالت مآب کی خدمت مبارک میں لا کر پیش کر دیا دعا
کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صدیقوں میں سے کر دے اور آپ کے
صدقے میں مجھے بھی آپ کے ساتھ شامل فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلیفہ یہ تدبیر صراط مستقیم کے مطابق کرتا ہے میری
اور آپ کی عقل کی وہاں تک رسائی نہیں پس اپنی ساری طاقت حضور میں
پیش کر دو۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ قوم
کے فائدہ کے لئے فرماتے ہیں فاعینونی بقوۃ (پس اپنی طاقت سے میری
مدد کرو۔)

بچوں کی ضد اور ندیدہ پن

بچے ضد کیا کرتے ہیں۔ یہ فطرتی بات ہے۔ جو کہ بہت اچھی صفت ہے۔
ضد کیا ہے۔ ایک پکا عزم۔ جس سے انسان مقصود حاصل کرنے کے لئے
سب پیش آمدہ تکالیف کو اٹھاتا اور ہر ایک روک کا مقابلہ کرتا ہے۔ تم
بچوں میں اس صفت کو برا نہ سمجھو۔ اس کی قدر کرو۔ اس کو ضایع نہ ہونے
دو۔ یہ بات بری ہے کہ بچوں کی ضد کو پورا ہی نہ کرنا چاہئے۔ اس سے یہ
صفت مر جاتی ہے، اور بچہ کے لئے نقصان دہ ہے۔ بچہ کی اچھی ضدوں کو
پورا کرو۔ رہیں بری ضدیں۔ اس کے لیے یہ طریقہ استعمال کرو کہ بری ضد

کا اول سمجھاؤ اور اس کی مضرتیں اس کے ذہن نشین کرو

کی وجہ لاعلمی ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ انسان جہالت سے ایسی بات کی ضد کر بیٹھتا ہے۔
جو کہ فی الحقیقت بری ہوتی ہے جس کا علاج یہ ہے کہ اس کو علم دیا جائے اور
جہالت دور کی جائے۔ اگر بچہ نہ مانے تو اس کو بہلاؤ۔ کسی کھیل وغیرہ میں لگاؤ۔
کوشش کرو کہ اس بات کی طرف سے اس کا دھیان بٹ جائے۔ اگر یہ بھی
نہ ہو سکے اور جبراً روکنا پڑے تو اس جبر میں تشدد نہ ہو۔ محبت اور ملایمت
سے ملا ہوا ہو۔

بعض اشخاص اپنے اور دوسروں کے بچوں کی شکایت کیا کرتے ہیں کہ
بڑے ندیدے ہیں۔ یہ صفت بھی حقیقتاً بری نہیں۔ اس کی وجہ حسد نہیں
کہ دوسروں کی نعمت کا زوال چاہے۔ بلکہ رشک اور منافست ہے کہ دوسروں
کی اچھی چیز یا اچھی بات کو دیکھ کر خود بھی خواہش کرنی۔ لیکن بچوں کو یہ سمجھا دینا
چاہئے کہ اگر تم کسی کو کچھ کھاتا دیکھو۔ یا کسی کے پاس کوئی چیز ہو اور تمھارا
دل کرے تو اس سے ہرگز ہرگز نہ مانگو اور نہ ترستی ہوئی نظر سے اس کی طرف
دیکھو۔ بلکہ ہم سے کہو ہم تم کو خرید دیں گے۔ یا وہ کھانا پکوا دیں گے۔ پھر کوشش
کر کے وہ چیز یا ویسی یا اس سے اچھی لے دو۔ آج وہ تم سے کہے گا۔ انشاء اللہ بڑا
ہو کر وہ خود اپنے لیے مہیا کر لیا کرے گا۔ اگر میسر نہ ہو سکے گا۔ بندوں سے نہ مانگیگا۔
اپنے اللہ سے مانگیگا۔

خوشی

جب انسان کسی دکھ یا اپنی مرضی کے خلاف کام ہونے سے ناخوش
ہوتا ہے تو اس کی عقل پر ایک پردہ سا آجاتا ہے۔ جذبات ہیجان میں آتے

ہیں۔ غصہ آتا ہے۔ گھبراتا ہے۔ زید و بکر کو بُرا کہتا ہے۔ حیران و پریشان ہوتا ہے کہ کیا کروں۔ ایسے وقت اپنے آپ کو بہلاؤ۔ اور زور ازوری اپنے آپ کو خوشی کی طرف رکھو۔

پیش آمدہ حالات میں کوئی خوشی کا پہلو اختیار کرو جس طرح ہو سکے دل کو خوش کرو۔ اس سے بہت فایدے ہوں گے۔ تکلیف ہلکی عقل سلیم اور رائے صائب ہو جائے گی اور ٹھیک تدبیر اور سیدھی راہ اختیار کرو گے۔ دعا کرو گے۔ اور اللہ کے فضل سے اس غم سے نجات پا جاؤ گے انشاء اللہ تعالےٰ۔

اصلاح قلب

آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کے جسم میں ایک مُضغہ ہے۔ جب وہ سنور جاتا ہے سارا جسم سنور جاتا ہے اور جب اس میں خرابی آتی ہے تو سارے جسم میں خرابی آجاتی ہے پھر دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا الا وھی القلب (جان لو وہ دل ہے)۔

مومن کا قلب اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ قلوب المومنین بین اصبعین من اصابع الرحمٰن (مومنوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہیں) اللہ تعالیٰ توفیق دے تم سچے اور پکے مومن بن جاؤ۔ تمہارا دل اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہوگا۔ وہ رحیم کریم تم کو اپنی اطاعت میں نیک راستہ پر چلائے گا انشاء اللہ تعالےٰ۔

دُنیا

دنیا کی چہل پہل۔ رونق و بہار۔ لذتوں اور عیشوں کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھاؤ اور اپنے اصلی گھر (ان الاٰخرۃ ھی دار القرار (اور آخرۃ ہی قرار۔ ٹھکانہ اور رہنے کا گھر ہے) کو نہ بھلاؤ۔ اور بے پرواہ اور بے فکر نہ ہو جاؤ۔

میں ایک مثال سناتا ہوں۔ فرض کرو کہ جس قدر انسان سو سال کے اندر پیدا ہونے والے ہیں وہ سب کے سب ابتداء صدی میں ایک ہی مرتبہ پیدا ہو جائیں۔ اور پھر اپنی اپنی مدّت عمر کو پورا کر کے دنیا کو خالی کرتے جائیں۔ خوب غور کرو کہ صدی کے آخر میں دنیا کی کیا حالت ہوگی۔ مکانات۔ محلّات۔ باغات۔ کھیلوں اور جشنوں کے مقامات کوچہ و بازار۔ گلگشت و گلزار۔ سیر گاہیں اور آرام گاہیں سب ہوں گی۔ مگر آدمیوں سے خالی۔ کہیں کہیں کوئی آدمی نظر آئے گا۔ وہ بھی بُری حالت میں۔ اور یہ باقی بچی ہوئی کمزوروں ضعیفوں اور بڈھوں کی جماعت دکھ اور مصائب اُٹھاتے ہوئے۔ وحشت اور تنہائی سے گھبراتے ہوئے۔ اپنی جوانی کے عیشوں سکھوں اور آراموں کو یاد کرتے ہوئے۔ اپنی بے بسی بے کسی اور لاچاری کا افسوس کرتے ہوئے اپنے وابستگان گزشتگان کی یاد میں آہیں بھرتے اور بڑھاپے کے خشک آنسوؤں سے روتے ہوئے اپنی حیات کے باقی ایام گزار دیں گے۔

مگر یہ بات نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی کامل حکمت۔ رحمت اور شفقت

سے پیدائش بھی تدریجاً ہے اور موت بھی بتدریج۔ ایک جگہ موت کا غم ہے تو دوسری جگہ پیدائش کی خوشی ہو رہی ہے۔ اور دنیا ہر وقت آباد اور بھری نظر آتی ہے۔ اس سے دھوکہ میں نہ پڑو۔ کوتہ نظری چھوڑو۔ اپنی بصیرت کو تیز کرو۔ دیکھو یہ بات کیسی سچی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ ع

دنیا ہے جائے فانی دل سے اُسے اُتارو

اوّل تو اس دنیا کا عیش ہی منغص ہے۔ لیکن اگر کوئی اس دار فنا میں دل بھی لگائے تو جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے۔ پس وہ عیش طلب کرو جس میں جدائی مفارقت نہیں۔ آمین۔

محبت الٰہی

اے میرے پیارے آپ کے لئے اور اپنے لئے دعا کرتا ہوں۔ اللّٰھم ارزقنی حبک وحب ما یقربنی الیٰ حبک واجعل حبک احب الیّ من الماء البارد (اے اللہ مجھے اپنی محبت دے اور اُس کی محبت جو تجھ سے محبت رکھتا ہے اور اس چیز کی محبت دے جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے اور اپنی محبت کو میرے لئے ٹھنڈے پانی سے زیادہ پیارا کر دے۔ آمین۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ ؎ محبت تو دوائے ہزار بیماریست ۔۔ بروئے تو کہ رہائی درایں گرفتاریست (تیری محبت ہزار بیماریوں کی دوا ہے۔ تیرے منہ کی قسم اس گرفتاری میں رہائی ہے)

اللہ تعالےٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء سے اور اللہ تعالیٰ کے سب پیاروں سے اپنی محبت

یہ بہت بڑی دولت ہے۔ ایسا ہو کہ یہ محبتیں ہماری جان مال آل اولاد۔ یار دوست خویش واقارب سب پر غالب آجائیں۔ آمین۔

اللہ اور اس کے پیاروں سے تعلق

یار غالب شو کہ تا غالب شوی۔ (غالب کا دوست بن جا پھر تو بھی غالب ہو جائے گا) یہ اصول دنیا میں بھی جاری ہے۔ جو لوگ بڑے آدمیوں سے دوستی محبت تعلق اور نشست و برخاست رکھتے ہیں۔ ان بڑے آدمیوں کی عزت و حشمت سے ان کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور جو اس کے برعکس کرتے ہیں وہ ایسے دوستوں کے ادبار۔ تنزل۔ ضرر اور نقصان میں بھی شریک ہوتے ہیں پس تم اللہ رسول اور ان کے پیاروں سے دوستی پیدا کرو جن کی اللہ کے پاس عزت ہے۔ ان کے پاس نشست و برخاست رکھو۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے تم کو بھی ان برکات وحسنات سے حصہ ملے گا جو اللہ تعالےٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے۔ بادشاہ کے خادم بھی اس دسترخوان سے حصہ پاتے ہیں جو بادشاہوں کے سامنے چنا جاتا ہے۔ اللّٰھم انی اسئلک من خیر ما سالک منہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم واعوذ بک من شرّ ما استعاذ منہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم۔ اللّٰھمّ امین۔

اثرِ شیطان

شیطان انسان کا دشمن ہے۔ ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ

علیہ والہٖ وسلم نے جب شیطان قرین کا ذکر فرمایا تو صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی ہے۔ حضور نے فرمایا ہاں ولکن اسلم فلا یامرنی الا بخیر (لیکن وہ مسلمان ہو گیا ہے پس بھلائی کے سوا مجھے دوسری بات نہیں کہتا)

اے میرے پیارو آپ بھی اللہ رسول کی محبت میں ایسے محو اور فنا ہو جاؤ کہ اس کی برکت سے آپ کا شیطان گمراہ کرنے سے بند ہو جائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کیسا اچھا نکتہ فرمایا کرتے ہیں کہ کوئی کسی کے مکان پر جائے اور کتا اس کے پیچھے پڑ جائے تو نجات کی یہی راہ ہے کہ گھر کے مالک کو کہے کہ اس کو مجھ سے ہٹا دو۔ پس شیطانی اغوا کا یہی علاج ہے کہ دعا کرے۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

تنازعہ

اے میرے پیارے بھائیو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم (پس آپس میں نہ جھگڑو پھر بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی) اے بھائیو آپ ایک امام کے ماتحت تبلیغ کا کام کر رہے ہو۔ یکدل ہو کر اپنے افسر کی اتباع میں کام کرو۔ اگر آپس میں جھگڑا کیا یا افسران کے احکام کی اتباع میں تنازعہ کیا تو جو نتیجہ ہو گا ظاہر ہے میں نے حضرت صاحب سے سنا ہے حضور نے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی جماعت نے ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے سے انکار کیا اور کہنا نہ مانا۔

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ یا الٰہی ان لوگوں نے کہنا نہ مانا۔ اور مجھ کو بھی اپنے ساتھ رکھا۔ اب ایسا کر کہ شام کا ملک جس کا تو نے وعدہ کیا ہے مجھے آنکھوں سے دکھلا دے۔ حکم ہوا پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ آپ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اللہ تعالےٰ نے شام کا ملک آپ کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ دیکھو اگر وہ مخالفت نہ کرتے اور کہنا مان لیتے اور جس طرح ہوتا قدم اندر رکھ دیتے۔ تو بموجب فاذا دخلتموہ فانکم غالبون (پس جس وقت تم اس میں داخل ہو گئے تو ضرور غالب آ جاؤ گے) ضرور غالب آ جاتے۔

خدا نہ کرے کہ ہماری شامت اعمال کا اثر ہمارے برگزیدہ امام پر آئے۔ پس اگر تنازعہ چھوڑ کر اپنے امام اور اُن کے مقرر کردہ افسران کی فرمانبرداری میں اپنے نفس امّارہ کو مغلوب کر لو گے تو انشاء اللہ تعالےٰ تبلیغ کے میدان میں غالب آؤ گے۔

آپ کی تبلیغ کا سب سے بڑا ہتھیار اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بن کر دکھلانا ہے۔ جب آپس میں لڑ پڑے یا کم سے کم دلوں میں فرق رکھا تو دشمن آپ کا کیا نمونہ دیکھیں گے۔ بھائیوں کی آپس میں شکر رنجی ہو جایا کرتی ہے۔ مگر مومن تین دن سے زیادہ اپنے دل میں کدورت نہیں رکھتا۔ اور صفائی کر لیتا ہے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ❊ کہ جاہا سپر باید انداختن

(ہر جگہ گھوڑا نہیں دوڑایا کرتے بلکہ بعض جگہ سپر پھینک دیتے ہیں) اپنے پیارے احمدی بھائیوں سے ہار ہی مان لینا اچھا ہے۔ جو اپنے نفس امّارہ کو دباتا ہے اور اپنی دنیاوی حقوق کو دینی اخوۃ پر قربان کر دیتا ہے اور ملنے

میں پہل کرتا ہے اس کا درجہ بلند ہوتا ہے۔

بے شک ایمان تو باللہ اور بالرسول ہی ہے۔ لیکن ایمان المومنین کا بھی حکم ہے کہ ان پر اعلیٰ درجہ کا حسن ظن رکھو۔ ان کو نیک متقی مزکی اور خدا ترس سمجھ کر ان کی بات مانو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومنھم الذین یوذون النبی ویقولون ھو اذن قل اذن خیر لکم یومن باللہ ویومن للمومنین ورحمۃ للذین امنوا منکم (اور ان میں ایسے لوگ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے اور کہتے ہیں کہ وہ بات مان لیتا ہے۔ کہدے بات مان لینا تمہارے لئے خیر ہے۔ وہ ایمان لاتا ہے اللہ پر اور ایمان لاتا ہے مومنوں کے لئے۔ اور وہ رحمت ہے ان کے لئے جو تم میں سے ایمان لاتے ہیں) پس جب عام مومنوں کے متعلق یہ حکم ہے۔ افسر تو اللہ کے بنائے ہوئے خلیفہ نے مقرر کئے ہیں ان کا حکم ماننا کیوں ضروری نہ ہوا۔

اس بات کی بھی احتیاط رکھو کہ اپنے کسی بھائی کی مخالفت میں کسی نیکی سے رہ جاؤ۔ مثلاً اگر کسی نمازی سے بول چال بند ہو جائے تو اس کے بغض سے مسجد کو نہ چھوڑ دو۔ جس قوم کی ترقی رکی یا زوال آیا اس کی بڑی وجہ آپس کا تنازعہ اور اخلاق فاضلہ سے روگردانی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم (بے شک اللہ تعالیٰ متغیر یا زیر و زبر نہیں کرتا کسی قوم کو جب تک کہ وہ اپنی جانوں یا آپس میں تغیر نہ کریں) (اللھم احفظنا) ونزعنا ما فی صدورھم من غل تجری من تحتھم الانھار (اور نکال لی ہم نے جو ان کے دل میں تھی خفگی بہتی ہیں

ان کے نیچے نہریں۔)

مرکز

مرکز سے اپنا تعلق بڑھاؤ۔ مرکز کو اپنا ماوٰے بناؤ۔ دائرہ اقطار کی طرح مرکز کی طرف دوڑو۔ مرکز اللہ تعالیٰ کے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کی جائے ولادت۔ بعثت بود و باش۔ تبلیغ کی جگہ اور مقام قرار ہے۔ مرکز دار الخلفاء ہے۔ مرکز برکات سے پُر مرکز پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے۔ یاتون من کل فج عمیق کا الہام اس کی تعریف میں ہے۔ وسّع مکانک اس کی فضیلت ہے۔ اس میں وہ منارہ ہے جو مسیح کے نزول۔ رفعت اور عروج کا نشان ہے۔ اس میں وہ بہشتی مقبرہ ہے جس میں دفن ہونے والے خدا کے فضل اور رحمت کے ساتھ بہشت کے امیدوار ہیں۔ اس میں وہ سالانہ جلسہ ہوتا ہے جس میں حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے والے اور طالبان حق دور و نزدیک سے جمع ہو کر ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرتے اور اجتماعی فیض سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس پر بے شمار فضل ہیں۔ بہت کوشش اور جدوجہد کی گئی کہ کہیں قادیان سے بٹالہ تک سڑک بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی دیکھو کہ ہم تو روڑوں کی سڑک مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لوہے کی سڑک بنوادی۔ الٰہی تیرا شکر ہے۔

شکر

آج میں آپ کی خدمت میں کامیابی کا ایک طریق عرض کرتا ہوں

مقاصد کے حصول کے لئے بیتاب ہے۔ مقاصد دو طرح کے ہیں۔ ایک اچھے ایک برے۔ برے کی تو ایسی مثال ہے۔ جیسے کہ چور کا مقصد ہے کہ چوری کو جائے تو گھر والے بے خبر سوتے ہوں۔ کتے نہ بھونکیں۔ پہرے دار غافل ہوں۔ رات اندھیری ہو۔ کوئی نہ دیکھے۔ بہت سا مال چوری کا ہاتھ آئے۔ ایسے مقاصد کی کامیابی تو تباہی اور بربادی ہے۔ اب رہے اچھے مقاصد۔ ان کے لئے کوشش کرنا۔ اور کامیاب ہونا اچھا ہے۔ اس کے لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ جب تم دعا سے کوشش اور تدبیر سے کسی مقصد کے حصول میں لگے ہوئے ہو اور ناکامی ہوتی جائے تو ہمت نہ ہارو۔ بلکہ صبر اور استقلال سے کوشش کیے جاؤ۔ ان اللہ مع الصابرین۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب اس مقصد میں تمہیں تھوڑی سی بھی کامیابی ہو تو اس پر اللہ تعالےٰ کا بہت بہت شکر کرو۔ اسی طرح کئے جاؤ۔ یہانتک کہ لئن شکرتم لازیدنکم (اگر تم شکر کروگے تو میں ضرور ضرور تمہاری نعمت بڑھاؤں گا) کے فیض سے آپ منزل مقصود پر پہونچ جائیں۔ یعنی تھوڑی نعمت کو تھوڑی اور حقیر نہ سمجھو۔ مثلاً تم سو روپے کے طالب تھے اور ایک روپیہ ملا تو خدا کا شکر کرو۔ خوش ہو اور امید کرو کہ اللہ تعالیٰ باقی ننانوے بھی دیدیگا۔

ان دو آیتوں پر غور کرنے سے شکر کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولقد اتینا لقمان الحکمۃ ان اشکر للّٰہ (اور دی ہم نے لقمان کو حکمت یہ کہ شکر کر اللہ کا) اور فرماتا ہے ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرًا کثیرًا (اور جس کو ملی حکمت بے شک ملی اسکو خیر کثیر) پس شکر

حکمت ہے۔ اور حکمت خیر کثیر ہے۔ جس سے ظاہر ہوا کہ شکر خیر کثیر ہے۔ اس لئے اللہ کی شکر گزاری کو اپنی زبان۔ دل اور عمل سے اپنی بہتری کا گر بناؤ۔ اللہ کی حمد کرنا۔ ذرہ ذرہ نعمت پر خوش ہونا۔ ہر ایک نعمت کو اس کی طرف سے سمجھنا اور اس کے محل اور موقعہ پر اللہ رسول کے حکم کے ماتحت استعمال کرنا شکر ہے۔ اللہ توفیق دے۔ آمین۔

رزق

رزق کی تلاش میں ایسے منہمک اور مشغول نہ ہو جاؤ کہ نمازوں کو اور دین کے کاموں کو بھول جاؤ۔ بلکہ خدا کا حکم یاد رکھو۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا و یزیدھم من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب (وہ لوگ کہ غافل نہیں کرتی ان کو تجارت اور خرید فروخت اللہ کی یاد سے اور جماعت کی نماز سے اور زکواۃ دینے سے ڈر رکھتے ہیں اس دن کا کہ اس میں مضطرب ہو جائیں دل اور آنکھیں تاکہ جزا دے اللہ ان کے اچھے اعمال کی اور زیادہ بخشش کرے ان پر اپنے فضل سے اور اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے شمار) اس آیتہ شریفہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو تجارت اور سوداگری میں ان احکامات پر عمل کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کے دینی اور دنیاوی رزق میں کشائش فرماتا ہے۔

رزق کی تلاش کی افراط کو چھوڑ دو اور اجملوا فی الطلب پر عمل کرو۔
اللہ تعالےٰ نے رزق کے متعلق قرآن شریف میں بار بار تسلی دی ہے۔ فرماتا
ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون (تمہارا رزق آسمان میں ہے اور
جس کا تم کو وعدہ ہے) آسمان پر کسی کا ہاتھ کہاں جا سکتا ہے اور اللہ
تعالےٰ کا وعدہ کیونکر خلاف ہو سکتا ہے۔ اس نے انسان کو اپنی عبادت
کے لئے پیدا کیا ہے اور حیوۃ بخشی ہے۔ جس کے قیام کے لئے ہوا۔ پانی
اور رزق رسانی اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اصل کام عبادت الٰہی ہے۔ نہ ہوا
پانی رزق کی طلب سے

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند۔ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
(بادل ہوا چاند اور سورج کام میں لگے ہوئے ہیں تاکہ تو ہاتھ میں روٹی پکڑے
اور غفلت سے نہ کھائے) اپنے بندوں کو یقین دلانے کے لئے رزق رسانی کے
متعلق قسم کھاتا ہے۔ فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم
تنطقون (پس قسم ہے رب آسمان اور زمین کی یہ بات یقینی ہے جیسا تم کو
اپنی کلام پر یقین ہے) کوئی آدمی ہم کو کہدے کہ تمہاری دعوت ہے یا دعوتی رقعہ
آجائے تو ہم کو اس وقت کھانے کا کیسا یقین اور اطمینان ہو جاتا ہے کہ جائینگے
تو پکا پکایا کھانا سامنے رکھ دیا جائے گا۔ حالانکہ انسان کو مجبوری اور معذوری
پیش آسکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کمزوری سے پاک ہے اور سب سچوں سے
بڑھ کر سچا ہے فرماتا ہے۔ ومن اصدق من اللہ قیلا (اور کون ہے
اللہ سے زیادہ سچا بات میں)۔

رزق کی تلاش حد سے زیادہ نہ کرو۔

رزق کی تنگی کے خیال سے انسان گھبراتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اور میرا عیال
فاقہ سے مر جائیں گے۔ ذرا سوچئے کہ ہمیشہ یہ فہرستیں شائع ہوتی ہیں کہ اتنے
آدمی لڑائی میں مرے۔ اتنے وبائی اور دوسری بیماریوں سے مرے۔ اتنے
حادثات سے مرے اتنے سانپوں اور موذی جانوروں کے کاٹنے سے مرے۔
کیا ان فہرستوں میں یہ بھی ہوتا ہے کہ اتنے فاقہ سے مرے۔ اے انسان تو
اتنا کم حوصلہ نہ ہو۔ رزق کی طلب میں اس لئے کوشش کر کہ اللہ تعالےٰ
کا حکم ہے۔ نہ اس لئے کہ بھوکا مر جاؤں گا بلکہ اس نیت سے کہ اگر کوشش
نہ کروں گا تو گنہ گار ہوں گا۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے تمسک بالاسباب کا
حکم دیا ہے۔ اگر اس کے حکم کی نافرمانی کروں گا تو عذاب میں گرفتار
ہوں گا۔ اللہ تعالےٰ پر بھروسہ اور یقین کر کہ وہی رزق رساں ہے۔ یہ
فکر نہ کر کہ کیوں ریل پیل نہیں ہوتی۔ اس میں بھی تیری ہی بھلائی ہے۔
کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا
فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء انہ ھو السمیع البصیر۔
(اور اگر ریل پیل کر دے اللہ اپنے بندوں پر رزق کی ضرور بغاوت یعنی
ظلم زیادتی کریں زمین میں ولیکن دیتا ہے مناسب حال ٹھیک اندازہ سے
اپنی مرضی سے جیسا چاہتا ہے وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے) پس ڈرو ایسی
آسودگی اور دولتمندی سے جس کا انجام بغاوت ہو۔
رزق کے متعلق یقین اور توکل اللہ تعالےٰ پر رکھو کہ وہی دیتا ہے
اور اس کی طلب میں کوشش بھی کرو۔ مگر اطاعت اور عبادت الٰہی کی نیت

ہو۔ کیونکہ کسب کرنا اور تمسک بالاسباب اطاعت و عبادت الٰہی ہے۔

متوکل علی اللہ اور غیر متوکل علی اللہ دونوں رزق کی طلب میں کوشش کرتے ہیں۔ مگر پہلے کا دل اللہ تعالےٰ سے اور دوسرے کا اسباب سے وابستہ ہوتا ہے۔ اگر اسباب۔ ذرائع اور وسایل میں فرق آجائے تو غیر متوکل ہراساں اور پریشان ہوجاتا ہے اور متوکل علی اللہ مطمئن اور خوش رہتا ہے۔ کیونکہ اس کا یقین اللہ پر ہوتا ہے کہ درحقیقت رزق اللہ دیتا ہے۔ اسباب اور ذرائع نہیں دیتے۔ اسباب اور ذرائع وہی بناتا ہے۔ جب وہ چاہتا ہے کہ مینھ برسے تو بادل بھیج دیتا ہے۔ اس کے حکم سے ایک بادل جاتا اور دوسرا آجاتا ہے۔ جب تک اس کا حکم ہوتا ہے مینھ برستا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرًا لعلکم تفلحون (پس جب نماز پڑھ چکو پس پھیلو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم فلاح پاؤ) اللہ تعالےٰ نے اس آیۃ شریف میں پہلے تین حکم دیئے ہیں۔ اور آخر میں نتیجہ اور ثمرہ بیان فرمایا ہے۔ غور کرو کہ طلب رزق کے حکم کو نماز اور ذکر الٰہی دو احکام کے درمیان رکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل مقصد رزق کے کمانے کا نماز اور ذکر الٰہی ہے۔ نیز یہ کہ بابرکت رزق اور کامیابی دینے والی کوشش وہ ہے جس کے ساتھ ساتھ اوّل اور آخر نماز اور ذکر الٰہی ہو۔

میرے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ رزق کے کیڑے نہ بنو یعنی دن رات رزق کی تلاش اور اس کے کمانے کے فکر میں نہ لگے رہو۔ رزق کی طلب اللہ سے کرو وہ فرماتا ہے لہٗ مقالید السمٰوٰت والارض یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر انہ بکل شیئ علیم (اس کے پاس کنجیاں ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی کھول دیتا ہے رزق جس کے لئے چاہتا ہے اور اندازہ سے دیتا ہے اس کو ہر چیز کا علم ہے) اور فرماتا ہے (وان من شیئ الا عندنا خزائنہٗ وما ننزلہٗ الا بقدرٍ معلومٍ) (اور ہمارے پاس ہر ایک چیز کے خزانے ہیں اور ہم اپنے علم سے اتارتے ہیں۔)

تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ سے رزق کے غیبی دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ کا فرمان لاریب بے شک و شبہ سچا ہے فرماتا ہے من یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب (جو شخص تقویٰ اللہ کا کرتا ہے وہ اس کے لئے آسودگی کا دروازہ کھول دیتا ہے اور اس طرح رزق دیتا ہے کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔) خدا کے فضل سے متقی کو دینی دنیاوی روحانی جسمانی زمینی آسمانی رزق ملتا ہے۔ اللہ نصیب کرے۔ آمین۔

سلسلہ کی خدمت

اے میرے بھائیو۔ ہمارے ذمہ ایک بہت بڑا فرض ایک بڑی بھاری ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہٗ رجل اورجال من ابناء الفارس کے مطابق وہ دین اور قرآن جو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ والہ وسلم لاتے ایسا ہو گیا جیسا کہ آسمان پر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے اس دین اور قرآن کو دوبارہ قائم کیا۔ اس تعلیم کو دنیا میں پھیلانا وہ خدمت اور ڈیوٹی ہے۔ جو حضور کے خلفاء اور ہر فرد جماعت کے سپرد کی گئی ہے۔ یہ کام بڑا اہم ہے۔ اور بہت قربانی۔ تن دہی۔ جانی اور مالی ایثار چاہتا ہے۔ گاڑی جو تم نے چلانی ہے اُس کے دو بیل ہیں۔ ایک دین دوسرا دنیا۔ ایک بیل نہ چلے گا اور کمزور اور ناکارہ ہوگا تو دوسرا بھی اس کے ساتھ خراب ہوگا۔ دین اور دنیا دونوں کی درستی ازحد ضروری ہے۔ اگر دین ہے اور دنیا کا حال خراب ہے تب بھی کمی ہے اور اگر دنیا ہے اور دین نہیں تب تو تباہی ہے۔ دنیاوی عروج جس کے ساتھ دین نہیں ایک دھوکہ ہے۔ دنیا کا عیش بغیر دین کے عذاب ہے۔ اس کی مثال سنو۔
قرآن شریف کا حکم ہے کہ مرد بھی اپنی آنکھیں نامحرم عورتوں سے بچائیں اور عورتیں بھی نامحرم مردوں کو دیکھنے سے اپنی نظر نیچی رکھیں۔ دونوں تقویٰ اختیار کریں۔ خوب غور کرو کہ اگر اس حکم کے برخلاف کیا گیا تو کیا نتیجہ ہوگا۔ ایک دولتمند گھر کا عیش مبدل بہ عذاب ہو جائے گا۔ اتفاق۔ محبت اور یگانگت دور ہو کر ایک کا دوسرے سے دل پھٹ جائے گا۔ جس کا برا اثر اولاد پر پڑ کر ان کو بھی خراب کریگا۔ لیکن اس کے برخلاف اگر میاں بیوی متقی ہوں گے۔ خواہ دولتمند نہ ہوں۔ تب بھی ان کا گھر نور۔ برکت اور خوشی سے بھر جائے گا۔ تمام دینی احکامات کا یہی حال ہے کہ اس کی برکت سے دنیا بھی درست ہو جاتی ہے۔
یہ دین اور دنیا کی درستی کا کام جو ہم کو اپنے امام کے ماتحت کرنا ہے اس کے

لئے تین باتیں ضروری ہیں۔
اوّل۔ اپنے آپ کو متدین اور مزکی بنائیں۔ اچھے اعمال اور اچھے اخلاق سے موصوف ہوں۔

دوم۔ مالی ایثار۔ اپنے اموال کو خلیفہ کے قدموں میں لاڈالیں۔
سوم۔ جس میں اوپر کی دونوں باتیں بھی آجاتی ہیں۔ وہ تابعداری اور فرماں برداری ہے۔ ہم سب خلیفہ کی ہدایت پر کاربند ہو جائیں۔ جس خدمت پر لگائیں متفق ہو کر لگ جائیں۔ چوں و چرا چھوڑ کر سمعنا واطعنا کے مصداق بن جائیں۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ صدیقوں کا درجہ پائیں۔ آمین۔

قرآن شریف اور حدیث شریف

اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ پیارا ہے۔ قرآن کریم اس کے منہ کی کلام ہے جسکی محبت بے انتہا دولت ہے۔ مگر محبت کی علامت یہ ہے کہ سمجھ کر پڑھیں اور عمل کریں۔
حدیث شریف اللہ کے نہایت پیارے ہمارے نہایت پیارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک کی باتیں ہیں۔ حضور کے اعمال افعال۔ معاملات۔ اخلاق۔ عادات اور صفات کا آئینہ ہیں۔ محبت کی نشانی یہ ہے کہ دلی محبت کے ساتھ ان کا مطالعہ کریں اور عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ آمین۔

دل کا خوش کرنا

اے میرے دوستو۔ کسی کو دکھ نہ دو۔ کسی کا دل نہ توڑو۔ جہاں تک ہو سکے

دوسرے کا دل خوش کرو۔ حدیث شریف میں ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں) خیر الناس من ینفع الناس (لوگوں میں سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع یعنی فائدہ پہنچائے) میں نے سنا ہے کہ جب مومن قبر میں رکھا جاتا ہے۔ اس کے پاس ایک نہایت خندہ پیشانی خوش شکل فرشتہ آتا ہے۔ جس کو دیکھ کر مومن نہایت خوش اور بشاش ہوتا ہے اور اس سے پوچھتا ہے خدا تجھ پر رحمت کرے تو کون ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں وہ خوشی ہوں جو تو نے فلاں روز فلاں شخص کو پہنچائی تھی اب میں تیرے پاس رہوں گا اور تجھ کو تنہائی کی وحشت اور گھبراہٹ نہ ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سنا ہے کہ انسان دراصل تثنیہ کا صیغہ ہے۔ اس میں دو انس ہوتے ہیں۔ ایک اللہ تعالےٰ کے ساتھ دوسرا اس کی مخلوق کے ساتھ۔

شریعت کے تمام احکام پر غور کرلو دو ہی قسم کے ہوں گے ایک حق اللہ۔ دوسرے حق العباد۔ ایک اللہ کو راضی کرنا دوسرے بندوں کو خوشی پہنچانا۔

اے بھائیو یہ خیال نہ کرنا کہ فلاں شخص نے تو ہم کو دکھ دیا۔ ہم اس کو کیوں خوشی پہنچائیں۔ بھائیو! اس نے جو کیا وہ جانے۔ تم جو کرو گے اللہ تعالےٰ تم کو اجر دیگا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ خواہ اس کی زبان اقرار نہ کرے۔ احسانمند نہ ہو۔ انکار کرے۔ باتیں بنائے لیکن اندر سے اس کا دل ضرور اقرار کرے گا اور اس کی جان مرہون المنت ہوگی۔ کسی کا دل خوش کرنے سے اس کا دل اندر سے دعا دیتا ہے۔ خواہ وہ اپنی سابقہ بدسلوکی کی شرم و لحاظ کی وجہ سے دعائیہ کلمات منہ سے نکالے مگر

اس کا دل ضرور دعا دے گا۔ جس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ رفتہ رفتہ دشمن سے دوست بن جائے گا۔ اگر کوئی ایک کیڑے کا دل بھی خوش کرے گا یا کسی بے زبان حیوان کو راحت پہنچائے گا۔ ان کی جانیں اللہ تعالےٰ کے حضور میں دست بدعا ہونگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایک شخص کو اس لئے بخشدیا کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا۔ اللّٰھم وفّقنا۔ خوب سمجھ لو کہ کسی انسان یا حیوان کو ظلم سے یا اپنے کھیل تماشے کے لئے ناجائز ایذا دینا بہت ہی برا ہے۔ خواہ وہ حیوان بے زبانی کی وجہ سے اور وہ انسان کسی مجبوری اور خوف کے سبب سے زبان سے بددعا نہ دے۔ لیکن ان کی جانیں اور روحیں اندر سے بددعا دیتی ہیں اللّٰھم احفظنا ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن   اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

(ڈر مظلوموں کی آہ سے کیونکہ خدا کی قبولیت اس کے استقبال کے لئے آتی ہے)

اللہ رب العالمین کی ربوبیت کے ماتحت۔ مخلوق خدا کو دونوں جہان کے دکھوں سے بچا کر خوش رکھنے کا کام سب بنی آدم و جمیع انبیاء و رسل سے بڑھ کر حضرت رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کیا ہے۔ حضور کے بعد حضور کے خلفاء اور بزرگان دین یہ کام بجا لاتے رہے اور اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس آخری زمانہ میں احسن اور اکمل طور سے یہ فرض ادا فرمایا اور خدا کے فضل سے یہ مبارک سلسلہ اور بابرکت فیض قیامت تک انشاء اللہ تعالےٰ جاری رہے گا اور روزِ قیام کو سب اولین و آخرین حق الیقین سے معلوم کرلیں گے۔ کہ حقیقی خوشی اور اصلی راحت یہی تھی جو اس برگزیدہ جماعت نے مخلوق رب العالمین

کو پہنچائی۔ الحمد للہ رب العالمین۔

امراء و غربا

اے طبقہ امراء۔ اللہ تعالےٰ نے آپ پر فضل کیا ہے۔ دنیا کی ثروت و آسودگی بخشی۔ مالدار کیا۔ باغات اور حویلیاں دیں۔ زمینیں اور جائدادیں بخشیں۔ ان نعماء کا شکر کرو۔ آپ یہ سب مال و دولت اپنے ساتھ نہیں لائے جب پیدا ہوئے ایک کپڑے کا ٹکڑا بھی آپ کے بدن پر نہ تھا۔ یہ سب کچھ اللہ نے دیا ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس کی رضامندی اور اطاعت کے مطابق خرچ کرو۔ آپ کے اخراجات اس کے حکم کے ماتحت ہوں بے راہیوں اور شیطان اور نفس امارہ کی راہوں میں آپ کے اموال خرچ نہ ہوں۔ انفقوا فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں خرچ کرو) پر عمل کرو۔ اشاعت اسلام۔ والدین۔ ذوی القربیٰ۔ ہمسایوں۔ مسافروں۔ سوالیوں یتامےٰ۔ مساکین۔ غرباء۔ مصیبت زدگان اور حاجتمندوں کو دو۔ اپنی دولت پر نہ اتراؤ۔ بلکہ میوہ دار شاخ کی طرح جھک جاؤ۔ یہی سمجھو کہ جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ ہمارا کچھ نہیں۔ تواضع اختیار کرو من تواضع للہ رفعہ اللہ جو اللہ کے لئے فروتنی کرتا ہے۔ اللہ اس کو عزت دیتا ہے۔

اور اے طبقہ غرباء آپ پر بھی اللہ نے بڑے بڑے فضل کئے ہیں۔ آپ بھی اپنی حالت پر شکر کرو۔ امراء کو دیکھ کر دل تنگ نہ ہو۔ بہت سی ایسی نعمتیں ہیں جن میں آپ امراء سے کسی طرح کم نہیں ہو۔ آپ کو بھی زندگی۔ تندرستی ظاہری باطنی قویٰ۔ اعضاء۔ آنکھ۔ ناک۔ کان۔ دل۔ دماغ۔ عقل۔ سمجھ۔ ضروریات

حیات۔ ہوا۔ پانی۔ خوراک۔ جگہ اور لباس وغیرہ نعمتیں بخشی ہیں جس طرح بعض باتوں میں امراء کو آپ سے فوقیت ہے اسی طرح بعض میں آپ کو امراء سے بڑھا دیا ہے۔ امراء اگر نفیس رنگا رنگ کے کھانے کھاتے ہیں تو آپ کے کھانے کی مقدار اور لذت ان سے بڑھا دی ہے۔ وہ اگر قسم قسم کی ادویات استعمال کرتے ہیں تو آپ کی عام صحت قوت ہاضمہ۔ قویٰ اور طاقتیں زیادہ ہیں۔ اگر وہ خدام سے کام لے کر آرام اٹھاتے ہیں تو آپ اپنے ہاتھ پیر کی محنت سے ورزش۔ تندرستی اور توانائی کا فائدہ حاصل کرتے ہو۔ آپ کو اپنے ہاتھ کے کتے اور بنے ہوئے کپڑوں اور پیتل اور رانگ کے زیورات میں جو خوشی اور لذت ملتی ہے وہ امراء کے اطلس کمخواب اور سونے چاندی کے زیورات سے کم نہیں۔ اگر امراء کے خوبصورت۔ نرم نرم گدیلے ہیں تو آپ کو اپنے سخت کرخت موٹے بستروں میں ان سے زیادہ آرام ملتا ہے۔ جیسی گہری اور سکھ کی نیند آپ سوتے ہیں ان کو ویسی میسر نہیں۔ جیسے نچنت اور بے فکر ہو کر آپ اپنے گھروں میں رہتے ہیں ان کو اپنے محلوں میں بے فکری نہیں۔ ان کو اپنے مال و دولت کا ڈر ہے۔ آپ اس ڈر سے آزاد ہو۔ اگر وہ بڑی حویلیوں میں رہتے ہیں اور پنکھوں کے نیچے بیٹھتے ہیں۔ آپ صحت بخش صاف اور کھلی ہواؤں میں زندگی بسر کرتے ہو۔ وہ مالی لطف اٹھاتے ہیں۔ آپ جسمانی لطف اٹھاتے ہو۔ عاقبت کا حساب کتاب ان کا آپ سے بڑھ کر اللہ کی راہ میں آپ کے پیسے دیئے ان کی اشرفیوں سے کم نہیں۔ آپ پر بھی اللہ تعالےٰ نے بہت مہربانیاں کی ہیں۔ پس آپ بھی اللہ تعالےٰ کا بہت شکر کرو

اور اس کی اطاعت اور فرماں برداری میں لگے رہو۔ آپ اپنی محنت کی دو روٹیوں میں سے آدھی روٹی فی سبیل اللہ دے دوگے یا اپنی چند پیسوں کی کمائی میں سے ایک دھیلا اشاعت اسلام میں خرچ کروگے تو یہ افسوس نہ کرو کہ ثواب اور اجر جزا میں امراء سے کم رہوگے انشاء اللہ تعالےٰ۔

دنیا میں بھیجا جانا رحمت ہے

کوئی خیال کرے کہ اللہ رحیم کریم قدرت والا ہے۔ ہم کو پہلے ہی جنّت میں کیوں داخل نہ کر دیا۔ اور ایسی جگہ پیدا کیا جہاں محنت، مشقت۔ دکھ، تکلیفیں اور بیماریاں ہیں۔

کیا یہ قاعدہ کی بات نہیں کہ کسی چیز کی خوبی تب معلوم ہوتی ہے جب اس کی ضد بھی کوئی چیز ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ومن کل شئی خلقنا زوجین لعلکم تذکرون (اور ہم نے ہر شے کا جوڑہ بنایا تاکہ تم علم و نصیحت لو) خلق الموت والحیوٰۃ (پیدا کی موت اور زندگی) جعل الظلمات والنور (بنائے اندھیرے اور نور) ایک مقولہ مشہور ہے۔ الاشیاء تعرف باضدادھا اشیاء اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

؎ گر نہ بودے بالمقابل روئے مکروہ و سیاہ ❊ کس چہ دانستے جمال شاہد گلفام را

(اگر مقابلہ پر مکروہ صورت نہ ہوتا تو کون پھول کی طرح پیاری شکل کو جانتا)

"قدرِ عافیت کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید"۔ موت نہ ہوتی تو زندگی کی۔ بیماری نہ ہوتی تو تندرستی کی۔ کمزوری نہ ہوتی تو طاقت کی۔ تاریکی نہ ہوتی تو

روشنی کی۔ رات نہ ہوتی تو دن کی۔ بھوک پیاس نہ ہوتی تو کھانے پینے کی۔ بدبو نہ ہوتی تو خوشبو کی۔ افلاس نہ ہوتا تو ثروت کی۔ ذلّت نہ ہوتی تو عزّت کی۔ جہالت نہ ہوتی تو علم کی کون قدر کرتا۔ اسی طرح دوزخ نہ ہوتی تو جنّت کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ دنیا کا ہر ایک فرد بشر ایم اے ہو جائے تو ایم اے ہونا قابل قدر و منزلت نہ رہے۔

وہ خدا جو ہزاروں لاکھوں اولے موتیوں اور ہیروں کی طرح آسمان سے برساتا اور اپنی رحمت سے انھیں جلدی سے پانی کر دیتا ہے۔ وہ قادر ہے اگر سچ مچ کے موتی اور ہیرے اتارتا۔ تو لوگ ان کی افراط سے تنگ آجاتے۔ کوڑیاں سنبھال کر رکھتے مگر ان جواہرات کے پھینکنے اور زمین صاف کرنے کے لئے جگہ نہ پاتے۔ اگر ہر شخص کے گھر میں موتی۔ ہیرے جواہرات۔ سونے۔ چاندی کے ڈھیر لگے ہوں۔ تو یہ چیزیں کوڑیوں سے بھی کم رتبہ ہو جائیں۔ پس جس طرح بعض طالب علم محنت کرکے۔ ایم۔ اے۔ بی۔ اے۔ انجینری۔ ڈاکٹری اور قانونی ڈگریاں حاصل کرتے اور بعض ولایت جاکر وہاں کے ڈپلومے اور میڈل لیتے ہیں۔ اس پر قیاس کرلو کہ اللہ رحیم کریم علیم قدیر اور حکیم نے انسان کو دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ وہ سچا ایمان۔ صحیح یقین۔ صالح اعمال۔ اچھے اخلاق۔ اعلیٰ صفات اور نیک عادات میں کوشش کرکے بڑے بڑے مراتب درجات اور اعلیٰ منزلت حاصل کرے۔ جس قدر کوئی ان کاموں میں کوشش کرے گا خدا کے فضل سے اس کا درجہ بلند اور دوسروں سے ممتاز ہوگا۔

یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ جنّت میں سوائے سُکھ کے کوئی دُکھ نہ ہوگا۔

پھر خوشی کی قدر کس طرح ہوگی - بے شک وہاں کوئی دکھ نہ ہوگا - لیکن دنیا کی
تکلیفوں اور دکھوں کا علم کبھی بھی نہ جائے گا - یہ علم رہے گا کہ ہم نے دنیا میں ایسی
ایسی تکلیفیں اور محنتیں اور مشقتیں اُٹھائی ہیں - اس علم سے وہاں کی نعمتوں کی
قدر اور پوری پوری خوشی ہوگی - گزری ہوئی محنت اور تکلیف کا علم دکھ دینے
والا نہیں بلکہ خوشی کے حصول کا ایک ذریعہ اور آلہ ہے -

بہادروں کی چھاتیوں پر جو تمغے لٹکتے ہیں وہ ان کی جان بازیوں مشقتوں
اور دکھوں کے اعلام (علامات) اور نشانات ہیں جو ان کے سینوں پر زیوروں کی
طرح چمکتے اور ان کی عزت افزائی کرتے ہیں - تمغے کیا ہیں ان کی جاں نثاریاں ہیں -
جنہوں نے تمغوں کی شکل اختیار کر لی ہے سپاہی جب پنشن لینے جاتے ہیں تو
اپنے حلیہ میں زخموں کے نشانات بدن کھول کر دکھلاتے ہیں - زخم مندمل اور دکھ
دور ہو گئے لیکن وہ نشانات ان کے کارناموں کو ظاہر اور روشن کرتے ہیں -
جس کی خوشی وہی معلوم کرتے ہیں جنھوں نے جاں نثاریاں کی ہیں -
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کام کی توفیق دے جس کے لئے اس نے ہم کو
دنیا میں بھیجا ہے - آمین ثم آمین -

آداب خلیفہ

اے میرے ہم جماعت بھائیو - قرآن کریم ہم کو ایک سبق دیتا ہے - فرماتا ہے -
قالت یا ایھا الملاء افتونی فی امری ما کنت قاطعۃ امرا حتیٰ تشھدون
قالوا نحن اولو قوۃ و اولو باس شدید والامر الیک فانظری ماذا تامرین

(اس نے کہا اے ارکین سلطنت مجھے میرے کام میں مشورہ دو - میں کسی مہم کا
فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم حاضر ہو کر مشورہ نہ دو - انھوں نے جواب دیا کہ
ہم قوت والے اور سخت لڑنے والے ہیں اور فیصلہ تیرے اختیار میں ہے - پس جو
تیری سمجھ میں آتا ہے ہم کو حکم دے -)
غور کرو کہ اس عملی طریق کا نتیجہ باوجود اس کے کہ وہ سورج کو پوجتے تھے
ان کے حق میں کیسا اچھا ہوا - اس رستہ پر چلنے کا انجام ان کے لئے بڑی کامیابی
ہوئی - ان کی سلطنت تباہی اور بربادی سے بچ گئی - اپنی سلطنت بھی برقرار
رہی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کی برکات بھی ان کو ملیں - اور
سب سے بڑی کامیابی یہ کہ عقبیٰ کی دولتیں جس کی شان میں نعیما و ملکا
کبیرا آیا ہے اُن کو حاصل ہوئیں - پس ہم کو بھی یہ سبق لینا چاہئے -
اوّل یہ کہ جس طرح ان کی سردار ایک عورت تھی اور ظاہری قوٰی کے لحاظ سے
عورت مرد سے کمزور سمجھی جاتی ہے - باوجود اس کے ان لوگوں نے اس کی ایسی تابعداری
کی - اسی طرح یہ ضروری نہیں کہ امام ظاہری قوٰی - ظاہری ساز و سامان - ظاہری
شکل و صورت اور علوم ظاہری میں بھی سب سے بڑھ کر ہو جسم کے مقابلہ پر روح
کتنی لطیف ہے مگر جسم سے اس کی قدر و منزلت کس قدر زیادہ ہے - پس اللہ نے
اپنے فضل سے ہمارے لئے جس کو خلیفہ بنا دیا اس کے فضل و رحمت سے ہمارے
لئے بس ہے -
دوم یہ کہ جب خلیفہ مشورہ کے لئے طلب فرمائے حاضر ہو کر مشورہ دینا
چاہئے -

سوم یحن الواقعۃ والوا باس شدید سے یہ مطلب ہے کہ جس طرح عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے اور میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ پر اپنی بہادری کی تعریف کرنا کار ثواب ہے اسی طرح یہ عرض کرو کہ حضور خدا نے ہم سب کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق صاحب ثروت وطاقتور بنایا ہے۔ آپ ہم کو کمزور اور کم دل نہ پائیں گے۔ ہم سچے دل سے سچا اقرار کرتے اور پختہ عزم سے عرض کرتے ہیں کہ ہم آپ کے حکم اور آپ کے فیصلہ کی تابعداری اور فرماں برداری کرنے میں اپنی انتہائی طاقت خرچ کردیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جان بھی اور مال بھی قربان ہے تیرے لئے۔ اور زن وفرزند بھی تجھ پر سے سب صدقہ کیے۔

چہارم۔ والامر الیک سے ظاہر ہوتا ہے کہ تابعداری اور اطاعت کا تو ہم عہد کرتے ہیں لیکن یہ کہ ہم کو کیا کرنا چاہیئے اور کس بات کی فرماں برداری کرنی چاہیئے۔ اس کے متعلق ہم ایک ذرہ بھر ارادہ یا عزم نہیں رکھتے اے خلیفہ یہ تیرا ہی کام ہے اور فیصلہ کرنا تیرے ہی لئے مخصوص ہے۔ فاذا عزمت میں اللہ تعالیٰ نے عزم کو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مخصوص فرمایا ہے۔ حضور کی اتباع کے بموجب خلفاء امت اس اتباعی خصوصیت سے ممتاز ہیں۔

افسروں کے حکم کی تابعداری خلیفہ کے اس حکم کی تابعداری ہے جس نے ان کو افسر بنا دیا ہے اے اللہ تو ہم کو اس بات سے بچالے کہ ہم خلیفہ اور ان کے مقرر کردہ افسروں کی تابعداری سے پہلو تہی کریں۔ تو ہم سب کو اپنے فرماں برداروں سے کردے۔

—— .آمین. ——

آدابِ خلیفہ

میرے سابقہ ملحقہ مضمون پر یہ خیال نہ کرنا کہ خلیفہ کے آداب کے متعلق میں نے افراط سے کام لیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خلیفہ کے آداب اس قدر اس لئے ہیں کہ وہ اللہ تعالے کا بنایا ہوا ہے۔ دیکھو کوئی بڑا بھاری رئیس ہو اگر حاکم کا ایک پیادہ اس کی طرف کوئی حکم لے کر آئے وہ اس کی کیسی فرماں برداری کرتا ہے۔ اگر وہ اس کو بلانے آیا ہے سب کچھ چھوڑ کر فوراً اس کے ساتھ چل پڑتا ہے۔ یہ درحقیقت اس پیادہ کی نہیں بلکہ حاکم کے حکم کی تابعداری ہے۔ اللہ تعالے آپ چل کر دنیا میں نہیں آتا کہ اس کی اطاعت اور خدمت کی جائے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ظاہری وجود سے دنیا میں موجود نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس دنیائے خاکی کو چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ اب کون ہے جس سے محبت کا اظہار کیا جائے جس کی آواز پر لبیک کہا جائے جس کے حضور میں دل کے جذبات اور شوق پورے ہوں۔ بحمد اللہ تعالیٰ وہ خلیفۃ المسیح ہیں۔ تاکہ یہ نہ کہیں کہ اگر ہم حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ پاتے تو یوں وفاداری کرتے۔ ایسا صدق و اخلاص دکھاتے ایسی محبت و الفت کا دم بھرتے ؎

گفت پیغمبر علی را کے علی + شیر حقی پہلوانِ پُر دلی

لیک بر شیری مکن ہم اعتمید + اندر آدر سایۂ نخل امید

(حضرت علی علیہ السلام کو حضرت پیغمبر نے فرمایا کہ اے علیؑ تو خدا کا شیر ہے اور بہادر

پہلوان ہے لیکن اپنی بہادری پر بھروسہ نہ کرنا بلکہ اللہ کی امید کے فضل کے سایہ میں رہنا) بحمد اللہ تعالےٰ نخل امید کا سایہ اب اس ہمارے زمانہ میں ہمارے لئے خلیفہ ہی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اہل صنعت و حرفت۔ تاجر۔ زمیندار۔ کارکُن۔ ملازم پیشہ

اے صنعت و حرفت کرنے والے بھائیو۔ آپ کے لئے یہ باتیں ضروری ہیں۔

اوّل۔ جو شخص آپ کے پاس کام کرانے کے لئے آئے۔ اُس سے خوش کلامی اور خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ آپ کی خوش خلقی اُس کو آپ کا گرویدہ بنا دے گی اور پھر بھی کام کرانے آئے گا۔

دوم۔ یہ کہ مزدوری اجرۃ پہلے چکا لو۔ پیچھے اکثر جھگڑا ہو جاتا ہے۔

سوم۔ مزدوری اُجرت واجبی اور ہلکی ہو۔ دوسروں کے مقابلہ پر سستی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اجرۃ کی زیادتی سے آئندہ آپ سے کام نہ کرائے۔

چہارم۔ خوب سوچ کر کہ اتنے عرصہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کام کو ضرور کر دیں گے۔ احتیاطاً اس سے ایک دو دن بڑھا کر وعدہ کرو اور پھر اس وعدہ کے اندر اندر ضرور وہ کام کر کے اس کو دیدو۔ اگر وعدہ خلافی کرو گے تو اس کے بار بار کے تقاضے اور جھگڑے سے آپ بھی شرمندگی اور تکلیف اُٹھاؤ گے اور اس کو بھی دکھ دو گے۔ وعدہ خلافی کے گناہ میں گرفتار ہو گے۔ آئندہ وہ آپ سے کام کرانا پسند نہ کرے گا۔ خیر و برکت کے دروازے کو اپنے ہاتھ سے بند کرو گے۔ اگر ایفاء وعدہ کی سچی نیت ہو گی اور اس حکم الٰہی پر پوری کوشش سے عمل کرو گے تو برکت اور

رحمت الٰہی آپ کے شامل حال ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفت میں فرماتا ہے۔ ومن اصدق من اللہ قیلا (اور کون ہے جو اللہ سے زیادہ سچا ہے بات میں) اللہ تعالیٰ حضرت اسمٰعیلؑ کی تعریف میں فرماتا ہے انہ کان صادق الوعد (بے شک وہ سچے وعدہ والا ہے) وعدہ خلافی کو شیطان کی طرف منسوب فرماتا ہے۔ ووعدتکم فاخلفتکم (اور میں نے تم سے وعدہ کیا پس وعدہ خلافی کی تم سے)۔

پنجم۔ جو کام کرو ایسی عمدگی سے کرو کہ آپ کی طرف سے اس میں کوئی نقص نہ رہ جائے۔ ایسی ہمدردی سے کرو کہ گویا آپ اپنا ہی کام کر رہے ہو۔ آپ کے کام سے کام کرانے والا کا دل خوش ہو جائے۔ اے میرے کسب کرنے والو بھائیو۔ ہاتھ کی کمائی سے کھانا اللہ کو پیارا ہے۔ حدیث میں ہے ان اللہ یحب ان یاکل الرجل من عمل یدہٖ وکان داؤد علیہ السلام یاکل من عمل یدہٖ (اللہ تعالے دوست رکھتا ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ کے کسب سے کھائے اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے کسب سے کھایا کرتے تھے) حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ باوجود ہندوستان کے بادشاہ ہونے کے قرآن شریف لکھ کر اور ٹوپیاں بنا کر اپنا اور اپنے عیال کا پیٹ پالتے اور ملک کے خزانہ سے کھانا نہ کھاتے۔ الکاسب حبیب اللہ۔ (کسب کرنے والا اللہ کا پیارا ہے)

اے تاجرو دکاندار بھائیو۔ آپ کے لئے بھی یہ باتیں ضروری ہیں۔

اوّل۔ گاہکوں سے خوش خلقی اور خوش گفتاری سے پیش آؤ خواہ وہ آپ کا کتنا ہی قیمتی وقت مال کے دیکھنے میں خرچ کر ڈالے۔ چیزیں دیکھے اور کچھ نہ لے۔ اس کو ہرگز یہ لفظ نہ کہو کہ آپ نے اتنی چیزیں دیکھیں اور کچھ نہ لیا۔ اگرچہ اس نے آپ کو چند پیسے یا چند

روپے نہیں دیئے۔ لیکن آپ کی خوش خلقی سے وہ آپ کا ہو گیا۔ پھر جب اس کو ضرورت ہو گی وہ آپ ہی کی طرف کھچا آئے گا۔ کم سے کم وہ آپ کی چیزیں تو دیکھ گیا ہے۔ یہ بھی سوچ لو کہ کسی کا پیسہ مفت نہیں آیا جو بے دیکھے بھالے آنکھیں بند کر کے پھینک دے۔

دوسرے یہ کہ گاہک کی پوری ہمدردی کرو۔ آپ کو اپنے مال کا جو نقص معلوم ہے بے کم و کاست گاہک کے پاس بیان کر دو۔ ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ مال نہ بکے گا۔ یا گھاٹے سے بکے گا۔ رازق اللہ ہے۔ نہ کسب نہ تجارت نہ دکانداری۔

تیسرے یہ کہ گاہک کا وقت ضائع نہ ہونے دو۔ جب آئے اور آپ کوئی کام کر رہے ہو۔ فوراً چھوڑ دو۔ اور اس کو سودا دیدو۔ آپ کو کیا معلوم ہے کہ اس کو واپسی جانے کی کیسی جلدی ہے اور دیر کرنے سے اس کا پیچھے کیا حرج ہے۔ گاہک کو باتوں میں لگا کر یا اپنا کوئی قصہ چھیڑ کر تنگ نہ کرو۔ وہ آپ کے لحاظ سے منہ پر کچھ نہ کہے اور دل ہی دل میں تنگ ہو۔ جو گاہک پہلے آئے اس کو پہلے دو۔ جو پیچھے آئے اس کو پیچھے دو۔

چوتھے۔ نفع بہت تھوڑا ہو۔ اتنا نفع نہ ہو کہ وہ بیزار ہو جائے اور آیندہ آپ کی دکان کا نام نہ لے۔

پانچویں۔ نفع اُس وقت لگاؤ کہ آپ کے مال کی خرید عمدہ ہو اور نفع کی گنجائش رکھتا ہو۔ اگر آپ کی خرید گران ہے۔ یا نرخ کی عام رفتار نے اس کی قیمت کو گھٹا دیا ہے تو بجائے نفع گھاٹا اُٹھاؤ۔

چھٹے۔ اگر آپ نے فکسیڈ ریٹ یعنی مقررہ قیمت رکھی ہے تو اچھی بات ہے۔ مگر اس میں ایک مشکل ہے۔ وہ یہ ہے کہ لوگ اعتبار نہیں کرتے اور خواہ مخواہ قیمت کم کراتے ہیں۔ اس کے متعلق آپ کو ایک بات سُناتا ہوں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ

بنصرہ کی خدمت بابرکت میں ایک شخص کا خط آیا کہ میں نے اپنی دکان کے مال پر مقررہ قیمت رکھی ہے۔ ایک زبان بولتا ہوں۔ لوگ اعتبار نہیں کرتے۔ قیمت کم کراتے ہیں۔ میں کم نہیں کرتا۔ وہ سودا نہیں لیتے۔ بکری بند ہے۔ میں کیا کروں۔ حضور نے جواب میں لکھوایا کہ آپ اپنی قیمت مقررہ سے کچھ بڑھ کر قیمت کہدیا کریں۔ پھر جو قیمت خریدار ادا کرے جس قدر آپ کی مقررہ قیمت سے بڑھ کر ہو وہ خریدار کو واپس کر دیا کریں۔ اس طریق پر عمل کرنے سے کچھ عرصہ بعد آپ کا اعتبار ہو جائے گا۔ اور گاہک مقررہ قیمت خوشی سے منظور کر لیں گے۔

ساتویں۔ دوسرے تاجروں اور دکانداروں کے ساتھ لین دین کے تجارتی معاملات اور وعدوں کو سچا رکھو۔ اگر ایسا کرو گے اعتبار بڑھ جائے گا۔ تجارت ترقی کرے گی۔ اللہ برکت دے گا انشاء اللہ تعالےٰ۔

آٹھویں۔ تجارت اور دکانداری میں ایسے منہمک اور مشغول نہ ہو جاؤ کہ جماعت کی نماز اور خدا کی یاد کو بھول جاؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ و لا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار لیجزیھم احسن ما عملوا ویزیدھم من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب (وہ لوگ کہ غافل نہیں کرتی ان کو تجارت اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور جماعت کی نماز سے اور ادائیگی زکوٰۃ سے۔ وہ خوف رکھتے ہیں اپنے دل میں اس دن کا کہ جب الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں تاکہ بدلہ دے اللہ اُن کو اچھا ان کے عملوں کا اور زیادہ کرے ان پر اپنا فضل اور اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے شمار) اے میرے بھائیو جو کسب کرتے ہو تاجر اور دکاندار ہو۔ اللہ

تعالےٰ آپ کو ان آیات شریف میں بشارت دیتا ہے کہ اگر آپ اپنے کاروبار میں اللہ کو یاد رکھو گے جماعت سے نماز پڑھو گے۔ زکوٰۃ دو گے اور آخرۃ کے دن کا ڈر رکھو گے اللہ تعالےٰ آپ کو ان نیک اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے گا۔ رزق کی کشائش برکت عطا فرمائے گا اور جس کو چاہے گا بے شمار رزق دے گا۔

نویں۔ آپ کے مال ماپ۔ تول۔ تعداد اور جنس کا وزن۔ تعداد جنس اور ماپ صحیح صحیح ہو۔ جیسا زبان سے کہو ویسی چیز ہو۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر اس لئے عذاب نازل ہوا کہ ان کا وزن۔ تول اور پیمانہ ٹھیک نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان۔ (وزن انصاف سے کرو اور کم نہ تولو) اس زریں اصول پر جس قوم نے عمل کیا ان کی تجارت ترقی کر گئی۔ دیکھو ولایت سے جو مال صندوقوں میں بند ہو کر آتا ہے۔ جیسا لکھا ہوتا ہے ویسا برآمد ہوتا ہے۔ سوئیوں کا بہت بڑا صندوق ہوتا ہے کسی ایک پلیتہ کو گن لو شاید ہی کوئی سوئی کم یا زیادہ یا شکستہ ہو۔

اس سچائی سے ان کی تجارت نے کیسی ترقی کی ہے۔ نیکی نیکی ہی ہے اور اچھا کام اچھا ہی ہے۔ خواہ کوئی کرے۔ جس نے دنیا کے لیے کیا اس کو اس کا ثمرہ دنیا میں مل گیا۔ اور جس نے دنیا و عقبیٰ دونوں کے لئے کیا اس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے دونوں جہان میں بدلہ دیا۔

دسویں۔ بعض دکاندار کہتے ہیں دکانداری پردہ کی ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ گویا خریدار کو چیز کی حقیقت اور صحیح نرخ سے بے خبر رکھنا چاہتے ہیں۔ اس بات سے تجارت میں ترقی نہیں ہوتی اور جب کبھی خریدار کو حقیقت آشکارا ہو جاتی اور پردہ فاش

ہو جاتا ہے تو بدگمان اور بیزار ہو جاتا۔ دکاندار کو برے ناموں سے یاد کرتا۔ اور سودا لینا قطعاً بند کر دیتا ہے۔ بلکہ چاہیئے کہ چیز ایسی اور نرخ ایسا ہو کہ خریدار جہاں چاہے مقابلہ کرے۔

اے کارکن اے ملازم پیشہ بھائیو۔ آپ دین کے خادم ہو۔ اپنی ماہواری تنخواہ میں سے دین کی خدمت کرتے ہو۔ محنت، دیانت اور امانت سے کام کرو۔ امپرسٹ کو پوری ہمدردی سے خرچ کرو۔ ایک پیسہ ضائع نہ ہونے دو۔ جہاں تک ہو سکے کفایت سے کام کرو۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے افسروں کی پوری تابعداری کرو۔ ان کا ادب کرو اور خوش رکھو۔ اگر وہ تنبیہ کریں جواب سوال نہ کرو۔ سر تسلیم خم کر دو۔

اے میرے زمیندار بھائیو۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بڑی نعمت دی ہے جس کے لیے دنیا اس قدر تگ و دو کرتی اور پیسہ کماتی ہے وہ نعمت آپ ہی کے ہاتھ میں دیدی ہے۔ زمینوں کی کاشت میں محنت سے کام کرو۔ اللہ تعالےٰ سے بہت دعائیں کرو۔ وہ بارش برسائے گا۔ آپ کے کھیت ہرے بھرے ہوں گے۔ باغات بارآور ہوں گے۔ پیداوار اچھی اور موجب خیر و برکت ہو گی۔ نقصانوں سے بچائے گا جسمانی اور روحانی ترقیات بخشے گا اس آیت شریف کو یاد رکھو۔ من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ و من کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا و مالہ فی الاٰخرۃ من نصیب۔ (جو کوئی ارادہ کرتا ہے آخرۃ کی کھیتی کا اس کی کھیتی کو ہم بڑھاتے ہیں اور جو کوئی ارادہ کرتا ہے دنیا کی کھیتی کا اس میں سے اس کو دیتے ہیں اور اس کے لئے آخرۃ میں حصہ نہیں۔)

جیسی اپنی زمین سے ہمدردی ہے اپنے ہمسایہ کی زمین سے بھی ویسی ہی ہمدردی

دکھو۔ یہ نہ ہو کہ کوئی ڈنگر آپ کے کھیت میں نقصان کرے۔ بلکہ ہمسایہ کے کھیت کا نقصان ہوتے دیکھو اور اس کا مالک نہ ہو تو اس کی حفاظت ایسی ہی کرو جیسی اپنی کرتے ہو۔ ہمسایہ کا حق بہت بڑا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے ہمسایہ کے حق کی اور مسواک کی اس قدر تاکید کرتے ہیں کہ گویا ہمسایہ بھی ورثہ میں شریک ہو جائے گا اور مسواک فرض ہو جائے گی۔

مسواک کے اور فوائد کے سوا ایک فائدہ یہ ہے کہ پاس بیٹھنے والا صاحب بالجنب جو کہ ایک طرح کا ہمسایہ ہوتا ہے بدبو سے بچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں ماں باپ اور اقربا سے احسان کرنے کا حکم دیا ہے وہاں ہمسایہ کا بھی حکم دیا ہے۔ فرماتا ہے۔ والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب (اور رشتہ دار ہمسایہ اور غیر رشتہ ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والا) پس ہمسایہ کے ساتھ احسان کرنا اور اچھا سلوک کرنا ضروری ہے۔ ہمسایہ کوئی چیز طلب کرے خوشی سے دیجائے۔ سالن میں شوربا زیادہ ہو تاکہ کچھ ہمسایہ کو بھی دیدیا جائے۔ قرض مانگے دلی خوشی سے دیا جائے۔ تکلیف دہی سے وصول نہ کیا جائے۔ بلکہ تیسیر اور سہولت مدنظر ہو۔ استطاعت ادائیگی نہ ہو تو دلی محبت سے معاف کر دیا جائے۔ خیرات کا ثواب دس حصہ اور قرض دینے کا ثواب انیس حصہ ہوتا ہے۔ ہمسایہ کسی بات کی تنگی نہ اٹھائے۔ بیمار ہو تو عیادت کرے۔ کسی امداد کا حاجت مند ہو تو امداد دے۔ شادی غمی میں للّٰہی محبت کے ساتھ اس کا شریک رہے۔ اگر ہمسایہ یہ کام نہ کرے تو آپ ضرور کرے۔ یہ خیال دل میں نہ لائے کہ ہمسایہ تو ہم کو پوچھتا نہیں ہم کیوں پوچھیں۔ وہ ہمارے کام میں شامل نہیں ہوتا ہم کیوں شامل ہوں۔ جو نیکی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اجر دیتا ہے۔

ہمسایہ اجر نہیں دیتا۔ اللہ اجر دیتا ہے۔ نیکی جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے کی جائے۔ ایسی بے بہا اور بیش قیمت چیز ہے کہ اس کا اجر بندوں کی طاقت سے باہر ہے۔ بندے ہرگز ہرگز بدلہ نہیں دے سکتے۔ پس اے نیکیوں میں سبقت کرنے والو اپنے اعمال صالحہ کا اجر اللہ سے مانگو۔ بندوں سے امید کر کے اشرفیوں کو کوڑیوں سے نہ بدلو۔ قرآن شریف میں ہے وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علیٰ رب العالمین (اور میں تم سے اس پر بدلہ نہیں مانگتا میرا اجر اللہ دے گا) جیسی اپنے مکان۔ دیواروں چھتوں۔ پرنالوں۔ نالیوں اور راستوں کی حفاظت کرتے ہو ویسی ہی ہمسایہ کی کرو۔ آپ تکلیف اٹھالو مگر ہمسایہ کو تکلیف نہ ہونے دو۔ کسی طرح ہمسایہ کی دل شکنی نہ ہو۔ اس سے وہ پاک پروردگار رب العالمین جو آپ کا اور آپ کے ہمسایہ کا رب ہے آپ سے بہت خوش ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ توفیق دے کہ ہم الدنیا مزرعۃ الآخرۃ کو نہ بھولیں۔ آمین۔

خلافت کی شکر گزاری

اے پیاری احمدی جماعت اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے فضل سے کتنا کرم فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضور کے تشریف لے جانے کے بعد حضور کی خلافت جاری فرمائی کیسا اچھا خلیفہ دیا ہے۔ اس عظیم الشان نعمت کی قدر کرو اور شکر کرو۔ قدردانی اور شکر گزاری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور توفیق مانگتے ہوئے ان باتوں پر عمل کرو۔

اوّل۔ آپ خلیفہ کے حکم کے تابعدار بن جاؤ۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود خلیفہ بنایا

ہے ان کے فرمان کو اپنے اعتقاد اور اخلاص سے من جانب اللہ سمجھو۔ اور ان کے فیصلہ کو خواہ آپ کی رائے کے مخالف ہو حق بجانب مانو۔

دوم۔ مال و جان سے خدمت گزار ہو۔ دینی خدمت اور ضروریات سلسلہ کے لئے جب وہ آپ کا مال طلب فرمائے تو دلی محبت کے ساتھ اُن کی خدمت میں حاضر کر دو۔ ہاتھ پیر اعضاء کی طرح ان کے خادم اور تابعدار رہو۔ سچّی بات اور سچّی قربانی یہی ہے۔ کہ جو کچھ اللہ نے دیا ہے سب اسی کی راہ میں خرچ کرو۔

سوم۔ خلیفہ جو تعلیم دیتا ہے اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ۔ احمدیت زبان پر ہی نہ ہو بلکہ دل میں سرایت کر جائے۔ تمام اندرونی بیرونی قوٰی۔ افعال۔ اعمال۔ عادات۔ اخلاق اور معاملات کو اپنے رنگ میں رنگین کر دے۔ خدا کرے کہ آپ کا وجود احمدیت کا نمونہ بن جائے۔

چوتھے۔ خدا کے فضل سے جب آپ اس نور سے منور ہو جاؤ تو وہ نور دوسروں کو پہنچاؤ۔ اور ان پردوں کو جو مخالفین نے اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دلربا چہرے کے دیکھنے سے لوگوں کی آنکھوں پر ڈال رکھے ہیں دور کرو۔ اور اسلام کا وہ حسین عارض جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو دکھلایا ہے اوروں کو بھی دکھاؤ۔ مخالفین کی ملامت اور گالیاں کھاتے ہوئے صبر۔ تحمل اور برداشت کے ساتھ کلمہ خیر منہ سے نکالو۔ حقیقت اور سچائی پر ہر ایک پہلو سے روشنی ڈالتے ہوئے تبلیغ کرو۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ مخلوق الٰہی آپ کے نیکوکاری۔ اخلاق فاضلہ۔ عقاید صحیحہ۔ نیک نمونہ اور تبلیغ حسنہ سے "متاثر" ہو کر انشراح صدر سے احمدیت کو قبول کرتی جائے۔ آمین۔ یہ ہے اس نعمت کی قدردانی اور شکر گزاری اللہ نصیب فرمائے۔

اے نعمتِ عظمیٰ خلافت کے قدر کرنے والے شکر گزار بھائیو خدا محفوظ رکھے اگر کوئی اس دولت بے بہا اور نعمت بے قیاس کی بے قدری اور ناشکری کر کے آپ سے علٰحدگی اختیار کرے اور آخرین منہم اور ید اللہ فوق الجماعت کو چھوڑ دے اور موافقت کا جامہ اُتار کر مخالفت کا پہن لے تو غم نہ کرو۔ بلکہ اللہ تعالےٰ سے امیدوار رہو کہ وہ رحیم کریم اپنے فضل اور رحمت سے انشاء اللہ تعالےٰ بہت سے مخلص لے آئیگا۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اپنے مخلص اور شکر گزار بندوں میں سے کر دے۔ اور ہمارا انجام بخیر کرے۔ آمین۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

حبّ دنیا

اے اشد حبًا للہ کو بھول کر دنیا سے سخت محبت کرنے والو۔ اپنی بیوی بچّوں کی خاطر مال جمع کرتے ہو۔ مکان اور حویلیاں بناتے ہو۔ ایک چپہ زمین کے لئے اپنے ہمسایوں سے لڑتے ہو۔ تھوڑے سے مال کے لئے اپنے ہمسایہ سے لڑتے ہو تھوڑے سے مال کے لئے اپنے بھائیوں سے جھگڑا کرتے ہو۔ گناہوں کا بوجھ سر پر لیتے ہو حالانکہ تمھیں خوب معلوم ہے کہ تمھیں اپنی جان کے لئے دو روٹیاں اور ایک چھوٹا سا کوٹھا بہت ہے۔ یہ سب کھیلاوا بیوی بچّوں کے لئے ہے۔ کہ پیچھے ہمارے بیوی بچے کیا کریں گے۔ مگر تم کو یہ بھی خبر ہے کہ تمھارے بیوی بچے کیسے ہوں گے۔ جن کے لئے تم بے سوچے سمجھے گناہ ثواب کا خیال کیے بغیر یہ بوجھ اُٹھا رہے ہو۔ گناہ ثواب کا خیال نہیں۔ حرام حلال کی فکر نہیں۔ اناپ شناپ دولت جمع کرنے کی دھن لگی ہوئی ہے۔

کیا اچھا ہوتا کہ شہد کی مکھی ہوتے جو اس زمین کی پیداوار سے اپنے لئے اور دوسروں کے لئے پاکیزہ شہد جمع کرتی ہے نہ سانپ جو اسی زمین میں سے اپنے سر میں زہر جمع کرتا ہے۔ خوب سوچ لو کہ اگر اولاد بری ہوگی تو تمہارے اس جمع کردہ مال کو ناجائز راہوں میں برباد کر دیگی۔ اور اگر نیک اور صالح ہوگی تو تمہیں کیا غم اور فکر ہے۔ اللہ یتولی الصالحین۔ اللہ آپ کارساز ہوگا پس تم اپنے بیوی بچوں کی خاطر اپنے سر پر عاقبت کا بوجھ نہ اٹھاؤ۔ کیونکہ وہاں جب تم کو اپنے اعمال کی جواب دہی ہوگی۔ یہ تمہارے بیوی بچے تمہارا بوجھ کچھ نہ بٹائیں گے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفیٰ الا من آمن وعمل صالحا فاولٓئک لھم جزا الضعف بما عملوا وھم فی الغرفات اٰمنون (اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو ہمارے مقرب نہ بنائے گی مگر جو ایمان لایا اور اچھے عمل کے ان کو دگنے ان کے اعمال کے بدلے ملیں گے اور وہ جھروکوں والے محلوں میں امن اور جمعیت خاطر سے رہیں گے) اور فرماتا ہے یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم (اس دن کام نہ آئے گا مال اور نہ بیٹے مگر جو آیا اللہ کے پاس بے عیب دل لے کر) کیا اچھا ہوتا اور کیسی اچھی بات تھی اگر ان کی اس ہمدردی کی بجائے خود بھی نیک بن جاتے اور ان کے نیک بننے کے لئے بھی کوشش کرتے۔ اگر ایسا کرو گے تو تم ان کو ایسی بے انتہا دولت دے جاؤ گے جس کو کبھی زوال نہ ہوگا۔ اللہ فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا (اے مومنو آپ کو اور اپنے عیال کو آگ سے بچاؤ)۔

نیک سلوک

اے میرے پیارے بھائیو بے شک عدل بہت اچھی چیز ہے لیکن اس سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ نے احسان کا درجہ رکھا ہے۔ اگر کسی دنیاوی چیز پر تمہارا جھگڑا اپنے بھائی سے ہوتا ہے۔ خواہ ایک بالشت زمین کے متعلق ہے۔ یا ایک پرنالہ اور راستہ کا معاملہ ہے یا چند پیسوں کا لین دین ہے۔ تم خوب جھگڑتے ہو۔ قضا میں جاتے ہو۔ بے شک عدل کی رو سے تم اچھا کرتے ہو۔ لیکن اس سے بڑھ کر ایک درجہ احسان کا ہے۔ اگر تم از روئے احسان تھوڑی سی زمین اپنی خداداد زمین میں سے دیدو گے یا اس کے پرنالہ۔ نالی اور راستہ کی خاطر تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لوگے یا تھوڑے سے مال کا نقصان اٹھا لو گے اور ہمسایہ اور بھائی کو آرام پہنچاؤ گے۔ اور نیت تمہاری رضاء الٰہی کی ہوگی نہ احسان جتانے کی تو اللہ تعالےٰ کے بڑے بڑے فضلوں کے امیدوار ہو جاؤ گے اور ایسے وقت جبکہ اشاعت اسلام کی مہم درپیش ہے دہرا ثواب حاصل کرو گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

خرچ

اے دوستو قرآن شریف میں اموال کے خرچ کرنے کے طریق کا ذکر ہے۔ صحابہ نے بھی خرچ کرنے کی راہ پوچھی ہے۔ مگر یہ سوال کہیں نہیں کہ ہم مال و دولت کس طرح کمائیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خرچ کرنا اہم کام ہے۔ درحقیقت بات یہی ہے۔ ایک کم آمدنی والا جو اپنے اخراجات ٹھیک اور صحیح

اندازہ پر رکھنا اور اپنے مقررہ بجٹ سے باہر نہیں جاتا زیادہ برکت والا اور آسودہ حال ہوتا ہے اس زیادہ آمدنی والے سے جو اپنے پیسہ کو بیراہ اور بے جا خرچ کرتا ہے۔ پس جو تم کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کو ٹھیک اللہ رسول کی منشا کے مطابق خرچ کرو۔ حق حقوق ادا کرو۔ سلسلہ کی خدمت کرو۔ جو خدا نے دیا ہے اُس پر قناعت کرو۔ اللہ سے مانگو اور کسی سے سوال نہ کرو۔ تقویٰ اختیار کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اموال میں برکت دے۔ خرچ دو قسم کے ہیں۔ دنیاوی اور دینی۔ دنیاوی اخراجات کے متعلق جب کوئی خرچ درپیش ہو تو بتدریج تین باتیں سوچ لو۔

اوّل۔ کوئی ایسی صورت ہے کہ یہ خرچ نہ کرنا پڑے۔ اس کی ضرورت نہ رہے۔

دوم۔ یہ کہ وہ کونسی صورت ہے کہ یہ ضرورت کم سے کم میں پوری ہو جائے۔

سوم۔ یہ کہ اگر حرج نہ ہو تو اس میں توقف ڈال دیا جائے۔

دینی اخراجات کا طریق اس کے برعکس ہے۔

اوّل یہ کہ یہ خرچ ضرور ہو۔

دوم جتنا ہو سکے یہ خرچ زیادہ ہو۔

سوم۔ جہاں تک ہو سکے یہ خرچ جلدی ہو۔

یہ کیوں۔ یہ اس لئے کہ یہ نہ رہے گی وہ رہے گا۔ یہ بے وفا ہے وہ باوفا ہے۔ یہ فانی ہے وہ باقی ہے۔

مستورات اور تربیت اولاد

اے اللہ رسول کی سچی فرماں بردار تقویٰ والی قاصرات الطرف نیک بی بیو۔

اللہ تعالیٰ نے تم کو جنت کی بیبیاں بنایا ہے۔ یہ مرد اس دنیا کی گاڑی کو تمہاری امداد کے بغیر منزل مقصود پر نہیں پہنچا سکتے۔ پس تم ہر وقت ان کی مددگار رہو۔ دینی دنیاوی کاموں میں ہمیشہ ان کا ہاتھ بٹاؤ۔ جس طرح وہ تمہارے حاجتمند ہیں۔ اسی طرح تم بھی اُن کی امداد کے بغیر کسی مقام تک نہیں پہنچ سکتیں۔ بڑی نیک وہ عورت ہے جو اپنے خاوند کی اس کے دین میں مدد کرتی ہے۔ تم عفت۔ تقویٰ اور پاکیزگی سے ان کے گھروں میں رہو۔ جس طرح مردوں کو اللہ تعالیٰ نے نظر نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے اسی طرح تم کو بھی دیا ہے۔ تم بھی اپنی نظریں نیچی رکھو۔ خواہ تمہارے اوپر چادر یا برقعہ ہو۔ تب بھی تمہاری نظر نامحرم پر نہ پڑے۔ یہ خیال نہ کرنا کہ ہمارے دیکھنے کو لوگ نہیں دیکھتے۔ بے شک لوگ نہیں دیکھتے لیکن خدا دیکھتا ہے۔ پردہ اسی لئے نہیں کہ غیر نہ دیکھے بلکہ اس لئے بھی کہ غیر کو نہ دیکھو۔ ایک نابینا صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لئے اندر گھر میں تشریف لائے۔ حضرت ام المومنین عایشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پردہ کیا حالانکہ وہ نابینا تھے۔ اپنی زینت ظاہر نہ کرو۔ مزیّن جوتی تمہارے پاؤں کی زینت ہے باہر جانے کے لئے معمولی سادہ جوتی رکھو۔ خوشبو لگا کر باہر نہ جاؤ۔ برقعہ اور چادر ایسی ہو جس میں زینت نہ ہو۔ ولا یبدین زینتہن کے مطابق برقعہ زینت چھپانے کے لئے ہے نہ کہ خود زینت۔ بے شک انسان کی یہ طبعی خواہش ہے کہ اچھا نظر آئے۔ لیکن اس کا بے محل اور بے موقعہ استعمال نفس اور شیطان کا فریب ہے۔ الّا ما ظہر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو خود بخود یا کسی عذر سے ظاہر ہو معاف ہے۔ لیکن اس حیلہ سے ارادتاً زینت ظاہر کرنا منع ہے۔ پہلی نظر جو نامحرم پر خود بخود بلا ارادہ پڑے

معاف ہے مگر ارادتاً دوسری نظر منع ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کشتی نوح میں فرماتے ہیں "چاہیئے نامحرم کے مقابلہ کے وقت تیری آنکھ خوابیدہ رہے۔ تجھے اس کی صورت کی کچھ بھی خبر نہ ہو۔ مگر اس قدر جیسا کہ ایک دھندلی نظر سے ابتداء نزول الماء میں انسان دیکھتا ہے"۔

تمہارے دل پاکیزہ تمہارے خیال پاکیزہ ہوں۔ پس پردہ اگر کسی نامحرم سے کوئی بات کرنی ہو تو نرمی سے کلام نہ کرو بلکہ سختی اور کرختی سے بولو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا (پس دب کر بات نہ کرو پھر لالچ کرے کوئی جس کے دل میں روگ ہے اور کہو نیک بات) قرآن شریف کا اصل منشا جو پردہ سے ہے سمجھ لینا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفورا الرحیما (اے نبی کہدیں اپنی بی بیوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی بی بیوں کو کر ڈال لیں اپنے اوپر اپنی چادریں تھوڑی سے نیچے یہ بات قریب ہے اس کے کہ نہ پہچانی جائیں اور ایذا نہ دی جائیں اور اللہ غفور رحیم ہے۔

انسان کا جوہر حیا اور شرم ہے۔ الحیاء من الایمان جس میں جتنی حیا زیادہ ہے اتنا ہی اس کا ایمان زیادہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں سب بنی آدم سے بڑھ کر صفات حمیدہ تھیں۔ ان میں سے ایک صفت یہ تھی کہ آپ ایسے حیا والے تھے جیسی کنواری لڑکی میں حیا ہوتی ہے۔

برقعہ یا چادر ہو تب بھی رفتار میں حیا ہو۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں

نبی کی صاحبزادی کا ذکر فرمایا ہے فجاءتہ احداھما تمشی علی استحیاء (پس آئی اس کے پاس ایک ان دونوں میں سے چلتی ہوئی حیا کے ساتھ)

یہ سب اس لئے کہ تم اپنے خاوند کے ساتھ اتفاق اور محبت سے رہو اور دونوں یک دل ہو کر جمعیت خاطر سے خدا کی یاد کرو۔ اور اللہ رسول کی فرمان برداری اچھی طرح بجالاؤ۔ تمہارا گھر خواہ غریبی گھر ہو مگر اتفاق محبت اور سلوک کی بدولت جنت کا نمونہ بن جائے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر تم اپنی بی بیوں سے کوئی ناپسند بات دیکھو تو دل برا نہ کرو۔ امید ہے اللہ تعالےٰ تم کو خیر کثیر دے۔ اسی طرح اگر تم اپنے خاوند میں کوئی نامرضی بات معلوم کرو۔ مثلاً وہ غریب ہو۔ شکیل نہ ہو۔ یا اور کوئی بات ہو تو اپنا دل برا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو بھی خیر کثیر دے۔ یہ بات تم کو تب حاصل ہو سکتی ہے جبکہ تمہارا مقصد صرف دنیا کی عیش و عشرت نہ ہو بلکہ عقبیٰ اور آخرۃ کے گھر کی محبت ہو اور وہاں کا آرام و عیش مدنظر ہو جس عورت نے اپنے خاوند کو یہ الفاظ کہہ دیے کہ جب سے میں تیرے گھر میں آئی میں نے خیر اور بھلائی نہیں دیکھی اُس نے اپنی زبان سے ساری عمر کی نیکی برباد کردی۔ مردوں کو عورتوں کی سخت کلامی بدزبانی اور تحکمانہ کلام سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ نرمی سے بات کرو۔ خاوند کو طعنے نہ دو۔ اُس کی حقارت نہ کرو۔ خواہ تم پڑھی لکھی مال و دولت والی ہو اور خاوند ایسا نہ ہو پھر بھی تم اُس کو اپنا سر تاج سمجھو۔ اس بات سے وہ خدا جس نے تم کو ایسا لائق بنایا ہے خوش ہوگا۔ اور تم کو بڑے مرتبے دیگا جس قدر ہو اپنے خاوند کے لئے اپنی زینت کرو۔ تاکہ تم کو ثواب ہو۔ اس کی اجازت کے بغیر

گھر سے باہر نہ جاؤ۔ اس کے اموال کی حفاظت کرو۔ اس کے اذن کے بغیر
کسی کو کوئی شے نہ دو۔ اس کی فرماں برداری کرو۔ جو کچھ وہ کما کر لائے اور تم کو
دے اس پر شکر کرو۔ اگر تھوڑا لائے اس پر قناعت کرو۔ ناشکری اور بے صبری
نہ کرو۔ جب اُس سے کلام کرو تو خوشی بشاشت اور خندہ پیشانی سے کرو۔ تیوری
نہ چڑھاؤ بلکہ مسکراؤ۔ باتیں جب کرو تو اچھی۔ نیک اور خوش کُن کرو۔ ایسی باتیں نہ کرو
جو اس کا دل غمزدہ ہو۔ سہ

بلبلا مژدۂ بہار بیار ٭ خبر بد بہ بوم باز گزار

(اے بلبل خوشی کی بات سُنا اور بُری بات اُلّو کے لئے چھوڑ دے۔) تمہارا کلام
نرمی۔ محبت اور ملائمت سے بھرا ہو۔ دیکھو تمہارا میاں سارا دن مزدوروں کی طرح
محنت کر کے تھکا ماندہ ہو کر گھر میں آتا ہے۔ کما کر لاتا ہے۔ تم پر خرچ کرتا ہے۔ اگر
گھر میں آکر بھی اُس کو آرام اور راحت نہ ملے تو کس قدر بے انصافی ہے۔ دوسری
عورتوں کے خاوند کی تعریف اپنے مرد کے پاس ہرگز نہ کرو۔ وہ سمجھے گا کہ میری بیوی
مجھ کو حقیر سمجھتی ہے۔ نہ دوسری عورتوں کی تعریف اُس کے پاس کرو۔ وہ تم کو
حقیر سمجھے گا۔ وفا تو یہ ہے کہ تم اپنے لئے اپنے خاوند کو سب عورتوں کے خاوندوں
سے زیادہ خوبصورت اور خوب سیرت سمجھو۔ خاوند بھی اپنی بیوی کو ایسا ہی
سمجھے۔ اللہ کی رضا کے لئے محبت ہو تو یہ بات ناممکن نہیں۔ اس بات پر عمل کرنے
سے مرد اور عورت دونوں کی زندگی خوشی، اتفاق اور سلوک سے گزرتی ہے۔
ورنہ تلخ ہو جاتی ہے۔

تمہارے گھر میں ذکر الٰہی ہوتا رہے۔ قرآن شریف کی آواز آتی رہے۔

حضرت صاحب کی کتابوں کا مطالعہ جاری رہے۔ نمازیں پڑھی جائیں۔
رات کو تہجد گزاری ہو۔ مرد مردوں میں تبلیغ کرے عورت عورتوں میں۔ پھر تمھارا
گھر کیا ہوگا ایک بہشتی گھر ہوگا۔ خدا کے فضل سے جنت کا نمونہ بن جائے گا۔

اے نیک بی بیو! آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جیسا مردوں پر علم حاصل
کرنا فرض فرمادیا ہے۔ اسی طرح عورتوں پر۔ حضور فرماتے ہیں طلب العلم
فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ (علم کا حاصل کرنا فرض ہے ہر ایک
مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر) علم پڑھو۔ سب سے مقدم قرآن شریف۔
احادیث شریف) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان دین کی کتابیں ہیں۔
اس کے بعد وہ دنیاوی علوم کی کتابیں ہیں جو دین کی مددگار ہیں۔ گھر کے فرائض
سے جس وقت بھی فرصت ملے کتابیں پڑھو۔ علم کے بغیر دین بھی خراب ہے اور
دنیا بھی۔ عالم کے مقابل پر جاہل کا لفظ ہے۔ جاہل کیسا بُرا نام ہے۔ شیخ سعدی رح
سہ نہ جاہل گریزندہ چوں تیر باش نہ آمیختہ چوں شکر شیر باش

(جاہل سے تیر کی طرح دور بھاگ شکر اور دودھ کی طرح مل نہ جا) اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (اللہ کے بندوں میں سے وہ ڈرتے
ہیں جو علم والے ہیں) بے علمی اور جہالت کے سبب سے انسان بہت مضرتوں
بلاؤں اور آفتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ عالموں کے علم کی باتیں سن کر دل میں
بٹھا لینا علم پڑھنا ہی ہے۔ جتنا علم زیادہ ہوگا اتنا ہی عمل اور نفع زیادہ ہوگا۔
ایک گڈھا بھی علم سے بنایا گیا ہے اور موٹر۔ ریل اور جہاز بھی علم سے بنے ہیں۔
تفاوت کی وجہ علم ہی کی کم و بیشی ہے۔ خیر یہ تو دنیاوی علوم ہیں۔ لیکن خدا کے

فضل سے جن کا علم اتنا بڑھ گیا کہ ان پر مرنے کے بعد کے جہاں کے معارف اور حقائق کھل گئے ان کو خدا کی مہربانی سے اتنا بڑا فائدہ پہنچا جس کے آگے یہ دنیاوی فوائد اتنی حقیقت بھی نہیں رکھتے جتنی ہمالہ پہاڑ کے مقابل پر ایک ذرہ کی ہوتی ہے۔

یہ خیال نہ کرنا کہ ہم عورت ذات ہیں کس طرح علم پڑھ سکتی ہیں۔ گزشتہ زمانوں میں عورتیں بڑی بڑی عالمہ فاضلہ گزری ہیں اور اب بھی ہیں۔ بحمد اللہ قادیان میں تو بہت نیک بی بیاں عالمہ فاضلہ اور سند یافتہ ہو گئی ہیں۔ اور جو عورتیں لکھ پڑھ نہیں سکتیں ان کو یہاں کی درس تدریس وعظ و تذکیر سن سن کر اس قدر علم کا حظ وافر حاصل ہو گیا ہے کہ دینی مسایل پر اچھی طرح سے گفتگو کر سکتی اور دوسری عورتوں کو سمجھا سکتی ہیں۔ درس کا سننا درحقیقت علم پڑھنا ہی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں اپنے احکامات کی تابعداری میں عورتوں کو مردوں کا برابر برابر کا شریک رکھا ہے۔ فرماتا ہے۔ ان المسلمین و المسلمات والمومنین والمومنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما (یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والیاں عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں

اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بہت ذکر الٰہی کرنے والے مرد اور ذکر الٰہی کرنے والی عورتیں اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر رکھا ہے)۔

یہ خیال کہ عورت علم اور ترقی حاصل نہیں کر سکتی اور بڑے مراتب نہیں پا سکتی غلط ہے۔ ایسا ہی یہ بات بھی غلط ہے کہ نعوذ باللہ عورتوں کو بے علم ان پڑھ اور جاہل رکھنا چاہئے۔ فیج اعوج کے زمانہ میں ایسے کج خیالات پیدا ہو گئے۔ اب اللہ تعالےٰ کے فضل اور رحمت سے مسیح موعود کا زمانہ آیا ہے جو اپنے ساتھ نور اور ہدایت لایا ہے۔ دیکھنا ہمت نہ ہارنا اور مردوں سے پیچھے نہ رہ جانا۔ عورتیں بڑی بڑی بہادر گزری ہیں۔ تمہاری بہادری یہ ہے کہ مردوں کے ساتھ ساتھ علم اور تقویٰ میں قدم اٹھائے جاؤ اور آگے سے آگے بڑھتے جاؤ۔ اللہ کی توفیق آپ کی رفیق ہو۔ آمین۔

میں آپ کو قرآن شریف کی ایک بڑی خوشی کی آیت سناتا ہوں۔ سورۃ انبیاء میں اللہ تعالےٰ نے انبیا علیہ السلام کے فضائل اور ان پر اپنے انعامات بیان فرمائے ہیں۔ سب سے پہلے حضور سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر فرما کر حضور پر اپنے ایک عظیم الشان فضل اور انعام کا ذکر فرمایا ہے جو کہ اب بھی اسی آب و تاب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں پورا ہو رہا ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ بشارت الٰہی کے مطابق اپنے انتہائی کمال کو پہنچ جائے گا۔ عام دنیا خواہ زبان سے اقرار نہ کرے مگر اپنے اعمالی رنگ میں اسلام اور قرآن شریف کی تعلیم کی طرف کھچی چلی آ رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ افلا یرون

افلا یرون انا نأتی الارض ننقصها من اطرافها افھم الغالبون (کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا وہ غالب ہیں) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت جبکہ یہاں قادیان میں کوئی آتا نہ تھا فرمایا یاتیک من کل فج عمیق۔ یاتون من کل فج عمیق (آئیں گے تیرے پاس ہر ایک دور کے راستہ سے۔ آئیں گے ہر ایک دور کی راہ سے) یعنی آپ کی حیاتِ مبارکہ میں لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور آپ کی تشریف لے جانے کے بعد یہ سلسلہ ختم نہ ہوگا بلکہ اسی طرح جوق در جوق آتے رہیں گے۔ اس بشارت کے ظہور کو خدا کے فضل سے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہو کہ کس طرح خلقت قادیان میں چلی آ رہی ہے۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذکر خیر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اور انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر کے ان کے فضائل و انعامات کا بیان فرمایا ہے۔ اے نیک بیبیو آپ کو خوش خبری ہو کہ ان انبیاء علیہم السلام کے اسماء مبارک کے ساتھ شامل کر کے اللہ تعالیٰ ایک نیک بی بی کا ذکر فرماتا ہے۔ والتی احصنت فرجھا فنفخنا فیھا من روحنا وجعلناھا وابنھا آیۃ للعالمین (اور وہ عورت جس نے حفاظت کی اپنی شرمگاہ کی پس پھونک دی ہم نے اس میں اپنی روح سے اور کر دیا اور اس کے بیٹے کو نشان جہانوں کے لیے) اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ناموں کی صف میں اس نیک بخت خاتون کو جگہ بخشی ہے جس کی فضیلت اور خوبی یہ بیان فرمائی کہ وہ عفیفہ پاک دامن اور صاحب عصمت تھی اور انعام یہ بخشا کہ اسے ایک برگزیدہ نیک فرزند (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) عطا فرمایا۔

نیک اولاد اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے۔ وہ نیک نصیب مائیں بھی ہیں جن سے انبیاء علیہم السلام آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بزرگان دین اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تولد ہوئے۔ اے مبارک ماں مبارک ہو آپ کو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی تعریف فرماتے ہیں یتزوج ویولد لہ اللہ تعالیٰ نے اس تزوج میں اپنے فضل سے خاص الخاص برکات رکھی تھیں اور وہ اولاد بخشی تھی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا رہنما بننا تھا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اے نیک بی بیو بہت دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ نیک اولاد دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلما اعتزلھم وما یعبدون من دون اللہ وھبنا لہ اسحٰق ویعقوب وکلا جعلنا نبیا (پس جب چھوڑ دیا اس نے ان کو اور جن کو وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا بخشا ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب علیہما السلام اور دونوں کو نبی بنا دیا)

اے نیک بی بیو تمہارا بڑا فرض اولاد کی تربیت ہے۔ بچوں کی سب سے پہلی معلّمہ تم ہی ہو۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے اہم کام کی بنیاد تمہارے ہی ہاتھوں سے رکھی جاتی ہے۔ تمہیں نے نیکیوں کے بیج اُن کے پاک صاف دلوں کی زمینوں میں بیجنے ہیں۔ بچے جو پاکیزہ فطرۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آتے ہیں اس کی حفاظت اور ابتدائی ترقی کا کام تم نے ہی کرنا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس فرض کو بھول جاؤ اور اس کی ادائےگی میں کمزوری سستی اور غفلت دکھاؤ جس کی وجہ سے آئندہ آنے والے استادوں کو

ان کی تربیت کا کام مشکل ہو جائے۔ ابھی وہ ننھے ننھے ہوں ان کی تربیت میں لگ جاؤ۔ جس طرح تم ان کے ظاہری جسموں کو میل کچیل سے صاف رکھتی ہو اسی طرح ان کے دلوں کو بری عادتوں اور برے اخلاق سے پاک صاف رکھو اور جس طرح ان کو نہلا دھلا کر اچھے کپڑے پہنا کر خوش ہوتی ہو اسی طرح ان کے دلوں کو نیک اخلاق اور نیک عادات سے زیبائش دو۔ تمہاری اولاد اللہ کی امانت ہے۔ اس میں خیانت نہ ہو۔ اس امانت کا حق اچھی طرح ادا کرو۔ اللہ تعالےٰ نے تم کو پاک صاف نیک فطرۃ بچے عنایت فرمائے ہیں۔ دیکھنا ان کی فطرتوں میں ناجائز دست اندازی نہ کرنا۔ ورنہ تمہارے لئے سخت جواب دہی ہے۔ جس کی بری پاداش اس دنیا میں بھی ملجایا کرتی ہے۔ اپنی ذاتی اغراض کی خاطر ان کا نقصان نہ کرنا۔ اپنے فائدہ پر ان کے فایدہ کو مقدم رکھنا۔ ماں باپ کی بری تربیت سے اولاد خراب ہو جاتی ہے۔ ؎

زنان باردار اے مرد ہوشیار ؛ اگر وقت ولادت مار زائید

ازاں بہتر نزدیک خردمند ؛ کہ فرزندانِ ناہموار زائید

اے ہوشیار انسان اگر حاملہ عورتیں جننے کے وقت سانپ جنیں۔ اس سے اچھا ہے کہ بچہ جنیں اور اس کو نالائق بنا دیں۔) بچے پیدائشی ناہموار نہیں ہوتے بلکہ بری تربیت اور برے نمونہ کو دیکھ کر ناہموار ہو جاتے ہیں۔ تربیت کی کتابوں کا مطالعہ کرو۔ اچھی تربیت کرنے والی نیک بی بیوں کے پاس بیٹھو۔ اور ان کے طریقوں کا علم حاصل کرو۔ اور اس کے مطابق عمل کرو۔ جن عورتوں نے اپنی بری تربیت سے اولاد کو خراب کر دیا ہے اس کے برے نتائج کو دیکھ کر عبرت اور نصیحت لو اور اس

راستہ پر نہ چلو۔ اگر تمہاری تعلیم اور تربیت سے اولاد نیک ہو گی تو دنیا میں بھی تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور آخرۃ میں بھی۔ اُن کے نیک اعمال کے بدلہ میں تم کو بڑے بڑے ثواب اور درجے ملیں گے انشاء اللہ تعالےٰ۔

چھوٹے بچوں کو نماز کے لئے بھیجنا تمہارا کام ہے۔ پانچ وقت وضو کرا کر مسجد میں بھیجدیا کرو۔ صبح کے وقت نیند کا غلبہ ہوتا ہے بار بار جگاؤ۔ ہلاؤ۔ اٹھا کر بٹھا دو۔ بیٹھے ہوئے سو جائیں تو کھڑا کر دو۔ پکڑ کر وضو کی جگہ لے جاؤ۔ وضو کرا کر مسجد بھیجدو انشاء اللہ تعالےٰ رفتہ رفتہ عادی ہو جائیں گے۔ پھر تکلیف کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

تربیت کیلئے چھ باتیں ضروری ہیں

اوّل۔ اللہ توفیق دے تو تم خود نیک بن جاؤ۔ تمہارا نیک نمونہ دیکھ کر بچے وہی رنگ اختیار کر لیں گے۔

دوم۔ ان کو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، باتوں باتوں میں نیک بات کہتی اور نیک نصیحت کرتی رہو اور برا بھلا نیکی بدی سمجھاتی رہو۔

سوم۔ ان کے ساتھ ایسی خوش خلقی۔ شیریں کلامی۔ ملاطفت اور الفت کا برتاؤ کرو کہ اس سے متاثر ہو کر ان کے دل تمہاری طرف کھچ آئیں اور وہ تمہارا کہنا مانیں۔ تمہاری نصیحت پر عمل کریں۔ اور تمہارے رنگ میں رنگے جائیں۔ ان کے ساتھ کرختی سختی اور بد خلقی ہرگز نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم سے متنفر اور بیزار ہو کر دوسری بری صحبتوں اور برے راستوں پر چل پڑیں۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے میری ہمشیرہ کو جو حضور کی اہلیہ تھیں یہ پنجابی مثل سنائی۔

نامارمکیاں نامارسوٹے ۔ اڑجاوانگے جوں باگاں دے طوطے

یعنی اے اماں تو ہم کو مکے اور لکڑیاں نہ مار۔ ہم تیرے پاس سے اس طرح چلے جائینگے جیسے باغوں کے طوطے اُڑجاتے ہیں۔ سچی بات ہے۔ لڑکیاں بیاہی جاکر اپنے گھروں میں چلی جاتی ہیں اور لڑکے بڑے ہوکر اپنی بی بیوں کے ساتھ جدا گھر بساتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ جب اُن سے بُری بات معلوم ہو تو مناسب چشم نمائی ضرور کرو۔ مثل مشہور ہے کہ اولاد کو شیر کی نظر دیکھے اور سونے کا نوالہ کھلائے۔ قصور کے وقت اولاد سے لاڈ پیار اور محبت کرنا اولاد کو تباہ کرنا ہے۔

پانچویں ضروری بات یہ ہے کہ ان کو بُرے۔ نالائق بچوں کی صحبت سے بچاؤ۔

چھٹے یہ کہ ان کے لئے بہت دعائیں کرتے رہو۔ اللہ توفیق دے آمین۔

اے نیک بی بیو اگر تمھاری سوکن یا سوکنیں ہوں تو ان کے ساتھ شیر و شکر کی طرح رہو۔ ورنہ بے اتفاقی کی وجہ سے ایک بھی آرام سے نہ رہے گا دین و دنیا کے سب کام خراب ہوں گے۔ بے برکتی ہوگی۔ گھر جو آرام اور سُکھ کا مقام تھا کھانے کو پڑے گا۔ اگر اتفاق۔ سلوک اور محبت سے رہو گی تو تم بھی خوش رہو گی اور تمھارے آپس کے سلوک کو دیکھ کر تمھارے بال بچے بھی آپس میں اتفاق اور محبّت سے رہیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا کے فضل سے گھر برکتوں سے بھر جائے گا۔ اللہ تعالےٰ خوش ہوگا کہ میرے کیسے اچھے بندے ہیں جو اتفاق اور محبت سے رہتے ہیں۔

اے نیک بہنو سوکن اس لئے بُری لگتی ہے کہ وہ تمھاری شریک ہے تمھاری راحت آرام کھانے پہننے میں حصّہ بٹاتی ہے۔ سوچو۔ شرکت تو دنیا میں سب جگہ جاری ہے۔ کیا بیوی خاوند کی۔ خاوند بیوی کا۔ اولاد ماں باپ کی۔ ماں باپ اولاد کے۔

ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کا شریک نہیں اور حصّہ نہیں بٹاتے۔ تم نے ایک مثال سنی ہوگی۔ ایک عورت کی سوکن آئی اس نے کہا مجکو کیا غم برابر کا حصہ لونگی۔ لیکن جب اُس کے لڑکی پیدا ہوئی تو کہنے لگی اب آئی۔ یہ میرا زیور اور کپڑے لےلیگی۔ دنیا میں سارا لطف تو شرکت سے ہی ہے۔ اکیلا انسان خواہ کتنا ہی دولتمند اور مالدار کیوں نہ ہو خوشی نہیں اُٹھا سکتا۔ دعوتوں میں جو خوشی ہوتی ہے اسی لئے کہ سب برابر کے شریک کھاتے پیتے ہیں۔ جلسوں اور مجلسوں کا لطف کیوں زیادہ ہے اسی لئے کہ سب برابر کی آزادگی سے باتیں کرتے ہیں۔

سوکن داری کا حسد بداخلاقیوں اور شیطانی اغوا سے ہوتا ہے ورنہ درحقیقت یہ لطف اور خوشی کا مقام ہے کبھی ایسا خیال نہ کرنا کہ سوکن داری بُری چیز ہے۔ یہ بے علم عورتوں کی باتیں ہیں۔ درحقیقت اصل یہ خیال اس طرح پیدا ہوا ہے کہ مردوں نے جب بی بیوں میں عدل کرنا چھوڑ دیا اور عاشروھن بالمعروف کے حکم کو فراموش کر دیا۔ سارے کے سارے ایک بیوی کی طرف جُھک گئے اور دوسری کو کالمعلقہ کر دیا اس کی خبر نہ لی۔ تکلیف پہنچی تو اُس نے دوسری عورتوں کے پاس بیان کیا۔ اپنے دکھ کا رونا رونے لگی جس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر سوکن نہ آتی تو یہ مصیبت کیوں آتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوکن داری کو بُرا سمجھنے لگیں۔ اصل وجہ سوکن آنا نہیں بلکہ عدل نہ کرنا اور بی بیوں کو برابر نہ دینا ہے۔ اگر غربت ہو اور مرد سب بی بیوں کو برابر رکھے تو کسی کو بھی بُرا نہ لگے اور ہر ایک خوش رہے اور تعریف کرے کہ خواہ غریب ہے مگر سب کو برابر دیتا ہے۔ لیکن کتنی ہی ثروت ہو مرد عدل نہ کرے تو کوئی بھی راضی نہ رہے اور آپس میں بغض و حسد پیدا ہو جائے۔

اچھے اخلاق وہبی اور فطرتی ہوتے ہیں اور اچھے اعمال سے چمکتے اور ترقی پاتے ہیں۔ لیکن بُرے اخلاق فطرتی نہیں بلکہ بُرے عملوں اور بُری صحبتوں کے نتائج ہیں۔ بھلا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ وہ ذات پاک جو خیر محض اور جامع جمیع صفات حسنہ ہے ایسی چیز بنائے یا انسان کی پیدائش اور خلقت میں ایسے اخلاق رکھ دے جو اصل میں بُرے ہوں۔ جو کچھ وہ بناتا اور جو کچھ وہ کرتا ہے اچھا ہی اچھا اور خیر ہی خیر کرتا ہے۔ پس حسد بھی فطرتی عیب نہیں بلکہ یا تو مردوں کا قصور ہے یا عورت کے برے اعمال حاسد عورتوں کی ہم نشینی کا اثر ہے۔ یاد رہے کہ مرد کی فطرۃ کے برخلاف عورت کی فطرۃ میں دوطرف توجہ نہیں رکھی گئی۔ جس سے بیاہی گئی اُسی کی ہو رہی خواہ اس کا میاں ایک کرے یا کئی۔ ہاں اگر مرد کا قصور ہوگا یا عورت پر بُری عورتوں کی ہم نشینی کا اثر ہوگا تو نتیجہ بھی بُرا ہوگا۔

دلی محبت میں عدل کرنا نہ تو مرد کے اختیار میں ہے اور نہ اس کا حکم ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جس سے ان بی بیوں کے لئے ترقی کا دروازہ کھلا ہے۔ کیونکہ مرد کی محبت جو کسی ایک سے زیادہ ہوگی وہ اس کی کسی خوبی کی وجہ سے ہوگی جو دوسری میں نہ ہوگی۔ اس لئے ہر ایک اس کوشش میں رہے گی کہ میں اپنے میں ایسے نیک اخلاق۔ نیک صفات اور نیک عادات پیدا کروں جو زیادہ چاہتی ہو جاؤں۔ اگر ایک صفت میں ایک بڑھ گئی ہے تو دوسری صفت میں دوسری ترقی کر کے وقعت اور امتیاز حاصل کر لے گی۔ اللہ تعالےٰ مردوں کو ہدایت دے کہ وہ عدل کریں اور بی بیوں کے دلوں کو پاک صاف کر کے یگانگت۔ اتفاق۔ محبت اور حسن سلوک عطا فرمائے۔ آمین۔

دوسری بات یہ ہے کہ خدا کی مہربانی سے جب مومن اور مومنہ کی روحانیت ترقی کر جاتی ہے اور محبت الٰہی بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس وقت اس محبت کا پرتوہ مومن بندوں کے آپس کے تعلق پر پڑتا ہے اور وہ رحماء بینھم (آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے) اور فالف بین قلوبکم (پس الفت ڈالدی تمھارے دلوں میں) کے بلند مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ ایک مومن دوسرے مومن کو اور ایک مومنہ دوسری مومنہ کو خواہ اس کی سوکن ہی ہو ایسا سمجھتی ہے جیسا اس کی جان کا ٹکڑہ۔ حسد۔ کینہ وغیرہ صفات ضمیمہ سے بالکل پاک صاف ہو جاتی ہے۔ آپس کی محبت ہی محبت رہ جاتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے اس نیک بی بی کو اپنے میاں کی سچی محبت دی ہوئی ہوتی ہے اس کو اپنے میاں کی بیویاں بھی محبوب ہوتی ہیں۔ وہ جانتی ہے کہ میرے پیارے کی پیاریاں ہیں مجھے بھی پیاری ہیں۔ سوکن داری آپس کی دلداری سے بدل جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان میں یگانگت بخشتا ہے۔ ان کی مثال ایسی ہو جاتی ہے جیسے ایک جان دو قالب یا ایک جان بہت سے قالب۔ ایسی نیک بی بیاں ظاہر میں تو دنیا میں ہوتی ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو وہ جنت میں ہیں۔ کثرۃ ازدواج پر اعتراض اس ایمان اور محبت الٰہی کے اعلیٰ مقام کی ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

محبت تو دوائے ہزار بیماریست برو‌ئے تو کہ رہائی دراین گرفتاریست

(تیری محبت ہزار بیماریوں کی دوا ہے تیرے منہ کی قسم کہ اس گرفتاری میں رہائی ہے)

حسد بھی ایک بیماری ہے جس کو محبت الٰہی بالکل جلا دیتی ہے۔ نیک بی بیوں میں یہ بیماری نہیں ہوتی وہ شفاءٌ لمافی الصدور کے مطابق ان ایسے امراض سے شفایافتہ ہوتی

ہیں۔ معترض کو تنگ نظری سے بعض وقت ان کے آپس کے اختلافات کو معلوم کر کے
اعتراض کر دیتا ہے مگر یہ اختلاف ایسا ہوتا ہے جیسا اللہ تعالیٰ جنت والوں کے حق
میں فرماتا ہے یتنازعون فیہا کاسًا (اس میں ایک دوسرے سے پیالہ چھینیں گے) یا
نکاح میں خرما لوٹتے ہیں۔ یہ باتیں محبت کو دوبالا کرتی ہیں نہ کہ کم۔ اے خدا تو ایسی نیک
بی بیوں سے راضی ہو اور ان کو اپنے فضل سے دونوں جہان کی جنتیں بخش۔ آمین۔

جنت میں رہنے والیاں معظم و محترم بی بیاں حضرات امہات المومنین رضوان اللہ
تعالے علیہن اجمعین کے مبارک نمونہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ حضرت سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری میں جبکہ حضور نے اشارات غیبی سے اطلاع
بھی دیدی تھی کہ میں دنیا سے جانے والا ہوں اور وہ خوب جانتی تھیں کہ اس وقت حضور کی
خدمت گزاری کا ثواب اور اجر کتنا عظیم الشان ہے۔ بغیر حضور کے کسی ارشاد یا اشارہ کے۔
محض حضور کے اس استفسار سے کہ عائشہ کی باری کب ہے۔ یہ خیال کر کے کہ حضور کا
میلان طبع ان کی طرف ہے۔ اللہ رسول کی محبت۔ صدق۔ اخلاق اور ایثار سے سب نے
اپنی اپنی باریاں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیں۔
یہ صفات ہیں جو خدا نے جنتیوں میں رکھی ہیں اے نیک بی بیو سوکن داری کا حسد
ایک بڑا گناہ ہے۔ اللہ محفوظ رکھے۔ آمین۔

اپنے خاوند کے ماں باپ اور رشتہ داروں کو ایسا ہی عزیز رکھو جیسا تم اپنے
ماں باپ اور رشتہ داروں کو عزیز رکھتی ہو۔ اس سے تمہارے گھر میں اتفاق اور
یگانگت بڑھ جائے گی۔ بڑی خیر و برکت ہوگی۔ خاوند کے دل میں تمہاری جگہ
ہو جائے گی۔ عورت کا بچپن کا گھر عارضی ہوتا ہے اور جوانی سے لیکر ساری عمر کا گھر خاوند کا

گھر ہے۔ اسی میں تم کو رہنا ہے۔ اگر اس گھر کے رہنے والوں سے تمہاری ناموافقت ہوگی
تو کس طرح عمر گزرے گی۔ عزیز رکھنے اور یگانگت کا یہ مطلب نہیں کہ خاوند کے بھائیوں اور اس
کے ان رشتہ داروں سے جو تمہارے نامحرم ہیں پردہ نہ کرو۔ بلکہ شرعی پردہ ضرور اور ضرور
کرو۔ یہ غیریت نہیں بلکہ یگانگت اپنے صحیح معنوں میں ہے چھوٹے دیور جب بلوغ کو پہنچیں
ان سے پردہ شروع کر دو۔ اس خیال سے کہ ہمارے سامنے کے بچے ہیں۔ ہاتھوں کے
کھلائے ہوئے ہیں۔ ہم ان کی ماں کی طرح ہیں۔ نہ تم حقیقتاً ان کی ماں بن سکتی ہو اور نہ
شریعت کے حکم کو بدل سکتی ہو مجھے یاد ہے کہ جب میرے والد صاحب نے میری شادی
کی اور میری بیوی کو گھر میں لائے تو اس کو میرے حقیقی ماموں سے شرعی پردہ کرنے کے
لئے کہا تھا۔ اس میں کیا شک ہے کہ محرم اپنا ماموں ہے نہ کہ خاوند کا۔ عورت کے چار
ماں باپ ہوتے ہیں۔ اصلی باپ اور خسر۔ اصلی ماں اور ساس۔ ساس اور خسر کا ادب
کرو۔ ان کی فرماں برداری اور خدمت کو فلاح دارین سمجھو۔ خصوصاً اس وقت جبکہ
وہ بڈھے اور ضعیف ہو گئے ہوں۔ اُن کو آرام پہنچاؤ۔ ان کی دلی دعائیں لو۔ بلکہ اگر
تمہارا خاوند ان کی ان کی خدمت میں کوتاہی کرے تو اس کو نصیحت کرو۔ اگر جدا گھر کرو تو
ساس سوہرے کی رضامندی اور اجازت سے کرو۔ لڑ بھڑ کر علٰحدہ نہ ہو۔ ان کی دعاؤں
کے ساتھ جدا ہو کر اس بات پر غور کر لو کہ اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو تمہارا سجدہ گاہ
خاوند ہوتا اور تمہارے خاوند کی جنت ماں باپ کے قدموں میں ہے۔ پس ان کی
ناراضی تم دونوں کے لئے دین اور دنیا میں سخت زبون ہے۔ ان کو ناخوش کر کے نہ جاؤ۔
تمہارا خاوند جو تمہارا ناز بردار ہے ان کے احسانوں کا سخت زیر بار ہے۔ ان کی ناخوشی سے
علٰحدہ گھر نہ بساؤ۔ ان باتوں سے اللہ تعالے تم سے راضی ہوگا تم ہمیشہ خوش رہوگی۔

اور سب کے دلوں میں تمھاری محبت اور عزّت ہو گی۔ تمھارے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں گے اور آنکھوں چھاؤں کریں گے۔ کیا ماں باپ کے گھر میں تمھارا جھگڑا بہن اور بھائیوں سے نہ ہو جاتا تھا۔ ماں باپ سے تم کبھی خفا نہ ہو جاتی تھیں۔ مگر کیا تھا۔ ادھر دل بُرا ہوا۔ ادھر صاف ہوا۔ دلوں میں کدورت نہ رہتی تھی۔ پھر ویسی ہی محبت اور یگانگت ہو جاتی تھی۔ اسی طرح خاوند یا اُس کے رشتہ داروں سے کوئی تکلیف معلوم کرو یا کچھ سختی دیکھو تو دل میں نہ رکھو بہت جلد اس کو صاف کر دیا کرو۔ جب خاوند تم کو پیارا ہے تو اُس کے پیاروں کو بھی عزیز رکھو۔ وہ تمھارے ماں باپ اور رشتہ داروں سے محبت کرنے لگے گا جس کا نتیجہ بہت اچھا ہو گا۔ جب تم اس کے رشتہ داروں کو اپنا سمجھو گی تو وہ تمھارے رشتہ داروں کو اپنا سمجھے گا۔ دوطرفہ اتفاق کی برکت سے خیر و برکت کا دروازہ کھل جائے گا۔

اگر خاوند کے پچھلے بچے ہوں تو تم ان کو اپنے بچّوں کی طرح رکھو بلکہ اپنے بچّوں سے زیادہ کیونکہ وہ قابلِ رحم ہیں۔ ان کی ماں نہیں۔ ان نیک باتوں سے اللہ تعالےٰ تم سے بہت خوش ہو گا۔ ایثار کا مرتبہ بخشے گا اور بڑا ثواب اور اجر دے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

اے صابر بی بیو دنیا میں دکھ اور تکلیف بھی آتی رہتی ہے۔ تنگی، ترشی اور غربت بھی آجاتی ہے۔ اس وقت گھبراؤ نہیں۔ بے صبری اور ناشکری کے کلمات منہ سے نہ نکالو۔ اپنے حال کی شکایت دوسروں کے پاس نہ کرو۔ ہاں صبر کرو اور اللہ کے حضور اپنے مصائب کو عرض کرو اور اسی سے دکھوں کے دور ہونے کی دعا کرو۔ جب اُس نے ہمیشہ ہمیشہ تم پر اتنی مہربانیاں کی ہیں پھر اگر کوئی وقت دکھ کا آگیا تو اُس سے بے وفا نہ بنو۔ اس کے فضل اور رحم کے امیدوار رہو۔ وہ بڑا قدرت والا اور مہربان ہے۔

دکھوں، غموں کو بدل بہ خوشی کر دیتا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ ان مع العسر یسرا اِنّ مع العسر یسرا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سنا ہے کہ عسر معرفہ اور یسر نکرہ ہے ایک عسر کے ساتھ دو یسر ہیں۔ مومن اور مومنہ کسی حالت میں بھی خدا کے فضل اور مہربانی سے ناامید نہیں ہوتے۔ ہر وقت امید کی ہوا ان کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچاتی رہتی ہے۔ اللہ کو اپنا بنالو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ ؎ خدا داری چہ غم داری (جب تیرا خدا ہے پھر تجھے کیا غم ہے)۔

پیارے بچے

اے پیارے بچو اللہ تعالےٰ تم کو عالم باعمل متقی۔ نیک بخت اور لائق مبلّغ بنائے۔ تمھاری عمروں میں برکت دے۔ تمھارا حافظ و ناصر ہو۔ اللہ تم پر بہت مہربان ہے۔ اس نے تم کو پیدا کیا۔ جسم۔ اعضاء۔ ناک۔ کان۔ آنکھ۔ منہ۔ ہاتھ۔ پیر۔ سارا بدن اسی نے دیا۔ چاند۔ سورج۔ ستارے۔ ہوا۔ پانی۔ بادل۔ آسمان۔ زمین درخت۔ جانور۔ چرند۔ پرند جو کچھ تم دیکھتے ہو سب اسی کی مخلوق ہے کھانے۔ پینے کی طرح طرح کی نعمتیں اُسی نے تم کو دی ہیں۔ جو کپڑا اور لباس تمھارے بدن کو زیب دے رہا ہے اسی کی بخشش ہے۔ ماں۔ باپ۔ بہن۔ بھائی۔ رشتہ دار۔ دوست آشنا سب اسی نے بنائے ہیں۔ اللہ کو تم دیکھتے تو نہیں مگر وہ تم کو دیکھتا ہے۔ وہ ہر وقت ہر جگہ تمھارے پاس ہے۔ تمھارے کام دیکھتا اور تمھاری سب باتیں سنتا اور جانتا ہے۔ وہ تمھارے ماں باپ سے بھی زیادہ تم پر مہربان اور زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ اس سے محبت کرو۔ وہ تم سے بہت پیار رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے لئے رسالت دیکر
رسول بنا کر بھیجا ہے۔ وہ تمہارے لئے اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ وہ پیغام کیا
ہے۔ یہ قرآن شریف ہے جو تم پڑھتے ہو۔ یہ عربی زبان میں ہے۔ جب تم ذرا بڑے
ہو کر اس کا مطلب اور معنی سمجھنے لگو گے تو تم کو پتہ لگ جائے گا کہ اس میں کیسی اچھی
باتیں ہیں۔ اور تمہارے فائدے۔ بہتری اور ترقی کے لئے کیسا اچھا ہدایت نامہ
ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس کے پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آخر زمانہ میں جب لوگوں نے
آپ کے دین کو بھلا دیا۔ غافل اور سست ہو گئے اور قرآن شریف کے سمجھنے میں
غلطیاں کرنے لگے تو اب تمہارے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک اور پیارا
بندہ بھیجا جن کا نام حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام ہے۔ ان کا خطاب جو اللہ تعالیٰ
نے بخشا ہے مسیح موعود ہے۔ اور بھی بہت سے خطاب اُن کو عطا فرمائے ہیں۔ انشاء اللہ
تعالیٰ بڑے ہو کر پتہ لگ جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
رستہ پر ٹھیک ٹھیک قدم بقدم چلنے والے ہیں۔ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے مطیع اور تابعدار اُمتی ہیں اور اس تابعداری اور فرماں برداری میں اس
قدر بڑھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو نبوت اور رسالت بخشی۔ وہ باوجود نبی اور رسول
ہونے کے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی ہیں۔ کیوں کہ وہی
ان کا دین اور مذہب ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں۔
قرآن شریف اور سنت نبوی پر ان کا عمل ہے۔ کوئی نیا دین۔ نیا مذہب یا نئی شریعت

نہیں لائے۔ اسلام جو آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے تھے وہی
ان کا مذہب ہے۔ اور اسی مذہب کا رستہ اور طریقہ خلق اللہ کو بتلاتے ہیں اور
قرآن شریف کا جو صحیح مطلب اور معنی ہیں۔ وہی لوگوں کو سمجھاتے ہیں حضرت
مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

ما مسلمانیم از فضل خدا   مصطفیٰ ما را امام و پیشوا

(خدا کے فضل سے ہم مسلمان ہیں حضرت محمد مصطفیٰؐ ہمارے امام اور پیشوا ہیں۔)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین   دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
ساری باتوں پر ہمیں ایمان ہے   جان و دل اس راہ میں قربان ہے

پس جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانے گا۔ اور ان کے بتلائے ہوئے
راہ پر چلے گا۔ وہی حضرت محمد رسول اللہ کا سچا تابعدار اور سچا مسلمان ہوگا۔

حضرت مسیح موعود نے بہت عرصہ تک دنیا میں رہ کر خلق خدا کو دین اسلام کا رستہ
دکھلایا۔ اور اس پر چلایا۔ اور بہت سی کتابیں تصنیف فرما کر شائع کیں اور خدا کے
فضل سے ایک بڑی جماعت تیار کر کے نہایت ہی کامیابی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور
میں واپس چلے گئے۔ آپ کے بعد حضرت مولانا حکیم الامت نور الدین رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے
اور وہی تعلیم دیتے رہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام دیا کرتے تھے اب اُن کے بعد حضرت
میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تمہارے خلیفہ ثانی موجود
ہیں۔ ان کے ساتھ محبت رکھو۔ اور ان کی فرمانبرداری کرو۔ اگر ان کے حکموں پر چلو گے اور
ان کی تعلیم اور ہدایات پر عمل کرو گے۔ تو خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود
علیہ السلام اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فرمانبردار
بن جاؤ گے۔

پیارے بچو! سب سے پہلی نصیحت یہ ہے۔ کہ تم پانچوں نمازیں پڑھا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے۔ فجر۔ ظہر۔ عصر مغرب اور عشاء۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان تمام پانچوں وقت بلانے کے لئے بلند آواز سے عام اعلان کیا جاتا ہے جسے اذان کہتے ہیں۔ اس اعلان کا مطلب تم اذان سے سمجھ لوگے۔ اذان یہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اللہ سب سے بڑا ہے۔ (چار بار) اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) (دو بار) اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں) (دو بار) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ط (آؤ سب نماز کے لئے) (دو بار) حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط (آؤ سب کامیابی حاصل کرنے کے لئے) (دو مرتبہ) یعنی نماز کامیابی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے)۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اللہ سب سے بڑا ہے) (دو بار) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) (ایک مرتبہ) اور فجر کی اذان میں چونکہ اس وقت عموماً لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ط (نماز نیند سے بہتر ہے) (دو بار) کے الفاظ زیادہ کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہے وہ عام اعلان دن میں پانچ مرتبہ پانچ نمازوں کے لئے تاکہ تمام مسلمان مسجد میں حاضر ہو کر جماعت سے نماز پڑھیں۔ سعادت مند بچو! غور کر لو۔ کہ مسجد میں جا کر پانچ وقت نماز باجماعت پڑھنے کی اللہ تعالیٰ کس قدر تاکید فرماتا ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ ایک مرتبہ حکم دیا جاتا ہے۔ مگر یہ حکم روزانہ پانچ بار دیا جاتا ہے۔ حاکم ایک مرتبہ حکم دے اور ماتحت نہ مانے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے۔ بس اس احکم الحاکمین کے متواتر حکم نہ ماننے کا جو نتیجہ ہوگا۔ وہ خود سوچ لیں خدا ہمیں حکم عدولی سے بچائے۔ آمین — اذان سن کر وضو کرو۔ اور مسجد کو جاؤ۔ اور باجماعت نماز ادا کرو۔ اگر تم پانچ وقت نماز باجماعت ادا کروگے۔ تو اللہ کے بڑے پیارے بندے بن جاؤگے۔ ابھی تم بچے ہو ابھی

سے نماز باجماعت کی عادت ڈالو۔ اگر اب تم نے نماز کی عادت ڈال لی۔ تو بڑے ہو کر بھی عادت رہے گی۔ اگر اب نماز کی عادت نہ ڈالی۔ تو بڑے ہو کر نماز پڑھنی مشکل ہو جائے گی۔ پیارے بچو! دیکھنا یہ بات ہرگز نہ خیال کرنا۔ کہ بڑے ہو کر نماز پڑھ لیں گے یہ بات شیطان کی ہے جو تمہارا دشمن ہے۔ اس کی بات ہرگز نہ ماننا۔ اور اگر کوئی دوسرا بچہ تم کو نماز نہ پڑھنے دے۔ اور نماز سے ہٹا کر کھیل کود میں لگائے۔ تو اس کی بات بھی ہرگز نہ ماننا۔ وہ بھی شیطان کی طرح تمہارا دشمن ہے۔ کیونکہ تم کو نیکی کے سب سے بڑے کام سے روکتا ہے۔ اور تمہارے پیدا کرنے والے اللہ کو تم سے ناراض کرنا چاہتا ہے۔ کھیلو بے شک۔ مگر ایسا نہ کرنا۔ کہ کھیل میں ایسے لگ جاؤ کہ نماز کو بھول جاؤ۔ کھیلتے ہوئے نماز کا وقت آجائے۔ تو فوراً کھیل چھوڑ دو۔ اور نماز کیلئے چلے جاؤ۔ اور دوسرے ساتھیوں کو بھی کھیل بند کرا کر نماز میں لگاؤ۔ یہ بات تمہاری خوش نصیبی۔ سعادت مندی اور بہادری کی ہے۔ ایسی نیک باتوں سے تم دنیا اور آخرت میں انشاء اللہ تعالیٰ بڑے معزز اور خوشحال آدمی بن جاؤگے ماں باپ کو تاکید کر دو۔ کہ وہ تم کو صبح ہی جگا دیا کریں۔ تاکہ ہم مسجد میں جا کر فجر کی نماز باجماعت میں شامل ہو سکیں۔ فجر کی اذان کے اس فقرہ کو خوب یاد رکھو۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ط (نماز نیند سے اچھی ہے) اور رات کو جب تک کہ عشاء کی نماز نہ پڑھ لو ہرگز نہ سو جاؤ۔ دیکھنا ان نصیحتوں کو خوب یاد رکھنا۔ یہ تمہارے بڑے کام کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو توفیق دے۔ اور ساری عمر نماز باجماعت پڑھنے والا پکا نمازی بنائے۔ آمین۔ نماز میں جو کچھ پڑھتے ہو۔ اس کو خوب حفظ کر لو۔ اور ان کے معنی سمجھ لو۔ جو تمہاری حاجتیں ہوں۔ وہ نماز کے اندر اپنی زبان میں اللہ سے مانگو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائے گا۔ اور تم پر اپنے بڑے بڑے فضل کرے گا۔ آمین

اگر تمہاری نماز کبھی فوت ہوجائے۔ تو اس کا دل میں بہت افسوس کیا کرو۔ کیونکہ ایک بہت بڑا خزانہ تمہارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اللہ کے آگے توبہ کرو۔ استغفار مانگو۔ اور دل میں پختہ عہد کرو۔ اور مضبوط ارادہ کرلو کہ انشاءاللہ تعالیٰ ہم آئندہ کوئی نماز فوت نہ ہونے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے رفتہ رفتہ تمہاری ایسی حالت ہوجائیگی۔ کہ نماز پڑھے بغیر تم کو آرام نہ آئے گا۔ جسطرح بغیر کھانا کھائے اور پیاس کے وقت بغیر پانی پیئے چین نہیں پڑتا۔ اسیطرح جب تک تم نماز نہ پڑھ لوگے۔ آرام نہ آئے گا۔ اور تم کھانے پینے میں ایسا مزہ نہ پاؤ گے۔ جیسے نماز میں ملیگا۔ اور نماز تمہاری جان کی غذا بن جائے گی۔ اور انشاءاللہ تم خدا کے محبوب بندے بن جاؤ گے۔

اے عزیز بچو! اپنا کام آپ کیا کرو۔ بلکہ دوسروں کا کام بھی کردیا کرو۔ تمہارے کاموں میں جو مشکلات پیش آئیں۔ اُن کی وجہ سے ہمت نہ ہارو۔ بلکہ اپنی سمجھ اور عقل کا زور لگا کر اور اللہ تعالیٰ سے دعا اور استمداد کر کے حل کرلیا کرو۔ اور بڑوں سے بھی پوچھ لیا کرو۔ بلکہ کیا ہی اچھا ہو اگر پہلے ہی مشورہ کرلیا کرو۔ اگر تم اپنا کام آپ نہ کروگے۔ تو سست اور کاہل ہوجاؤ گے۔ تمہاری عقل اور جسمانی قوتیں ترقی نہ کرسکیں گی۔ جو والدین اپنے بچوں کو آرام سے بٹھا کر اُن کے کام آپ کرتے رہتے ہیں۔ وہ بچوں کا نقصان کرتے ہیں۔ فائدہ نہیں پہنچاتے۔ تم سے جہاں تک ہوسکے اور طاقت رکھو اپنا کام خود کیا کرو۔ نکمے نہ بنو کام کرنے والے محنتی بنو۔ پیارے سعادتمند بچو۔ ماں باپ کی فرمانبرداری کرو۔ ان کا ادب اور تعظیم کرو۔ اُن کو کسی قسم کا دُکھ نہ دو۔ ان کو ہرگز نہ ستاؤ۔ کوئی ایسی بات نہ کرو۔ جس سے اُن کو دکھ اور تکلیف ہو۔ صبح اٹھ کر جب باہر سے گھر آؤ۔ ان کو السلام علیکم کہو جب بلائیں جی کہہ کر جواب دو۔ والدین کے تم پر بڑے بڑے احسان ہیں۔ انہوں نے کس قدر تکلیف اٹھا کر تمہاری پرورش کی۔ محنت کر کے تم کو کھلایا اور پہنایا۔ ان کے احسانات کا بہت اچھا بدلہ دو۔ ہمیشہ ان کو خوش رکھو۔

اور ناخوش نہ ہونے دو۔ ابھی تم کمائی کرنے والے نہیں۔ بلکہ وہی تمہارا خرچ اٹھاتے ہیں مگر ابھی دل میں پختہ نیت رکھو۔ کہ انشاءاللہ تعالیٰ بڑے ہو کر دل کھولکر والدین کی خدمت کرینگے۔ اور اب بھی تمہارے نانا نانی۔ ماموں خالہ بطور تحفہ یا عیدی تمکو کسی وقت کوئی رقم دیں۔ تو لا کر فوراً اپنے والدین کے ہاتھ میں دیدو۔ پھر وہ اپنی خوشی سے جو تمکو دیں اتنا ہی لیلو والدین سے روپیہ پیسہ یا کوئی چیز مانگنے میں ضد نہ کرو۔ کہ ہم یہ لیں گے اور اتنا لیں گے بلکہ جو کچھ تم کو دیا کریں خواہ تمہارے خیال میں تھوڑا ہو۔ اسکو خوشی خوشی قبول کرلیا کرو۔ اور ماں باپ کی دعائیں لو جو تمہارے لئے دونوں جہان میں کارآمد ہیں۔ تم اپنے بہن بھائیوں سے نہ لڑو۔ آپس میں سلوک اور محبت سے رہو۔ کھانا جو گھر میں پکے شکر کرتے ہوئے خوش ہو کر کھاؤ۔ کھانے میں عیب اور نقص نہ نکالو۔ پسند اور شکایت نہ کرو۔ کہ ہم یہ نہیں کھاتے جو بنائیں۔ خوش ہو کر پہن لو۔ یہ نہ کہو کہ ہم یہ نہیں پہنتے۔ جن بُری باتوں سے منع کریں باز آجاؤ۔ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ۔ بلکہ سچی قسموں کی بھی زیادہ عادت نہ ڈالو۔ ماں باپ کے ساتھ سخت کلامی نہ کرو۔ جھڑک کر نہ بولو۔ نرمی ملائمت اور عاجزی سے بات کرو۔ ماں باپ اگر ناراض یا خفا ہوں۔ گھوریں جھڑکیں تو بُرا نہ مانو۔ کیونکہ وہ تمہاری بہتری اور بھلائی کیلئے ایسا کرتے ہیں۔ والدین اور اُستاد کی مار خوش نصیبوں کیلئے ہے پنجابی ضرب المثل ہے۔ ماں پیو دیاں گالاں گھیو دیاں نالاں۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

پادشاہے پسر بہ مکتب داد	لوح سیمینش در کنار نہاد
بر سر لوح او نوشتہ بہ زر	جورِ استاد بہ ز مہرِ پدر

ایک بادشاہ نے اپنا بیٹا مدرسہ میں داخل کیا۔ چاندی کی تختی اُس کی بغل میں دی۔ اُس کی تختی پر سونے کے حرفوں سے لکھا تھا۔ اُستاد کی سختی باپ کی نرمی سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

اگر تمہاری نماز کبھی فوت ہوجائے۔ تو اس کا دل میں بہت افسوس کیا کرو۔ کیونکہ ایک بہت بڑا خزانہ تمہارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اللہ کے آگے توبہ کرو۔ استغفار مانگو۔ اور دل میں پختہ عہد کرو۔ اور مضبوط ارادہ کرلو کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آئندہ کوئی نماز فوت نہ ہونے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے رفتہ رفتہ تمہاری ایسی حالت ہوجائیگی۔ کہ نماز پڑھے بغیر تم کو آرام نہ آئے گا۔ جسطرح بغیر کھانا کھائے اور پیاس کے وقت بغیر پانی پیئے چین نہیں پڑتا۔ اسیطرح جب تک تم نماز نہ پڑھ لوگے۔ آرام نہ آئیگا۔ اور تم کھانے پینے میں ایسا مزہ نہ پاؤ گے۔ جیسے نماز میں ملیگا۔ اور نماز تمہاری جان کی غذا بن جائے گی۔ اور انشاء اللہ تم خدا کے محبوب بندے بن جاؤ گے۔

اے عزیز بچو! اپنا کام آپ کیا کرو۔ بلکہ دوسروں کا کام بھی کر دیا کرو۔ تمہارے کاموں میں جو مشکلات پیش آئیں۔ اُن کی وجہ سے ہمت نہ ہارو۔ بلکہ اپنی سمجھ اور عقل کا زور لگا کر اور اللہ تعالیٰ سے دعا اور استمداد کر کے حل کر لیا کرو۔ اور بڑوں سے بھی پوچھ لیا کرو۔ بلکہ کیا ہی اچھا ہو اگر پہلے ہی مشورہ کر لیا کرو۔ اگر تم اپنا کام آپ نہ کروگے۔ تو سست اور کاہل ہوجاؤ گے۔ تمہاری عقل اور جسمانی قوتیں ترقی نہ کر سکیں گی۔ جو والدین اپنے بچوں کو آرام سے بٹھا کر اُن کے کام آپ کرتے رہتے ہیں۔ وہ بچوں کا نقصان کرتے ہیں۔ فائدہ نہیں پہنچاتے۔ جہاں تک ہوسکے اور طاقت رکھو اپنا کام خود کیا کرو۔ نکمے نہ بنو۔ کام کرنے والے اور محنتی بنو۔ پیارے سعادتمند بچو۔ ماں باپ کی فرمانبرداری کرو۔ ان کا ادب اور تعظیم کرو۔ اُن کو کسی قسم کا دُکھ نہ دو۔ ان کو ہرگز نہ ستاؤ۔ کوئی ایسی بات نہ کرو۔ جس سے اُن کو دکھ اور تکلیف ہو۔ صبح اٹھ کر جب باہر سے گھر آؤ۔ ان کو السلام علیکم کہو۔ جب بلائیں جی کہہ کر جواب دو۔ والدین کے تم پر بڑے بڑے احسان ہیں۔ انہوں نے کس قدر تکلیف اٹھا کر تمہاری پرورش کی۔ محنت کر کے تم کو کھلایا اور پہنایا ان کے احسانات کا بہت اچھا بدلہ دو۔ ہمیشہ ان کو خوش رکھو۔

اور ناخوش نہ ہونے دو۔ ابھی تم کمائی کرنے والے نہیں۔ بلکہ وہی تمہارا خرچ اٹھاتے ہیں مگر اپنے دل میں پختہ نیت رکھو کہ انشاء اللہ تعالیٰ بڑے ہوکر دل کھول کر والدین کی خدمت کرینگے۔ اور اب بھی تمہارے نانا۔ نانی۔ ماموں۔ خالہ بطور تحفہ یا عیدی تم کو کسی وقت کوئی رقم دیں۔ تو لاکر فوراً اپنے والدین کے ہاتھ میں دیدو۔ پھر وہ اپنی خوشی سے جو تم کو دیں اتنا ہی لیلو والدین سے روپیہ پیسہ یا کوئی چیز مانگنے میں ضد نہ کرو۔ کہ ہم یہ لیں گے اور اتنا لیں گے بلکہ جو کچھ تم کو دیا کریں خواہ تمہارے خیال میں تھوڑا ہو۔ اسکو خوشی خوشی قبول کر لیا کرو۔ اور ماں باپ کی دعائیں لو جو تمہارے لئے دونوں جہاں میں کار آمد ہیں۔ تم اپنے بہن بھائیوں سے نہ لڑو۔ آپس میں سلوک اور محبت سے رہو۔ کھانا جو گھر میں پکے شکر کرتے ہوئے خوش ہوکر کھاؤ۔ کھانے میں عیب اور نقص نہ نکالو۔ بیہودہ شکایت نہ کرو۔ کہ ہم یہ نہیں کھاتے جو بنائیں۔ خوش ہوکر پہن لو۔ یہ نہ کہو کہ ہم یہ نہیں پہنتے۔ جن بُری باتوں سے منع کریں باز آجاؤ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ۔ بلکہ سچی قسموں کی بھی زیادہ عادت نہ ڈالو۔ ماں باپ کے ساتھ سخت کلامی نہ کرو۔ جھڑک کر نہ بولو۔ نرمی، ملائمت اور عاجزی سے بات کرو۔ ماں باپ اگر سزا دیں خفا ہوں گھوریں جھڑکیں تو بُرا نہ مانو۔ کیونکہ وہ تمہاری بہتری اور عاقبت کیلئے ایسا کرتے ہیں۔ والدین اور اُستاد کی مار خوش نصیبوں کیلئے ہے پنجابی ضرب المثل ہے ماں پیو دیاں گالاں گھیو دیاں نالاں۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بادشاہے پسر بہ مکتب داد   لوح سیمینش در کنار نہاد

بر سر لوح او نوشتہ بہ زر   جورِ استاد بہ ز مہر پدر

ایک بادشاہ نے اپنا بیٹا مدرسہ میں داخل کیا۔ چاندی کی تختی اُس کی بغل میں دی۔ اُس کی تختی پر سونے کے حرفوں سے لکھا تھا۔ اُستاد کی سختی باپ کی نرمی سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۔ اور بعض تم میں سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں۔ اور بعض تم میں
سے ارذل العمر کو پہنچتے ہیں۔ اور جاننے کے بعد انجان بن جاتے ہیں۔ یعنی انسان کی عمر کی تین
منزلیں ہیں۔ اول بچپن جو کہ والدین اور مربیوں کے زیر سایہ گزرتا ہے۔ دوسری جوانی جو خود
مختاری اور آزادی کا زمانہ ہے۔ خواہ والدین زندہ ہوں۔ تیسری منزل بڑھاپے کی ہے جس میں
انسان پھر کمزور بچوں کی طرح ہو جاتا ہے اور اس کو بچوں کی طرح خدمت کرنے والوں کی ضرورت
پڑتی ہے۔ اے پیارے خوش نصیب بچو! اگر تمہاری پہلی منزل عمدگی۔ خوبی۔ سلامتی۔ نیکی اور صلاحیت
میں گزری۔ تمہارے والدین مربیوں نے تمہاری اچھی تربیت کی۔ تو خدا کے فضل سے تمہاری
دوسری جوانی کی بھی اچھی طرح گزرے گی۔ اور جب تمہاری دوسری منزل جوانی کی بھی
نیک بختی۔ نیک اعمال اور صلاحیت سے گزری۔ تو اللہ تعالیٰ سے امید رکھو۔ کہ
وہ تم کو تیسری منزل میں جب کہ تمہاری حالت بچوں کی طرح ہو جائے گی۔ نہ بھلائیگا
اور تمہارا کفیل اور کارساز ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پیارے بچو! دینی اور دنیاوی علوم حاصل کرنے میں خوب کوشش کرو۔ اور محنت سے
دل لگا کر پڑھو۔ اگر تم نے اب نہ پڑھا۔ تو کیا اُس وقت پڑھو گے۔ جب کہ تمہارے
بال بچے ہو جائیں گے۔ اور تمہیں اُن کی تعلیم و تربیت کا کام سپرد کیا جائے گا۔ دیکھنا
پڑھنے سے دل نہ چرانا۔ خواہ اُستاد ماریں اور کھیل کود میں حرج ہو۔ اگر اس وقت
تھوڑا دکھ اُٹھانے سے ڈر کر علم سے محروم رہے۔ تو بڑے ہو کر جہالت کے بڑے بڑے
دکھ اٹھانے پڑیں گے۔ علم دین و دنیا کی بڑی نعمت ہے سہ

گولڈ ان ون ہینڈ اینڈ سلور ان اودر ؛ اسورڈ آف نالج از ڈیئرر اینڈ بیٹر۔

سونا ایک ہاتھ میں ہو اور چاندی دوسرے ہاتھ میں اس سے علم کا ایک لفظ زیادہ قابل قدر اور
بہتر ہے۔ اپنے اس بچپن کے وقت کی قدر کرو۔ یہ وقت ایک بیج اور نیری کی طرح ہے جس
کا پھل انشاء اللہ تعالیٰ تم ساری عمر دنیا اور آخرت میں کھاتے رہو گے۔ علم

پڑھنے کا یہ وقت ہی۔ اسکو ضائع نہ جانے دو۔ وقت کو روپوں اور اشرفیوں سے زیادہ قیمتی سمجھو
پیارے بچو۔ تمہارے منہ سے یہ الفاظ کبھی نہ نکلیں کہ پڑھ لیں گے۔ پڑھ لینگے۔ بلکہ یہ نکلے کہ یہ
بھی پڑھ لیا اور یہ سبق بھی پڑھ لیا۔ آج کا کام کبھی بھول کر بھی کل پر نہ ڈالو۔

بڑی ضروری نصیحت یہ ہے کہ بُرے لڑکوں کی دوستی سے بچو۔ ورنہ ان کی بُری
عادتیں تم میں بھی سرایت کر جائیں گی جب اپنا دوست بناؤ۔ نیک لڑکے کو بناؤ۔
تمہارے دوست نیک بخت۔ نیک اخلاق۔ نیک عادات۔ نیک کردار۔ نیکدل۔ صاحب امتیاز
دانشمند گفتار اور نمازی لڑکے ہوں۔ جھوٹ بولنے والے۔ چوری کرنے والے۔ والدین
کے نافرمان۔ بد اخلاق۔ خراب عادات والے۔ بدچلن اور بے نماز لڑکے نہ ہوں۔ برے اخلاق،
خراب عادات اور بداعمالی کے زہر جب اپنا رنگ لاتے ہیں۔ پھر علاج کارگر ہونا مشکل
ہے۔ اسوقت انسان پچھتاتا اور کف افسوس ملتا ہے۔

نوجوان بچے جسطرح بُری صحبتوں میں بیٹھ کر اپنے اندرونی اخلاق خراب کر لیتے ہیں۔ اسیطرح
اپنی جسمانی صحت کو بھی خراب کر دیتے ہیں۔ بیمار پڑ جاتے ہیں۔ کمزوریوں میں مبتلا ہو کر اپنی جوانی
کی بہار اور آئندہ زندگی کا لطف کھو بیٹھتے ہیں۔ تمام جسمانی طاقتیں اور دماغی قوتیں زائل
ہو جاتی ہیں ترقی کرنی تو درکنار موجودہ صحت کا قائم رہنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

بعض لڑکے بیحیا ہو کر بُرے ہمنشینوں میں قابل شرم افعال کا ارتکاب کرتے ہیں۔
اور بعض بدطینت لڑکے اپنے ہاتھ سے بُری بات اور گندے فعل کا ارتکاب کر کے اپنی
جوانی اور طاقت اور حسن اور دماغی طاقتوں اور جسمانی قوتوں کو برباد کر کے تمام عمر کیلئے
ناکارہ اور ناقابل ہو جاتے ہیں۔ اعضائے رئیسہ تباہ اور برباد ہو جاتے ہیں۔ دل میں
کسی طرح خوشی نہیں آتی۔ ہر وقت غمگین اور اُداس رہتے ہیں۔ یعنی اعضاء اور اندرونی
حالت خراب ہو جاتی ہے۔ تمام عمر کے لئے مصائب کا آغاز ہو جاتا ہے۔ بیاہ
شادی کا لطف نہیں رہتا۔ عالی حوصلگی۔ شجاعت۔ چستی اور بشاشت کی جگہ پست ہمتی

نیز دلی سستی اور اداسی آجاتی ہے۔ اس مخفی خزانہ کو جو جوانی کا سرمایہ تھا اور ساری عمر کام آنے کی نعمت ملی ہوئی تھی اپنے ہاتھوں سے بیجا اور بے وقت ضائع کرکے مفلس ہوجاتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حقدار کو بیوی کو بھیجتا ہے۔ اُس کا حق ادا نہیں کرسکتے۔ اور اپنی کمزوریوں اور بیماریوں میں آئندہ نسل کو بے گناہ اور بے قصور شامل کرکے اُس کی بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں یہ کیوں؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی نافرمانی کی وجہ سے ہے جیساکہ وہ ہمارا پیارا اخیر خدا ارحم الراحمین آقا فرماتا ہے۔ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (یعنی جو شخص سنت نکاح کو چھوڑ کر کسی اور طریق سے اپنی خواہشات کو پوری کریگا۔ وہ نافرمان قرار پائیگا) پس اے نوجوان بچو! جب تک تم عاقل بالغ ہوکر نکاح کی عمر تک پہنچو۔ اور سنت نکاح پر عمل کرو۔ اسوقت تک ان سب بُری باتوں سے ایسے ڈرتے رہو جیساکہ سانپ اور بچھو سے ڈرتے ہیں۔ بڑے عزم مضبوط ہمت اور بڑی بہادری سے ان بُری باتوں کا مقابلہ کرو۔ دیکھنا شکست نہ کھانا فتح پانا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم فَلْيَسْتَعْفِفْ (پس چاہیئے کہ پاکیزگی۔ پاکدامنی اور عفت سے رہیں۔ وہ آدمی جو نکاح نہیں کرسکتے) کے مطابق عفت سے رہنا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وہ چمکتا ہوا خوشی کا وقت لائے۔ اور نکاح کی مبارک سنت پر عمل نصیب فرمائے۔ اور زندگی اور جوانی کی بہاریں دکھلائے۔ آمین۔

اس سنت کے مطابق عمل سے میاں بیوی کے تعلق سے انسان کے عمدہ اخلاق ترقی پاتے ہیں۔ اور جسمانی اور روحانی طاقتیں ترقی پذیر ہوتی ہیں۔ یہ نہ خیال کرنا کہ شریعت کے احکام کے مطابق عمل کرنے سے انسان کوئی ذرہ بھر نقصان اُٹھاتا ہے۔ بلکہ جو لوگ جائز ضرورت کے ماتحت ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں۔ وہ صحتمند لمبی عمریں پاتے ہیں۔ لیکن جو نوجوان شادی سے پہلے ہی بُری عادتوں میں گرفتار ہوکر اپنی جوانی کو برباد کرلیتے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر عمر طبعی تک پہنچنے

سے پہلے ہی "خس کم جہاں پاک" ہوجاتے ہیں۔ اللہ ایسی حسرتناک زندگی اور ایسی لعنتی موت سے اپنے بندوں کو بچائے۔ آمین

اے اہل شرافت و صاحب حیا عزیزو! مجھے اوپر کچھ شرم کی باتیں لکھنی پڑی ہیں مگر مجبوراً لکھی ہیں۔ کیونکہ یہ باتیں ایسی ضروری اور ان کی مضرتیں ایسی سخت تھیں جن کا اثر ایسا پڑتا تھا جس سے آئندہ زندگی ناکارہ ہوجاتی۔ اس لئے مجبوراً ہوکر وہ سب کچھ لکھنا پڑا۔ آپ مجھے معاف کریں میں نے شرم کا خیال نہ کرکے اور پہلو کو سخت کرکے جتنا ہوسکا بیان کردیا۔ اب میں آپ کے والدین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اے اپنے فرزندوں کے والدین آپ کے بچے ہیں۔ شرم نہ کریں۔ ان کے ضرر اور نفع کی باتیں کھول کھول کر بار بار وقتاً فوقتاً اُن کو سناتے رہیں۔ غریب ناواقف بچوں کو کیا خبر کہ دنیا میں ایسی ایسی بلائیں اور بیماریاں ہوتی ہیں۔ جوانی کے جوش میں پرواہ نہیں کرتے۔ اور بڑے ہوکر مصیبت کے منہ میں آجاتے ہیں۔ دوسرے رشتہ داروں اور بزرگوں کے لئے ایسی نصیحتیں وضاحت سے بیان کرنا مشکل کام ہے۔ یہ تو آپ کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کی نگہبانی کریں۔ اور ان کو ان کے نفع نقصان کی سب باتیں کھول کھول کر سمجھاتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے پیارے بچوں کو ہر ایک بُری بات۔ بُری عادت اور تمام بیماریوں سے محفوظ رکھے آمین

اے وفادار بچو! جن کی مائیں یا باپ بچپن میں فوت ہوگئے۔ اور تم کو ان کی خدمت کا موقع نہیں ملا۔ اور جب وقت ہوش آیا۔ تو اپنی سوتیلی ماؤں کو یا باپوں کو پایا۔ ان کی اطاعت اور خدمت ایسی ہی کرو۔ جیسی کہ تم اپنی اصلی ماؤں یا باپوں کو پاتے ان کی کرتے۔ اگر تم ایسا کروگے۔ تو اللہ تعالیٰ کے وفادار بندوں میں شمار ہوگے بلکہ شاید تم کو اپنی اصلی ماؤں اور باپوں کی خدمت سے زیادہ ثواب ملے کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ جب کہ تم نے اپنے سوتیلے ماں باپ سے ایسا نیک سلوک کیا۔ تو اپنے اصلی ماں باپ کے ساتھ کیسا اعلیٰ سلوک کرتے۔

ایسا کرنے سے تمہارا نام انشاء اللہ تعالیٰ بڑے بہادروں میں لکھا جائے گا۔ کیونکہ
تم نفس امارہ اور گمراہ کرنے والوں کا مقابلہ کر کے فتح پاؤ گے۔ یہ خیال دل میں
نہ لانا۔ کہ سوتیلے ماں۔ باپ۔ بہن۔ بھائیوں سے کیا سلوک کریں۔ حقیقی ہوتے تو کرتے
یہ شیطانی اغواء ہے۔ ایسے خیال سے استغفار کرنا چاہیئے۔ شریعت نے سوتیلے ماں باپ
اور بہن بھائیوں کو بھی ایسا ہی محرم بنا دیا ہے۔ جیسا کہ حقیقی کو۔ بس اے خوش نصیب والدین
کے سعادت مند فرزندو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو بچہ سے جوان کر دیا۔ عقل اور
سمجھ دی اور علم و ہنر سکھایا۔ وہ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اور باعمل لائق مبلغ بنائے۔ میرے اس
فقرہ پر کہ آپ سے مبلغ بنتا ہے۔ شاید یہ خیال آئے۔ کہ ہم نے تو ڈاکٹر بنتا ہے۔ یا بی ٹی ہو کر ٹیچری کرنی ہے
یا ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ میں جائیں گے۔ یا ہم تو انجینئری کے شعبہ میں شامل ہوں گے۔ یا قانون پڑھ
کر وکیل بنیں گے۔ یا ولایت جا کر بیرسٹری اور سول سروس کی بڑی بڑی ملازمتوں کے لئے
ڈگریاں حاصل کریں گے۔ یا بڑے بھاری تاجر اور ٹھیکیدار ہوں گے۔ سنئے عزیزو۔ آپ روزگار
کی خاطر خواہ کسی لائن میں جاؤ۔ سب جگہ آپ کے لئے تبلیغ کا دروازہ کھلا ہے۔ جہاں
جاؤ گے۔ آپ کا تعلق ایک جماعت سے ہوگا۔ آپ ہر جگہ اپنے نیک نمونہ سے تبلیغ کر سکتے
ہیں۔ اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی طرف رہنمائی کر کے اپنا فریضہ ادا کر سکتے
ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

خدا کے فضل اور رحم سے بڑی تبلیغ تو آپ کے نیک نمونہ سے ہوگی۔ جب
کہ آپ کے دائرہ کے افراد اور افسران بالا آپ کی دینداری۔ اللہ رسول کی
فرمانبرداری۔ سلسلہ امن و عافیت احمدیت کی پیروی۔ افسروں کی تابعداری
تعاون اور ہمدردی۔ دیانت اور خوش اخلاقی۔ ادب۔ صدق۔ راستی
اور وفاداری دیکھیں گے۔ احمدیت کی تعریف اور قدر و منزلت کریں گے۔
اور آپ کے نمونہ سے متاثر ہو کر احمدی لٹریچر کی تلاش کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اللہ کرے۔ کہ آپ کے ذریعہ سے احمدیت کا نام روشن ہو جائے۔ اور احمدیت کو
غیر احمدیت پر فوقیت ہو جائے۔ آمین ثم آمین۔

یہ بھی سوچ لیں۔ کہ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کے مطابق آپ
اپنی آمد میں سے جو چندہ دیں گے۔ اور تبلیغی خدمات پر جو خرچ کریں گے۔ اور آپ کے
بحیثیت افسر ہونے کے جو ماتحت احمدی آپ کے نمونہ کو اختیار کرے گا۔ اس ساری تبلیغ
کا ثواب آپ کو ہوگا۔ پس اے عزیز عزیزو۔ آج سے ہی آئندہ مبلغ بننے کی نیت کر لو
آپ کے کاموں اور ارادوں میں کوئی ہرج واقع نہ ہوگا۔ اور اس نیت کا ثواب ابھی سے آپ
کے نامۂ اعمال میں درج ہونا شروع ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے آمین

ایمان و یقین

اے میرے بھائیو! ایمان و یقین کا ثواب اس وقت ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ
کے سارے وعدوں۔ پیشگوئیوں اور آنے والے نشانات کے پورا ہونے سے
پہلے ایمان اور یقین لایا جائے۔ کیونکہ جب پورے ہوں گے۔ تو یقین خود بخود
آ جائے گا۔ پھر اپنی ایمانی کوشش کا درجہ کس طرح ملے گا۔ ثواب کا درجہ تو
یہ ہے۔ کہ وہم اور شک نہ آئے۔ اور روزانہ ہی ایمان اور یقین کو دل
میں قائم کیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کے نشانات
اور آئندہ کی پیشگوئیاں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ
بھی آئندہ باتوں کے متعلق خوشخبریاں دیتے ہیں۔ اور جن برے نتائج سے
ڈراتے ہیں۔ ان سب پر ایمان اور یقین کے ساتھ مضبوط رہو۔ تاکہ ثواب اور اجر
ہو۔ جب کوئی شک ڈالے۔ تعوذ۔ استغفار اور لاحول پڑھو۔ جس قدر ایمان اور
یقین زیادہ ہوگا۔ اس قدر نیک نتائج نکلیں گے۔ غور کریں۔ کہ

جب دوزخ جنت اور ملائکہ کو دیکھ لیا۔ پھر ایمان لانے کی کیا بہادری ہے۔
کوئی شخص اُنتیس۲۹ کے چاند کو جب کہ باریک بھی ہو۔ دیکھ لے۔ تو وہ قابلِ تعریف ہے
لیکن چودھویں رات کے چاند کو صاف مطلع میں دیکھ کر کوئی کہے کہ میں نے چاند
دیکھ لیا ہے۔ تو سب ہنسیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان اور یقین بخشے۔ اور
بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ پر عمل نصیب فرمائے اور ایمان بالغیب کا آخری
درجہ نصیب کرے آمین ـــ اے عزیزو! اللہ تعالیٰ آپ کو روحانی اور
جسمانی صحت و عافیت عطا فرمائے۔ جب بیمار ہو۔ تو اللہ تعالیٰ سے صحت کی دعا
کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے شفا دے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے
ہیں وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں۔ تو
وہ مجھے شفا دیتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حکیم یا ڈاکٹر کو نہ بلاؤ۔ یا ان
کے پاس نہ جاؤ۔ یا دوا نہ کھاؤ۔ بلکہ یہ سب کرو۔ اور ضرور کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ
دعا سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ معالج آسانی سے اور لائق مل جائے گا۔ تشخیص صحیح
ہوگی۔ دوا عمدہ ملے گی۔ بعض وقت دوا دینے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ
اپنے فضل سے اس غلطی سے محفوظ رکھیگا اور اگر کوئی ایسا موقعہ ہوگا۔ اور
معالج یا دوا نہ مل سکیگی۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ دعاؤں کی برکت سے
شفا ملے گی یہ یقین رکھو۔ کہ تدبیر اور کوشش اس وقت نفع دیتی
ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کا فضل شامل حال ہو۔ اور فضل
الٰہی حاصل کرنے کے لئے دعا ایک صحیح اور مجرب نسخہ ہے۔ اللہ توفیق
دے۔ آمین:۔

فرمانبرداری

اے بنی آدم۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیست سے ہست کیا۔ آنکھ۔ ناک۔ کان۔ ہاتھ
پیر۔ عقل و شعور۔ اندرونی و بیرونی قویٰ اور اعضاء بخشے۔ آپ نہ اپنی
مرضی سے دنیا میں آئے۔ اور نہ اپنی مرضی سے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو
کچھ زمین میں پیدا کیا ہے۔ سب آپ کے فائدے کے لئے پیدا کیا ہے
اپنے خالق اور منعم کو پہچانو۔ تمام نعماء کا شکریہ اس کے حضور میں ادا
کرو۔ شکریہ یہ ہے کہ اس کی فرمانبرداری کرو۔ اسکے حکموں پر چل کر اس کو
راضی کرو۔ جس نے آپکو پیدا کیا۔ اور اتنی بےشمار نعمتیں دیں۔ اسی نے آپ کی روحانیت
اور روحانی زندگی کیلئے انبیائے کرام علیہم السلام اور کتب آسمانی کو بھیجا۔ اور
آخر میں قیامت تک کیلئے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث
فرمایا۔ اور قرآن شریف کو نازل کیا۔ اور اب آپ کی اُمت کی اصلاح اور
آپ کی شریعت کی خدمت اور اشاعت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کو ظلی نبی بنا کر بھیجا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور دین اسلام
کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔ یہ سب مہربانیاں اس کی اسلئے ہیں۔ کہ آپ پیروی
اور اطاعت میں کوشش کریں۔ تاکہ آپ کی اس دنیا کی زندگی اور دوسرے
جہان کی ہمیشہ کی زندگی، آرام راحت اور خوشیوں سے بھری ہوئی ہو۔ کیا آپ اس
دنیائے فانی کی قلیل زندگی کے لئے دور اندیشی نہیں کرتے۔ اور دنیا سارا
وقت اور ساری طاقت خرچ نہیں کرتے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہمیشہ کی زندگی کا کچھ
فکر نہیں۔ اگر آپ عقلمند، دور اندیش اور عاقبت بین ہیں۔ تو موت کے بعد
کی زندگی کا فکر کریں۔ اللہ آپ کو توفیق بخشے۔ آمین۔
اے ابن آدم۔ کوئی شخص آپ کے ساتھ تھوڑا سا احسان کرے۔ تو آپ اس کے شکر
گذار ہوتے ہیں۔ ممنون اور مرہون المنت ہو کر اس کی مہربانی کا

بدلہ دینے میں کس قدر جلدی کرتے ہیں۔ آپ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر
اسقدر بے شمار احسان کئے۔ اور ان گنت نعمتیں بخشیں۔ اس کا کتنا شکریہ
ادا کر دیتے ہیں۔ اس کی فرمانبرداری کریں۔ اور اس کو راضی اور خوش کریں
جس سے اس کا نہیں۔ بلکہ آپ کا فائدہ اور نفع ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو
اپنا شکرگذار بندہ بنائے۔ اور اپنی فرمانبرداری کی توفیق دے آمین

مُحاسبہ اور اخوّت

میرے پیارے احمدی بھائیو۔ وقتاً فوقتاً اس بات پر بھی غور کر لیا کرو۔
کہ تمہاری محبت اپنے احمدی بھائیوں سے بہ نسبت سابق زیادہ ہے۔ برابر
ہے یا کم۔ اگر زیادہ ہے تو شکر کرو۔ اگر برابر ہے تب بھی گھاٹے میں ہو۔ کیونکہ
حدیث میں ہے کہ جس کے دو دن برابر ہیں وہ گھاٹے میں ہے۔ گھاٹا اس
لئے کہ انسان ترقی کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس کا فطرتی تقاضا ترقی کا ہے
کسی حالت میں ہو یا کسی مقام پر ہو۔ اس سے آگے بڑھنے کی بالطبع
خواہش کرتا ہے۔ اور اگر پہلے سے محبت کم ہے۔ تو اس پر افسوس کرو۔
استغفار پڑھو اور دعا کرو۔ اور ان وجوہات کو دور کرو۔ جن کی وجہ سے
تمہاری محبت کم ہو گئی ہے۔ کیا تم نے ان سے ملنا کم کر دیا ہے۔ یا خبرگیری
عیادت اور بیمار پرسی چھوڑ دی ہے۔ یا ان کی حاجات اور تکلیفوں
کا ازالہ نہیں کرتے۔ غرض جو بھی سبب ہے۔ اس کی تلافی کرو۔ اور آئندہ
خوب کوشش سے ان باتوں پر عمل کرو۔ جن سے محبت زیادہ ہو۔ کیونکہ
جماعت کی ترقی آپس کی محبت اور ہمدردی اور اتفاق اور یگانگت
اکسیر اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ۔ مومن

آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے آمین ثم آمین

درخواست دُعا

اے معزز اور بزرگ قارئین۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ میری
کمزوری۔ عاجزی۔ بے علمی۔ قصوروں، غلطیوں۔ عیبوں اور ناقابلیتوں اور
گناہوں پر نہ جانا۔ اپنے عفو و کرم پر نظر رکھنا۔ میرے دل میں آپ کی محبت ہے۔
میرے محبت بھرے دل میں جو اچھی بات آئی۔ ثواب کی نیت سے آپکے سامنے پیش کر دی
آپ سے محبت بھری دعاؤں کی درخواست ہے۔ اے میرے پیارو۔ دیکھنا مجھے دعاؤں میں نہ
بھولنا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہانوں میں جزائے خیر دے گا۔ آمین

مبلغین

اے محترم معظم جماعت مبلغین۔ آپ کی عالی خدمت میں مجھے کچھ
عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ لیکن آپ سے میری دلی محبت مجھے اس گذارش
کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ آپ کو پسند آجائے۔ تو توجہ فرمائیں۔ ورنہ میری
کمزوری پر محمول فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مغفرت طلب فرمائیں آمین
تبلیغ کا اصل مقصد اور مدعا یہ ہے۔ کہ طرف ثانی راستی پر
آجائے۔ صداقت اس پر پورے طور پر واضح ہو جائے۔ اور جو بات حق ہے
اس کو قبول کر لے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صرف تبلیغ اور پیغام
حق سنانے پر اکتفا نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ ان کی ہدایت کے لئے دعائیں بھی
کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْن۔ انبیاء علیہم السلام
کا دنیا میں بھیجا جانا اور تبلیغ کرنا ربوبیت الٰہی ہے۔ ربوبیت الٰہی بندوں کو
تباہ اور برباد کرنا نہیں چاہتی۔ بلکہ ان کی پرورش کرتی ہے۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ اعداء بے حد تکالیف
پہنچاتے۔ بعض دفعہ جسم مبارک لہو لہان کر دیتے۔ تو حضور بد دعا نہ فرماتے۔ کہ الٰہی
ان کو تباہ اور برباد کر۔ ان سے میرا بدلہ لے۔ بلکہ فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی
فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو راہ راست پر لے آ۔ کیونکہ نہ
تو یہ میرا مرتبہ پہچانتے ہیں۔ اور نہ یہ جانتے ہیں۔ کہ میری مخالفت کا نتیجہ کیسا بُرا
ہوگا۔ اور نہ ان کو یہ خبر ہے۔ کہ میری اطاعت اور فرمانبرداری سے کیسے
اعلیٰ درجات اور مراتب ملیں گے۔ حضور کی اس دعا سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ
تبلیغ کی اصل غرض اور مقصد ہدایت ہے۔ تاکہ مخالف راہ راست پر
آجائے۔ باطل کی اصلیت اور حقیقت کو معلوم کر کے چھوڑ دے۔ اور حق و
حقانیت سے واقف ہو کر اس کو قبول کرلے۔ پس آپ اپنی تبلیغ کے دوران
میں یہی ارادہ رکھیں۔ اور یہی دعا کریں۔ کہ کسی طرح مخالف صراط
مستقیم پر آجائے۔ اثنائے تبلیغ اور گفتگو میں اس پر آپ کی اس نیک
نیت کی جھلک ظاہر ہو۔ کوئی بات ایسی نہ ہو۔ کہ مخالف کے دل میں
آپ کی طرف سے بُرے اغراض بے جا ضد اور نفسانیت کا خیال
آئے۔ بلکہ مدمقابل کو یہ یقین ہو جائے۔ کہ مبلغ درحقیقت میری دینی
خیرخواہی کر رہا ہے۔ اس کو میرے ساتھ کسی قسم کی دنیاوی
عداوت ضد۔ نفسانی خواہشات اور بُری غرض نہیں۔ بلکہ میرے ساتھ
دلی ہمدردی ہے۔ اگر آپ کی دلیل اس کو سخت لاجواب کردے
تو اس پر تمسخر نہ کیا جائے۔ اور حاضرین کو بھی معمولی طور سے نہیں
بلکہ سچے دل سے تمسخر اور ہنسی اڑانے سے منع کیا جائے۔ ایسے
موقعہ پر ہنسی کی جگہ دعا پر زور دیا جائے۔ کیونکہ یہ وہ وقت ہوتا ہے۔ کہ

مخالف لاجواب ہونے کی وجہ سے حق کی قبولیت کے قریب ہوتا ہے۔
اگر تمسخر اور ٹھٹھا کیا گیا۔ تو ایسا نہ ہو کہ پیچھے ہٹ جائے۔ پس ایسی حرکات
اور باتوں سے بچنا ضروری ہے۔ جس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہو۔ حق
کلمہ کہنے میں مداہنت نہ ہو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تبلیغ ناقص رہتی ہے
اثنائے مکالمہ میں اور آگے پیچھے اس کی ہدایت کی دعا کرتے رہیں۔ دعا کے لئے
دعا کی نیت بھی دعا ہی ہے۔ نیت کے لئے بھی ضرور نہیں۔ کہ سارا دن نیت کرتے
رہو۔ بلکہ ایک دفعہ نیت کافی ہے۔ تبلیغ میں دعا کی خاص ضرورت ہے۔ کیونکہ
ہدایت دے دینا اور تسلی کر دینا بندہ کے اختیار میں نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل
ہے۔ اسی سے مانگا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت تھی۔ جو
عرب مسلمان ہو گیا۔ اللّٰھم اھد قومی کی دعا مستجاب ہو گئی۔ انسانی طبائع
اور حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ایک شخص بے دلیل قبول کر لیتا ہے۔ کوئی
ایک ہی دلیل سے مان لیتا ہے۔ ایک ایسا ہوتا ہے کہ دلیل پر دلیل دیئے جاؤ
ماننے میں نہیں آتا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے
اس کہنے پر کہ آپ میری تسلی کر دیں۔ فرمایا کہ تسلی کر دینا ہمارا کام نہیں
یہ ضروری نہیں کہ ظاہری گفتگو پر ہی اکتفا کریں۔ بلکہ پوشیدہ اور تنہائی میں بھی
دلی ہمدردی کے ساتھ سمجھائیں۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ثُمَّ اِنِّیْ
دَعَوْتُھُمْ جِھَارًا ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَھُمْ وَاَسْرَرْتُ لَھُمْ اِسْرَارًا
پھر ان کو پکار کر بلایا۔ پھر میں نے ان کو کھلا کھلا ظاہر بھی سمجھایا اور پوشیدہ بھی
سمجھایا۔ تبلیغ سے دوسرے کا ہدایت پا جانا ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ حضور

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا۔ کہ اے علی اگر تیری ہدایت سے ایک آدمی راہِ راست پر آجائے تو اس سے بہتر ہے جس پر سورج چڑھتا اور غروب ہوتا ہے۔ یعنی دنیا و ما فیہا سے

فرداً فرداً تبلیغ بھی بہت نافع ہوا کرتی ہے۔ اپنے نفس اپنے اہل و عیال ماں باپ رشتہ دار، بھائی بند برادری دوستوں اور ہمسایوں وغیرہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا تبلیغ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے اہل کو آگ سے)

اپنی خوش تقریری، خوش الحانی، مدلل بیانی، باموقع اور برجستہ جواب پر بھروسہ اور ناز نہ کرنا اور نہ فرحاں نہ ہونا۔ ہدایت دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے فضل اور مہربانی پر توکل اور بھروسہ رکھنا۔ اگر فریق ثانی سے کوئی سختی۔ دل آزاری یا ایسی کوئی بات ہو جس سے غصہ جوش میں آجائے۔ تو اپنے نفس کے لئے غصہ میں آکر انتقام لینے کے لئے کھڑے نہ ہو جانا۔ بلکہ جو کچھ کرنا خدا کی رضا کے لئے کرنا۔ ایک شیر مرد کا میدانِ جنگ میں کسی بڑے بہادر زور آور سے مقابلہ ہوا۔ بہت مشکل سے اس کو زیر کیا۔ عین اس وقت جب کہ اس کو مارنے لگا۔ دشمن نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔ اس شیر مرد نے اسی وقت اسے چھوڑ دیا۔ اور مقابلہ کے لئے اس کے سامنے ہو گیا۔ مخالف بھی کھڑا ہو گیا۔ اور پوچھا یہ تو نے کیا کیا۔ میں تیرے قابو میں آچکا تھا۔ تو نے مجھے چھوڑ دیا اور اب پھر لڑنے لگا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں خدا کی راہ میں اس کی رضا کے لئے لڑتا تھا۔ تو نے میرے منہ پر تھوکا تو مجھ کو اپنے نفس کی خاطر سخت غصہ آیا۔ اگر میں اس وقت تجھ کو مارتا۔ تو

اپنے نفس کے لئے ہوتا۔ اس لئے میں علیحدہ ہو گیا۔ اب پھر لڑوں گا۔ اور تجھ کو ماروں گا۔ اس مخالف نے سن کر کہا۔ کہ جب تمہارا اپنے اللہ سے ایسا تعلق ہے تو میں بھی یہ دین قبول کرتا ہوں۔ آپ کی نیت ہرگز اپنی نفسانی فتح کی نہ ہو۔ بلکہ فریق ثانی کی ہدایت کی نیت ہو۔ اپنی تبلیغ کے بعد اس نتیجہ کی طرف غور کریں کہ فریق ثانی کس قدر حق کی طرف آگیا ہے۔

تو برائے وصل کردن آمدی یا برائے فصل کردن آمدی
(تو ملانے کے لئے آیا ہے۔ یا جدا کرنے کے لئے آیا ہے)

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر شفقت ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ (بے شک اللہ تعالیٰ فضل والا ہے لوگوں پر) اس نے ان کی ہدایت کے لئے کتنے بے شمار انبیاء علیہم السلام اور کتابیں بھیجیں وہ اپنے بندوں کو دوزخ میں ڈالنے سے خوش نہیں۔ بلکہ نافرمان نافرمانی کر کے خود دوزخ میں پڑتا ہے۔ اس کا بُرا عمل دوزخ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے خوش ہے کہ ایمان لائیں۔ نیک کام کریں اور جنت میں جائیں۔ آپ بھی یہی نیت رکھیں کہ طرف ثانی ہدایت پاکر جنت میں جاوے۔ اگر آپ کا فریق مخالف جس میں رشد و سعادت کے آثار ہوں بیمار ہو جائے اس کی عیادت کریں۔ ہمدردی کریں۔ حاجت مند ہو، حاجت روائی کریں غرض ہر طرح ایسا سلوک کریں۔ کہ وہ آپ کو اپنا سچا صادق ہمدرد سمجھنے لگے۔ اور آپ کے اخلاق حسنہ اور نیکوکاری کا گرویدہ ہو جائے۔ آپ کا دل رحم اور شفقت سے بھرا ہوا ہو۔ آپ کی کلام آپ کی خوش اخلاقی

اس کو گھیر لے۔ آپ کا نیک نمونہ اس کو آپ کی طرف کھینچے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی برکات کے اُمیدوار ہیں۔ جن کی شان مبارک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ط (جواب میں بہت اچھی بات کہو اور کرو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جس کے اور تیرے درمیان عداوت ہے وہ ایسا ہو جائیگا جیسے گرم دوست اور ایسی کامیابی انہیں کو ملتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور نہیں پاتے اس بات کو مگر بڑے خوش نصیب)

تبلیغ ایک عظیم الشان اور نافع ترین کام ہے۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کی بعثت کا اصل مقصد جس کے لئے وہ دنیا میں آئے تبلیغ ہی ہے۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ط (اور نہیں ہے رسول کے ذمہ مگر تبلیغ) فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ط (پس آپ کے ذمہ پہنچانا ہے) پس لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے بموجب حضور کی پیروی کرنے والوں کیلئے تبلیغ اسوۂ حسنہ اور افضل ترین کام ہے۔ اس نیک کام کو اپنا اصلی مقصد قرار دے لینا اور باقی فکروں کو حوالہ بخدا کرنا بہتر طریق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ جَعَلَ هَمَّهٗ هَمًّا وَّاحِدًا كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (یعنی جس نے اپنے تمام فکروں کو ایک فکر بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے تمام دنیا و آخرت کے فکروں کیلئے کافی ہے) تمام دنیاوی اہم معاملات میں بھی اسی

اصول پر عمل در آمد ہو رہا ہے۔ کہ جب تک ایک اصلی مقصود کو سامنے رکھ کر پوری توجہ نہ لگائی جائے۔ تب تک کام سر انجام نہیں پاتا۔

ہر ایک انسان کی دلی خواہش یہ ہے۔ کہ میں ایسا وہ مقصد بناؤں جو سب مقاصد سے اچھا اور اعلیٰ ہو۔ اور اس میں ایسی خوشی عزت اور فوز عظیم ہو جس کی برابری کوئی دوسرا مقصد نہ کر سکے۔ نیز وہ مقصد ایسا نہ ہو کہ ایک حد تک جا کر وہ مقصد مقصد نہ رہے بلکہ بیحد بے انتہا اور ہمیشہ ہمیش کیلئے ہو۔ نیز وہ مقصد ایک دو کا نہ ہو۔ بلکہ ہر فرد بشر کا متفقہ اور واحد مقصد ہو تا کہ عام و خاص کی اجتماعی خوشی ہونے کی وجہ سے فرحت و انبساط دوبالا ہو جائے۔ اب غور کرو کہ اس اہم اور مشکل سوال کا حل اللہ تعالیٰ کے سوا کون کر سکتا ہے۔ وہ ارحم الرّاحمین رب العالمین خود فیصلہ کرتا اور فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (اور نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انس کو مگر اس لئے کہ میری عبادت کریں) یعنی جن و انس کا اصلی مقصد اور کام جس سے اوپر کی سب باتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اور دونوں جہان کی فوز عظیم ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور پرستاری ہے۔ جس کی بجا آوری سے کوئی فرد پہلو تہی نہ کرے۔ اور جو کوئی پرستاروں کا ساتھ نہ دے۔ اس کو اس غفلت کے نقصان اور مضرت سے ڈرا کر اور پرستاری کے فوائد اور منفعت اور خوبیاں بتا کر پوری کوشش سے سمجھا بجھا کر ساتھ لے لیا جائے۔ اسی سمجھانے بجھانے کا نام تبلیغ ہے۔ یہ تبلیغ دو طرح کی ہے۔ اوّل زبان قال سے۔ دوسری زبان حال سے۔ حضور سید المرسلین و شمس العارفین، اوّل العابدین، احسن المبلغین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ، نور الہدیٰ، خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف

اور صرف شریف مخلوق الٰہی کو سنا کر زبان قال کی تبلیغ کو پورا فرما دیا اور خود نمونہ بن کر عمل کر کے یہ دکھلا کر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور پرستاری اس طرح ہوتی ہے۔ زبان حال کی تبلیغ کو کامل فرما دیا۔ اور یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (آج کامل کر دیا میں نے تمہارے لئے تمہارا دین۔ اور پوری کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کیا تمہارے لئے اسلام کو دین) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدا کو اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ۔ یعنی اے اللہ میں نے رسالت کا پیغام پورا پہنچا دیا۔ فرما کر اپنی تبلیغ پہنچا دینے پر اللہ کو گواہ کر لیا۔ یہی تبلیغ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دنیا کو کی۔ اسلام کے نام سے موسوم ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضور کے متبعین اپنے اپنے درجات کے مطابق زبان حال اور زبان قال سے یہی تبلیغ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس آخری زمانہ میں جب اسلام نہایت ہی کمزور ہو گیا۔ اور خطرناک حملہ آوروں سے چاروں طرف سے گھر گیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جری اللہ فی حلل الانبیاء کو مبعوث فرمایا۔ حضور نے آن کر خدا کی نصرت اور تائید سے یہ تبلیغ ایسی کی کہ اسلام از سر نو قوی اور مستحکم ہو گیا۔ حملہ آور پسپا ہو گئے اور لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ اور رِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ الْفَارِسِ کی بات پوری ہو گئی۔ بفضل اللہ تعالیٰ حضور کا تشریف لانا ایسا برمحل اور باموقعہ ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بدر میں اسلام کو فتح بخشی۔ جس وقت کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ یہ دعا فرمائی تھی۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَةَ فَلَنْ

تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا (اے اللہ یہ وقت اور حالت ایسی ہے۔ کہ اگر تو اس جماعت کو ہلاک کر دیگا۔ تو زمین پر کبھی تیری عبادت نہ کی جائے گی)

اے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت یہ غور کرنے والی بات ہے کہ یہ تبلیغ کا کام کیسا اہم اور ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب جماعت کو توفیق دے کہ ہم اس تبلیغ کے کام میں اپنی جان مال اور جو کچھ اللہ نے ہمیں دیا ہے سب نثار کریں

جان بھی اور مال بھی قربان ہے تیرے لئے ۔۔۔ اور زن و فرزند بھی تجھ پر سے سب تصدق کئے

اے اللہ کے پیارے تبلیغ کرنے والے حضرت خلیفۃ المسیح ایدک اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور تیرے اللہ کی پیاری تبلیغ کرنے والی جماعت نصرکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کا ہر وقت ہر جگہ اور ہر حال میں حافظ و ناصر ہو اور مظفر و منصور فرمائے۔ آمین ثم آمین

ضرورت دعا

سوال:۔ اللہ تعالیٰ رحیم کریم سمیع و بصیر علیم و خبیر ہے۔ ہماری حاجتوں ضرورتوں اور مشکلوں کو جانتا ہے۔ مہربان ہے وہ ہمارے حال پر آپ مہربانی کرے دعا کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:۔ دعا کے بغیر انسان رہ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ دعا حقیقتاً فطرتی جذبہ ہے۔ دعا کیا ہے۔ دل کی خواہش۔ چاہت اور طلب ایسی چیز کی جس کا انسان محتاج ہو۔ اور وہ چیز اس کے پاس نہ ہو خواہ اس کا حاصل کرنا حاجتمند کی طاقت کے اندر ہو۔ یا اس کی طاقت سے باہر ہو جب کوئی انسان ایسا نہیں جو حاجتمند نہ ہو۔ پس اس کا چاہنا طلب کرنا۔ مانگنا اور دعا کرنا ضروری اور لابدی ہوا۔ فرق یہ ہے کہ غیر مومن اس کے حصول کیلئے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنی قوت بازو۔ تدبیروں۔ کوششوں اور دوسرے

بندوں کی طرف دوڑتا اور ملتجی ہوتا ہے۔ لیکن مومن جس کی نظر تیز اور اصل حقیقت پر ہوتی ہے۔ اور یہ یقین رکھتا ہے کہ اسباب ذرائع سب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اللہ سے التجا کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مطلوبہ شے خواہ بندوں کی طاقت کے اندر یا طاقت سے باہر ہو۔ خدا کی توفیق اور فضل کے بغیر ہرگز نہیں مل سکتی وہ اس حق الامر تک پہنچ گیا ہے کہ اللہ کی مہربانی کے بغیر انسان اپنی ایک انگلی نہیں ہلا سکتا۔ اس لئے اس کا دل اللہ کے حضور میں جھکتا اور ملتجی ہوتا ہے۔ اس وقت اس کی زبان دل کی ترجمانی کرتی ہے۔ یہی دعا ہے۔ پس خوب سمجھ لو کہ دعا کے بغیر کوئی رہ بھی سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ فرق یہ ہے۔ کہ غیر مومن کی التجا صرف اسباب کے آگے ہے۔ اور مومن کی درخواست اللہ تعالیٰ سے ہے۔ دونوں دل سے چاہتے۔ مانگتے طلب کرتے۔ کوشش کرتے اور متمسک بالاسباب ہوتے ہیں۔ غیر مومن صرف اپنی عقل۔ تدبیر۔ ذرائع پر بھروسہ کرتا اور مانگتا ہے۔ مگر مومن صحیح اسباب اور سچے ذرائع کا علم اور اس پر عمل کی توفیق خدا سے مانگتا ہے۔ عقل خطا کر جاتی ہے۔ بندے جواب دیدیتے ہیں۔ لیکن اللہ کی توفیق کبھی خطا نہیں کرتی۔ اور اس کا حاجت روا اور کارساز ہوتا ہے۔

خدا کے فضل سے اس ایمان اور یقین میں جب مومن ترقی کرتا ہے تو اس کی دعا اپنے انتہائی مقام پر پہنچکر اس کے دل کی خواہش اور چاہت بن جاتی ہے اس کا چاہنا خدا کی مرضی اور اسی کے حضور میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ان کے لئے ہے جو وہ چاہیں گے اپنے رب کے پاس) خدا کے فضل سے جب بندہ اپنے رتبہ قرب کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ وہ خدا کے پاس۔ خدا اس کے پاس۔ جب خدا اس کے پاس ہوا تو

سب چیزیں جو خدا کے پاس ہیں۔ وہ بھی اس کے پاس ہوئیں۔ جو چاہے مانگے اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرماتا ہے۔ خدا تیرے سب کام درست کر دیگا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھکو دے گا۔

دعا کی خوبیاں:۔ اوّل مومن جب دیکھتا ہے کہ اللہ نے اپنی رحمانیت سے بیشمار نعمتیں مجھ کو دیں۔ اور بے مانگے یہ بھی دیتا ہے۔ ایک نعمت مانگتا ہوں۔ تو اس کے ساتھ اور بھی بہت سی نعمتیں دیدیتا ہے۔ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ۔ مانگے بھی دیتا اور بے مانگے بھی دیتا ہے۔ تو اس کے دل میں یہ یقین بیٹھ جاتا ہے۔ کہ میرا رب بڑا مہربان ہے۔ اور ہر ایک چیز کے خزانے اس کے پاس ہیں۔ وہ اپنے سارے دل سے اللہ کی طرف جھک جاتا اور اس کا ہو رہتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دعا ایک بڑی کوشش اور اعلیٰ تدبیر ہے۔ اور مومن نے اپنی عقل اور تدبیر کا استعمال نہایت ہی اعلیٰ پیمانہ پر کیا ہے۔ کیونکہ اپنی حاجت اور مشکل کو اس حی قیوم قادر مطلق پاک ذات کے حضور میں لے گیا ہے جو غفور رحیم بکل شیئ علیم اور علیٰ کل شیئ قدیر ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ تدبیر اور کوشش ہو سکتی ہے؟

تیسرے یہ قاعدہ ہے کہ جو مطلوب جدوجہد اور کوشش کے بعد ملے۔ انسان اس نعمت کی خوشی اور قدر زیادہ کرتا ہے۔ اور مفت کی اتنی قدر نہیں ہوتی۔ اگر انسان روشنی کرنے کے لئے کوئی آلہ ایجاد کرے۔ تو ساری دنیا اس ہنر کی تعریفیں کرتی ہے۔ لیکن خدا کے بنائے ہوئے چاند سورج کی تعریف اور شکر گزاری تھوڑے

ہیں۔ جو کرتے ہیں۔ پس دعا مانگنے اور اُس کے قبول ہونے کے بعد جو نعماء ملتی ہیں۔ اِن کی خوشی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

چوتھے یہ کہ دعا کی قبولیت سے مومن کے دل میں محبت الٰہی جوش مارتی اور اُس کا ایمان اور یقین بڑھتا ہے۔ پانچویں۔ دعا بذاتِ خود ایک لذیذ چیز ہے۔ مثال کے طور پر سمجھ لو کہ ایک نازپروردہ لاڈلا بچہ اُمید، یقین اور ذوق و شوق سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ اپنے ناز بردار پیار کرنے والے باپ سے کوئی دل پسند چیز مانگتا ہے تو اُس کو اس مانگنے میں کتنی لذت اور خوشی ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ لذت ناز اور دعا میں ہوتی ہے۔ چھٹے:۔ دعا خود عبادت ہے۔ عبد کا کام یہی ہے۔ کہ جو حاجت ہو اپنے مولا سے مانگے۔ انسان کی روحانیت کا اعلیٰ جوہر یہ ہے۔ کہ اپنے آپ کو اللہ کی درگاہ کا سخت محتاج سمجھے اور اس سے مانگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا (کہہ دے میرا رب تمہاری کیا پرواہ کریگا۔ اگر تم دعا نہ کروگے پس ضرور تم نے جھٹلایا۔ دعا اور اُس کے اثر پر ایمان نہ لائے اور وقت ضرورت پر دعا کو محسوس نہ کیا۔ پس تم پر الزام قائم ہوگیا، یعنی جب دعا کرنے والے دعا کے فوائد حاصل کریں گے۔ اور اللہ سے مانگ مانگ کر دولتِ دنیا و دین سے مالا مال ہو جائیں گے۔ اُس وقت دعا نہ کرنے والے اپنی محرومی پر خود اپنے آپ کو ملزم ٹھہرائیں گے۔

دعا تین طرح کی ہے۔ اول یقینی خیر کا طلب کرنا۔ دوسری یقینی شر سے پناہ مانگنا جیسے یا اللہ مجھے اپنا فرمانبردار بنا۔ یا اللہ مجھے اپنی نافرمانی سے بچا۔ یہ دونوں قسم کی دعائیں بلا تردد کرے۔ تیسری قسم کی وہ دعائیں جن میں خیر و شر ظنی اور پردہ غیب

میں ہو۔ مثلاً یا اللہ میرا نکاح ہو جائے۔ اور فلاں عورت سے ہو۔ اس دعا میں پہلا حصہ یقینی خیر ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ (نکاح میری سنت ہے جس نے اعراض کیا میری سنت سے پس وہ مجھ سے نہیں) لیکن دوسرا حصہ کہ فلاں عورت سے ہو ظنی ہے۔ اور اس کا خیر یا شر ہونا پردہ غیب میں ہے۔ پس ایسی دعاؤں میں یہ استثناء ضرور کر لینا چاہیئے۔ کہ یا اللہ تیرے علم میں اگر یہ بات خیر ہے تو کر دے۔ اور اگر شر ہے تو بچا لے۔ اور میرے لئے کوئی اور خیر کی صورت کر دے۔ دعائے استخارہ میں اسی طرح دعا سکھلائی گئی ہے۔

شکر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (اور تمہارے پاس جو نعمت ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے ہے یا یہ کہ جو نعمت تم کو ملی ہے وہ اللہ نے دی ہے) وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو شمار نہ کر سکو) انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گن نہیں سکتا۔ اس رحیم کریم کی ہر آن ہر لحظہ بے شمار نعمتیں ہیں۔ جہاں تک ہو سکے رات دن میں جس وقت موقعہ ملے۔ نعماء الٰہی کو یاد کیا کرو خصوصاً ان بڑی بڑی نعمتوں کو جو رات دن روزانہ تم پر ہوتی رہتی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بہت فوائد ملیں گے دل خوش رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہونے لگیگا۔ شکر سے نعمت بڑھے گی۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (اگر تم شکر کروگے میں ضرور تمہاری نعمت کو بڑھاؤں گا) دل میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا جوش پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی

محبت بڑھے گی۔ ہمت زیادہ ہوگی۔ ناامیدی، یاس اور شیطانی حملوں سے بچو گے تکبر کی بجائے خدا کے حضور میں شکر کرتے ہوئے جھکو گے۔ آئندہ اس کے فضلوں کے ملنے کی امید زیادہ سے زیادہ ہوگی۔ نعماء الہٰی کے یاد کرنے کا ذکر قرآن کریم میں بہت آتا ہے۔ اللہ توفیق دے۔ آمین۔

دنیادار والدین

اے میرے پیارو! آپ کے والدین نیک بخت ہیں۔ بہت بہت شکر کرو۔ لیکن جن کے ماں باپ ایسے نہیں۔ اور بری راہ پر چلانا چاہتے ہیں۔ احمدیت سے روکتے دھمکیاں دیتے۔ تنگ کرتے۔ دکھ پہنچاتے۔ گزارہ بند کرتے اور وراثت سے محروم کرتے ہیں۔ اس طرح کی مشکلات کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ نے صاف راستہ بتلا دیا ہے۔ جہاں اس نے یہ حکم دیا ہے کہ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ وہاں یہ بھی فرمایا ہے۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (اور اگر ماں باپ کوشش کریں کہ شرک کرو جس کا تجھ کو علم نہیں۔ پس ان کا کہنا نہ مان) وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا (اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح) یعنی باوجود دین کے معاملہ میں ان کا کہنا نہ ماننے کے یہ نہ کرو۔ کہ ان کو چھوڑ دو۔ بلکہ دنیاوی معاملات میں ان کا پورا پورا کہا مانو۔ ان کی دنیاوی حاجات ضروریات پوری کرو۔ ان کی عزت اور ادب کرو سلوک۔ نیکی اور خدمت گذاری کے ساتھ ان کے پاس رہو۔ غرض والدین کے سارے حقوق اسی طرح بجا لاؤ۔ جیسا حکم ہے۔ ان کے دیندار نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ماں باپ ہونے کے حقوق زائل نہیں جاتے۔ البتہ ان کی وہ بات جو دین میں خلل ڈالنے والی ہو نہ مانو

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (اور پیروی کرو اس کی جو میری طرف رجوع رکھتا ہے) دین اللہ کا حق ہے اور ماں باپ کے حق سے اللہ کا حق زیادہ ہے پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ کے حق کو چھوڑ کر ماں باپ کو اختیار کیا جائے۔ ماں باپ کی مہربانی بھی درحقیقت اللہ ہی کی مہربانی کی وجہ سے ہے۔ جب ماں باپ کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر دین سے ہٹائیں تو ان کا کہنا نہ مانو۔ پس دوسرے اقارب دادا دادی نانا نانی۔ چچا۔ ماموں۔ پھوپھی۔ خالہ۔ اور بہن بھائی کا درجہ تو یقیناً ماں باپ سے کم ہے۔ اگر دین سے روکیں۔ تو ان کی تابعداری کہاں جائز ہے۔ دوست آشنا رفیق وغیرہ تو ان کے بعد ہیں۔ ان کا کیا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی سخت مشکل میں پھنسے ہوئے بندہ کی دلجوئی اور تسلی کے لئے یہ بھی فرماتا ہے۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا (یعنی تم اپنی طرف سے ہر طرح ماں باپ کی خدمت گزاری کرتے رہو۔ لیکن دین کے خلاف باتوں میں ان کا کہنا نہ ماننے کی وجہ سے جو وہ تم پر خفا اور ناراض ہوتے اور دکھ دیتے ہیں پس تم فکر اور غم نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی صلاحیت پاکیزگی، صدق اور راستی کو خوب جانتا ہے۔ اگر تمہارے دل میں یہ نیک باتیں ہیں۔ اللہ سے چھپی ہوئی نہیں۔ ان کی اس قسم کی ناراضگی کا گناہ اور وبال تم پر کچھ نہیں۔ اللہ اپنے بندوں پر بخشش فرمائیگا۔ اپنے فضل سے ان کے دکھ دور فرما دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ خدا کے فضل سے کیا تعجب ہے۔ کہ تمہاری دینداری۔ وفاداری خدمتگذاری اور نیک سلوک سے متاثر ہو کر وہ بھی راہ راست پر آجائیں۔ پھر تم نہایت خوش نصیب ہوگے۔ اور تمہارا نام اول درجہ کے مبلغین میں لکھا جائے گا۔ اور

(وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا) کی تعمیل میں، ایسا عظیم الشان احسان کروگے جو سب احسانوں سے افضل تر اور اعلیٰ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سعادتمند لڑکیاں

اے نیک نصیب سعادتمند لڑکیو! اللہ تعالیٰ تم کو صالحہ، نیک بخت اپنے ماں باپ اور آئندہ گھر کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ اور ایسا نیک کردے جو دین کا مددگار ہو۔ تمہاری دنیا بھی اچھی ہو اور دین بھی اچھا ہو۔ بہت سی باتیں جو تمہارے متعلق ہیں بچوں کے بیان میں آچکی ہیں۔ تمہارے متعلق جو بعض ضروری باتیں ہیں بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بیان کرنے کی اور تم کو عمل کرنے کی توفیق دے۔

سب سے مقدم بات یہ ہے کہ اپنے اللہ کو پہچانو جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور یہ وجود ماں باپ اور بے شمار نعمتیں دیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور قرآن شریف پر جو اللہ تعالےٰ نے آپ پر اتارا ایمان لاؤ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق یہ یقین رکھو کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف اور دین اسلام کا متبع کرکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنا کر نبوۃ اور رسالت کا درجہ عطا فرما کر خلق اللہ کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ کو خدا کا بنایا ہوا خلیفہ مانو۔ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمارے خلیفہ ہیں۔ وہ جو دین کا رستہ تم کو بتلاتے ہیں۔ اس پر چلنا از حد ضروری سمجھو۔ ایمان کے بعد نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اسلام کے ارکان ہیں۔ ان کا بجالانا فرض جانو۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ چھٹپن کے سبب تم ادا نہیں کرسکتیں

البتہ نماز اگرچہ تم پر فرض تو نہیں۔ لیکن ضروری ہے۔ کہ ابھی سے تم اس کی عادت ڈالو۔ اور نماز پڑھا کرو۔ تاکہ بڑے ہوکر نماز پڑھنی تم پر مشکل نہ ہوجائے اور تارک نماز نہ بن جاؤ۔ بے نماز کی دنیا بھی خراب ہے۔ اور آخرۃ بھی خراب ہے دیکھنا بے نماز لڑکیوں کی طرح تم تارک نماز نہ بن جانا۔ بلکہ تمہاری سعادت یہ ہے کہ ان کو بھی اپنی طرح کا نمازی بنالو۔ سات سال کی عمر میں نماز شروع کردینی چاہیئے۔

علم پڑھو۔ کیونکہ جیسے لڑکوں کو علم کی ضرورت ہے۔ لڑکیوں کو بھی پڑھنا ضروری ہے۔ گھر میں پڑھو یا مدرسہ میں ضرور علم پڑھو۔ اپنی کتابوں اور سبقوں کو خوب یاد کرو۔ بڑوں کا ادب کرو۔ اور چھوٹوں پر شفقت کرو۔ صبح اٹھ کر ماں باپ اور بڑے بھائی بہنوں کو سلام کرو۔ جب مدرسہ جاؤ۔ السلام علیکم کہہ کر جاؤ۔ اور جب بھی آؤ۔ تب بھی السلام علیکم کہو۔ گھر کے کاروبار کام کاج میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاؤ۔ جو کام کہیں خوشی خوشی کرو۔ آلکسی۔ کاہلی اور سستی نہ کرو۔ ایک تو ماں باپ تم سے خوش ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ گھر کے کام کاج سے واقف ہو جاؤ گی۔ کام کی عادت پڑجانے کی۔ سست اور کاہل نہ ہو گی۔ چستی اور ہوشیاری پیدا ہوجائے گی۔

لڑکیوں کے لئے گلیوں اور بازاروں میں اور گھر گھر پھرنا برا ہے۔ خاص ضرورت اور مجبوری کے بغیر باہر نہ نکلو۔ گھر میں اور باہر تمہارا سر دوپٹہ سے ڈھکا رہے ننگے سر لڑکیوں کا رہنا اچھا نہیں۔ اپنی سہیلیاں اُن لڑکیوں کو بناؤ جو کہ نیک ہوں جن لڑکیوں کی عادتیں اچھی نہیں ان سے ہرگز محبت نہ کرنا۔ اور نہ ان کے ساتھ مل جُل کر بیٹھنا۔ ورنہ اُن کی بری عادتیں تم میں بھی اثر کرجائیں گی۔ اپنے کپڑے اور بدن پاک صاف رکھنے کی عادت ڈالو۔ خاک۔ دھول اور مٹی میں بیٹھ کر اپنے کپڑے

خراب نہ کرو۔ یہ ضروری نہیں کہ تمہارے کپڑے اعلیٰ قیمتی ہوں۔ بلکہ یہ ضروری
ہے کہ پاک صاف ہوں۔ اپنی طبیعت اور مزاج کو صفائی پسند بناؤ۔ قرآن شریف
میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ
بے شک اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور پاکیزہ رہنے والوں کو
یعنی جن کا دل بھی پاکیزہ ہے۔ جس طرح بدن اور کپڑے دھونے سے پاک صاف
ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح توبہ اور استغفار کرنے سے دل پاک و صاف ہو جاتا ہے۔
اگر تم چاہتی ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ تم کو پیار کرے تو اپنا ظاہر باطن پاکیزہ بنا لو۔
حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

سو کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو ۔ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

اللہ تعالیٰ نے پانچوں نمازوں سے پہلے وضو کرنا فرض کر دیا ہے۔ پانچ وقت کا وضو
جو صفائی اور پاکیزگی دیتا ہے۔ طہور کہلاتا ہے۔ یعنی طاہرہ بنا دیتا ہے۔
جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ ہرگز نہ ڈرنا جو بات ہو۔ سچ سچ کہہ دینا۔ جھوٹ بولنا۔
گالیاں دینا۔ بددعائیں دینا۔ رونا جھگڑنا۔ بات بات میں قسم کھانا۔ بہت بولنا
اترانا۔ شیخیاں مارنا۔ اپنی بڑائی کرنا۔ دوسروں کو حقیر سمجھنا۔ طعنے دینا۔ چغلیاں
کھانا۔ دوسرے کی اچھی چیز کو دیکھ کر جلنا۔ حسد کرنا یہ سب بری عادتیں ہیں
ان سب سے بچتی رہنا۔ ان باتوں سے ایسا ڈرتی رہنا جیسا آگ، سانپ
اور بچھو سے ڈرتی ہو ـــــ کھانے۔ پینے اور کپڑے وغیرہ چیزوں پر اپنے
بھائی بہنوں سے ضد نہ کرنا اور نہ روٹھنا۔ بلکہ ماں باپ نے جو چیز دی اور جتنی
دے دیں خوشی خوشی لے لینا۔ یہ خیال نہ کرنا اور نہ منہ سے کہنا۔ کہ مجھے تھوڑی کیوں دی

یہ بے صبروں۔ ناشکروں اور بے وقوفوں کا کام ہے تم کو صابرہ اور
شاکرہ بننا چاہیئے ـــــ جب تم کو گھر کے کام کاج سے فراغت ملے تو قرآن شریف
کا ترجمہ اور دینی علوم کی کتابیں اور دنیاوی علوم کی کارآمد کتابیں پڑھا کرو۔ بُری
بیہودہ اور لغو اور ضرر رساں کتابوں کے پڑھنے سے ہمیشہ بچتی رہو۔ اپنا قیمتی وقت
ضائع نہ کرو۔ بُری کتابوں کے پڑھنے سے اخلاق بگڑتے ہیں۔ اور ردی ناول قصوں
سے جسم کمزور اور ضعیف ہو جاتا ہے۔ دل پر سخت اثر پڑتا ہے۔ چھاتی اندر سے خالی ہو جاتی
ہے خون جلتا اور خشک سا ہوتا ہے۔ بدن ضعیف نحیف اور دبلا ہو جاتا ہے۔ اول
اول تو ضرر کا پتہ نہیں لگتا مگر رفتہ رفتہ سخت نقصان ہوتا ہے۔ اسی طرح غمناک
تماشوں اور تھیٹروں کا حال ہے۔ دل پژمردہ اور افسردہ ہوتا ہے۔ غم و الم جزو بدن بن
جاتا ہے۔ ان ضرر رساں باتوں سے ہمیشہ بچتی رہو۔ اور مفید کتابیں پڑھا کرو۔
قصے اور کہانیاں پڑھنے کا شوق آئے۔ تو صحیح اور سچے قصے پڑھو حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے کرام اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
اجمعین کے زمانہ کی تاریخ بزرگان سلف اور نام آوران اسلام کی سوانح۔
عالمہ فاضلہ اعلیٰ ترقی یافتہ عورتوں کے حالات مطالعہ کیا کرو۔ اچھی کتابوں
سے علم بڑھتا معلومات وسیع ہو جاتی ہیں۔ اخلاق۔ عادات اور اعمال درست ہو
جاتے ہیں۔ جسم میں توانائی آتی ہے۔ انسان تر و تازہ ہوتا۔ پھلتا پھولتا۔ ترقی کرتا اور
خوش و خرم رہتا ہے۔ فرحت و بشاشت سے صحت و تندرستی ملتی ہے۔
اللہ تعالیٰ کے فضل سے تم نے دینی علم بھی پڑھ لیا۔ اور دنیاوی علم میں بھی
ضروری دسترس پیدا کر لی۔ خانہ داری۔ تربیت اطفال اور حفظان صحت

کی کتابیں بھی پڑھ لیں۔ گھر کے کام کاج کھانے پکانے سے بھی فارغ ہوگئیں۔
گھر کی جھاڑ پھونک صفائی اور آرائش بھی آگئی۔ سینا پرونا قطع برید بھی سیکھ لی
اپنے اندر بھی عادات نیک اخلاق۔ اور عمدہ صفات بھی پیدا کرلیں۔ اب تمہارے لئے
ایک نیا گھر نئی دنیا نیا دیس آگیا۔ وہ سسرال کا گھر ہے۔ جہاں تمہارے ماں باپ تمہیں بیاہ
دینگے تم یہ خیال نہ کرنا کہ ہم اپنے ساتھ بہت سا جہیز لیجائینگی۔ جس سے سسرال میں ہماری
عزت و توقیر ہوگی۔ تمہاری عزت و توقیر قدر و منزلت، تمہاری نیکی نیکبختی۔ عقل و شعور
نیک اعمال۔ نیک اخلاق۔ ادب۔ قاعدہ۔ سلیقہ۔ قناعت۔ دیانت۔ امانت۔ حفاظت ستر
صدق۔ صبر۔ تشکر۔ محنت۔ ہمت، استقلال۔ حلم۔ نرمی۔ مروت۔ رحمت۔ سخاوت، احسان، ایثار
تحمل۔ رفق۔ تواضع۔ انکسار۔ غض بصر۔ پردہ۔ شرم حیا۔ عفت۔ پارسائی۔ فرماں برداری
خدمت گذاری۔ نیکو کاری۔ کم زبانی۔ راستی سچائی۔ نرمی۔ بردباری۔ تقویٰ۔ طہارت اور
دینداری سے ہوگی۔ کیا خوش نصیب۔ امیر کبیر اور دولت مند لڑکی ہے۔ اور کیسے خوش نصیب
امیر کبیر اور دولتمند وہ ماں باپ ہیں۔ جن کی صاحبزادی ان اعلیٰ صفات کا جہیز جو کہ
سونے۔ چاندی اور جواہرات سے بڑھکر ہے۔ اپنے ساتھ لے جائے۔ ان اعلیٰ صفات، اچھی
عادات اچھے اعمال اور نیک اخلاق کے بیش بہا زیورات سے جن سے تمہارا بدن جگمگاتا رہے گا۔
لقا اور روپ دوبالا ہوجائیگا۔ سیدالکونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صاحبزادی
حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہیں زیورات کا جہیز اپنے ساتھ لے گئی تھیں جو
حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں اپنے ہاتھ سے پہنایا تھا۔ جس کا نور آج بھی ان
لڑکیوں کو منور کر رہا ہے۔ جو ان کے قدم پر چلنے والیاں ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنا فضل بڑھا دیا۔ تم کو ایک لڑکی سے عورت بنا دیا۔ اب مستورات
کا گذشتہ بیان تمہارے حسب حال ہے۔ وہ ارحم الراحمین نیا گھر تمہارے لئے مبارک

کرے۔ تمہارے ماں باپ کو تمہاری طرف سے ٹھنڈی ہوائیں آتی رہیں۔ بارک اللہ
فیکما۔ لکما۔ علیکما۔ خدا حافظ۔ فی امان اللہ۔ اللہ تمہارے ساتھ ہو۔ اس کی توفیق
تمہاری رفیقِ حیات ہو۔ آمین۔ ثم آمین۔

درود شریف

درود شریف بہت اعلیٰ دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس کا حکم
دیا ہے۔ درود کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مراتب۔ مدارج اور معارج کی
ترقیات کیلئے دعا کرنا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی درود پڑھنا۔ حضور کے الہامات
میں آیا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو
السلام علیکم بھیجی ہے۔ وہ بھی درود ہی ہے۔ اسے میرے پیارو زبان سے
جو کہتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا درجہ بلند ہو کوشش کر کے بھی دکھلاؤ۔ تبلیغ
اشاعت اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اخلاق حسنہ صفات جمیلہ
کے اظہار میں اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احسانات کے بیان کرنے میں ایسی
کوشش اور جد و جہد کرو کہ خدا کے فضل سے دنیا کے کناروں تک یہ نور اور روشنی پھیل
جائے اور عوام و خواص اسلام اور احمدیت کے گرویدہ ہو جائیں۔ اگرچہ آپ کا خلیفہ
اسی افصح الفصحاء کا متبع ہی تو ہے۔ جن کی زبان گوہر فشاں سے یہ مبارک الفاظ
مترشح ہوتے تھے۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب (میں نبی ہوں اس
میں جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں) لیکن اگر جماعت ہمت نہ کریگی۔ تو
فضیلت اور مبارکبادی کا تمغہ کس طرح ملے گی۔ باہمت اور بہادر بنو تبلیغ کرو۔ اپنے
مالوں کو سلسلہ کے کاموں میں خرچ کرو۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

کے مدارج کی رفعت درود پڑھ کر زبان سے مانگتے ہو۔ اسی طرح اپنے اعمال سے بھی چاہو۔ صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ اپنے جسم کی روئیں روئیں اور اپنے اموال کے ذرہ ذرہ سے درود شریف پڑھنے والے بنو۔ اللہ توفیق دے آمین ۔

نیک بچے

اے پیارے بچو اور نوجوانو! تمہاری محبت اور شفقت میرے دل کو بیقرار کرتی ہے کہ تم کسی طرح نیک بن جاؤ۔ کیونکہ نیکی کی جڑ بنیاد بچپن ہی سے پڑتی ہے۔ اور آئندہ کی کامیابی اسی وقت پر منحصر ہے۔ جہاں تک میری غور اور سمجھ میں آیا ہے۔ سب سے زیادہ خطرناک بات بُرے لڑکوں کی دوستی ہے۔ اور سب سے زیادہ مفید بات نیک لڑکوں اور نیک آدمیوں کی مجلس میں بیٹھنا ہے۔ ایک محنتی لڑکا جب کسی پڑھنے سے بیزار لڑکے سے دوستی کرتا ہے۔ پڑھائی میں سست ہو جاتا ہے۔ اور ایک سست لڑکا ایک چست لڑکے کی مصاحبت سے ہوشیار اور محنتی بن جاتا ہے۔ اپنا نقصان نہ کرو۔ عقلمند بنو۔ بُرے لڑکوں کو چھوڑ کر نیک لڑکوں سے دوستی کرو۔

اے عقلمند بچو اگر تم نے کسی بچہ کو نیک سمجھ کر دوست بنا لیا۔ اور کچھ عرصہ بعد تم کو اس کی بُری عادتوں کا پتہ لگا۔ تو فوراً اس کی دوستی چھوڑ دینا۔ اور ہرگز ہرگز اس بات کی پرواہ نہ کرنا۔ کہ وہ کیا کہیگا۔ کہ یہ میرا کیسا بےوفا دوست تھا۔ خواہ وہ کتنی ہی ملامت کرے۔ اور پھیر پھیر کے اپنی طرف کھینچے۔ اس سے دور بھاگنا۔ وہ تو تمہارا دشمن ہے۔ تم کو خراب کرنا چاہتا ہے۔ سوچو۔ اگر تم کوئی لذیذ چیز کھا رہے ہو اور پتہ لگے کہ اس میں کوئی بُری اور گندی چیز پڑی ہوئی ہے۔ تو کیا اس کے بعد بھی تم وہ کھانا کھاتے رہوگے۔ یا اُلٹیاں لیکر پچھلا کھایا ہوا بھی نکالو گے۔ کیا مکھی کھانے میں نظر آجانے سے

وہ کھانا کھایا جا سکتا ہے۔

اے محترم والدین اپنے بچوں پر ہمیشہ اس بات کی نگرانی رکھیں۔ کہ آپ کے نورِ چشم کی کسی بُرے لڑکے سے دوستی تو نہیں۔

دنیادار والدین

اے پیارے فرزند اگر تجھ کو بدقسمتی سے بےعلم، دین سے غافل والدین دنیا کے حریص والدین ملے ہیں۔ تو بیشک تیرے لیے بڑی مشکل کا سامنا ہے اور تیری حالت نہایت ہی قابلِ رحم ہے۔ کیونکہ وہ دنیا کی طرف تجھ کو کھینچیں گے۔ اور تو دین کی طرف جائیگا۔ وہ تجھے جہالت کی طرف بلائیں گے۔ اور تجھے علم کا شوق ہوگا۔ تجھے کہیں گے کہ ہمیں پیسہ لاکر دے۔ ہمارا حق پورا کر۔ اے عزیز ایسے وقت ہرگز نہ گھبرا۔ ٹھنڈا رہ کر اور بڑی ہمت سے کام کر۔ ایسا کر کہ جہاں تک ہو سکے۔ ان کو بھی راضی کر تاکہ فتنہ نہ بڑھے۔ اور دوسری طرف علمی شوق بھی پورا ہوتا رہے۔ اگر تو اس طریق پر عمل کرتا رہیگا۔ تو امید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تیری مشکل حل کر دیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ذکرِ الٰہی

اے طالبِ حق ذکرِ الٰہی بہت کر۔ طلبِ خدا کی یہی راہ ہے۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (اور ذکر کرو اللہ کا بہت تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ) اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (اے لوگو ذکرِ الٰہی سے دل مطمئن ہوتے ہیں) ذکرِ الٰہی سے دل کی بےاطمینانی دور ہوتی اور اطمینان اور سکینت ملتی ہے۔ دل میں نور داخل ہوتا ہے۔ اور ظلمت کافور ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھتی ہے۔ مومن کا یہ کام نہیں۔ کہ کبھی خدا کو یاد کرے۔ بلکہ جب بھولے یاد کرے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

اِذَا نَسِیْتَ (اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے) اللہ تعالیٰ ذکر کثیر کا حکم دیتا اور فلاح کو ذکر کثیر پر منحصر فرماتا ہے سو اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے پاس اپنے سامنے حاضر و ناظر سمجھو۔ جو کہ درحقیقت سچی اور واقعی بات ہے۔ کیا کوئی ایسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ حاضر نہیں۔ یا کوئی ایسی چیز ہے۔ جس کا وہ ناظر نہیں۔ تم کو ہر بات ہر کام ہر معاملہ ہر ایک سکھ ہر ایک دکھ کے وقت خدا ہی یاد آوے خدا کے فضل سے تم ایسے ہو جاؤ۔ کہ خدا کو اپنے پاس اپنے سامنے دیکھ رہے ہو۔ خواہ اس کو دیکھتے دیکھتے تمہارے خیال میں کوئی صورت ہی آجائے۔ اور تم کوئی عرش معروش ہی کرو۔ اور جو اسباب ہی لو۔ پھر بھی اس کو ایسا ہی سمجھو۔ جیسا کہ تم اُس کو دنیا اور کشوف میں دیکھتے اور ایمان رکھتے ہو۔ کہ وہ ذات پاک دو بار اور کشوف کے تمثلات سے بالا اور خیالات تصورات۔ توہمات۔ عقل۔ فہم اور ادراک سے وراء الوریٰ ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (اس کو نظریں نہیں پا سکتیں اور وہ نظروں کو پالیتا ہے) کبھی یہ ہو سکتا ہے کہ نامتناہی متناہی کے اندر اور بے پایاں پایاب کے اندر آجائے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

ثمر ہے دور کا کب غیر کھاوے ۔۔۔ چلو اوپر کہ وہ نیچے نہ آوے

خدا کے فضل سے یہ یقین اس درجہ تک پہنچ جائے۔ کہ ذکر الٰہی تمہاری دلی حالت کا ترجمان بن جائے۔ جب تمہارے دل میں اللہ کی بزرگی اور عظمت کا یقین ہوئے۔ تو بے اختیار زبان سے اللہ اکبر نکلے جب اس کے حسن وجمال احسانات و انعامات تمہارے دل کو مسرور کریں۔ تو الحمد للہ کی صدا اندر سے نکلے۔ اور جس وقت تم اس کی پاکیزگی اور قدرت کی وسعت کا تصور کرو۔ تو سبحان اللہ کی آواز بلند کرو۔ اور

جب اس کی یکتائی وحدت اور لاشریک ہونے کا خیال کرو۔ تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو۔ اسی طرح لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ میں سے جو حسن تمہارے دل کو روشن کرے تمہاری زبان اس حسن کی ترجمانی کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ تو کسی وقت بے ساختہ بے تکلف خود بخود حضور کی زبان مبارک سے سبحان اللہ کے مبارک الفاظ آہستہ سے نکل جاتے تھے جس کو کبھی کبھی ہم خدام بھی سُن لیتے تھے۔ یہ حضور کا وہ دائمی دلی ذکر اور قلبی یاد الٰہی تھی جو ان الفاظ میں کسی وقت ہم کو بھی سنائی دیتی تھی۔ سبحان اللہ کیا بابرکت نورانی ذاکر اور عارف باللہ وجود باجود تھا۔ اور وہ آواز کیسی دلکش اور دلربا آواز تھی۔ جو ہمارے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچ لیتی تھی وہی آواز ہے۔ جس نے اس وقت حضور کی تحریر کی شکل اختیار کر لی ہے جس کا نور اور اثر اب بھی آپ اپنی آنکھوں اور اپنے دل سے دیکھتے ہو اور جوں جوں حضور کی کتابیں پڑھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف کھنچے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ذکر کی توفیق بخشے۔ آمین

دور اندیشی

اے ابن آدم دور اندیش آدمی بہت اچھا ہوتا ہے۔ عقلمند اور دانا وہ ہے جو انجام پر نظر رکھے۔ ؎ مرد آخر بین مبارک بندہ ایست۔ (انجام پر نظر رکھنے والا بندہ مبارک بندہ ہے)

ایک گھڑی کے لئے تو اُس وقت کا تصور کر۔ جبکہ وہ زمانہ ہوگا۔ کہ ان مکانات۔ محلات۔ باغات۔ دیہات اور شہروں میں ان موجودہ آدمیوں میں سے ایک بھی نہ ہوگا

مکانات موجود ہوں گے۔ لیکن ان میں رہنے والے اور ہی لوگ ہوں گے۔ باغ وچمن
گل وگلزار اسی طرح پھولیں گے پھلیں گے اور میوؤں سے لدتے رہیں گے۔ مگر ان میں
سیر کرنے والے اور اُن کے میوے کھانے والے اور ہی لوگ ہوں گے۔ یہ بازار اور
دکانیں دنیاوی نازونعم سے بھری ہوئی اسی طرح کھلتی رہیں گی۔ مگر اس کے خریدار
اور ہی لوگ ہوں گے۔ یہ مال ودولت اور روپیہ پیسہ اسی طرح موجود ہوگا۔ مگر وہ کوئی
اور ہی ہوں گے۔ جن کے قبضہ میں ہوگا۔ یہ ریلیں اور آبی اور ہوائی جہاز موٹریں۔
سائیکلیں اور کتنی قسم کی سواریاں اسی طرح چلیں گی۔ مگر ان میں بیٹھنے والی اور ہی
مخلوق ہوگی۔ ہمالیہ اپنی بلند چوٹیوں کے ساتھ اسی طرح کھڑا ہوگا۔ ہوائیں چلیں گی۔
بادل آئیں گے مینہ برسیں گے۔ دریا اپنے زور شور میں بہتے رہیں گے۔ سورج اور
چاند اسی طرح اور اسی آب وتاب سے دنیا کو روشن کریں گے۔ ستارے اپنی چمک دمک
دکھاتے رہیں گے۔ مگر ان نظاروں کو دیکھنے والے اور ہی لوگ ہوں گے۔ جو حال تم پر گذر رہا ہے
اُسی طرح اُن پر بھی گذرے گا۔ اور وہ بھی اسے دوسروں کے لئے خالی کر دیں گے۔ پس
یہ بات تعجب کی ہے یا نہیں کہ ایسی ناپائیدار جلد ختم ہوجانے والی چیز سے اپنا دل
لگاؤ۔ اور اس کے ایسے فریفتہ اور دلدادہ ہوجاؤ۔ کہ مرنے کے بعد کی زندگی کو بھلا بیٹھو
پس عقلمندی کے ساتھ دور اندیشی کرو۔ اور اس گھر کا فکر کرو۔ جہاں جاکر
تم نے ہمیشہ ہمیش رہنا ہے۔ جہاں زندگی کو فنا نہیں۔ حیات ہے موت نہیں۔
نعمتوں کو زوال نہیں۔ عیش ہی عیش ہے کوئی ملال نہیں۔ لذتوں میں بدمزگی نہیں۔
شیرینی میں تلخی نہیں۔ نطافت ہے کدورت نہیں۔ راحت وآرام ہے کوئی دکھ درد نہیں۔
خوشی ہی خوشی ہے غم نہیں۔ تندرستی ہے بیماری نہیں۔ طاقت ہے کمزوری نہیں۔

جوانی ہے بڑھاپا نہیں۔ خوبصورتی ہے بدصورتی نہیں۔ مشغولی ہے بیکاری نہیں
کاموں میں دلچسپی ہے بیزاری نہیں۔ ترقی پر ترقی ہے تنزل نہیں۔ جس طرح دنیا
میں ایمان کے ساتھ لگاتار نیک اعمال کرتے رہے اور ہٹے نہیں اسی طرح جنت میں
بھی نہریں ہیں۔ جو چلتی ہیں رکتی نہیں۔ وہاں سدا باغ وبہار اور ہمیشہ رہنے والے میوہ دار
درخت ہیں جو سوکھتے نہیں۔ پھول تروتازہ رہتے ہیں کملاتے نہیں۔ ان کے ساتھ کوئی کانٹا
نہیں۔ پھل لذیذ پختہ وشاداب ہیں جن میں تغیر نہیں۔ جتنا کھاؤ کمی نہیں۔ وہاں
کے کھانے سڑتے اور پانی گندے نہیں۔ نورانی لباس ہیں۔ جن کی آب وتاب رونق
کم ہوتی نہیں۔ وہاں پیاروں سے جدائی نہیں۔ دوستوں کے سوا کوئی دشمن نہیں۔
وہاں محبت ہی محبت ہے بغض وعداوت نہیں۔ آپس میں کوئی رنجش وکدورت
نہیں۔ وہاں نیک ماں باپ، نیک ازواج، نیک اولاد آپس میں مل جائیں گے کبھی
مفارقت نہیں۔ وہاں مومنات، صالحات قاصرات الطرف ہیں۔ جن کی نظر غیر پر پڑی ہی
نہیں۔ نیکی ہی نیکی ہے۔ بدی کا نام ونشان نہیں۔ اللہ رب العالمین کی رحمتوں اور
فضلوں میں ہمیشہ کی زندگی ہے مرنا نہیں۔ پس ایسے گھر کے لئے یہاں سے سامان لیجاؤ۔
وہ سامان کیا ہے ایمان اور نیک اعمال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۔
دبیشک جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے اُن کی رہنے کی جگہ فردوس کے باغ ہیں ہمیشہ اُس
میں رہیں گے نکلیں گے نہیں) کیسی افسوس والی اور حسرتناک یہ بات ہو۔ کہ یہاں کی عیشیں دیکھو
گئیں اور وہاں کچھ نہ ملا۔ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ اے اللہ تو ہم پر رحم فرما۔
اور حسرت اور افسوس کے اس سخت عذاب سے بچا۔ آمین۔

آئندہ کا فکر

اے انسان یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب تم کوئی بڑا کام کرنے لگتے ہو۔ یا کسی سفر پہ جاتے ہو۔ تو پہلے اس کا پروگرام بناتے ہو۔ اور خوب غور کر لیتے ہو کہ ہم نے یہ یہ کام کرنے ہیں اور ایسا ایسا اس اس طرح کرنا ہے۔ پھر جب وہ کام ہو چکتا ہے۔ یا سفر سے واپس آجاتے ہو اور وہ وقت گذر جاتا ہے اور پھر تم پر کبھی یہ حالت بھی آتی ہے۔ کہ اس کے متعلق جو تم سے فروگذاشت ہو جاتی ہے۔ اس پہ افسوس کرتے ہو کہ فلاں کام رہ گیا اور فلاں کام جس طرح کرنا تھا نہ کیا مگر پھر اس افسوس کا فائدہ کیا۔ وہ وقت اور موقعہ ہی گذر گیا۔

اسی طرح انسان اس دنیا میں ایک سفر پر اور ایک بڑے کام کے لئے آیا ہے۔ سفر اس لئے کہ واپس جانا ہے۔ اور بڑا کام اس لئے کہ دوسرے جہاں میں رہنے کے لئے سامان اور زاد لے جانا ہے۔ پس یہ وقت اور موقعہ ہے غور کر لو۔ سوچ لو۔ پوری کوشش سے انتظام کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ جب تم اپنی اصلی جگہ اور ٹھکانے پر جاؤ۔ تو حسرت اور افسوس کرو۔ اس کی ترکیب اور تدبیر یہ ہے۔ کہ تم وقتاً فوقتاً صبح و شام روزانہ، ہفتہ وار ماہانہ۔ سالانہ اس بات پر غور کر لیا کرو۔ کہ اس عرصہ میں آخرت کے سامان کیلئے ہم سے کوئی فروگذاشت تو نہیں ہو گئی۔ اور جو جو کام جس جس موقعہ پر کرنا تھا کر لیا ہے۔ چونکہ خدا نے اپنے فضل سے موقعہ دیا ہوا ہے۔ اور ابھی دار العمل سے دار الجزا کی طرف نہیں گئے۔ جلدی اور سرعت سے تلافی مافات کر لو اور آئندہ کیلئے محتاط ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگر تم اس محاسبہ پر کاربند ہو گئے۔ اور حَاسِبُوا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوا اپنا حساب خود کیا کرو۔ اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے۔ پر عمل کیا تو انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے جہان میں حسرت اور افسوس سے بچ جاؤ گے۔ اور ایسے خوش ہو گے کہ پھولے نہ سماؤ گے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ اے ایمان والو تقویٰ کرو اللہ کا اور چاہیے کہ دیکھے نفس یعنی انسان غور کرتا رہے کہ کیا بھیجا ہے یا کیا بندوبست کیا ہے کل کیلئے اور تقویٰ کرو اللہ کا اللہ تعالیٰ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اے انسان جب تو اس جہان سے دوسرے جہان میں جائیگا۔ تو تیرے اعمال دنیا کی کتاب تیرے ہاتھ میں دی جائیگی۔ اور تجھ کو کہا جائیگا۔ اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔ پڑھ اپنی کتاب کافی ہے۔ تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسب،

اے اللہ وہ کیسا وقت ہوگا۔ جب کہ ہاتھ میں وہ کتاب یعنی نامہ اعمال دیا جائے گا۔ اور انسان اپنی ساری عمر کے منٹ منٹ اور سیکنڈ سیکنڈ کے ظاہری اور پوشیدہ اعمال مفصل لکھے ہوئے پڑھیگا۔ اور اپنے ہر ایک کام پر دل ہی دل میں رنج کرتا جائیگا۔ اور کہیگا۔ مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا اس کتاب کیلئے کیا ہوا ہے۔ یا یہ کیسی کتاب ہے۔ کہ نہ کوئی چھوٹی چیز چھوڑتی ہے نہ بڑی مگر اس کو پورا پورا لکھ دیتی ہے۔

اس بات پر تعجب نہ کرو۔ اگر غور سے دیکھو تو اس کتاب کا نمونہ اب بھی تمہارے سامنے ہے۔ کیونکہ جو جو کام تم کرتے ہو۔ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا کے مطابق خوب جانتے ہو۔ کہ یہ کام اچھا کیا۔ اور یہ کام برا کیا۔ اس کام کی مجھے خوشی ہے اور اس کا مجھکو افسوس ہے۔ حالانکہ اب تو پردہ غیب ہے۔ وہاں حقیقت عیاں ہو جائیگی۔ اگر دنیا میں نیک کام کئے تھے۔ تو خوشی ہوگی۔ اگر برے کئے افسوس ہوگا۔ اس وقت اس افسوس کے تدارک کیلئے دنیا میں واپس آنے کی آرزو کرے گا۔ مگر یہ نہ ہو سکے گا

اس لئے اسی وقت سمجھ لو۔ کہ میں دوسرے جہان میں گیا۔ اپنا نامۂ اعمال دیکھا۔
اور واپس آگیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یوم الحسرۃ کو لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ
الْعَامِلُوْنَ ط (اسی بات کے لئے چاہیئے۔ کہ عمل کریں عمل کرنے والے) کی نعمت
اور دولت نصیب فرمائے۔ آمین

دنیا

دنیا کے متعلق جو میں بار بار لکھتا ہوں۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ
تارک الدنیا ہونا اچھی بات ہے ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا
حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ میں دنیا اور دین دونوں
کی خیر و خوبی مانگنے کی دعا سکھاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں حُبِّبَ
اِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ اَلطِّيْبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ (مجھے
محبت دی گئی ہے (یعنی مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِيْ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ڈالی ہے میرے دل
میں تمہاری دنیا میں سے تین چیزوں کی خوشبو۔ عورتیں اور آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں)
اس سے یہ نہ سمجھنا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کے سوا ہر ایک چیز کو حضور کے دل
میں ناپسند کر دیا تھا۔ بلکہ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ
مَا رَزَقْنٰكُمْ (اے رسولو کھاؤ اچھی چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (اے لوگو جو ایمان لائے ہو کھاؤ اچھی چیزیں
جو ہم نے تم کو دی ہیں) اور فرماتا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ
لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (کہدے کون ہے جس نے حرام کیں اللہ کی زینت
کی چیزیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیں اور پاکیزہ رزق) یعنی کون ہوتا ہے

جو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی زینت کی چیزوں کے استعمال کرنے اور اچھے کھانوں
سے منع کرتا ہے کیا ایسے ترک دنیا کے خیالات کہ نہ اچھا کھائے اور نہ اچھا پہنے۔
کجروی اور صراط مستقیم سے دور ہیں۔ ان تحریرات سے میری غرض تو یہ ہے کہ انسان
اس دنیا کی چیزوں میں ایسا منہمک اور مشغول نہ ہو کہ اعمال صالحہ سے غافل اور بے پرواہ
ہو جائے۔ اپنا اصل مقصد دنیا میں آنے کا اچھا کھانا اور اچھا پہننا ہی بنالے۔ اور آخرۃ
کو بھول جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ
وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (اور نہیں ہے دنیا کا جینا
مگر کھیل اور جی بہلاوا اور یقیناً پچھلا گھر بہتر ہے۔ ان کے لئے جو تقویٰ کرتے ہیں
پس کیا یہ بات تمہاری عقل میں نہیں آتی)

شرائط بیعت میں دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے نہ کہ تارک دنیا ہونا۔

اے اللہ ہم اس بات کے مصداق نہ ہوں کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي
الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (اے ہمارے رب دیدے ہم کو دنیا میں حالانکہ اُن کے
لئے آخرۃ میں کوئی حصہ نہیں) ایسا نہ ہو۔ کہ ہماری ساری جدوجہد سعی کوشش
تڑپ اور بے قراری صرف دنیا کی بہتری کے لئے ہو خواہ نعوذ باللہ آخرت
خراب ہو۔ ایہہ جگ مٹھا اگلا کن ڈٹھا۔ والی بات نہ ہو۔ نعوذ باللہ من
شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ آمین

نیک معاشرت بیوی سے

بیویوں سے نیک سلوک رکھو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
(اور رہو اُن کے ساتھ اچھی طرح سے) اور فرماتا ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ

أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً
إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (اور اس کے نشانوں میں سے یہ
کہ بنائے تم ہی میں سے تمہارے لئے جوڑے تاکہ چین پکڑو ان کے پاس اور کر دیا تمہارے
درمیان پیار اور مہربانی اور اس میں نشان ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں)
ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ حدیث شریف سنی ہے۔
خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ (تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے اہل سے اچھا ہے)
ان کی کمزوریوں، قصوروں اور غلطیوں سے درگذر کرو۔ ستاری کی صفت اختیار
کرو۔ دوسروں کے پاس اُن کے عیوب بیان نہ کرو۔ شکایت نہ کرو۔ تحمل اور حلم کی عادت
کرو۔ برداشت کرو۔ ذرا ذرا سی بات پر چیں بجبیں نہ ہو۔ غضبناک نہ ہو جاؤ۔
ان کے نان نفقہ اور رہائش و آسائش کا خیال رکھو۔ ان کو دین کا علم اور راستہ بتلاؤ۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (مرد ادب سکھانے
والے ہیں بیبیوں کے) ادب دینے والے کیلئے ضروری ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت
میں قیام نیچی اور نرمی کلام صداقت عدالت پر استحکام۔ اخلاق فاضلہ اور نیکوکاری
پر دوام رکھتا ہو تاکہ اس کی وجاہت۔ رعب داب ادب حاصل کرنے والوں کے دلوں
پر قائم رہے اور ادب دے سکے۔ بیبیاں تمہاری پردہ پوش ہیں تم ان کے پردہ پوش بنو۔
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (وہ تمہارے لباس ہیں تم ان کے لباس ہو)
پس اپنے لباس کی قدر کرو۔ جس طرح تم اپنے لباس کی درستگی اور آراستگی کا خیال کرتے ہو
اور ہر طرح کی میل کچیل اور آلائش سے بچاتے اور پاک صاف رکھتے ہو۔ ایسا ہی معاملہ
ان کے ساتھ رکھو۔ تم کبھی بھی ایسا نہیں کرتے کہ اگر تمہارے لباس کو کوئی آلائش

رنگ جائے تو غضب میں آکر چیر پھاڑ کر پھینک دو۔ بلکہ اس کو درستگی اور عمدگی سے
دھوتے ہو۔ دھوبی اگر تمہارے کپڑے اچھی طرح صاف نہ کرے یا پھاڑ لائے
تو اس پر خفا ہوتے ہو۔ پھر افسوس ہے کہ جس سے تم اس قدر آرام اٹھاتے ہو اس
کو ذرا سی خطا، غلطی، کمزوری، سہو اور نسیان پر مار دو اور الگ کرنے کی دھمکیاں دو۔ کیا
یہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکریہ ہے۔ کہ تم کو اس پر فضیلت دے کر فوقیت بخشی
ماں باپ کی اس محنت شاقہ کو یاد کرو جو انہوں نے اس کیلئے اٹھائی ہے۔ ماں نے
دکھ پر دکھ اٹھا کر جنا۔ دودھ پلایا۔ باپ محنت سے کما کر لایا۔ ماں نے پکا کر کھلایا
محنتوں سے پالا۔ اس رب العالمین نے اتنا بڑا کیا۔ پروان چڑھایا۔ گھر بیٹھے پلی پلائی
بیوی دے دی اور تمہارے بس میں آگئی۔ اب تمہاری طرف سے ایسی بیقدری اور ناشکری
آخر وہ بھی خدا کی بندی ہے۔ اسی خدا کی جس نے تم کو جان دی ہے اسکی جوابدہی سے ڈرو
بے رحمی نہ کرو۔ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ (جو رحم نہیں کرتا رحم نہیں کیا جاتا) رحم کرو۔
اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گے۔

شر شیطان

اے دوستو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا
(بے شک شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے) اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا
(بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم اس کو سمجھو دشمن) شیطان موقعہ تاک کر باریک
راہوں سے انسان پر حملہ کرتا ہے۔ مثلاً کوئی وقت ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو کامیابی ہوتی
ہے۔ کوئی دولت ملتی۔ کوئی کارنمایاں کرتا۔ عزت پاتا۔ اپنے آپ کو ممتاز اور دوسروں کو
پست دیکھتا۔ خوشی سے جامہ میں پھولا نہیں سماتا۔ اس وقت شیطان اس کو فخر، تکبر، رعونت

اور اترا ہٹ کی طرف اُبھارتا ہے ۔ اور اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ (میں نے
یہ اپنی علمی لیاقت سے حاصل کیا ہے) کا مضمون اس کے دل میں ڈالتا ہے اس وقت
ہوشیار ہو جاؤ ۔ اور دل میں یقین کرو ۔ کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی مہربانی ہے
اپنے آپ کو عاجز اور ناقابل سمجھے ۔ اور شیطانی خیالات پر اَعُوْذُ اور استغفار پڑھے ۔ پہلے
سے بھی زیادہ متواضع ہو جائے ۔ ایسے انکسار کو بڑھائے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ
(جو اللہ کے لئے فروتنی کرتا ہے ۔ اللہ اُس کو اور بلند کرتا ہے) نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمیں
اللہ تعالیٰ کے حضور میں شکر اور حمد کرتے ہوئے جھک جائے ۔ تاکہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ
(اگر شکر کرو گے تو ضرور با ضرور میں تمہاری نعمت کو بڑھاؤں گا) کے مطابق نعمت بڑھے

حضور سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت شہر میں داخل ہوتے
ہوئے اونٹ پر بیٹھے ہوئے سجدہ میں اس قدر جھکے کہ سر مبارک اونٹ کی کوہان
سے جا لگا یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ ۔

دوسرا وقت ایسا آتا ہے کہ آدمی اِدبار، تنگی اور ناکامی کا منہ دیکھتا ۔ دکھ، تکلیف
رنج والم ۔ اندوہ و غم میں پڑتا کبیدہ خاطر اور دلریش ہو جاتا ہے ۔ اس وقت شیطان
موقعہ پا کر مایوسی اور نا اُمیدی کا جال پھیلاتا ہے ۔ یہاں تک کہ تمام گذشتہ خوشیوں
اور کامیابیوں کو بھلا دیتا ہے بے صبری ۔ ...... ناشکری، شکوہ شکایت کی طرف لیجاتا
اور دل میں یہ ڈالتا ہے کہ دنیا میں تو ہی سب سے بڑھ کر مصیبت زدہ اور دکھیا ہے
ایسے ہی بہت بہت برے خیالات دل میں ڈالتا ہے ۔ یہ وقت بہت سخت ہوتا ہے ۔
اس وقت لاحول ۔ استغفار اور اعوذ سے بہت کام لیں ۔ اللہ سے اُمید رکھیں ۔ نا اُمیدی
کی طرف نہ جائیں ۔ اللہ تعالیٰ سے آئندہ کی کشائش اور فراخی کی دعا کو زور سے دل میں

قائم کریں ۔ اوقات گذشتہ کی خوشیوں اور کامیابیوں کو یاد کر کے اس تھوڑی سی
وقتی تکلیف کو حقیر سمجھیں ۔ اور یہ یقین کریں ۔ کہ بے شک فرمان الٰہی سچا ہے ۔ اِنَّ مَعَ
الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (بیشک دکھ کے ساتھ سکھ ہے بیشک دکھ کے ساتھ سکھ ہے)
یہ خیال نہ کرو ۔ کہ دنیا میں شیطان کا وجود ایسا خود مختار آزاد اور زور آور ہے کہ جو چاہے
سو کرے اور جس کو چاہے گمراہ کر دے ہرگز نہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا
قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ
لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ
مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ
الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور کہیگا شیطان جب فیصلہ ہو جائیگا تمام معاملہ کا ۔
بیشک اللہ تعالیٰ نے جو تم سے وعدہ کیا تھا سچا تھا ۔ اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا ۔ اس
کے خلاف کیا ۔ اور مجھکو تم پر کوئی زور نہ تھا ۔ صرف اتنی بات تھی کہ میں نے تم کو بلایا اور
تم نے میری بات مان لی ۔ پس مجھے ملامت نہ کرو ۔ بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو ۔ میں تمہاری
فریاد کو نہیں پہنچ سکتا ۔ اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو ۔ میں اس سے انکار کرتا
ہوں کہ تم نے مجھے پہلے شریک بنا لیا تھا ۔ بیشک ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے)
شیطان انہیں کو گمراہ کرتا ہے ۔ جو اس سے دشمنی نہیں رکھتے دوستی کرتے ہیں ۔ اس کی
ہاں میں ہاں ملاتے ہیں ۔ اس کے جھوٹے وعدوں کو سچا سمجھتے اور اس کا کہنا مانتے ہیں ۔
لیکن خدا کے فضل سے اس کے مخلص متقی بندے شیطان کی دسترس سے محفوظ ہیں ۔ اللہ تعالیٰ
شر شیطان سے محفوظ رکھے آمین ۔

اہل پیغام

اے اہل پیغام ، خلافت کے نہ ماننے والو ۔ کبھی تم نے اس بات پر

بھی غور کیا ہے کہ مرکزی جماعت جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی ہے اور وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کی جماعت کہلا کر تزکیہ حاصل کیا ہے۔ ان کا اجماع خلافت کے اقرار پر ہے یا انکار پر۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس اجماع کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت ہوا تھا برحق مان کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا استدلال کرتے ہو۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے اجماع کی جو کہ خلافت کے ضروری ہونے پر ہے۔ کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ پہلی خلافت کے تقرر کے وقت تو تم بھی اجماع میں شامل تھے۔ تیسری خلافت کے وقت کیا ہو گیا۔ جو سبق پہلے پڑھ کر یاد کر چکے تھے اس کو کیوں بھلا دیا۔ اپنے حال پر رحم کرو۔ ضد نہ کرو جماعت اور اجماع سے آملو۔ اللہ اپنی پیاری جماعت کے اتفاق اور اجماع پر خاص فضل فرماتا ہے۔ اس فضل میں شامل ہو جاؤ۔ آمین

آدابِ افسران

اے سلسلہ کے احمدی بھائیو۔ بعض اوقات قوم یا مرکزی معاملات کے اہم کام در پیش آجاتے ہیں جن کے متعلق سلسلہ کے اراکین اور افسران غور و فکر کرتے مشورہ کرتے کوشش اور جد و جہد کرتے۔ اور اپنی عقل اور ہمت کا سارا زور لگا دیتے ہیں۔ بےشک اللہ تعالیٰ نیک کام نیک نیتی اور کوشش کا اجر ضائع ہونے نہیں دیتا۔ لیکن بعض وقت ظاہری صورت میں نتیجہ حاطرخواہ اور دلپسند نہیں نکلتا۔ اسوقت آپ دل تنگ اور پریشان خاطر نہ ہو جاؤ۔ ورنہ برے خیالات دل میں اور زبان پر نہ لاؤ یہ باتیں نہ کہو کہ ہمارا کہنا نہ مانا۔ ہماری رائے پر نہ چلے ہم سے کسی نہ پوچھا۔ اگر ہماری رائے مانتے تو ایسا نہ ہوتا۔ ہماری کون سنتا ہے ہمیں کون پوچھتا ہے۔ نعوذ باللہ یہ شیطانی گمراہ کرنے والی اور جماعت میں تفرقہ ڈالنے والی باتیں اور صراط مستقیم سے دور کرنے والے خیالات ہیں ان سے استغفار

کرنا چاہیئے۔ کسی کام کا کرنا مشکل۔ لیکن عیب چینی آسان۔ ؎

نہ بیند ہنر دیدۂ عیب جُو۔ زمیندار کا کام کھیت میں ہل چلانا۔ بیج ڈالنا اور پانی دینا ہے۔ لیکن پھل کا حصہ دار آنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ڈاکٹر نے زور لگا کر تشخیص کی اور عمدہ دوا دی۔ مگر شفا دینے والا اللہ ہے۔ افسروں نے تو پوری تندہی سے کوشش کی اور زور لگایا۔ لیکن وہ نتائج کے ذمہ دار نہیں۔ نتائج پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ وہ اپنی رحمت سے خادموں کو ان کی خدمتگذاری کا ثواب دیتا ہے۔ اپنی پوری طاقت سے دعائیں مانگتے اور کوشش کرتے رہو۔ اور اللہ کی مہربانیوں کے امیدوار رہو۔ ؎

ما ہمہ شیراں شیر علم ٭ حملہ ما از باد باشد دمبدم ٭ حملہ ما پیدا و ناپیدا است باد ٭ آنچہ ناپید است ہرگز کم مباد

یعنی ہم شیر ہیں۔ لیکن ایسے شیر جو کہ جھنڈے کے کپڑے پر بنا ہوا ہوتا ہے۔ ہمارا حملہ بار بار ہوا کے زور سے ہوتا ہے۔ ہمیں حملہ کرتے ہوئے سب لوگ دیکھتے ہیں لیکن ہوا کو کوئی نہیں دیکھتا۔ ایسا ہو کہ وہ چیز (یعنی ہوا ہُو خدا) جو دکھائی نہیں دیتی کبھی کم نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو عہد آپ نے لیا ہے۔ وہ یاد رکھو کہ ہر حالت عسر اور یسر میں قدم آگے بڑھاؤں گا۔ آمین

بوڑھے والدین

ماں یا باپ یا دونوں بوڑھے ہو گئے کمزوری اور ضعف نے گھیر لیا طاقت طاق ہو گئی۔ عقل میں تیزی نہ رہی ہوش و حواس مختل ہو گئے مڑ کر بچوں کی طرح بن گئے۔ جس طرح تم بچپن میں ان کی مدد کے محتاج تھے۔ اب وہ تمہاری مدد کے محتاج ہو گئے۔ زمانہ نے پلٹا کھایا۔ ان کی حالت ایسی ہو گئی۔ جیسی بچپن میں تمہاری حالت تھی۔ تمہاری سعادت مندی۔ بختیاری اور خوش نصیبی یہ ہے کہ تم ان کی ویسی ہی خدمت کرو۔ جیسی بچپن میں وہ تمہاری کرتے تھے۔ ان کا دل ایک ذرہ بھر اپنے سے میلا نہ ہونے دو۔ ان کو پھول کی طرح سمجھو۔ پھول بھی ایسے جو کمھلا گئے ہیں۔ اور جھڑنے کو ہیں ان کے آگے عجز و انکسار

سے ہو سخت اور جھڑک کر بات نہ کرو۔ نرمی اور ملائمت سے بولو۔ ایسے الفاظ منہ سے
نہ نکالو۔ جن سے اُن کو تکلیف ہو۔ پیرانہ سالی۔ کمزوری عقل اور اختلال حواس کی وجہ سے
اگر کوئی ان کی ناپسند بات دیکھو۔ تو دل تنگ اور چیں بہ جبیں نہ ہو۔ بُرا نہ مانو۔ وہ بات
اُن کے منہ پر نہ رکھو۔ شکایت نہ کرو۔ بلکہ جتنی تکلیف ہو اتنا ہی ثواب کی نیت پر خوش
ہو۔ وہ معذور ہیں بے بس ہیں۔ لاچار ہیں۔ مرفوع القلم ہیں۔ خدا نے اُن کو بوڑھا
کر دیا۔ خدا تمہیں بھی بوڑھا کرے اور تمہاری اولاد تمہاری خدمت کرے اللہ تعالیٰ
بوڑھے والدین پر رحم کرتا ہے اور تم کو حکم دیتا ہے تم بھی رحم کرو فرماتا ہے۔
فَاِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا
تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ
وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔ اگر پہنچ جاویں بڑھاپے
کو تیرے پاس ایک ان دونوں میں سے یا دونوں پس ان کو اُف یعنی ہُوں نہ کہو۔ اور
جھڑکی نہ دو۔ اور ان سے ادب عزت اور مہربانی سے کلام کرو۔ ان کے آگے عجز اور
انکسار سے رحم کرتے ہوئے اپنے بازو جھکاؤ اور کہو اے رب رحم کر ان دونوں پر جیسا کہ
ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا (قُل کہو۔ یعنی دعا کرو۔ اور ان کے منہ پر بھی زبان سے کہو
کہ اللہ تم پر رحم کرے۔ اور مہربانی فرمائے جیسا کہ تم نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے تاکہ
تمہاری کلام سن کر ان کا دل خوش ہو۔ کہ ہمارا اولاد قدر شناس سعادت مند فرزند ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ جس نے اپنے ماں باپ کو بڑھاپے میں
پایا۔ اور ان کی خدمت کر کے جنتی نہ ہوا۔ اس پر افسوس ہے۔ انہوں نے جس محبت اور
مہربانی سے تم کو پالا۔ اس کی شکر گذاری کا یہی وقت ہے۔ تمہاری بڑی خوش نصیبی ہے

کہ ایسا وقت تم کو مل گیا۔ نیکی کا موقعہ مل جانا بڑی نعمت ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ جوانی کے
جوشوں۔ آرام عیش اور خوشیوں میں اپنے بوڑھے والدین کو بھلا دو۔ جن تین شخصوں
کی دعا سے پہاڑ ٹل گیا تھا۔ ان میں سے ایک وہ تھا۔ جو بوڑھے ماں باپ کی خدمت کیا
کرتا تھا۔ جب تک ان کو کھانا نہ کھلا لیتا۔ نہ آپ کھاتا نہ بیوی بچوں کو دیتا۔ اس نے
اپنی جان اور اپنی بیوی بچوں سے والدین کو مقدم رکھا تھا۔

ماں باپ کا خواہ کوئی مذہب ہو تم خدمت اور صلہ رحمی کرو۔ ایک شخص نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں عرض کی۔ کہ میری ماں اسلام سے منکر ہے۔ کیا میں
صلہ رحمی کروں۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں صلہ رحمی کر۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ ماں باپ سے
احسان کرنے اور مالی جانی خدمت کرنے میں اُن کے مذہب اور اعمال کا کوئی تعلق نہیں
اور بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا میں کسی خاص والدین کی تخصیص نہیں۔ کیسے ہی ہوں والدین ہوں احسان کرو
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اَب بُت تراش بُت فروش اور بُت پرست تھے حضور
اس کے پاس رہے۔ نیک سلوک کرتے اور تبلیغ کرتے رہے۔ اور اس وقت تک اُس سے جدا
نہ ہوئے۔ جب تک کہ خود اُس نے اُن کو چلے جانے کیلئے ایسی سختی سے نہ کہا۔ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ
لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا اگر تم باز نہ آئے۔ تو میں تجھے پتھروں سے سنگسار کر دونگا۔
میرے پاس سے چلا جا۔ اللہ تعالیٰ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ پر عمل نصیب فرمائے۔ آمین

نفس امارہ

خدا کے فضل سے نفس امارہ کا مقابلہ کرنا۔ ہر وقت نفس پر نگران رہنا
اسے بُرے راستے پر جانے نہ دینا اور اگر نہ رکے تو اسے زیر کرنا بڑی بہادری کا کام ہے
حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا۔ کہ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ
لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور میں بری نہیں کرتا اپنے

نفس کو بے شک نفس بُری بات کا حکم دیتا ہے۔ مگر اس صورت میں نہیں کہ میرا رب رحم کردے۔ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ کون کہتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ یہ بات ایسے اعلیٰ انسان اور زبان سے نکلی ہے۔ اور اپنے اندر ایسی شان رکھتی ہے۔ کہ اُس عورت کا کلام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔

تبلیغ بھی وہی شخص کر سکتا ہے۔ جس نے اپنے نفس کا مقابلہ کر کے اُس کو زیر کر لیا ہو۔ نفس مطمئن ہو۔ متوکل علی اللہ۔ شجاع۔ بہادر۔ صابر۔ شاکر۔ طالب رضاء الٰہی ہو۔ عزت۔ جاہ نام نمود اور مال و دولت کا خواہشمند نہ ہو۔ خلق خدا کو حق بات کہے حق سنائے۔ راہ راست دکھلائے مداہنت نہ کرے۔ سچ سچ کہے۔ ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈرے۔ اگر سننے والے اپنی غلطیوں کے سننے سے ناراض ہوں۔ بُرا بھلا کہیں۔ استہزاء سے پیش آئیں تحقیر کریں۔ ایذا دیں۔ تو اُس کا نفس بُرا نہ منائے غصہ میں نہ آئے۔ صبر سے برداشت کرے وہ سختی کریں یہ نرمی کرے۔ یہ باتیں جب ہی ہو سکتی ہیں کہ خدا کے فضل اور رحم سے نفس زیر ہو جائے

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں ایک شخص کا خط آیا۔ کہ کیا حضور مجھ سے ناراض ہیں۔ ان دنوں مفتی محمد صادق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ایک سفر پر گئے ہوئے تھے اور ڈاک میں پیش کیا کرتا تھا۔ وہ خط پیش کیا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ ان کو لکھ دو کہ میں تو اپنے ہی نفس سے خفا بیٹھا ہوں تم سے کیا ناراض ہونا ہے۔ اس میں حضور نے نفس امارہ پر ناراض ہونے کی ہدایت دی۔ کیا معلوم کہ اس شخص کے حسب حال یہی رہنمائی ہو

نفس امارہ کا مقابلہ آسان نہیں۔ خدا کی توفیق اور بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ سہل شیر آں کہ صفہا بشکند۔ شیر آں را داں کہ خود را بشکند۔ یعنی اُس کو ہلکا شیر سمجھ جو صفیں توڑ دے شیر اُس کو سمجھ جو اپنے آپ کو توڑے۔

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپ کو جو خاک تھا اکسیر بن جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

نفس امارہ پر قابو نہیں چلتا۔ تنگ کرتا ہے۔ لیکن آنکھ۔ ناک۔ کان۔ ہاتھ۔ پیر پر تو قابو چل سکتا ہے۔ آنکھیں بند کر لے۔ کانوں میں روئی ڈال لے۔ بری مجلس سے اُٹھ کر چلا جائے۔ برے آدمی کا ساتھ چھوڑ دے۔ بری بات کیلئے نفس جانے کیلئے کہے۔ پاؤں میں رسی باندھ لے۔ کیونکہ ان ہی اعضاء نے قیامت کے دن برخلاف گواہی دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حَتّٰی اِذَا مَا جَآءُوْھَا شَھِدَ عَلَیْھِمْ سَمْعُھُمْ وَاَبْصَارُھُمْ وَجُلُوْدُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِھِمْ لِمَ شَھِدْتُّمْ عَلَیْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیْٓ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَّھُوَ خَلَقَکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝

(یہاں تک کہ جب آئیں گے اُس کے پاس گواہی دیں گے اُن کے برخلاف ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے اعمال اور ان کے اعضاء کے چمڑے اُن کی بد اعمالی کی جو وہ کیا کرتے تھے اور وہ کہیں گے اپنے اعضاء کے چمڑوں کو۔ کہ کیوں گواہی دی تم نے ہمارے خلاف۔ وہ جواب دیں گے کہ گویائی دی ہم کو اس اللہ نے جس نے گویائی دی ہر شے کو یعنی جب زبان دیدی ہم کو اللہ نے ہم کس طرح گواہی نہ دیتے۔ اور تم حیران نہ ہو۔ کہ اس نے ہم کو کس طرح بولنے کی زبان دیدی حالانکہ اُسی نے پیدا کیا تم کو پہلی بار اور تم کو بولنے کی زبان دی تھی اور یہ بھی تم کو اطلاع دیدی گئی تھی کہ اور اُسی کی طرف تم جاؤ گے)

اے انسان تو اپنی اعضاء کے مزے کی خاطر تو ان سے بداعمالیاں اور گناہ کراتا ہے۔ یہ ان سے ایسے کام نہ لے۔ کہ جس دن یہ تیرے خلاف گواہی دیں گے۔ تو ان سے شرمندہ ہو۔ اور تجھے یہ کہنا پڑے لِمَ شَھِدْتُّمْ عَلَیْنَا تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی۔ یہ اعضاء اللہ نے بنائے ہیں۔ اللہ نے تجھے دیئے ہیں۔ بلکہ ہر چند سال بعد پرانے لے لیتا۔ اور نئے

دے دیتا ہے۔ پچھلے بوسیدہ کی جگہ نئے اعضاء بخشتا ہے تو اِن کا خالق نہیں۔ مالک نہیں
یہ تیری چیز نہیں۔ اگر یہ تیرے ہوتے تو مرنے کے بعد کیوں تجھ سے جُدا ہو جاتے۔ تو کیوں اُن کے
لئے اپنے آپ کو عذاب میں ڈالتا ہے۔ اِن کو ناجائز مزے کراتا ہے۔ اپنے اوپر آخرت کا وبال
لیتا ہے۔ اپنی جان پر اور ان پر رحم کر اور تباہی اور بربادی میں نہ پڑ۔ دنیا میں ہی دیکھ لے
کہ تو بڑھاپے کی طرف جا رہا ہے۔ اور یکے بعد دیگرے تیرے اعضاء اور قویٰ تجھ کو جواب دے
رہے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ وقت آجائیگا۔ کہ تو اُن کو چھوڑ کر رخصت ہو جائیگا۔ تو ہوگا اور تیرا اعمال
نفس کو سمجھائے۔ عذاب الٰہی سے ڈرائے۔ صدقہ خیرات کرے۔ روزہ رکھے۔ خطرہ والی جگہ چھوڑ
دے۔ خدا کی زمین کھلی ہے اور جگہ چلا جائے۔ کسی نیک دوست کو کہدے۔ کہ آج میرا نفس مجھ
پر غالب ہے میرا دھیان رکھنا میں گناہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا اور استغفار
مانگے خدا کے پارسا بندوں سے دعا کراوے۔ غرضیکہ نفس امارہ کے مقابلے کیلئے جسقدر جد و جہد ہو سکے کرے
خدا کے فضل سے ایسی کوششیں بہت مدت تک نہیں کرنی پڑتیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ
کی کوشش اور جد و جہد سے خوش ہوتا۔ اور اپنی مہربانی سے اسکے نفس کو مطمئنہ بنا دیتا ہے
پھر اس کو گناہ سے دلی بیزاری اور سخت نفرت ہو جاتی ہے۔ اور نیکی اُس کے دل کی راحت
اور غذا بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے اس بلند مقام پر پہنچا دیتا
ہے۔ یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً
فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (اے اطمینان یافتہ نفس آجا اپنے رب کی
طرف۔ پس داخل ہو جا میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں) خدا
کے فضل سے اس جنت میں جو کہ اسی دنیا میں شروع ہوتی ہے داخل ہو جاتا ہے۔ اللہ
اپنے فضل سے ہمارے نفسوں کو امارگی سے نکال کر مطمئنہ بنائے۔ آمین۔

دنیا کی زندگانی

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی اس بیماری میں جس میں حضور نے وفات پائی۔ خاکسار خدمت میں حاضر
ہوا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ حضور کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ میں حضور کی صحت
کے لئے حضور ہی سے دعا کیلئے عرض کروں۔ سو سوچکر میں نے عرض کی کہ حضور صوفیا کا
مقولہ ہے۔ کہ حیات صوفی غنیمت الموت است ہم برائے خویش و ہم برائے دیگر ان۔ میری یہ
التجاء ہے کہ حضور اپنی صحت کیلئے آپ ہی دعا کریں۔ حضور نے میری عرض سن کر فرمایا
مجھے تو یہ آواز آتی ہے۔ کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ (ہرگز
نہیں۔ بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو۔ اور آخرۃ کو چھوڑتے ہو)

جُدا جُدا گھر

میں اپنی ہمشیرہ کے گھر جو حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
بی بی تھیں گیا۔ حضور بھی تشریف رکھتے تھے۔ میں نے باتوں باتوں
میں کہہ دیا۔ کہ حضور کی اور ان کی چیز جدا نہیں۔ حضور نے اس بات کو ناپسند فرمایا اور فرمایا
کہ دیکھو وہ کوٹھڑی کی طرف اشارہ کر کے کہ میری کوٹھڑی ہے۔ میں اس میں کبھی نہیں گیا
مجھے معلوم نہیں اس میں کیا ہے۔ حضور کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہے۔ اور بی بیوں کو جہاں تک
آزادی دی جا سکتی ہے اس کا عملی نمونہ ہے۔ مہر کا تقرر بھی اس بات کو ثابت کر دیتا ہے
کہ دونوں کا مال جدا جدا ہے۔ بی بی اپنے مال سے خدا کی راہ میں خرچ کر کے ثواب حاصل
کرے۔ اور خاوند اپنے مال سے ثواب حاصل کرے۔ پھر دو جگہ رقم بھی دگنی ہو کر دو ہری
رقم بن جائیگی۔ اور اگر دونوں میں بابرکت موافقت ہو جائے پھر کیا کہنا۔ دونوں کے
بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ (اور خیرات
کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں) دونوں کا ذکر جُدا جُدا فرمایا۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور میرا خواب

ایک مرتبہ جب کہ جلسہ سالانہ قریب تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ جلسہ ہے کھلی سڑک ہے جس پر بنگال کی ایک کثیر جماعت ہاتھوں میں لمبے لمبے بانس جھنڈوں کی طرح لئے جوق در جوق گذرتی جا رہی ہے۔ جب جاگا میں نے خیال کیا کہ جماعت کی ترقی کی خوشخبری ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ذکر کروں۔ حضور خوش ہوں گے۔ اس خیال سے میں حاضر ہوا۔ حضور اپنے مکان میں چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔ میں نے خواب بیان کی۔ اور اس بات کا منتظر ہوا کہ حضور یہ تعبیر فرمائیں گے۔ کہ اب کے جلسہ پر بہت لوگ آئیں گے۔ مگر میرا خواب سن کر حضور فرماتے ہیں۔ کہ تمہارے گھر میں حمل ہے میں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا لڑکا ہوگا۔ میں یہ سن کر ایک حیرت میں چلا گیا۔ کہ میں کس خیال میں ہوں۔ اور حضور کیا فرماتے ہیں۔ اس سوچ میں ایسا محو ہوا۔ کہ کچھ جواب نہ دے سکا۔ حضور نے میری خاموشی دیکھ کر زور سے فرمایا۔ دیکھو ہم جھوٹ نہیں بولتے لڑکا ہوگا۔ بفضل خدا لڑکا تولد ہوا۔ جس کا نام حضور نے محمد عبد اللہ رکھا۔ بحمد اللہ۔ بفضلہ اب جوان صالح ہے۔ اللہ نیک کرے۔ آمین۔

نیک اولاد اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں جو میاں بیوی کا ذکر فرماتا ہے۔ اصل مقصد تقویٰ اور اولاد صالح ہے۔ اور حفظ نفس اسی نیک نیتی کی مددگار اور طفیلی ہے

؎ خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است — تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

کھانا زندہ رہنے اور ذکر الٰہی کے لئے ہے۔ لیکن تیرا خیال یہ ہے۔ کہ زندگی کھانے کیلئے بنی ہے۔ اگر کھانا کھانے کا مزہ۔ خواہش اور بے قراری نہ ہوتی۔ تو انسان دوا کی طرح تھوڑا سا کھاتا۔ کمزور ہو جاتا۔ دین دنیا کے کاموں سے رہ جاتا۔ اسی طرح میاں بیوی

کی محبت کا حال ہے۔ اگر یہ طلب اور محبت نہ ہوتی۔ اولاد کی محبت بھی نہ ہوتی۔ یہی محبت صورت بدل کر اولاد کی محبت بن جاتی ہے۔ اور ان کی پرورش اور ہمدردی کا موجب بن جاتی ہے۔ وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً میں اولاد بھی شامل ہے اگر یہ مودۃ اور رحمت نہ ہوتی۔ اولاد کی پرورش بار گراں بن جاتی۔ ان کی بہتری کے لئے کوشش کرنی۔ ان کی تربیت کرنی مشکل ہو جاتی۔ یہ سب اس رحیم کریم کی رحمت اور حکمت ہے۔ کہ نسل انسانی دنیا میں خوب پرورش پائے۔ نشوونما اور تربیت پا کر اعلیٰ مقام پر پہنچے۔ پس صالح اولاد کی دعا کرو۔ اور نکاح اس نیت سے کرو کہ صالح اولاد ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے دن اس بات کا فخر ہوگا کہ حضور کی امت سب امتوں سے زیادہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ احمدی جماعت بڑھے ایسے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنْ كُنْتَ قَدَّرْتَ اَنْ تُخْرِجَ ذَالِكَ مِنْ صُلْبِي (اے اللہ کر دے اس کو نیک اولاد اگر تو نے مقدر کیا ہے کہ نکالے اس کو میری پشت سے)

یقین اے ناظرین چند باتیں یقین کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ سب سے اول اور سب سے بڑا الیقین قرآن شریف سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک اور عملی نمونہ ہے۔ جو کہ قرآن شریف کی صحیح تفسیر ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام حکماً عدلاً کی وحی فرمان کتب اور حضور کی راہ مبارک ہے جو کہ قال اللہ وقال الرسول کی صحیح وضاحت ہے۔ اس کے بعد حضور کے خلفاء کے الہامات و ارشادات پر یقین لاتا ہے۔ اس کے بعد روشن دل احمدیوں کے الہامات۔ کشوف اور رویا صالحہ ہیں۔ بشرطیکہ مذکورہ بالا تعلیموں

کے موافق ہوں۔ اس کے بعد مومن کی وہ سچی فراست ہے جس کے متعلق آیا ہے۔ اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللّٰه (ڈرو مومن کی فراست سے کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) اصل میں نفس حکم یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم ہونے کی وجہ سے سب یقینی ہیں۔ تفاوت کی وجہ وہ طرق اور راستے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے الٰہی حکم ہم تک پہنچتا ہے الٰہی حکم بندہ تک پہنچنے کے یہ سب طرق اور راستے ہیں۔ اس بات پر بھی غور کر لینا چاہیئے۔ کہ بعض وقت خوابوں کی تعبیر کرنے اور الہامات کے معنی اور مطلب سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ مسنون طریق ہے۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنی رویا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کرتے اور حضور اس کی تعبیر فرماتے۔ اسی سنت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں دستور تھا۔ اب بھی ملہمین اپنے الہام اور رویا حضرت خلیفة المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کرتے اور جو مطلب اور معنی آپ بتلاتے اس پر عمل کرتے اور غلطی کے اندیشہ سے بفضل خدا محفوظ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خودی اور خود روی خود پسندی خودستائی اور خود بینی سے بچائے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎ خودی اور خود روی کب اس کو بھاوے

اللہ حافظ ہو۔ آمین۔

میری طرز تحریر

اے معزز ناظرین میری اس طرز تحریر یہ طریقہ بیان اور اس طرح خطاب کرنے سے کہ یہ کرو یہ نہ کرو۔ کوئی صاحب یہ خیال نہ فرمائیں کہ میں اپنی بڑائی چاہتا ہوں۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ میں تو خود گنہگار قصور وار اور خطا کار ہوں۔ اگر میں اپنی بڑائی کروں گا۔ تو اپنا

نقصان کروں گا۔ میں کسی بھائی کو کیوں حقیر سمجھوں۔ میں تو خود اپنے آپ کو حقیر اور ذلیل سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اس آفت و بلا سے محفوظ رکھے۔ شیطان نے یہی کیا تھا کہ اپنے آپ کو آدم سے اچھا سمجھتا تھا۔ راندہ گیا۔ اعوذ باللہ من شر نفسی

یہ طرز بیان میری دلی محبت اور خیر خواہی کا ایک طریق ہے۔ جو کہ بہ نیت ثواب ہے۔ میرے اس طرز خشک کو پڑھ کر میرے لئے دعا کر چھوڑیں اور خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کریں۔ (جو اچھی بات ہے اس کو پکڑ لو اور مکدر کو چھوڑ دو) ؎

باطل است آنچہ مدعی گوید — خفتہ را خفتہ کے کند بیدار
مرد باید کہ گیرد اندر گوش — ور نبشت است پند بر دیوار

(مدعی کا یہ دعوے کہ سویا ہوا سوئے ہوئے کو نہیں جگا سکتا غلط ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ نصیحت لیوے خواہ نصیحت دیوار پہ لکھی ہوئی کیوں نہ ہو)

مجھے کیا خبر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کے سینے کس قدر معرفت الٰہی اور علمی اور عملی خزانوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ حدیث قدسی ہے۔ اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (میرے ولی میری قبا کے نیچے ہیں۔ میرے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا) اللہ تعالیٰ میرے گناہ بخشے۔ اور اپنی رحمت سے منظور فرمائے۔ آمین۔

توکل بر خدا

ہمارے گھر میں خرچ نہ تھا۔ میرے والد صاحب نے میری والدہ صاحبہ سے پوچھا آٹا ہے۔ کہا نہیں۔ دال ہے۔ جواب نفی میں ملا۔ ایندھن ہے۔ وہی جواب تھا۔ جیب میں اڈھائی روپے تھے۔ فرمانے لگے۔ اس میں تو اتنی چیزیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ میں ان دو روپوں کی تجارت کرتا ہوں۔ وہ دو روپے کسی غریب کو دیکر نماز پڑھنے مسجد چلے گئے۔ راستہ میں اللہ تعالیٰ نے دس روپے بھیج دیئے۔ واپس آ کر

فرمایا۔ تو میں تجارت کر آیا ہوں۔ اب سب چیزیں منگوالو۔ اللہ کی راہ میں دینے سے
مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے۔ اور آخرت میں ثواب علیحدہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ
كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ؕ
(مثال اُن لوگوں کی جو راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں یہ ہے ایک دانہ جس میں سات خوشے لگیں
ہر ایک خوشے میں سو دانے ہوں۔ گویا ایک دانہ یا ایک پیسہ کے بدلے میں سات سو دانے یا سات
سو پیسے ملینگے۔ اور اللہ جس کے لئے چاہیگا اور بڑھائے گا۔ اور کھلی بخشش والا اور علم والا ہے)

تقویٰ اگر آپ اپنے کاروبار، صنعت و حرفت، کسب، تجارت، ملازمت اور
زراعت میں تقویٰ اختیار کروگے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی برکت اور
ترقی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنی لاریب اور یقینی کلام میں فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ
لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (جو تقویٰ اللہ پر عمل کرتا ہو۔ وہ
اسکو ایسی کشائش دیتا ہے کہ اس کے سان و گمان میں بھی نہیں ہوتا ہے) اس میں کوئی شک و شبہ
نہیں کہ برکت کا پھل تقویٰ سے یقیناً ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان سچا ہے۔ وَمَنْ
اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (اور کون زیادہ سچا ہے اللہ سے بات میں)

اہلِ پیغام اے پیغام والو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ
فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ
میں نیک نمونہ ہے) اور فرماتا ہے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (تابعداری کرو اللہ کی
اور تابعداری کرو رسول کی) اب سوچو کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کو جن
کو آپ نے اور ہم نے مسیح موعود مانا ہے "نبی اللہ" کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ پھر آپ

حضرت صاحب کو انشراحِ صدر سے نبی اللہ کہہ کر کیوں نہیں پکارتے۔ جس زبان صداقت
بیان سے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ ظاہر ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
اسی زبان گوہر افشاں سے مسیح موعود کو نبی اللہ فرماتے ہیں۔ مگر آپ لا نبی بعدی میں نبی کے
لفظ کو زور و شور سے بولتے ہو۔ اور ثُمَّ یَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ والی حدیث نبوی میں باوجود
چار بار نبی اللہ کے الفاظ کے حضور کو نبی اللہ کے لفظ سے ذکر کرنے میں خاموشی اختیار
کرتے ہو۔ دونوں الفاظ جو زبان دُرّ افشان سے مترشح ہوئے بالکل صحیح اور سچ ہیں۔
لانبی کے اوّل معنی تو یہی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی صاحب شریعت
نبی نہیں آئے گا۔ دوسرے یہ کہ آپ بتائیں کہ حضور کے بعد متصلاً کوئی نبی حضور کا خلیفہ ہوا۔
یا ساری اُمت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت تک کوئی نبی ہوا۔ اس لا نبی بعدی
کی حدیث میں بعدیت متصل مراد ہے۔ بعدیت منفصل مراد نہیں۔ ورنہ حضور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم دوسری حدیث میں مسیح محمدی کو چار بار نبی اللہ کے خطاب سے یاد نہ فرماتے۔
پس لا نبی بعدی کی حدیث اپنے مفہوم کی رو سے پوری ہوگئی۔ اور حضرت صاحب جب
مبعوث ہوئے تو نبی اللہ والی بات سچی ہوگئی۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم نے خیر البشر بعد الانبیاء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا اُمت میں
سے کسی اور کو نبی اللہ فرمایا۔ فرمایا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اللہ فرمایا ہے
اے بچھڑے ہوئے ساتھیو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرمودہ الفاظ کی اتباع
کرو۔ اور کشادہ دلی سے نبی کا لفظ استعمال کرو۔ منعم علیہم کے چار گروہوں میں سے
پہلے گروہ میں حضرت صاحب کو مانکر مَنْ يَّتَّبِعِ الرَّسُوْلَ کی تعمیل میں نبی اللہ کہو
سوچو کہ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْ بَعْدِیْ اور ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِہٖ

میں بعد کے لفظ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے پر پیدا ہو گیا مانتے ہو۔ جگہ لانبی بعدی میں بعد کا وقت اتنا لمبا کرتے ہو۔ کہ نبی اللہ کی عظیم الشان بشارت کے ماننے کے لئے تاقیامت کسی وقت بھی تیار نہیں ہو۔ اللہ ہدایت دے۔ آمین

غناءِ نفس

اَلْغِنَا غِنَی النَّفْسِ۔ امیری دل کی امیری ہے۔ نہ مال کی کثرت سے

تونگری بہ دل است نہ بمال ؛ بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال

دل کا غنا یہ ہے۔ کہ دل کشادہ ہو۔ چندوں کے دینے کے وقت اپنی استطاعت کے مطابق پیش قدمی کرنے والا ہو۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بیقرار ہو کہ کب کوئی موقعہ نکلے اور میں دوں۔ چندوں کا موقعہ نکلے خوش ہو۔ دل تنگ نہ ہو۔ چندوں کو اپنے لئے بار نہ سمجھے۔ خواہ بوجہ غربت پیسہ سے اس کا ہاتھ تنگ ہو۔ مگر دل تنگ نہ ہو۔ کشادہ ہو۔ یہ افسوس کرتا ہو۔ کہ ہوتا تو دل کھول کر دیتا۔ دل کا ارمان نکالتا۔

جو کوئی انفاق فی سبیل اللہ کی محبت میں اپنی دو روٹیوں میں سے ایک روٹی یا دو پیسے کمائی میں سے ایک پیسہ دیتا ہے۔ وہ گویا اپنا آدھا مال دیتا ہے۔

جو مالدار دل کے تنگ ہیں جو مسکین کو دیکھ کر تیوری چڑھاتے ہوں۔ ماتھے پر بل ڈالتے ہوں۔ وہ روتے اور جھینکتے رہتے ہیں۔ اور جو غربا دل کے کشادہ ہیں۔ وہ ہمیشہ فرحاں اور شاداں رہتے ہیں۔ اے اللہ ہم سب کو غناءِ نفس سے مالا مال کر دے آمین

تربیت

نیک ماں۔ باپ اپنی اولاد کو کھیل بھی ایسا کھلاتے ہیں۔ اور باتیں بھی ایسی کرتے اور سناتے ہیں جن سے چھوٹے بچوں کے دلوں میں نیکی کا بیج بویا جاتا ہے۔ میں بچہ تھا۔ میرے والد صاحب نے مجھے سامنے کھڑا کیا۔ میرے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ لئے۔ اور کہنے لگے کہ کسی شہر کے قاضی صاحب تھے

ان کا ایک بیٹا تھا۔ وہ قلندروں میں جا ملا۔ وہ لوگ اپنے طریقہ کے مطابق قوالی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ قوالی کرتے ہوئے شہر میں آئے۔ اور پھرتے پھرتے قاضی صاحب کے دروازہ تک بھی پہنچ گئے۔ قاضی صاحب کا لڑکا بھی ان کے ساتھ تھا۔ قاضی صاحب اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لئے ڈیوڑھی میں آ کھڑے ہوئے۔ اور قوالی سنکر وجد میں آ گئے۔ اور لگے کودنے۔ قاضی صاحب کے گلے میں موٹے دانوں کی بڑی تسبیح پڑی ہوئی تھی۔ وہ بھی لگی اچھلنے۔ قلندروں نے یہ حال دیکھ کر گانا شروع کیا۔ والد صاحب مجھے گا کر سنانے لگے۔ اور کہا

اوروں کے گل تسبیح میرے بابل کے گل تسبال
پڑھیاں سب قرآن کتاباں عمل نہیں اک بال
جیناں اویں تھڑیندا

یعنی اوروں کی تو چھوٹی تسبیحیں ہوتی ہیں۔ مگر میرے باپ کے گلے میں بڑی تسبیح ہے۔ قرآن شریف اور سب کتابیں پڑھیں۔ مگر ایک بال برابر فائدہ نہ ہوا۔ جینے کا اناج اسی طرح چھڑا کرتے ہیں۔ جس طرح قاضی صاحب کود رہے ہیں۔ یہ خیال عالم بے عمل کی ہے۔ کہ قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ یہی بات ہے کہ قرآن شریف آخر زمانہ میں آسمان پر اٹھ جائے گا۔ اور مسیح موعود علیہ السلام اس کو دوبارہ دنیا میں لائیں گے۔

بچوں کا دھیان کھیل میں ہوتا ہے۔ لاپروا ہوتے ہیں۔ اپنی چیز کھو بیٹھتے ہیں پریشان ہوتے اور روتے ہیں۔ ماں باپ ان کی چیزیں ڈھونڈنے کے سبب حیران ہوتے ہیں۔ میں بچہ ہی تھا۔ میری نانی علیہا الرحمۃ نے مجھے کہا۔ کہ میں تمہیں ایک دعا سکھا دیتی ہوں جب تمہاری کوئی چیز گم جائے۔ وہ دعا پڑھ لیا کرو۔ اللہ چاہے مل جائے گی۔ وہ دعا یہ ہے۔ یَاهَادِیَ الضَّالِّ وَرَآدَّ الضَّالَّۃِ

اُرْدُدْ عَلَیَّ ضَآلَّتِیْ (اے گمراہ کے ہدایت دینے والے اور گم شدہ کے
واپس لانے والے میری کھوئی ہوئی چیز مجھے دلادے) اس دعا سے میں نے بہت
آرام اور فائدہ اُٹھایا۔ اور اب بھی میرا اس پر عمل ہے آپ بھی یاد کر لیں
اللہ قبول فرمائے آمین۔

تربیت والد صاحب نے ایک دفعہ مجھے سنایا۔ دھیاں دھاڑ ا۔ پتر لوٹیرا۔
انن سر پٹی دا کھوہ ؛ ایسی گھانی پھیا شہرا۔ ستھ گڈھے ڈھوہ۔
(یعنی لڑکیاں لوٹ لیجاتی۔ ماں باپ کا گھر سمیٹ کر سسرال لے جاتی ہیں۔ لڑکے
ناہموار اور بے تربیت ہو کر ایک طوفان برپا کرتے ہیں۔ بیوی کی بے راہ محبت
سر پٹی کے کنوئیں کی طرح ہے۔ غریب بھلا مانس اس دلدل میں پھنس گیا ہے۔
کوئی خدا رسیدہ مرشد ہو۔ جو کھینچ کر نکالے۔

والد صاحب نے یہ بھی سنایا تھا۔ جو مجھے یاد ہے۔

تکیئے شاہ مقیم دے اک جٹی عرض کرے ؛ بکراں دیواں پیر دا جے سر دا خصم مرے
پنجے مرن گوانڈناں کے تاں نوں تاپ چڑھے ؛ تکیہ دا فقیر نوں کالا ناگ لڑے
گلیاں ہوون ویلیاں تاں کھلا یار پھرے

یعنی طالب مولا خدا کی بارگاہ میں اپنی جان کی نذر مانتا ہے کہ سر دا خصم
یعنی میرا نفس امارہ فانی ہو کر مطمئنہ ہو جائے۔ میرے پانچوں بیرونی حواس
جو میرے ہمسایے ہیں۔ سامعہ۔ باصرہ۔ شامہ۔ متکلمہ۔ لامسہ اللہ کے مطیع اور
فرمانبردار ہو جائیں۔ ساتوں اندرونی حواس حافظہ۔ ارادہ۔ مدرکہ۔ متخیلہ
مشترکہ۔ وہمیہ۔ عقل سب خدا کی تابعداری میں لگ جائیں۔ تکیہ دا فقیر
یعنی شیطان مجھے گمراہ کرنا چھوڑ دے۔ گلیاں ہوون ویلیاں تاں کھلا یار پھرے
یعنی میرا ظاہر باطن ایسا پاک صاف ہو جائے۔ کہ الٰہی رضا اور اس کا حکم

میرے ظاہر و باطن پر بے روک ٹوک حکومت کرے۔

ان پنجابی اشعار میں فنا۔ بقا۔ لقا کا ذکر ہے۔ جس کو صوفیا کرام سلوک کا
سب سے بڑھ کر مقام لکھتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام نامرضیات۔ ناپسندیدہ
منع فرمائی ہوئی باتوں کی خواہش دل سے دور ہو جائے۔ جو کہ مقام فنا ہے۔
اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور پسندیدہ امور کی خواہش دل میں پیدا ہو جائے۔ جو
کہ مقام بقا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور دیدار کا ذوق و شوق پیدا ہو جائے
اور موت کا ڈر جاتا رہے جو مقام لقا ہے۔ اصل بات بھی یہی ہے۔ کیونکہ انا للہ
(ہم اللہ کے ہیں) کے بموجب جب انسان خدا کی چیز ہوا۔ تو اس کا کیا حق ہے۔ کہ اللہ
کی چیز میں مالک کے حکم کے بغیر ناجائز تصرف کرے۔ یا مالک اپنی چیز میں کوئی
تصرف کرے۔ تو ناراض ہو۔ خواہ اپنا وجود ہو یا دوسرے کا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الہامی اشعار میں فنا۔ بقا اور لقا کا ذکر ہے

جو کہ اپنا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا ؛ آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل ؛ کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

اس میں ہم دلبر کے ہو گئے مقام فنا ہے اور دلبر ہمارا ہو گیا مقام بقا ہے۔ جو کہ اس
آیت شریف اور حدیث شریف کی توضیح اور تفسیر ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ
وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کنت سمعہ الذی یسمع بہ
وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہ ورجلہ الذی
یمشی بہ (الحدیث القدسی) مَنْ کَانَ لِلّٰہِ یعنی ہم دلبر کے اور کَانَ اللّٰہُ لَہٗ
دلبر ہمارا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فنا۔ بقا اور لقا الٰہی کی تفصیل اپنی
بے نظیر کتاب آئینہ کمالات اسلام میں تحریر فرمائی ہے۔ جو حقیقت اسلام کے نام سے
علیحدہ بھی مل سکتی ہے (شائد) اور برکات اسلام کے نام سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

اور رہبانیت کے طریقہ کے مطابق کہ اچھی بری کوئی خواہش نہ رہے۔

؎ ایں خیال است و محال است و جنوں۔

جو بہت ہی زاہد اور تارک الدنیا ہوگا۔ وہ بھی خدا کی رضامندی اور خوشنودی کا طلبگار ہوگا۔ حرص فطرۃ میں رکھی گئی ہے۔ اس سے کوئی بھی خالی نہیں۔ اس کی ایک مثال سنو۔ دجلہ کے کنارے ایک نان بائی کی دوکان تھی۔ کلیجے بناتا اور بیچتا۔ کوئی شخص اس کی دوکان پر آیا۔ اور کہا۔ مجھکو سیر کردے۔ اور اپنے دام لے لے۔ اس نے قیمت بتلائی۔ اس نے ادا کردی اور دجلہ کے کنارے بیٹھ گیا۔ اور کہا گرم گرم کلیجے لا۔ نان بائی کلیجے لاتا۔ وہ لیتا۔ نوالہ توڑتا۔ دجلہ میں بھگوتا اور منہ میں رکھ لیتا دکان کے سب کلیجے کھا گیا۔ اور یہی کہتا گیا۔ کہ اور لا۔ نان بائی نے دوکان کا سب آٹا بھی پکا کر نکال دیا۔ مگر اس کا پیٹ نہ بھرا۔ لاچار ہوکر نان بائی نے کہا۔ کہ اے بندہ خدا تو کب تک کھائیگا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ جب تک یہ دجلہ رہتا ہے۔ میں کھاتا ہی جاؤنگا۔ یہ مثال طالب راہ خدا کی ہے۔ کہ ہمیشہ اپنے مولا سے لیتا جائے گا۔ اور ہمیشہ اُس کے در کا محتاج رہے گا۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

اس کا سمجھانا جو اک مرجع عالم دیکھا   خم کا خم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

خواہش انسان کی بناوٹ میں رکھی گئی ہے۔ دب تو جاتی ہے مگر مرتی نہیں۔ خواہش کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ خواہش اچھی کرے یا بری۔ اچھی خواہش اچھی ہے بری خواہش بری۔ یہ جو خواہش کرتا ہے کہ چوری کروں۔ اور یہ بھی خواہش ہے کہ چوری نہ کروں۔ پہلی خواہش بری اور دوسری اچھی۔ یہ کوشش کرنی کہ کوئی خواہش ہی نہ رہے بے سود اور ناممکن ہے۔ خواہش اپنی ذات سے اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ پس اپنی خواہشات اچھی سے اچھی غیب سے غیب اور اعلیٰ سے اعلیٰ بنانی چاہئیں۔

حضرت سید المقربین امام العارفین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی شان مبارک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ گراں ہے اس پر وہ بات جو تم کو دکھ میں ڈالے۔ اس کو تمہاری بہتری کی بڑی خواہش ہے وہ مومنوں پر شفقت کرنیوالا مہربان ہے۔ سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ کیسی اعلیٰ اور نفع رساں خواہش ہے جو کہ رحمۃ للعالمین ہی کی شان ہے۔ اس مضمون کے پنجابی شعروں میں "پیردا" کا لفظ ہے۔ اس پر مجھے ایک بات یاد آئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک خادم پیراں دتا نام تھے رحمۃ اللہ علیہ ہم سب ان کو اسی نام سے پکارتے تھے۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بلاتے تو پیری دتہ فرماتے۔ یعنی میرے پیراللہ کا دیا ہوا۔ یہ وہ توحید ہے۔ جو حضور کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خُذُوا التَّوْحِیْدَ التَّوْحِیْدَ یَا اَبْنَاءَ الْفَارِسِ۔ اے ابنائے فارس توحید کو پکڑو۔ توحید کو پکڑو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت تعظیم اور ادب کا یہ عالم تھا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حضور چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک بھی عبارت میں لکھا مگر اس مقام پر وہ چاہیئے نہ تھا حضور نے اس کو کاٹ دیا۔ اس طرح (محمد) حلقہ بناکر خطوط کھینچ دیئے۔ اصل نام پر قلم نہ پھیرا۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے معاہدے پر سے رسول اللہ کا لفظ کاٹ نہ دیا۔

شوقِ راہِ خدا

میرے والد صاحب کو بچپن ہی سے راہ خدا کا شوق تھا چونکہ اس کام کیلئے مرشد پکڑنا پڑتا ہے اس تلاش میں انہوں نے دور دور کا سفر کیا کہ کوئی ایسا خدا رسیدہ بزرگ ملے جس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ وہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے کہیں اس تلاش میں ایک مقام پر پہنچے۔ وہاں میاں الٰہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے۔ وہ ایک تخت پوش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ ان سے ملے اور اپنا مقصد بیان کیا۔ اور درخواست پیش کی۔ انہوں نے کسی اور بزرگ کا حوالہ دیا۔ اور کہا ان کے پاس

جاؤ۔ میرے والد صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ وہ بزرگ تھے۔ جنہوں نے مثنوی مولانا روم کا باقی ماندہ حصہ بنایا ہے۔ جن کے حق میں حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پیشگوئی ہے ؎ باقی ایں گفتہ آید بے گماں ❀ در زبان آنکہ دارد نور جاں (اس کا باقی حصہ وہ کہیگا۔ جس کے اندر جان میں نور ہوگی) اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ پیشگوئی سو سال بعد مولوی الٰہی بخش صاحب سے پوری کرائی۔

طلب حق کا شوق سب شوقوں سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ میرے والد صاحب نے اس زمانہ طلب میں ایک دعائیہ مناجات لکھی ہے۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

بہت جا سر کو ٹیکا درد غم سے ۔۔۔ بہت جا خاک چھانی غم الم سے
بہت جا داغ سینہ کے دکھائے ۔۔۔ بہت جا اشک رو رو کے بہائے
مگر تجھ بن نہ پایا کوئی ایسا ۔۔۔ جو مطلب میرا بر لائے خدایا
سو اب محروم ہو کر سب جگہ سے ۔۔۔ گرا ہوں سرنگوں میں در پہ تیرے
تیرے بن کون پکڑے ہاتھ میرا ۔۔۔ تیرے بن کون دیوے ساتھ میرا
مگر مشکل ہے مطلب میرے دل کا ۔۔۔ خود روشن تجھ پہ ہے سب حال میرا
فقط اک عشق تیرا چاہتا ہوں ۔۔۔ تجھے تجھ سے خدایا چاہتا ہوں۔

یہی شوق اور عشق میرے والد صاحب کے سینہ میں جوش زن تھا۔ کہ آخر کار خدا نے اپنے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملا دیا۔ اور ان کی آل اولاد اور مریدین کو بھی اس فیض سے مستفیض فرمایا۔ الحمد للہ۔

جلد بازی سستی اور تربیت اولاد

بچوں میں آہستگی اور سوچ سمجھ کر کام کرنے کی عادت ڈالو۔ جلد بازی سے روکو۔ جلدی کے کاموں کے نقصان اور ضرر سے آگاہ کرو۔ جلدی وہ بُری ہے۔ جس سے کام خراب ہو جائے۔ ورنہ درحقیقت جلدی بُری نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (پیدا کیا گیا ہے انسان عجل سے) انسان میں عجل یعنی جلدی کا مادہ رکھا گیا ہے۔ اور فطرتی قویٰ سب اچھے ہوتے ہیں۔ قویٰ بُرے نہیں بلکہ ان کا ناجائز استعمال بُرا ہے۔ اصل میں کام کا ٹھیک اور جلدی کرنا خوبی ہے۔ لوگ اس سواری کو بہت پسند کرتے ہیں۔ جو زیادہ آرام دہ اور زیادہ جلدی سے منزلِ مقصود پہنچائے۔ مثلاً ریل۔ کام ٹھیک کیا۔ لیکن زیادہ دیر سے اور سستی سے کیا وہ بھی خوب نہیں۔ مگر اس سے اچھا ہے کہ جلدی کیا اور خراب کیا۔ نیکی کے لئے جلدی اور پہل کرنے کا بڑا درجہ ہے۔ قرآن شریف میں ہے وَ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ (اور مجھے حکم ہے۔ کہ ہوں سب سے پہلے حکم بردار) سَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ وَّ جَنَّۃٍ (جلدی کرو طرف مغفرت اور جنت کے) جلدی بذات خود مذموم نہیں۔ بلکہ جلدی کرکے کام کو خراب کر دینا بُرا ہے۔ جس طرح گھڑی کی سوئیوں کا صحیح وقت سے جلدی یا دیر سے چلنا وقت کو غلط کر دیتا ہے۔ اسی طرح جو کام جس وقت اور جس رفتار اور جتنے عرصہ میں کرنا مناسب اور ٹھیک ہو۔ اس سے جلدی یا دیر کرنا دونوں مذموم ہیں۔ جن کا نام جلد بازی اور کسل ہے۔ جب بچے کوئی کام کرنے لگیں۔ تو ان کو کہو کہ ٹھہر جاؤ۔ سوچ لو۔ کہ یہ کام جو تم کرنے لگے ہو اچھا ہے یا بُرا۔ اور اس کام کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اور کس طریق سے اور کس طرح سے یہ کام کیا جائے کہ ٹھیک ہو جائے۔ جب ان باتوں کا خاطر خواہ جواب لے لو۔ پھر ان کو وہ کام کرنے کی اجازت دے دو۔ چونکہ مزاج کی جلدی اس بات کو پسند نہیں کرتی۔ کہ وقفہ کیا جائے یا دیر ٹھہرا جائے اور خصوصاً بچوں کا مزاج۔ اس لئے توقف اور صبر کی عادت ڈالو۔ مثلاً بچہ بڑے شوق سے کوئی چیز تم سے مانگے۔ اور وہ چیز تمہارے پاس موجود بھی ہو۔ مگر تھوڑی دیر توقف کرو تب دیں گے۔ اس قدر توقف کے بعد دیدو۔ کبھی اپنی شفقت محبت اور مہربانی کا یقین بڑھانے کے لئے فوراً دے دو۔

انشراحِ دل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (اور کھانا کھلاتے ہیں وہ اس کی محبت میں مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ اس لئے ہم تم کو کھلاتے ہیں۔ کہ اللہ راضی خوش ہو۔ تم سے کوئی بدلہ اور شکریہ نہیں چاہتے) انسان جو کام کرتا ہے۔ یا جبر اکراہ اور ناخوشی سے کرتا ہے۔ یا ذوق شوق اور خوشی سے جس طرح تم اپنے پیاروں، عزیزوں، دوستوں اور بیوی بچوں کو خوشی سے دیتے ہو۔ اور کھلاتے ہو۔ اور اپنی جان پر کھلے دل سے خرچ کرتے ہو تمہارا دل کوئی تنگی محسوس نہیں کرتا۔ اور ناداری مفلسی کا کوئی خوف نہیں آتا۔ اور اگر کوئی خیال بھی آیا۔ تو اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں انشراح صدر سے خرچ کرنا چاہیئے۔ بذل فی سبیل اللہ اور شہیدوں کا ذکر سن کر تمہارا دل باغ باغ ہوجاتے۔ اور دل میں آئے کہ میں پہل کروں۔ اور بڑھ کر دوں۔ اللہ توفیق دے آمین۔

بیت اللہ شریف میں دعا[۱]

اے ارحم الراحمین۔ ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ پُر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ عرض ہے کہ اے ارحم الراحمین تو مجھ سے راضی ہو۔ اور میری خطیات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور الرحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال۔ اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر ایک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر۔ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار۔ اور اپنے ہی کامل محبین میں مجھے اٹھا۔ اے ارحم الراحمین!

۱؎ اس کا ذکر صـ پر ہے۔ اسے دیکھیں

جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے۔ اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے۔ اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا۔ اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں۔ پوری کر۔ اور اس عاجز اور اس کے محبوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کے ظل اور حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل بن۔ اور سب کو دار الرضا میں پہنچا اور اپنے رسول مقبولؐ اور اس کے آل اور اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین ثم آمین (الفضل ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

اہل پیغام

اے خلافت کے نہ ماننے والو اہل پیغام! خلیفہ خدا نے بنایا ہے۔ پس تمہارا تو بہت نقصان ہوا۔ لیکن تمہارے قول کے مطابق کہ نہیں بنایا ہمارا کیا نقصان ہوا۔ تمہیں بھی تو امیر بنائے بغیر چارہ نہ رہا۔ بتاؤ گھاٹے میں تم ہو یا کہ ہم؟

اے اہل پیغام! آپ ہمیشہ اتفاق کے فوائد بیان کرتے رہے۔ لیکن اپنا عملی نمونہ اس کے برعکس ثابت کیا۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و رحم سے آپ کو ہدایت دے کر جماعت سے ملائے۔ اور آئندہ ہمیشہ ہمیش ہی الی یوم القیام اسلام کی اس آخری جماعت کو تفرقہ سے محفوظ ایک ہی مرکز سے وابستہ رکھ کر سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ترقی اور برکت بخشے۔ آمین ثم آمین۔

معتقدات اسلام

اے اسلامی اعتقادات کے ماننے والو! اور احمدیت پر اعتراض کرنے والو! مجھے یہ بتلاؤ کہ

کہ جنت کا رمان نخل طلح اور اعناب کیسے ہوں گے۔ تمہارا اور ہمارا ایمان ہے
کہ ترازو رکھی جائے گی۔ اور اعمال تولے جائیں گے۔ یہ بتاؤ وہ ترازو کیسی
ہوگی۔ اور پل دوزخ پر رکھا جائے گا۔ اور اس پر سے سب کو گذرنا ہوگا۔
اور یہ کہ وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ ان تمام
پیشگوئیوں کی تفصیل اور تشریح کر کے مجھ کو سمجھاؤ۔ یقیناً تم یہی جواب دوگے
کہ خدا بہتر جانتا ہے۔ جس طرح چاہیگا ظاہر فرمائے گا۔ پھر تم مسیح موعود کی
پیشگوئی کے متعلق کیوں اس قدر ضد اور اصرار کرتے ہو۔ خدا نے آخر زمانہ میں
مسیح موعود کی پیشگوئی کو جس طرح چاہا ظاہر فرمایا۔ مان لو اسی میں تمہارا بھلا ہے

عرضی بحضور ایدہ اللہ تعالیٰ

حضور پرنور حضرت خلیفۃ المسیح ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ حضور کو معہ متعلقین جماعت بڑے بڑے درجات دین
دنیا میں عطا فرمائے۔ اور بہت بہت راضی ہو۔ آمین

نہایت ادب سے عاجزانہ عرض ہے کہ حضور دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ
مجھ عاجز کی کمزوریاں دور کرے۔ قصوروں۔ غلطیوں اور گناہوں کو معاف
فرمائے۔ اور اپنا فضل اور رحم کرے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہماری ہدایت کے لئے حضور کو خلیفہ
بنا کر بھیجا۔ اس نعمت کا شکریہ اور حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اپنے گناہوں سے
شرمندہ ہوں۔ اس آیت شریف وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا اور اگر

وہ ظلم کریں اپنی جانوں پر آئیں تیرے پاس استغفار کریں اللہ کے حضور اور
استغفار مانگے رسول اُن کے لئے البتہ پائیں گے اللہ کو مہربانی کرنے والا اور رحمت
کرنے والا ہے کے فیض سے مستفیض ہونے کے لئے اللہ کے حضور میں استغفار مانگتا ہوں اور
بذریعہ تحریر ہذا حضور کی خدمت بابرکات میں حاضر ہو کر استدعا کرتا ہوں۔ کہ حضور
میرے گناہوں کی بخشش کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ
وہ تواب رحیم رحم فرمائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

ہزار عمر بزنی مشکلے نہ گردد حل
چو پیش او بردی کار یک دعا باشد

پس یہ غلام حضور کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتا ہے۔ میں حضور کا
غلامان غلام ہوں کسی لائق نہیں۔ یہ جو لکھا ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے۔
جیسے ایک بادیہ نشین کو جہاں کھاری پانی ہوتا تھا۔ ایک میٹھے پانی کا
لوٹا مل گیا۔ اس نے کہا۔ یہ نادر تحفہ خلیفۂ بغداد کی خدمت میں پیش
کرنے کے قابل ہے۔ بلکہ میں تو اس مثال کے لائق بھی نہیں۔ حضور کریم ابن الکریم
ہیں۔ حضور کی شفقت دیکھ کر یہ جرأت کی ہے۔ حضور رحمانہ نظر سے
دیکھیں اور دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کو منظور فرما کر ثواب جاری
بنا دیوے۔ اللہ تعالیٰ حضور کو دونوں جہان میں جزائے خیر دے۔ اور
بہت بہت راضی ہو۔ آمین ثم آمین

(عاجز طالب دعا افتخار احمد)

میرے بعض حالات

میرے والد صاحب نے میری عمر کے سولہویں سال میری شادی کر دی تھی میری عمر کچھ
اوپر پچاس برس تھی۔ کہ میری بیوی فوت ہوگئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

مقبرہ بہشتی میں مدفون ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو اولاد بخشی۔ اُن میں سے مظہر حق
حبیب احمد۔ خلیل احمد۔ محمد عبد اللہ اور ایک لڑکی بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ
اپنے فضل سے اپنی تابعداری اور اپنی اطاعت میں رکھے۔ اور چار لڑکیاں
اور چار لڑکے مظہر قیوم، نثار احمد، نذیر احمد اور فتح احمد فوت ہو گئے۔ ان میں سے
دو لڑکے مظہر قیوم۔ نثار احمد اور دو لڑکیاں سعیدہ اور مریم مقبرہ بہشتی میں مدفون ہیں
سعیدہ قادیان میں متولد ہوئی۔ جو مہاجرین میں اول المولود تھی۔ اور ۱۸ سال کی
عمر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی والدہ کو اپنے فضل سے جنت الفردوس
بخشے۔ آمین۔

یہاں میں اپنے بیٹے نثار احمد کے متعلق ایک مفید اور دلچسپ واقعہ لکھتا
ہوں۔ جو کہ آخرت کے لئے ایک شہادت ہے۔ نثار احمد نے انٹرنس کا امتحان
دیا تھا۔ نتیجہ نکلنے کو تھا۔ کہ وہ بخار سے بیمار ہوا۔ اور کچھ روز بیمار رہا۔ بیماری میں
نتیجہ نکلا کہ پاس ہو گیا جس کی اس کو اطلاع دی گئی۔ وفات سے پہلے میں پاس
بیٹھا تھا۔ وہ بول نہیں سکتا تھا۔ آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ اسی حالت میں اُس نے
اپنا دایاں ہاتھ سامنے کی طرف پورا لمبا کیا۔ اور کچھ لے کر ہاتھ کھینچ کر اپنے منہ میں
ڈال کر کھایا۔ اسی طرح ایک دو دفعہ کیا۔ اور پھر اُس نے ہاتھ لمبا کیا۔ اور کچھ مٹھی
میں لے کر ہاتھ میرے منہ کی طرف بڑھایا۔ اور میرے منہ میں ڈالا۔ میں نے اُسے
دکھلانے کے لئے بناوٹی طور سے کھایا۔ پھر اُس نے دوبارہ اسی طرح کیا اور میرے
منہ میں دینے لگا۔ میں نے اُسے کہا۔ کہ تم کھاؤ۔ مجھے ان حرکات کے سوا اور کچھ
نظر نہ آیا۔ اور نہ اس نے زبان سے کوئی حرف نکالا۔ ایسے وقت اور ایسی حالت
میں انسان جھوٹ اور تصنع سے بالکل پاک و صاف ہوتا ہے۔ اور جو کرتا ہے
راستی سے کرتا ہے۔ اور نہ ہی اس کو موت کی گھبراہٹ۔ اضطراب۔ بے چینی

اور بے آرامی تھی۔ اس نے یہ سب حرکات بڑی آہستگی، تسلی اور اطمینان سے
کیں۔ خدا کے فضل سے میں اُمید کرتا۔ کہ یہ جنتی میوہ تھا جسے توڑ کر اس نے خود
بھی کھایا۔ اور میری بھی تواضع کی۔

پہلی بیوی کے فوت ہونے سے تین سال بعد میں نے دوسری شادی کی۔ اور
یہ دوسری بیوی بھی دس سال بعد فوت ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
اور وہ مقبرہ بہشتی میں مدفون ہوئیں۔ ان کا ایک لڑکا مطیع الرحمٰن خورد سال
فوت ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ذخیرۂ عقبیٰ کرے۔ اور ایک لڑکا محمد عبد الرحمٰن اور
دو لڑکیاں رہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو نیک بخت کرے اور اُن کی والدہ کو جنت الفردوس
عطا فرمائے۔ آمین۔

دوسری بیوی کی وفات سے کوئی اڑھائی برس بعد خدا کے فضل اور
رحم سے تیسری بیوی سے نکاح ہوا۔ بحمد اللہ وہ بھی دیندار، مخلص اور بہت اچھی
ہے۔ دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں مبارک فرمائے۔ آمین۔

میں نے اپنے بیوی بچوں کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ آپ مہربانی فرما کر
میرے لئے اور ان سب کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے
خیر دے۔ آمین۔

یہ مختصر حال ہے جو میں نے عرض کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت مہربانیاں
کی ہیں۔ اس کا ہزار ہزار شکر ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

سب کچھ اسی سے پایا گھر سے تو کچھ نہ لائے

بچہ کو ماں باپ کوئی مٹھائی وغیرہ دے کر کہتے ہیں۔ کہ لو ہمیں واپس دو۔
ہم تم کو اس سے کئی گنا زیادہ دیں گے۔ تب سعادت مند بچہ ماں باپ کو وہ چیز

جو انہیں کی دی ہوئی ہوتی ہے واپس دیتا ہے۔ تو ماں باپ اُس مٹھائی کو لیکر
کتنے خوش ہوتے ہیں۔ اور کئی گنا کر کے بچہ کو پھیر دیتے ہیں۔ یہی حال اللہ تعالیٰ
کا ہے۔ کہ وہ مال دے کر پھر بندوں کے فائدہ کے لئے ان سے واپس مانگتا ہے۔
اور پھر کئی گنا کر کے واپس دیتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

(۲) ہاتھ۔ پیر۔ ناک۔ کان۔ آنکھ زبان سب اللہ تعالیٰ کی عطیات ہیں
اگر ان عطیات کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اپنے آخرت کے فائدہ کے لئے
نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور احکام الٰہی کی فرمانبرداری میں لگایا جائے۔ تو انسان
کا کیا نقصان ہے۔ اگر مالک کا کام کرنے سے کوئی چیز گھستی ہے کم ہوتی ہے خرچ
ہوتی ہے۔ تو ہونے دو۔ اس میں تمہارا کیا نقصان ہے۔ وہ چیز تو اصلی مالک
کے حکم سے خرچ ہو رہی ہے۔ یا ہاتھ۔ پاؤں اُٹھ بیٹھ کو نماز۔ روزہ سے تکلیف
پہنچتی ہے۔ تو پہنچنے دو۔ تمہارا اس میں کیا ہے۔ اگر فنا ہو گی۔ تو مالک کے پاس
جائیگی۔ اگر تکلیف اٹھائے گی تو مالک کیلئے اٹھائیگی۔ اور جو انعامات خداوند کریم کے
وعدے ہیں۔ اس سے حصہ پائیگی۔ یہی مفہوم مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کا ہے۔ اور یہی
اسلام کے معنی ہیں۔ کہ مالک حقیقی کی چیزیں خالق حقیقی کے حکم کے مطابق اسکو واپس کر دیجائیں
تفصیل کیلئے دیکھئے "کمالات اسلام" میں سے فنا۔ بقا۔ لقا والا مضمون مطالعہ فرمائیں (انتہائی اہم)

دنیاداری:۔ آج کل اکثر لوگ رات دن دنیا کمانے اور زر۔ زمین۔ زن اور اولاد
عزت اور شہرت۔ عیش و عشرت۔ جاہ و جلال کے حصول کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں لیکن
ہارٹ فیل ہو کر یکدم تمام چیزیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ بعض مخلص احمدیوں کی اولادوں نے نماز روزہ
کی پابندی اور ظاہری شعار اسلام داڑھی وغیرہ کو ترک کر دیا ہے۔ حقہ اور سگرٹ نوشی اور سینما بینی کو
اختیار کر لیا ہے اور اپنی ظاہری شکلوں کے لحاظ سے غیروں اور خسروں کے ہمشکل بن گئے ہیں۔ کیا آخرت
میں ان لوگوں سے ملاقات کر کے ماں باپ خوش ہونگے؟ کبھی اس پر غور اور فکر کر لیا کریں۔ کہ وہ کیا کرتے تھے
اور بچے کیا کر رہے ہیں۔

تربیت بچے جب جوان ہونے لگتے ہیں۔ اور ۱۵-۱۶ برس کی عمر کو پہنچتے ہیں۔
تو بعضوں کے دلوں میں ایک نئی بات پیدا ہوتی ہے۔ یعنی عشق و محبت کے
خیالات آنے لگتے ہیں۔ یہ حالت اندیشہ ناک اور خطرناک ہوتی ہے۔ جب ایسی حالت معلوم ہو۔
تو جلد اس کا تدارک کریں۔ ورنہ تعلیم اور ترقی کو سخت نقصان پہنچے گا۔ صحت پر بھی برا
اثر پڑے گا۔ پڑھنے کو دل نہیں کرے گا۔ ایسی حالت ہو جائے گی۔ کہ دین و دنیا کے کاموں سے
رہ جائے گا۔ دعا اور استغفار بہت کریں۔ جس طرف خیال ہو اُس طرف جانا۔ ملنا۔ کلام کرنا
اور دیکھنا بالکل ترک کر دیں۔ اس گلی، کوچہ۔ محلہ اور شہر کو بھی چھوڑ دیں۔ ملنا اور دیکھنا اس مرض
کی دوا نہیں۔ بلکہ مرض بڑھانے کی دوا ہے۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اس کی دوا تو یہی ہے
کہ یہ دوا ہی چھوڑ دیں۔ کہنے اور لکھنے کو تو یہ ایک بات ہے۔ لیکن اس پر عمل کرنا بہادروں
ہی کا کام ہے۔ اس کا صحیح، بے خطا۔ مجرب، اور یقینی علاج غضِ بصر ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط (کہدے مومنوں کو کہ اپنی نظریں
نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں) گویا کہ غضِ بصر کا نتیجہ یہ ہے کہ شرمگاہیں
حفاظت میں ہو جائیں گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ بادشاہوں کے حمٰے ہوتے ہیں۔
یعنی خاص چراگاہ۔ تم اس کے نزدیک بھی اپنے جانور نہ چراؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا کوئی
جانور اس میں چلا جائے۔ اللہ کا حمٰی کیا ہے۔ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں۔ بس ان کے
قریب قریب بھی جانے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا
تَقْرَبُوْهَا (یہ حدیں اللہ نے مقرر کی ہیں۔ پس ان کے قریب نہ جاؤ)

بے شک عشق و محبت کا مادہ انسان میں رکھا گیا ہے۔ اور وہ اس لئے کہ بندہ
اپنے اللہ سے عشق و محبت کرے نہ کہ فانی چیزوں سے دل لگائے۔ جس صورت کی
اس وقت دلدادگی اور فریفتگی ہے۔ اگر ایک عرصہ بعد کی اس کی حالت کا تصور کرو
تو یہ فانی عشق بیزاری سے بدل جائے۔ جیسا کہ شیرازی رحمہ فرماتے ہیں ؎

پیرزنے موئے سیاہ کردہ بود گفتمش اے مامک دیرینہ روز
موئے بہ تلبیس سیہ کردہ گیر راست نخواہد شدن ایں پُشت کوز

یعنی ایک بوڑھی عورت نے بال کالے کر رکھے تھے۔ میں نے اُسے کہا۔ کہ اے پرانے وقتوں کی ماں۔ بال تو تم نے فریب سے کالے کر لئے۔ لیکن تیری کُبڑی کمر سیدھی نہ ہوگی۔

غم چیزے دگ جاں را خراشد کہ گاہے باشد و گاہے نباشد

یعنی اس چیز کا غم جان کو نڈھال کر دیتا ہے۔ کہ ایک وقت ہو۔ اور دوسرے وقت نہ ہو۔ اسی طرح جس طرح وہ عیش عیش نہیں۔ جس کا انجام کدورت اور بے آرامی ہو۔ اور وہ امیری امیری نہیں۔ جس کے بعد مفلسی اور ناداری ہو۔ اور وہ عزت عزت نہیں۔ جس کا آخر ذلت اور رسوائی ہو۔ اسی طرح وہ محبت محبت نہیں جس کا خاتمہ نفرت اور بیزاری ہو۔ فانی چیزوں کی محبت چھوڑ دو۔ اور باقی کی اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول بیان فرماتا ہے۔ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ (میں چھپ جانے والی چیزوں سے محبت نہیں رکھتا۔ یا دوست نہیں رکھتا) اور فرماتا ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ جو اس پر ہے فنا ہو رہا ہے۔ اور باقی رہے گی توجہ اور مہربانی تیرے رب کی جو بزرگی اور کرم والا ہے) اور فرماتا ہے۔ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (اور آخرۃ بہت اچھی چیز ہے۔ اور باقی یعنی ہمیشہ رہنے والی ہے) جنت کی یہ صفت اور تعریف ہے۔ کہ وہاں بقا ہے فنا نہیں۔ جہاں یہ خوشکن اور ہمیشگی کی خوشخبری دینے والی بلند آواز آتی ہے
نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَبِيْدُ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْأَسُ وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ طُوْبٰى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهٗ (ترمذی الحدیث: یہ حوریں کے کلمات ہیں جو وہ بہشتیوں کو کہیں گی۔

ؔ (ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں —— ہم

زندہ رہیں گی ہلاک نہ ہوں گی۔ ہم خوش رہنے والی ہیں۔ ہم ناراض ہونے والی نہیں اور نہ ناراض کرنے والی ہیں۔ پس مبارک ہیں وہ لوگ جو ہمارے لئے ہیں اور ہم ان کے لئے ہیں۔)

جن محبتوں کی بنیاد لوجہ اللہ یعنی اللہ کی رضامندی کے لئے ہو ان کو نہ فنا ہے نہ زوال۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وکنتم اعداءً فالف بین قلوبکم (اور تم دشمن تھے پس الفت ڈالدی تمہارے دلوں میں) اور فرماتا ہے یحبون من ھاجر الیھم یعنی انصار محبت کرتے ہیں مہاجرین سے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کے خطوط میں جو احباب کے نام تحریر فرمایا کرتے تھے یہ القاب بھی ہوتا تھا۔ حبی فی اللہ۔

اصل بات یہ ہے کہ جو محبت اللہ کی رضا کے حصول کے لئے کی جائے وہ غیراللہ کی محبت نہیں۔ اللہ کی محبت ہے۔ اسی لئے متقی میاں اور متقی بیوی کی محبتوں میں خواہ وہ بڈھے ہو جائیں۔ کمریں جھک جائیں فرق نہیں آتا۔ کیونکہ ان کی آپس کی محبت اور تعلق کی بنیاد تقوی اللہ پر ہے جس کو زوال نہیں۔ غم و اندوہ تو غیراللہ فانی ہونے والی محبت کا ہے۔ اللہ ایسی محبت سے بچائے۔ آمین۔

نوجوان بچوں پر جن کا ایمان کمزور ہوتا ہے شیطان ایک حملہ یہ بھی کرتا ہے۔ کہ جب ان کو اپنے کسی مطلوب۔ محبوب اور مقصود میں ناکامی ہو تو ان کے جی میں ڈالتا ہے کہ ایسے جینے سے مرنا اچھا ہے۔ اس عذاب سے نجات تو مل جائے گی۔ یہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ یہ ان کا خیال جب صحیح ہوتا اگر غم اُٹھانے والی چیز یعنی روح بھی جسم کے مرنے کے ساتھ مرجاتی۔ پھر کیا تھا نجات بھی مل جاتی۔ مگر یہ بات نہیں۔

نہ ہم نازونعمت میں رہنے والی ... ہیں ہم تغیر و احتیاج نہ ہوں گی

بلکہ جس طرح نیند کے اندر خوشی اور غم کے سارے کام ہوتے رہتے ہیں اور ظاہری جسم بے خبر بے حس و حرکت میّت کی طرح سویا پڑا ہوتا ہے اسی طرح مردہ کی روح سب خوشی اور غم اُٹھاتی رہتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ سویا ہوا جاگ جاتا ہے اور موتے پھر واپس نہیں آتے۔ اللہ تعالےٰ نے آیۃ شریف اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضے علیھا الموت ویرسل الاخریٰ میں توفّی بیں وفات کا لفظ موت اور نیند دونوں کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ یعنی روح کو قبضہ میں کر لینا اور جسم کو چھوڑ دینا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا میں نیند کو موت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ نیند اور موت کی حالت ایک جیسی ہے۔ النوم اخت الموت یعنی نیند اور موت بہنیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی دیکھو کہ وہ دن رات میں ایک دو دفعہ دوسرا جہان ہم کو دکھا دیتا ہے تاکہ ہم اس کی یاد رکھیں اور غافل نہ ہوں۔ ہم اسی طرح آتے جاتے رہیں گے یہاں تک کہ اجل مسمّٰی یعنی مقررہ وقت آجائے اور ہم مڑ کر نہ آویں۔ درحقیقت مرنا روح کا ایک قالب سے دوسرے قالب میں جانا ہے پھر نجات کہاں۔ یہاں کا قالب تو جدا ہو ہی جائے گا۔ مگر وہاں جو قالب ملے گا اس سے جدائی نہیں۔ یہاں کے قالب کے جدا ہونے سے روح مرتی نہیں۔ یہ ایک شیطانی دھوکہ ہے کہ جسم کی فنا کو روح کی فنا کے ساتھ ملا کر دکھاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جس طرح جسم مر گیا۔ روح بھی مر گئی۔ اگر ایمان کمزور نہ ہوتا تو سمجھ لیتا کہ جسم مر جائے گا۔ جان نہ مرے گی۔ دکھ تو جان کے ساتھ ہیں۔ جب جان نہ مری تو وہ اندوہ و غم۔ رنج و الم بھی جان کے ساتھ رہیں گے۔ پھر مر جانے سے نجات کہاں۔

انسان جس حالت میں مرتا ہے اور اس وقت اس کے دل کا جو آخری سبق ہوتا ہے مرنے کے بعد اس سبق سے اگلا سبق پڑھتا ہے پچھلا دنیا کا سبق یاد اور وہاں تک سے آگے لیتا جاتا ہے۔ گویا کہ ابتدائی مدرسہ سے نکل کر مشاہدات کے کالج میں داخل ہوتا ہے۔ جس طرح "جیوگرافی" دو طرح سے پڑھائی جاتی ہے ایک نقشوں پر دوسرے اصل مقامات پر طالب علم کو لے جا کر اور آنکھوں سے دکھلا کر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لترون الجحیم (ضرور تم دیکھو گے دوزخ کو)۔

روح کو حیات خدا نے دی ہے۔ کونسی طاقت اور کونسا ہتھیار ہے جو اس حیات کو فنا کر سکے۔ یہ تو شیطان کے بودے حربے ہیں جو کمزوروں پر چلاتا ہے۔ اے میرے برادر عزیز! اس شیطانی حربے سے خبردار رہنا۔ دیکھنا شکست نہ کھانا۔ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اپنے دشمن کو فتحیاب نہ ہونے دینا۔ ایمان اور امید کے ہتھیار سے اس کا خوب مقابلہ کرنا۔ وہ تم کو کہتا ہے کہ مر جا۔ نجات مل جائے گی۔ اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا۔ کیسی ہی ناکامی اور نامرادی نظر آئے اپنے اللہ سے امید مضبوط رکھنا۔ یاس اور ناامیدی کو پاس نہ آنے دینا۔

کس قدر حد درجہ کی کمزوری ہے۔ گویا کہ دشمن پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ میں تیرے مقابلہ پر اس قدر کمزور ہوں کہ تجھے مجھ پر وار کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے آپ کو آپ مار لیتا ہوں۔ کبھی آپ نے ایسا سپاہی بھی سنا ہے جو میدان جنگ میں بجائے دشمن پر وار کرنے کے اپنے اوپر آپ وار کر لے۔ میں نے سنا ہے کہ جو اپنے آپ کو آپ مارتا ہے وہاں اس کو عذاب بھی یہی ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو آپ مارتا رہتا ہے اور مرتا نہیں۔ شیطان کی کیسی خوشی ہوئی۔ نجات ملنے کے دھوکہ

ہیں اگر اپنے آپ کو مارتے رہنے کی بلا گلے پڑی - نجات تو در کنار - تکلیف اور بڑھ گئی -

اے میرے پیارو - اللہ سے امیدوار رہو - اپنے ایمان کو اس پر مضبوط رکھو - تقویٰ کرو - اس سے دعا مانگو - اس کو قادر و توانا سمجھو - اپنی جان کی قدر کرو - اس نعمت کو ضائع نہ ہونے دو - قربانی کی ایک ہی راہ ہے کہ اس کی رضا اور فرماں برداری میں جان و مال خرچ کرو - اس کی دی ہوئی جان ہے - وہ جان کا مالک ہے - اس نے اپنی خوشی سے تم کو یہ جان دی ہے - اسی کی خوشی میں اس کو خرچ کرو - تمھاری جان تمھاری نہیں - تمھاری چیز نہیں تم اس کے مالک نہیں - تمھارے مارنے سے ترقی نہیں - اس کی چیز میں تمھارا کیا اختیار - یہ تو اس کی امانت ہے - اس امانت کو اچھی طرح رکھو - جس کام کے لئے دی ہے اسی میں لگاؤ اور اسی میں خرچ کرو - یہ جان بڑی بھاری نعمت ہے - اس کی قدر کرو - اس نعمت کا پورا پتہ وہاں ملے گا جب اس کے فضل و رحمت سے یہ جان اس کی فرماں برداری کر کے ابدالآباد کا عیش اٹھائے گی - ساری دنیا کے عیش کو اس کے آگے ہیچ سمجھے گی - ؎

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن صد ہزاراں جاں بباید باختن

(اس عیش و عشرت کے حاصل کرنے کے لئے لاکھوں جانیں قربان کر دینی چاہئیں) - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - لمثل ھذا فلیعمل العاملون (ایسی ہی بات کے لئے پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کرنے والے) اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے ہم کو شیطان کے حملوں سے بچائے - اور اپنی اطاعت اور فرماں برداری

میں رکھے اور خاتمہ ہمارا بالخیر کرے - آمین -

بعض نوجوان بچوں میں شعر و شاعری کا بھی شوق ہوتا ہے - یہ شوق برا نہیں - بشرطیکہ دو باتیں ہوں -

اوّل - اشعار ایسے نہ ہوں جو بے فائدہ - بیہودہ - لغو - جھوٹ - تمسخر - استہزا ناجائز اور گندے ہوں - نہ دین میں فائدہ دیں نہ دنیا کو نفع پہنچائیں - ایسی شعر بازی سے اجتناب اچھا ہے - شعر ایسے ہوں جن میں اللہ کی حمد اور تعریف ہو - تاکہ محبت الٰہی جوش مارے - حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ - اعلیٰ اخلاق - احسن اعمال افعال - اچھی عادات اور مبارک سیرت کا ذکر ہو - تاکہ امت اس نمونہ پر چلے - اور مخالفین نے جو بدظنیاں پھیلا رکھی ہیں دور ہوں - وہ ظلمت کا پردہ جو ناواقفوں کی آنکھوں پر پڑا ہوا ہے اٹھ جائے - اور حضور کا خوبصورت چہرہ جو سورج اور چاند سے زیادہ منور ہے ساری دنیا دیکھ لے - اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدا اور دلدادہ ہو جائیں -

خلفاء عظام - صحابہ کرام - آئمہ صالحین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی صفات و افعال حسنہ - اخلاق فاضلہ اور کارناموں کا بیان ہو -

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خلفاء - بزرگان دین اور سلسلہ احمدیہ کی تعریف ہو تاکہ نہ ماننے والوں کے قلوب اس الٰہی سلسلہ کی طرف مائل ہوں - اچھے اخلاق - اچھے اعمال - علمی اور تاریخی مضامین ہوں جن کو لوگ پڑھ کر صلاحیت اور ترقی حاصل کریں -

دوسری بات یہ ہے کہ اس شوق کو حد اعتدال سے نہ بڑھایا جائے اگر حد اعتدال

سے بڑھ گیا تو دین دنیا کے کاموں میں سخت حرج ہوگا۔ خصوصاً طالب علموں کی
ترقی میں سدّراہ ہو جائے گا۔ کیونکہ شعر بنانا دماغ کی بڑی مصروفیت کا کام ہے۔
تمام خیالات خالی ہونا پڑتا ہے۔ تعلیم یا اور کسی مفید کام کی طرف جانے نہیں دیتا۔
اور یہ مصروفیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب شعروں کو سُن کر سامعین کی طرف سے داد
دی جاتی اور واہ واہ ہو جاتی ہے جس سے شاعر کے دل کو بڑی لذت آتی ہے۔ وہ
یہ کوشش کرتا ہے کہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر شعر بناؤں۔ سب شاعروں سے ممتاز
ہو جاؤں۔ بغیر شعر بنائے اور لوگوں کو سنائے بغیر آرام نہیں آتا۔ پس اس شوق کو حدِّ
اعتدال سے نہ بڑھائے۔ اگر اپنی ضروری مصروفیت سے کسی وقت فرصت مل جائے
تو کچھ اچھے شعر بنا کر اپنا شوق پورا کرے۔

چڑھتی جوانی ایک جوش اور تیزی کا وقت ہوتا ہے۔ بعض نوجوان بچے کہدیتے ہیں
کہ ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔ کسی کی خوشامد نہیں کرتے۔ کسی سے کیوں دبیں۔ کسی کا شکریہ
کیوں ادا کریں۔ بہت ہوا انگریزی میں "تھینک یو" کہدیا۔ وہ بھی دل سے نہیں بلکہ
ایک فیشن بنا لیا۔ اے پیارے نوجوان بچو۔ اللہ تعالےٰ نے تم کو ہمارے برابر عقلیں
دیدیں اور علم تو شاید ہم سے زیادہ پڑھ گئے ہوگے۔ ہماری عقلیں پُرانی ہوگئیں۔
تمہاری تازہ بہ تازہ نو بہ نو ہیں۔ مگر بڑوں کا کہنا مان لینا چاہیئے۔ یہ اچھی بات ہے۔
اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ ماں، باپ، استاد بزرگ جو کہتے ہیں تجربہ سے کہتے ہیں۔
تم کو تجربہ نہیں۔ تم اپنی عقلوں اور دلیلوں سے رد کرتے ہو۔ منطقی نے کہا۔ اگر بیل کھڑا
ہو جائے۔ اور سر ہلا کر گھنٹی بجاتا رہے۔ تو تم اپنے گھر کے اندر بیٹھے ہوئے ہی سمجھو گے کہ
کولھو چل رہا ہے۔ کولھو والے کو تجربہ تھا کہ بیل کھڑا ہو کر گھنٹی نہیں بجایا کرتا۔ مگر منطقی اپنی

دلیل پر نازاں تھا۔

محض اپنی عقل اور علم پر ناز نہ کرو۔ تجربہ کاروں کے تجربہ سے سبق لو۔ حضرت سرورِ
کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سب بنی آدم سے بڑھ کر علم عقل اور
تجربہ والے ہیں فرماتے ہیں جس نے لوگوں کا شکر نہ کیا اس نے اللہ کا شکر نہ کیا۔ اور
قرآن شریف میں ہے کہ مومنوں کے آگے تذلل سے رہنا چاہیئے۔ اس لئے ایسی باتیں
کہنی اچھی نہیں کہ جاؤ ہم کو کسی کی پرواہ نہیں۔ ہم کسی کے دبیل نہیں۔ کسی سے کمزور
نہیں۔ گھٹیا نہیں۔ خوشامدی نہیں۔ ڈرتے نہیں۔ ہماری کون برابری کر سکتا ہے۔
ہمیں کون نیچا دکھا سکتا ہے۔ بڑے بول نہ بولو۔ تواضع اور انکسار سے رہو۔ استادوں
اور بڑوں کا ادب کرو۔ اپنے بھائیوں کی برابری نہ کرو۔ عاجزی۔ تذلّل اور شکریہ سے
پیش آؤ۔ اللہ کرے۔ اور وہ وقت لائے کہ تم میوہ دار درخت کی طرح جھک جاؤ۔
اور بڑے ہو کر جب چھوٹوں کو نصیحت کرو تو وہ بھی تمہارے آگے جھک جائیں۔ اور
شکریہ اور تواضع سے پیش آئیں۔

سید ولد آدم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ واخفض
جناحک لمن اتبعک من المومنین (اور اپنے بازو اپنے تابعدار مومنین کے لئے
جھکا لے) اور سورہ لقمان میں فرماتا ہے۔ ولا تصعر خدّک للناس ولا تمش
فی الارض مرحاً ان اللہ لا یحب کل مختال فخور واقصد فی مشیک
واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر (اور مت پھلا
اپنے گال لوگوں کے لئے اور نہ چل زمین میں اکڑ کر اللہ دوست نہیں رکھتا کسی
اِترانے والے تکبّر کرنے والے کو اور درمیانی چال چل اور نیچی کر اپنی آواز کو

سب سے بری لگنے والی آواز گدھے کی آواز ہے)۔

السلام علیکم

ہر ایک ایمان والا ضرور اس بات کا طالب ہو گا کہ دوسرے ایمان والے اس کے لئے دعا کریں۔ آپ ان کو السلام علیکم کریں۔ وہ ضرور جواب دیں گے۔ یہی آپ کے لئے دعا ہو گی۔ دعا بھی وہ دعا جو جنتیوں اور ملائکہ کی قبول شدہ دعا ہے۔ اور جس کے شامل خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ ان آیات شریف پر غور کریں۔

ا۔ تحیتہم فیہا سلام (جنت میں جنتیوں کی دعا سلام ہے)

ب۔ سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین (ملائکہ کہیں گے سلام ہو تم پر۔ خوشحال ہو تم۔ پس داخل ہو جنت میں ہمیشہ کے لئے۔

ج۔ فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبارکۃ طیبۃ (پس جب تم داخل ہو گھروں میں پس سلام کرو اپنے آدمیوں پر یہ رحمت[1] والی دعا ہے۔ اللہ تعالٰے کی طرف سے برکت والی پاکیزہ)۔

بلکہ بہت خدا کے بندے ایسے ہیں جو السلام علیکم سن کر بڑھ کر بدلہ دیتے ہیں۔ اور قرآن شریف کی اس آیتہ شریف کے پہلے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوھا (اور جب تم دعا دیئے جاؤ کوئی دعا تو دعا دو اس سے بہتر یا وہی دعا دید و جو اس نے دی ہے) سلام کیا کیا۔ سلامتیوں اور برکتوں سے دامن بھر لیا۔ اس آیتہ شریف سے سلام میں ابتداء کرنے والے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ اُس نے پہل کر کے بڑا کام کیا۔ جس کا اس کو

1 رحمتوں

بہتر بدلہ ملا

حضرت میر سید نواب ناصر صاحب رحمۃ اللہ علیہ افشاء سلام کے بڑے شائق تھے۔ اور اس کی بہت تاکید فرماتے۔ افشاء سلام کیا ہے افشاء اسلام ہے۔

نجات کے طریقے

سچے مذہب اسلام نے مغفرت ذنوب اور نجات کے واقعی اور سچے راستے رکھے ہیں۔

اوّل۔ ندامت۔ پشیمانی اور توبہ۔

دوم۔ سزا۔

سوم۔ اللہ تعالےٰ کا رحم۔ وہ چاہے تو بغیر سزا اپنے بندہ کے گناہوں کو معاف کر دے۔ اور اپنے بندہ کے دل کو اپنے فضل اور قدرت کاملہ سے ایسا کر دے کہ وہ گناہ اور بدی سے بیزار اور نیکی کا عاشق زار ہو جائے۔ نیکی کے بغیر اس سے رہا نہ جائے۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کی اندرونی حالت اور اس پر آنے والے واقعات اور حالات کو خوب جانتا ہے کہ اس کی اصلاح قصور معاف کر دینے سے ہو جائے گی اور اس کو سچی توبہ اور انابت مل جائے گی۔

ان ہی طریقوں پر ہمارا عمل اپنے بال بچوں میں۔ استادوں کا شاگردوں میں۔ بادشاہوں کا رعایا میں ہو رہا ہے۔

۱۔ کبھی قصوروار کا قصور اس خیال سے کہ اس کی اصلاح ہو جائے گی اور آئندہ ایسا نہ کرے گا۔ معاف کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ کبھی قصوروار کو توبہ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ اور اس سے عہد واثق لیا

جاتا ہے کہ آئندہ ایسا نہ کرے گا۔ اور اپنی اصلاح کرے گا۔ اس پختہ وعدہ کے بعد
اس کو سزا نہیں دی جاتی۔
۳۔ کبھی قصور وار کو سزا دی جاتی ہے اور سزا بھگتنے کے بعد اس کی رہائی ہوتی ہے۔

بنی آدم کے طبائع بھی تین طرح کے ہیں

اوّل یہ کہ قصور معاف کر دیا جائے تو صلاحیت پا جاتے۔ رحم دیکھ کر شرم سے
پانی پانی ہو جاتے۔ اور الحیاء من الایمان (حیا ایمان میں سے ہے) کے مطابق
اس اپنی دلی انابت کو آخر دم تک نباہ دیتے ہیں۔
دوم۔ عہد کے پکے زبان کے سچے جب توبہ کرتے ہیں اس پر بڑی مضبوطی
سے قائم رہتے اور خواہ کچھ ہی ہو اپنا وعدہ پورا کرتے ہیں۔
سویم۔ ایسے ضدی ایسے سرکش کہ جب تک سزا نہ ملے اپنی بری عادت نہیں
چھوڑتے۔ مار کھائے بغیر ماننے میں نہیں آتے۔
ہو سکتا ہے کہ انسان ان طریقوں کے استعمال میں غلطی کھا جائے رحم کرے
اور وہ قابل رحم نہ ہو۔ توبہ اور عہد کرائے اور وہ عہد توڑ دے۔ سزا اُٹھائے اور
پھر مرتکب ہو جائے۔
لیکن اللہ تعالےٰ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ قلوب کی اندرونی حالت کو
خوب جانتا ہے جس طریق سے اپنے بندوں کو گناہوں سے نجات دیتا ہے
وہ بے خطا اور یقینی ہوتا ہے۔ وہ رب العالمین غلطی اور بھول سے پاک ہے۔
وہ فرماتا ہے۔ انہ علیم بذات الصدور (اس کو دلوں کی اندرونی حالت کا

علم ہے)۔

عرض بخدمت سجادہ نشیناں

اے طالبان حق، اے صاحبان طریقت۔ میرے والد صاحب طریقہ نقشبندیہ
کے مشائخین میں حضرت سید امام علی شاہ صاحب نقشبندی المجددی مکان شریف
رتڑ چھتر کے مرید صاحب مجاز سجادہ نشین تھے۔ ان کے بہت مرید تھے اور لوگوں کو راہ خدا
کی تلقین کیا کرتے تھے۔ آخر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے اور
حضور نے ابتدائی دعویٰ مجددیت کا کیا۔ میرے والد صاحب نے اپنی باطنی کشف سے
صادق دیکھ کر مان لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ سجادہ نشینوں
میں سے جس نے سب سے پہلے مجھے مانا وہ میرے والد صاحب تھے۔ ان کے بعد
دوسرے مشائخین جن کو اللہ تعالےٰ نے سچا باطنی نور عطا فرمایا تھا اور ولا یخافون
فی اللہ لومۃ لائم (اور وہ نہیں ڈرتے اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی
ملامت سے) کے مصداق تھے مانتے چلے گئے۔
میرے والد صاحب نے وفات سے پہلے مجکو بھی اجازت دی ان کے بعد میرا بھی
وہی طریق تھا۔ جو ان کا تھا۔ میرے بھی مرید تھے جو کہ اب میری طرح سلسلہ احمدیہ کے
مریدوں میں سے ہیں۔ اس لئے آپ کا مجھ پر حق ہے کہ میں چند معروضات پیش کروں۔
میں جانتا ہوں اور مجھ پر بھی ایسا وقت گزرا ہے کہ آپ کو ان لوگوں نے گھیرا ہوا
ہوگا۔ جو ہاں میں ہاں ملانے والے ہیں۔ اور حق بات اگر آپ کی مرضی کے خلاف دیکھتے
ہیں تو ہرگز نہیں کہتے۔ اور ایسا کرنے کو سوء ادب سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ درحقیقت
خیر خواہ نہیں بلکہ مطلبی ہیں۔ آپ راہِ حق میں ایسے مریدوں کا لحاظ نہ کریں اور نہ ان

مریدوں کی پرواہ کریں۔ اگر مالی خدمت کا خیال ہو تو یہ سمجھ لیں کہ ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین (بے شک اللہ ہی رازق ہے بڑی قوۃ والا) اور نہ آپ اس عزت و جاہ کا خیال کریں جو آپ کو حاصل ہے۔ کیونکہ عزت وہی ہے جو اللہ تعالے کے حضور اور اس کے دربار میں ہو۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون (پس عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنوں کے لئے لیکن منافق نہیں جانتے) میرے والد صاحب کو بھی اس بات سے ڈرایا گیا تھا کہ آپ کے مرید آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ مگر میرے والد صاحب نہ ڈرے نہ ہٹے اور جواب دیا کہ خواہ میرے سارے مرید مجھے چھوڑ کر چلے جائیں میں راستی اور صداقت کو چھوڑ نہیں سکتا۔ مگر یہ تو صرف شیطانی ڈراوا تھا ان الشیطان یخوف اولیائہ (تحقیق شیطان ڈرایا کرتا ہے اپنے دوستوں کو) میرے والد صاحب نے مانا اور علی الاعلان مانا۔ مخالفین کا مقابلہ کیا۔ مباحثہ کیا۔ اشتہار شایع کیا۔ مریدوں نے تو کیا بھاگنا تھا۔ اللہ تعالے نے اور ترقی دیدی۔ مریدی۔ پیری آمدنی اور زیادہ ہوگئی۔ یہاں تک کہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔ زاید روپیہ بمبئی سے گھر کو واپس کردیا۔ آخر کار مرض الموت میں جب چار پائی پر لیٹے رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ دائیں طرف کروٹ لیتا ہوں تو روؤں کا ڈھیر ہے۔ بائیں طرف کروٹ لیتا ہوں تو روپے پڑے ہیں۔ اس زمانہ میں نوٹوں کا رواج بہت کم تھا۔ لوگ آتے ادھر اُدھر روپے رکھتے جاتے۔ اللہ تعالے نے اپنی بشارت پوری کی کہ ومن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ انھوں نے تقوےٰ کیا۔ خدا سے ڈرے۔ باوجود مخالفت کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے

اپنا وعدہ پورا فرمایا۔

اے فقر اور درویشی کا دم بھرنے والو۔ اور طریقت اور معرفت کا دعویٰ کرنے والو۔ صداقت اور حق کی تلاش میں مشکلات سے نہ گھبراؤ۔ آپ ایک عالیشان مقام کے دعویدار ہیں پھر تکالیف کی پرواہ کیا۔ ان اشد البلاء علی الانبیاء ثم الامثل ثم الامثل۔ (تحقیق سخت بلا اور تکلیف نبیوں پر ہے پھر درجہ بدرجہ) ما اوذی النبی مثل ما اوذیت (جتنی مجھے ایذا دی گئی کسی نبی کو نہیں دی گئی۔)

من عجب دارم زجویانِ صفا　　　کہ گریزد وقت صیقل از جفا

یا مکن با پیل بانان دوستی　　　یا درے افراز بر بالائے پیل

(مجھے صفائی کے طالبوں پر تعجب آتا ہے جو تکلیف اٹھانے سے بھاگے۔ یا ہاتھی بانوں سے دوستی نہ کر۔ ورنہ اپنا دروازہ اتنا بلند بنا　کہ ہاتھی دروازہ میں سے آجائے)

اور اس بات کا بھی خیال نہ کریں کہ ہم تو پہلے انکار کر چکے ہیں اب اقرار کس طرح کریں۔ انسان کے منہ سے جو بات نکل جاتی ہے اس کی پیچ تو پڑ جایا کرتی ہے۔ مگر بہادری یہ ہے کہ جب حق معلوم ہو جائے فوراً اس کو قبول کرلے اور اپنی بات چھوڑ دے۔ جو ایسا نہیں کرتے ان کے متعلق اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ولقد جاءتھم رسلھم بالبینات فما کانوا لیومنوا بما کذبوا من قبل (اور تحقیق ان کے پاس آئے ان کے رسول کھلے نشانوں کے ساتھ پس ان سے نہ ہوا کہ یقین لاتے اس پر جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے) معترضین کے مقابلہ کے لئے کیا یہ جواب کم کافی ہے کہ ہم اپنی اور لوگوں کی بات مانیں یا اللہ کی بات مانیں۔

اے حضرات آپ اللہ پر ایمان لاتے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول

برحق اور خاتم النبیین مانتے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے احکام شریعت پر عمل کرتے ہو۔ لیکن ایک فرض کے تارک ہو رہے ہو۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ماننا ہے۔ آپ کو خبریں پہنچیں کہ آنے والا مسیح موعود آگیا۔ مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ اس بات نے میرے دل کو بے قرار کر رکھا ہے۔ آپ میری بے قراری کا اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر وہ مسیح موعود آجائیں جو آپ کے خیال میں ہے اور آپ ان کو مان لیں۔ اُس وقت جو مسلمان اُن کو نہ مانیں تو آپ کا کیا حال ہوگا۔ آپ کو ان کے لئے کتنا افسوس آئے گا۔ مسیح موعود کا مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ مسیح موعود کو نہ ماننے والوں کے لئے آپ کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ جب اس مسئلہ کی اہمیت کو آپ سمجھتے ہیں تو کیوں اس کے لئے جد و جہد نہیں فرماتے۔ کیوں بے فکری اور آرام سے اپنا عزیز وقت گزار رہے ہیں۔ جو مقررہ عمر آپ لے کر آئے ہیں وہ ایام جلدی جلدی گزر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا کا بلاوا آجائے گا۔ اور حق و باطل کامل طور سے واضح ہو جائے گا۔ مگر وہ ایمان، ایمان بالغیب نہ ہوگا۔ اس ایمان کا نتیجہ حسرت اور افسوس ہوگا۔

کیا آپ ایسے مسیح موعود کے منتظر ہیں جس کی صداقت میں اخفا نہ ہو اور نعوذ باللہ یومنون بالغیب کی آیتہ اس مسیح موعود کے ماننے کے لیے قابل عمل نہ ہو۔ لوگ اس پر یومنون بالغیب ایمان نہ لاویں بلکہ لتروُنھا عین الیقین ایمان لاویں۔ اس کا برحق ہونا ایسا ظاہر ہو جائے۔ جیسا نصف النہار کے وقت سورج سر پر ہوتا ہے۔ اور کسی کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ پھر اس کی مشابہت تو دوسرے جہان میں ایمان لانے کی ہوگی۔ حالانکہ آپ کا عقیدہ دوسرے

جہاں کے ایمان کی عدم قبولیت کا ہے۔ اس لئے کہ وہاں اخفا اور غیبیت بالکل نہیں ہے۔ یہ بات تو اللہ تعالےٰ نے اپنی اظہار خدائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کے لئے بھی اس دار العمل میں نہیں رکھی۔ کہ اخفا بالکل اُٹھ جائے۔ اور حقیقت ایسی عریاں ہو جائے کہ ہر ایک متنفس مان لے۔ اللہ تعالےٰ چاہتا تو ایسے نشانات ظاہر کر دیتا۔ کہ کوئی بھی منکر خدا و منکر رسالت نہ رہتا۔ پھر کیوں آپ ایسے مسیح کے منتظر ہیں جس پر ساری دنیا ایمان لے آئے۔ اور جو ایمان نہ لائے وہ اسکے دَم سے مر جائے۔ اور دم بھی اُن کا وہاں تک پہنچے جہاں تک نظر کام کر سکتی ہے۔ سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے بھی ایسی بات نہ ہوئی۔ پھر مسیح موعود کے لئے کس طرح ہوگی۔ پس جب اخفا ضروری ہوا تو آپ کیوں اس بات پر یقین نہیں لاتے کہ وہ اخفا ہی ہو اور اسی قدر ہو جو اس وقت درپیش ہے کہ ماننے والے حضرت صاحب کو مانتے جاتے ہیں اور انکار کرنے والے انکار کرتے ہیں۔ اور جو مان لیتے ہیں ان کو ایمان کی ایسی لذت آتی ہے کہ پھر واپس ہونے کو دل نہیں چاہتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

عزیزاں مے دہم صد بار سوگند | بروئے حضرت دادار سوگند
کہ در کارم جواب از حق بجوئید | بہ محبوب دل ابرار سوگند

(اے عزیزو! میں تمھیں سو دفعہ قسم دیتا ہوں۔ اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے معاملہ میں اللہ سے پوچھ لو۔ میں تم کو حضرت دادار کی قسم دیتا ہوں۔)

حضور کے اس ارشاد کے متعلق آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ اپنی پوری

راہوں سے نجات دیکر صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اور قلوب المومنین بین اصبعین من اصابع الرحمٰن (مومنوں کے دل اللہ تعالےٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں) کے مطابق امر حق کی طرف اپنے مومن بندہ کے دل کو پھیر دیتا ہے۔ اور غور کرو تو اصل مقصود بھی یہی ہے کہ بندہ کجروی سے بچ کر صراط مستقیم پر قائم ہوجائے۔ الہام اور کشف بھی اسی وقت مفید ہیں کہ ہدایت الٰہی اور توفیق شامل حال ہو۔

نیز اس دعا کے شروع کرنے سے پہلے بھی وہ عہد اور استغفار ضرور کرلیں جو اس دعا سے سابقہ دعا میں کیا تھا۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ یہ دعا بھی ایک لمبے عرصہ تک تضرع اور صدق سے کرتے رہیں اور ہرگز ہرگز جلد بازی نہ کریں۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ مومن کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ مالم یعجل یعنی جلد بازی نہیں کرتا جو دعا چھوڑ دیتا ہے یا نعوذ باللہ یہ خیالات دل میں لاتا ہے کہ اتنی مدت دعا کی قبول نہ ہوئی۔ یہ شیطانی وسوسے ہیں۔ ان سے بچے اور دعا نہ چھوڑے۔

اثناء دعا میں اگر آپ اپنے دل کو اس طرف جاتا دیکھیں جو آپ کے اعتقاد کے خلاف ہو تو گھبرا نہ جائیں کہ میرے دل میں تو حضرت صاحب کی صداقت آتی جاتی ہے۔ بلکہ مرد میدان بن کر اسی طرح دعا جاری رکھیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ امید ہے کہ وہ ہادی برحق ارحم الراحمین آپ کے دل کو حق الامر کی ہدایت فرماکر اطمینان اور استقامت عطا فرمائے۔

از بس ضروری ہے کہ غیر جانبدار رہیں۔ اپنے قلب کو اللہ تعالےٰ کے حضور میں ایک خالی برتن کی طرح رکھیں۔ اللہ تعالےٰ جو چاہے اس میں ڈالے۔ اور اپنے دل کا

مطالعہ کرتے ہیں کہ دعا کی برکت سے بے ساختہ کس طرف جاتا ہے اور کس طرف کی رغبت اور کس طرف سے بیزاری دل میں بڑھ رہی ہے۔

یہ دو طریق دعا کے آپ کی خدمت میں عرض کر دیئے ہیں۔ امید ہے کہ آپ اس پر عمل درآمد فرمائیں گے اللہ توفیق دے۔ آمین۔

اے حضرات آپ دل میں یہ خیال نہ لائیں کہ اس قدر بے شمار بزرگ مشائخ کرام۔ اولیاء عظام۔ قطب۔ غوث۔ ابدال۔ سلف صالحین گزرے۔ کیا وہ سب بے خبر گزر گئے۔ وہ تو اصل عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں آنے پر ایمان لاتے رہے۔ کیا ہم ان کے رستہ اور عقیدہ کے خلاف دوسری راہ اختیار کریں۔

اس کے دو جواب ہیں۔

اوّل ہم ان سب سلف صالحین کو بزرگ۔ ولی اللہ۔ خدا رسیدہ اور عارف باللہ جانتے اور تمام بزرگی کے خطابات سے صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ دل سے یاد کرتے ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کے ساتھ ان کا نام لیتے ہیں۔ ان کی شان اور مرتبہ کے خلاف کوئی سوء ادب کا لفظ نہ زبان پر لاتے ہیں اور نہ دل میں۔ ان کی بزرگی کا نقش ہمارے قلوب پر منقش ہے۔ ان کے دینی دنیوی احسانات اور اسلامی خدمات کے ہم ممنون اور مشکور ہیں۔ ان کے اصل عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے عقیدہ کی وجہ سے ہمارے دل میں ایک ذرہ کدورت نہیں۔ بلکہ مصفّٰی شیشہ کی طرح صاف ہے۔ کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ ایمان اس بات کا نام ہے کہ اللہ رسول کی طرف سے جو الفاظ سنے جائیں ان پر سمعنا و اطعنا کہا جائے۔ جب ان بزرگوں کو یہ آواز پہنچی خواہ کان کے ذریعہ سے یا کتابیں

پڑھتے ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں آئیں گے فوراً ایمان لے آئے۔ پس اس وقت جبکہ اس پیشگوئی کے ظہور کا زمانہ نہیں آیا تھا اور ان کے خیال میں سوائے اصل عیسیٰ علیہ السلام کے دوسرا نہ تھا۔ ان کے ایمان اور یقین کا انتہائی مقام یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ناصری کے دنیا میں آنے پر یقین لے آئیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو عطا کر دیا۔ اور وہ ایمان لانے والے اور یقین لانے والوں میں سے ہو گئے۔ تفاصیل نہ ظاہر ہوئیں اور نہ قبل از ظہور تفاصیل پر ایمان لانا ضروری تھا۔ وہ مومنین مصدقین میں سے تھے۔ سمعنا و اطعنا کے مطابق جو سنا تھا اس پر ایمان لاتے تھے اور تفاصیل کو حوالہ بخدا کرتے تھے۔ پس وہ خدا کے برگزیدہ اور ہمارے بزرگوار تھے۔

بعینہٖ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے اب آپ سے کوئی پوچھے کہ حضرت قرآن شریف میں ہے **والوزن یومئذ الحق** (قیامت کے دن اعمال کا تولا جانا برحق ہے) اور آیا ہے **ووضع المیزان** (اور ترازو رکھی جائے گی) آپ فرمائیں کہ وہ ترازو کیسی ہوگی۔ دنیا میں تو قسم قسم کی ترازوئیں ہیں۔ لوہے کی ترازو۔ لکڑی کی ترازو۔ مشک و عنبر۔ موتی جواہرات سونے چاندی تولنے کے کانٹے۔ بعض ترازو اس قدر بڑی کہ ریل کی سڑک پر پوری بھری ہوئی گاڑی تول لی جاتی ہے۔ حرارت۔ برودت۔ ہوا بارش کے پیمانے، پھر دنیا میں اللہ کے رسول بھی ایک ترازو لے کر آتے ہیں **ولقد ارسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط** (اور تحقیق بھیجے ہم نے اپنے رسول کھلے نشانات کے ساتھ اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو تاکہ قایم کریں لوگوں کو انصاف پر) اب آپ فرمائیں کہ یوم الحشر

کی ترازو جس میں نیکی بدی تولی جائے گی کس شکل کی ہوگی۔ اس کے جواب میں آپ سائل پر ناراض ہونگے۔ اور فرمائیں گے کہ بندۂ خدا تجھے ان تفصیلات سے کیا سروکار۔ جب ظاہر ہوگا اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا کہ کیسی ہے۔ ابھی ایمان لا کہ ترازو ہوگی اور ضرور ہوگی۔ اعمال تلیں گے اور ضرور تلیں گے۔ تیرا یہی ایمان کافی ہے۔ اس بات کے پیچھے نہ پڑ کہ ترازو کیسی ہوگی۔ پس یہی جواب حضرت عیسےٰ موعود علیہ السلام کے ظہور سے پہلے گزشتہ تمام سابقین کے متعلق ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد سب سے پہلے میری وہ بی بی فوت ہوگی جس کے ہاتھ لمبے ہیں۔ حضرت امہات المومنین رضوان اللہ تعالے علیہن اجمعین نے آپس میں ہاتھ ناپے۔ سب سے لمبے ہاتھ حضرت سودہ رضی اللہ تعالے عنہا کے نکلے۔ سب نے خیال کیا کہ ان کا سب سے پہلے انتقال ہوگا۔ وہ اسی یقین پر تھیں یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلے حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ تعالے عنہا فوت ہوئیں۔ اس وقت اس پیشگوئی کا تفصیلی علم ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد سخاوت تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالے عنہا چمڑے کی تجارت کیا کرتیں اور فی سبیل اللہ بہت مال خرچ کیا کرتی تھیں۔ اگر پیشگوئی کی تفصیل پر قبل از ظہور ایمان لانا ضروری ہوتا تو جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہاتھ ناپے گئے تھے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا سب سے پہلے یقین کیا گیا تھا حضور اسی وقت فرما دیتے کہ یہ کیا کرتے ہو اور ہاتھ کیوں ناپتے ہو۔ ہاتھوں کے لمبے ہونے کا مطلب سخاوت ہے۔ مگر حضور خاموش رہے۔ جس سے بداہتاً ثابت ہوا کہ پیشگوئی کے ظہور سے پہلے

کیفیت اور تفصیل پر ایمان لانا نہ فرض ہے نہ ضروری۔ بلکہ صرف اتنا فرض ہے کہ جو الفاظ کان میں آئیں اُن پر دل سے یقین کر لیا جائے۔ پھر تفاصیل کے متعلق کچھ بھی خیالات دل میں آویں۔ پڑے آویں۔ کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ اگر اس کی زندگی میں پیشگوئی کا اظہار ہو جائے پھر اپنے سابقہ خیالات پر اڑا نہ رہے۔ اور جو تفصیل ظاہر ہو اس پر ایمان لے آئے۔ جس طرح حضرت امہات المومنین رضوان اللہ تعالےٰ علیہن اجمعین نے کیا۔ یہ کہ جب حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے لمبے ہاتھوں کا لفظ سنا تو حضرت سودہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ہاتھوں کو زیادہ لمبا دیکھ کر سب سے پہلے ان کی وفات پانے پر ایمان لانے کا اجر لیا اور پیشگوئی کے ظہور کے وقت جب حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی وفات کا علم ہوا تو اس پر یقین کر کے دہرا ثواب حاصل کیا۔ اسی طرح سلف صالحین نے جب یہ الفاظ سنے یا کتابوں میں پڑھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں آئیں گے۔ اس پر ایمان لے آئے اور اس ایمان کا ان کو اجر اور ثواب ملا۔ یہی صراطِ مستقیم تھی جس پر وہ چلے۔ اور چونکہ ان کے ذہن میں سوائے اصل عیسےٰ علیہ السلام کے کوئی دوسرا عیسیٰ نبی اللہ نہ تھا۔ یہ سمجھتے رہے کہ مسیح ناصری ہی دوبارہ آئیں گے۔ اس خیال پر جو ان کے دل میں خود بخود آیا ان کے ذمہ نہ کوئی مواخذہ ہے نہ گناہ۔ اگر یہ خدا کے پیارے بزرگوار پیشگوئی کے ظہور کا زمانہ پاتے تو اس تفصیل پر جو ظاہر ہوتی ایمان لے آتے اور جس طرح پہلے ثواب حاصل کیا تھا یہ ثواب بھی پاتے۔ جیسا کہ اُن کے قدم بہ قدم چلنے والے پرانے احمدیوں نے کیا کہ حضرت صاحب کی بعثت سے پہلے مسیح ناصری کے آنے پر ایمان لاتے رہے۔ اور بعثت کے بعد

حضرت صاحب کو مسیح موعود مان کر دہرے ثواب کے امید وار بنے۔

ایسا ہی حال باقی آئندہ آنے والی پیشگوئیوں جیسے علامات و آثار قیامت۔ قبر کے حالات۔ منکر نکیر۔ عالم برزخ۔ نفخ صور۔ بعث بعد الموت۔ قبور سے اجساد کا نکلنا۔ حشر۔ حساب۔ کتاب۔ میزان۔ صراط۔ دوزخ اور اس کے قسم قسم کے عذاب۔ جنت اور اُس کے طرح طرح کے میوہ جات۔ باغات۔ انہار۔ چشمے۔ قصر و محلات۔ حور و غلمان۔ کوثر۔ سلسبیل۔ لقاء ملایکہ اور دیدار الٰہی کا ہے۔ ان کے بارے میں جو جو الفاظ ہمارے کان میں پڑے ان سب پر ہم ایمان لاتے ہیں کہ سب سچ ہیں اور ضرور ہوں گے۔ خواہ ان کی تفاصیل اور کیفیات کے متعلق قسم قسم کی شکلیں۔ رنگ برنگ کے تصورات اور طرح طرح کے خیالات ہمارے دل میں آئیں کہ وہ ایسا ہوگا۔ وہ ایسا ہوگا۔ وہ ایسا ہوگا۔ مگر سچی اور صحیح بات یہ ہے کہ جو اللہ رسول نے فرمایا ہے وہی ہوگا۔ ضرور ہوگا۔ یقیناً ہوگا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا ہوگا۔ کب ہوگا۔ کس طرح ہوگا۔ تفصیل کا پتہ اسی وقت لگے گا جب ظاہر ہوگا۔

اے حضرات میں دلی بیقراری کے ساتھ مؤدبانہ ایک عرض کرتا ہوں کہ آئندہ پیشگوئیوں کے متعلق جو اس دنیا میں اور آخرت میں ظہور پذیر ہونے والی ہیں اگر آپ کا طرز عمل یہی رہا کہ جب تک پیشگوئی کا ظہور آپ کے خیال کے مطابق نہ ہو، آپ نہ مانیں جیسا کہ آنے والے مسیح موعود کے متعلق آپ کر رہے ہیں تو کیا بنے گا۔ ایک نمونہ آپ یہی دیکھ لیں کہ زمانہ گذرتا جاتا ہے اور اصل عیسیٰ علیہ السلام تشریف نہیں لاتے کیا یہ دُکھ اسی طرح ساری عمر اُٹھایا جاۓ گا۔

اور پھر آئندہ نسلوں کے لئے چھوڑ اجائیگا۔

اے حضرات - مسیح آگیا۔ عیسیٰ آگیا۔ ابن مریم آگیا۔ لیکن جن کا اصلی نام اللہ تعالےٰ نے اسمہ المسیح عیسی ابن مریم رکھا ہے فوت ہو گئے۔ اور وفات یافتہ دوبارہ دنیا میں نہیں آتے۔

دوسرا جواب

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ سلف صالحین میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو گئے حالانکہ سابقین میں ایسے بزرگوار اور علما وکرام ہوتے چلے آتے ہیں - جن پر اللہ تعالےٰ نے علوم صحیحہ - فراست روحانی - بصیرت باطنی - الہامات وکشف کے ذریعہ ظاہر فرمادیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں اور آنے والا مسیح موعود امت میں سے پیدا ہوگا۔ اور ایسا نبی ہوگا جو نئی شریعت نہیں لائے گا۔ بلکہ قرآن اور سنت کا متبع ہوگا جس کا ذکر اُنھوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

سب سے پہلے آپ یہ غور فرمائیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جدا جدا دو حلیے بیان فرماکر واضح فرمادیا ہے کہ بنی اسرائیلی عیسیٰ علیہ السلام اور ہیں اور آنے والے عیسیٰ علیہ السلام اور - ایک شخصیت نہیں بلکہ دو شخصیتیں ہیں۔ اور امامکم منکم فرماکر اس بات کی اور بھی تشریح فرمادی کہ وہ امام تمہارا تم میں متولد ہوگا۔ منکم کے لفظ کے وہی معنی ہیں جو کما ارسلنا فیکم رسولا منکم اور ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم میں من کے ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تم میں متولد ہوئے اس آنے والے کی ولادت

بھی تم میں ہوگی - اگر امامکم منکم کے یہ معنی ہوتے کہ جس وقت حضرت عیسی علیہ السلام آئیں گے اُس وقت پہلے سے تمہارا امام تم میں موجود ہوگا تو منکم کی جگہ امامکم فیکم ہوتا۔ جیسا کہ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم میں فیکم اور من کم کے معنوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ نیز امامکم منکم کی تفسیر دوسری حدیث فامکم بکتاب ربکم وسنت نبیکم سے واضح ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ من ھاؤلاء - یعنی وہ ان کی قوم میں سے ہوں گے۔ اور ان کے ظہور کی جگہ کے متعلق ہندوستان کی سمت اشارا کیا فاومے الی المشرق ان باتوں پر غور فرماکر آپ بخوبی پتہ لگا سکتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تھے اور آنے والے مسیح موعود اور ہیں۔

اے حضرات یہ تو بڑی بھاری خوشی اور نہایت شکریہ کا مقام ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے آیۃ شریف وآخرین منھم لما یلحقوا بھم و ھو العزیز الحکیم ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم - (اور آخر زمانہ میں جو جماعت ہوگی وہ بھی انھیں میں سے ہے اور وہ زبردست حکمت والا یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے) کی فضیلت حضور سرور کائنات سید الرسل خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو جو کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس ہے عنایت فرمائی - الحمد للہ علی ذالک۔

جس وقت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی۔ اس وقت تمام صحابہ کا اجماع حضرت عیسی علیہ السلام اور سب سابقین انبیاء

علیہم السلام کی وفات پر ہوا تھا اور یہ اجماع اس طرح ہوا کہ بعض صحابہ نے کہا کہ حضور دوبارہ آئیں گے اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خطبہ فرمایا اور یہ آیت شریف پڑھی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسول (محمد اللہ کے رسول ہیں یقیناً وفات پا گئے۔ ان سے پہلے سب رسول) جمیع صحابہ نے اس پر اتفاق کیا اور کسی نے یہ نہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تو دوبارہ دنیا میں آئیں گے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آسکتے ہیں۔ پہلے تو ایسے ایسے خیالات ان کو آتے رہے لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زبان مبارک سے یہ خطبہ سنا تو سب نے یقین کر لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے اور حضور سے پہلے جتنے سابقہ انبیاءؑ تھے وہ بھی وفات پا گئے۔ اور وفات یافتہ دوبارہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ اجماع ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا۔

باوجود اس متفقہ اجماع کے پھر بھی ان کو یہ ایمان تھا کہ امت میں ایک عیسیٰ ضرور آئے گا۔ یہ دونوں باتیں ان میں اس لئے جمع ہوئیں کہ وہ آنے والے عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کی تفاصیل کو حوالہ بخدا کرتے تھے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول حضرت عیسیٰ ناصری علیہ السلام کے متعلق یہ ہے وقال مالک مات (مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے) حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر آئمہؒ ومشائخ عظام نے بھی آنے والے مسیح موعود کے متعلق ایسی باتیں لکھی ہیں جن سے حقیقت امر پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

حضرت امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ . . . .

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق . . . . ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو علماء وقت منکر ہو جائیں گے کہ یہ وہ آنے والا عیسیٰ نہیں ہے۔ یہ آپ کا قبل از وقت کشف تھا۔ پورا ہوا کہ علماء وقت نے حضرت صاحب کا انکار کیا۔ غور فرمائیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدِ عنصری کسی عمارت کی چھت پر آسمان سے اُتریں اور ان کو اترتے ہوئے عامۃ الناس اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھیں کہ بغیر زینہ آسمان سے آرہے ہیں اور پھر بہ رعایت عالم اسباب چھت کے ساتھ زینہ لگا کر ان کو اُتارا جائے اور سب لوگ اور جمیع اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں اور جو انکار کرے ان کے دم سے مر جائے اور ان کا دم بھی وہاں تک پہنچے جہاں تک نظر کام کر سکتی ہے۔ غور کرو، کہ پھر وہ کون سے علماء ہوں گے جو ان کے ہلاک کرنے والے دم سے بچ رہیں گے اور انکار اور تکذیب سے پیش آئیں گے۔

نیز مکتوبات میں کئی جگہ فرماتے ہیں کہ یہ آنے والا امام اپنے اندر کمالات نبوۃ رکھتا ہو گا اور یہ شعر لکھتے ہیں ؂

در قافلہ کہ اوست دانم نہ رسم ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

(جس قافلہ میں وہ ہے میں جانتا ہوں کہ وہاں میں پہنچ نہیں سکتا۔ یہی بہت ہے کہ مجھے اس قافلہ کے گھنٹہ کی آواز سنائی دے رہی ہے) منعم علیہم کے چار قافلے ہیں من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین ان میں سے انبیاء علیہم السلام ہی کا قافلہ ہے جس کے متعلق وہ یہ لکھ سکتے تھے کہ میں اس مقام تک

نہیں پہنچ سکتا۔ اور میرے لئے یہی بڑی بات ہے کہ جس قافلہ میں وہ ہے اس کے
گھنٹہ کی آواز ہی مجھے آتی رہے۔ یہ اس لئے اُنھوں نے لکھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ میرا
انتہائی مقام صدیقیت ہے اور آنے والے ہیں نبوت کے اوصاف ہوں گے۔ اتنا تو
لکھدیا مگر اپنے عقیدہ کی وجہ سے صاف صاف یہ نہ لکھا وہ امام جو آنے والا ہے
امتی نبی ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کے قریب تر زمانہ میں بعض اکابر اہل
کشوف ایسے گذرے ہیں جنھوں نے بڑی صفائی سے حضور کی سچائی کو ظاہر
فرمادیا ہے جو کتب سلسلہ احمدیہ میں مفصل لکھا ہوا ہے۔ کیا اچھا ہو اگر آپ میری
عرض قبول فرمائیں اور سلسلہ احمدیہ کی کتابیں منگوا کر مطالعہ کریں اور دل سے یہ
دعا کرتے رہیں کہ اے علیم و خبیر امر حق مجھ پر واضح کردے اور دل سے یہ دعا کرتے
رہیں کہ اے علیم و خبیر امر حق مجھ پر واضح کردے اور جو صداقت ہو اس کی قبولیت
کی مجھے توفیق دے۔ اس کام میں آپ ضرور کوشش کریں۔ یہ معاملہ معمولی نہیں
یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آنے والے مسیح موعود کا مسئلہ ہو اور پھر معمولی ہو۔ مجھے اسکی
اہمیت لکھنے کی ضرورت نہیں۔ آپ واقف ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ مسیح موعود آگیا
ہو اور آپ اُس سے بے خبر رہ جائیں۔ بہت پچھلے لوگ اس آرزو میں چلے
گئے اور خدا نے آپ کو یہ زمانہ دیا ہو اور اس کو سرسری نظر سے دیکھتے ہوئے
گزر جائیں۔ یہ خیال نہ فرمائیں کہ کامل انکشاف ہو تو ہم مانیں۔ اگر کامل انکشاف
ہو تو ہم مانیں۔ اگر کامل انکشاف ہوگیا اور پردہ بالکل نہ رہا تو ثواب کس بات کا
ہوگا۔ ثواب اور اجر تو اس وقت ہے جبکہ کچھ حجاب اور غیبوبیت بھی رہے اور یومنون

۱ خاکسار عبداللطیف شاہد ناشر کتاب ہذا ہر قسم کا لٹریچر مفت بھجوا سکتا ہے۔

بالغیب کے مطابق ایمان لانے کا درجہ ملے۔ مطلع صاف نہ ہو۔ گرد و غبار ہو انتیس کا
چاند ہو۔ پھر کوئی دیکھے تو تیز نظر والا کہلائے۔ سبقت لے جانے والا بہادر بنے۔
جب چودھویں کا بدر کامل بن گیا پھر دیکھا تو کیا دیکھا۔ اس وقت وہ اپنی زبان
سے یہ نہ کہے گا کہ میں نے چاند دیکھا۔

اوّل تو آپ یہاں تشریف لاکر تحقیق کریں۔ اطلبوا العلم ولو کان بالصین
اور اگر نہ آسکیں تو سلسلہ احمدیہ کی کتابیں منگوا کر مطالعہ کریں۔ سنی سنائی باتوں
پر نہ جائیں۔ بہ نفس نفیس تحقیق فرمائیں۔ ہر شخص اپنے اعمال کا آپ جواب دہ ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کفٰی بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ (کافی ہے تیرا
نفس آج تیرا حساب لینے کے لئے) اور فرماتا ہے۔ علیکم انفسکم لا یضرکم
من ضل اذا اھتدیتم (اپنی جانوں کا فکر کرو تم کو کچھ ضرر نہ دے گا وہ جو
گمراہ ہوگیا جبکہ تم ہدایت پاگئے) وہ ہادی برحق مجھ کو اور آپ کو ہدایت دے
آمین ثم آمین۔

رنج و راحت

انسان پر دو طرح کی حالت آتی ہے۔ یا آرام کی یا تکلیف کی۔ آرام کے وقت
خوش اور تکلیف کے وقت ناخوش ہوتا ہے۔ پس خوشی کے وقت تو ہر کوئی خوش
رہتا ہے۔ خدا کے فضل سے بہادری یہ ہے کہ تکلیف کے وقت بھی خوش رہے۔
الحمد للہ علیٰ نعمائہٖ الحمد للہ علیٰ کل حال (اللہ کی حمد کرتا ہوں اس کی نعمتوں
پر اللہ کی حمد کرتا ہوں ہر حال پر) حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

صادق آں باشد کہ ایام بلا   مے گزارد با محبت باوفا

بیوی بچوں کی محبت

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان من ازواجکم واولادکم عدو لکم فاحذروھم (تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں پس ان سے بچو) یہ بات کئی طرح سے ہوتی ہے۔ بعض بیویاں اور اولاد پوری دیندار نہ ہونے کی وجہ سے . . . . دین میں خلل ڈالنے کے لیے مجبور کرتی ہیں۔ مثلاً مرد چاہتا ہے کہ میں چندہ دوں۔ بیوی بچے کہتے ہیں ہم کیا کریں گے۔ ہمارے سوٹ بوٹ کہاں سے آئیں گے۔ زیور کا ہے کا بنے گا۔ ایک کھانا ہم کھا نہیں سکتے۔ قسم قسم کے مزیدار کھانے کس طرح پکیں گے۔ اگر مرد ان کے کہنے میں آگیا۔ دین میں خلل ڈالا۔ اس ضرر سے بچاؤ ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی خاطر دین میں خلل ڈال لیا جائے۔ یا بیوی بچوں کی محبت اس قدر شدید ہو جائے کہ ان کی محبت میں آکر گناہوں اور نافرمانی میں پڑ جائے اور اشدّ حبًا للّٰہ (اللہ سے نہایت محبت کرنے والے) کے حکم میں فرق آجائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ لوکنت متخذًا خلیلًا لاتخذت ابابکرؓ خلیلًا ولکن خلیلی اللہ (اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن میرا خلیل اللہ ہے) اس حدیث میں خلیل کے وہی معنی ہیں جو حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

سب غیر ہیں وہی ہے اک دل کا یار جانی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حُبّبَ الی من دنیاکم ثلاث میں احببت نہیں فرماتے بلکہ حُبّبَ فرماتے ہیں یعنی اللہ نے محبت ڈالی پس جو محبت اللہ کے لئے

اور اس کے حکم سے ہوئی وہ خدا کے لئے ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ محبت غیر کی کب اُس کو بھاوے۔ باوجود اس کے فرماتے ہیں۔ ؎

لخت جگر ہے میرا۔ محمود بندہ تیرا۔ یہ میرے بار و بر ہیں۔ تیرے غلام در ہیں۔

یہ پیار کیوں ہے؟ حضور نے خود ہی توضیح فرمادی۔ تیرے غلام در ہیں۔ یعنی تیرے دین کے خادم ہیں۔ یہ محبت ویسی ہی محبت ہے۔ جیسی حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تھی۔ وہ وکذٰلک یجتبیک ربّک کے بموجب جانتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مجتبیٰ اور دین کا رہبر بننا ہے۔ اسی طرح حضور کی محبت کی وجہ بھی وہی خصوصیت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک الفاظ یتزوج ویولد لہٗ میں مضمر ہے۔ حضور شاہ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص الخاص نوروں اور برکتوں والی اولاد کی بشارت دیتے ہیں جب وہ اولاد اللہ کی محبوب ہوئی تو حضور کی بھی پیاری ہوئی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو حب فی اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

ذکر الٰہی

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (جان لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے) ذکر اللہ۔ تکبیر۔ تہلیل۔ تسبیح۔ تحمید۔ دعا۔ استغفار اور تلاوت قرآن سے قلوب تسلی اور تسکین پکڑتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک خاص بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ قرآن شریف کا نام ذکر فرماتا ہے انّا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (ہم نے اتارا ہے یہ ذکر اور

ہم ہی اس کے محافظ ہیں) پس جو شخص فرمان الٰہی افلا یتدبرون القرآن
(کیا پس وہ غور نہیں کرتے قرآن میں) کے بموجب قرآن شریف کو اس کے اصل
منشاء کے مطابق سمجھ لیتا اور اس پر کاربند ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو
اطمینان قلب کا درجہ عطا فرما دیتا ہے۔ اور جو تدبیر نہیں کرتا اور اصل منشاء کو
نہیں سمجھتا اس کا دل ڈانوا ڈول رہتا ہے۔ اس آیت شریف پر غور کرو۔ اللہ
تعالےٰ فرماتا ہے اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی (یعنی اے
عیسیٰ میں تجھے طبعی وفات دوں گا اور عزت کے ساتھ تجھ کو اپنی طرف بلاؤں گا)
اس آیۃ شریف کا اصل صحیح مطلب یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلے
وفات ہوگی اور پھر تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح اللہ تعالےٰ کے قرب کے
مقام پر جائیں گے۔ وفات پہلے اور رفع بعد میں ہوگی۔ لیکن وہ جو متوفیک
کے اصل صحیح معنی چھوڑ کر دوسرے معنی کرتے ہیں یا رافعک کو متوفیک کے
پہلے قرار دے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی حیات نکالتے ہیں انھوں
نے قرآن شریف کے اصل منشاء کو سمجھا نہیں۔ اس لئے ممکن نہیں کہ ان کو اس
مسئلہ کے متعلق انشراح صدر اور طمانیت قلب حاصل ہو جائے لیکن خدا کے
فضل سے جو تدبر کرتے اور اس آیۃ شریف کے اصل منشاء کے مطابق حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر ایمان لاتے ہیں ان کا دل اس یقین سے بھر جاتا اور
ایسا اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔
یہی ذکر ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو سابقین قبل از ظہور عیسیٰ موعود حیات عیسیٰ ؑ

کے قایل گزر گئے۔ کیا ان کو بھی یہ ذکر اور اطمینان نہ ملا۔ جواب یہ ہے کہ وہ مستثنیٰ
ہیں کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اس پیشگوئی کے ظہور سے پہلے گذر گئے۔
وہ اجمالی طور سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آنے پر ایمان لاتے تھے اور تفاصیل
کو حوالہ بخدا کرتے تھے۔ اور چونکہ ان کے لئے اتنا ضروری تھا کہ اجمالی طور سے یہ
اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰؑ آئے گا۔ ان کو اطمینان قلب حاصل ہو گیا۔ تفاصیل نہ
ظاہر ہوئیں نہ ان پر ایمان لانے کی ضرورت ہوئی لیکن جنھوں نے اس پیشگوئی
کے ظہور کو آنکھوں سے دیکھ لیا ان کے لئے تفصیل پر ایمان لانا بھی ضروری ہوا۔
جس طرح بعثت یعنی نبی کے دعویٰ کرنے کے بعد ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی
طرح آنے والے مسیح موعود کی بعثت۔ ظہور اور دعوےٰ کے بعد ان کے مسیح
موعود ہونے پر ایمان لانا فرض ہے۔

وہ سابقین دعویٰ سے پہلے گزر گئے۔ اگر وہ بزرگوار اس وقت ہوتے
اور پیشگوئی کے ظہور کا زمانہ پاتے تو اس آیت شریف کے وہی معنی کرتے جو احمدی
علما کرتے ہیں۔ ان بزرگواروں نے اپنی تفاسیر اور کتابوں میں جو معنی کئے ہیں
اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں سوائے بنی اسرائیلی نبیٔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے اور کوئی عیسیٰ نہ تھا۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ وہی آئیں گے۔ اگر ان کو فوت شدہ
مانتے تو وہ دوبارہ نہ آسکتے۔ اسی لئے اس آیۃ شریف میں متوفیک کو رافعک کے
بعد رکھ کر معنی کیے یا متوفیک کے ایسے معنی کئے جو ان کے دوبارہ آنے کے
منافی نہ ہوں۔ اسی لیے تفسیروں میں ایسی توجیہیں آئی ہیں تاکہ وفات یافتہ
ثابت نہ ہو۔ ان کے لئے کوئی بازپرس نہیں۔ البتہ گرفت ان کے لیے ہے جنھوں

نے پیشگوئی کا زمانہ پایا۔ آنے والے کا دعویٰ کانوں سے سنا اور نہ مانا۔

وہ سبکسار گئے اپنی سبکساری سے   ہم گراں بار اُٹھیں گے بڑی دشواری سے

اے ارحم الراحمین اپنے فضل اور رحم سے ہم کو قرآن شریف کی سمجھ اور عمل عطا فرما اور ہمارے دلوں کو اطمینان بخش۔ آمین ثم آمین۔

دعاء اشاعت کتاب

اے ارحم الراحمین اپنے فضل اور رحم کے ساتھ اس کتاب کو منظور فرما اور مجھ گنہگار کو اور سب کو اس کی نیک باتوں پر عمل کی توفیق بخش تیرے فضل سے اس کتاب کی اشاعت ہوتی رہے اور پڑھنے والے ثواب دارین حاصل کریں آمین۔

تناسخ

اے قائلین تناسخ انسان کی دلی خواہش اور اس کا فطرتی تقاضا یہ ہے کہ نیستی سے بیزار اور ہستی کا طلبگار رہے۔ اس کی یہ خواہش جب پوری ہوتی کہ اسے اپنی سابقہ ہستی کا علم اور یقین ہوتا۔ لیکن اسے بجز اپنی موجودہ ہستی کے علم کے اپنی سابقہ جونوں کا کچھ پتہ نہیں۔ اسی طرح آنے والی جون میں موجودہ جون کی ہستی یاد نہ ہوگی۔ جب تک سابقہ جونوں کا علم نہ ہو اس فطری خواہش کو جو ہستی کے لئے ہے تناسخ کا اعتقاد پورا نہیں کر سکتا۔ اس کی مثال اس طرح بن سکتی ہے کہ کسی کی خواہش ہو کہ میں ہزار برس جیوں اور اس کو ہزار برس کی عمر مل جائے۔ اور وہ اپنی عمر کے دس کم ہزار برس گزارے۔ لیکن جس وقت اس کی عمر کے آخری

دس برس شروع ہونے لگیں تو اس پر ایسا شدید نسیان غالب آجائے کہ وہ اپنی عمر کے سابقہ دس کم ہزار برس کو بالکل بھول جائے اور ایسا بھولے کہ پتے دینے اور یاد کرانے سے بھی یاد نہ آئے تو کیا اس کو اپنی عمر کے اس آخری دس برس میں یہ خوشی ہوگی کہ میں نے ہزار برس عمر پائی۔

یا اس کی مثال یوں ہو سکتی ہے کہ ایسی خواہش والے پر جب نئی صدی چڑھے پچھلی صدی بھول جائے تو کیا اسے دسویں صدی میں یہ خوشی ہوگی کہ میں نے ہزار برس عمر پائی۔

اے اسلام کے ماننے والو مبارک ہو تم کو کہ خالق الارواح اللہ رب العالمین کے فضل سے تمہارا اسلامی اعتقاد تم کو یہ بشارت دیتا ہے کہ تم کو اپنی سابقہ ہستی کا علم نہ بھولے گا جو وقت اور حال گذرتا جائے گا سب یاد رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو علم و معرفت کی یہ عظیم الشان نعمت مبارک کرے۔ آمین۔

نیکی میں جلدی کرو

نیکی کرنے اور نیک راہ اختیار کرنے میں جلدی کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ففروا الی اللہ (دَوڑو اللہ کی طرف) اور فرماتا ہے۔ سارعوا الی مغفرۃ و جنۃ عرضھا کعرض السموات والارض (سرعت کرو مغفرت اور جنت کی طرف جس کا پھیلاؤ ایسا ہے جیسا پھیلاؤ آسمانوں اور زمین کا) یہ جو کہتے ہیں کہ جلد بازی اچھی نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان بغیر سوچے سمجھے اور نتیجہ پر غور کرنے کے جلدی سے کوئی کام کر بیٹھے۔ غلطی اور دھوکہ کھائے۔ پشیمانی اُٹھائے۔

نیکی کے کاموں میں توقف اور سستی بری ہے۔ جلدی کرنی اچھی ہے بھئیں سخت بھوک لگ رہی ہو اور اچھے سے اچھا کھانا سامنے دھرا ہو اور کسی قسم کی روک نہ ہو۔ تو کیا تم اس کے کھانے میں توقف کرو گے۔ ہرگز نہیں۔ اسی کا نام فطرۃ ہے۔ خلق الانسان من عجل۔ انسان کی پیدائش میں جلدی رکھی گئی ہے۔ جو لوگ نیکی کے کاموں میں جلدی نہیں کرتے۔ اور سستی اور ٹالم ٹول کرتے رہتے ہیں ان کے متعلق آیا ہے ہلک المسوفون یعنی ہلاک ہو گئے وہ جو یہ کہتے رہتے ہیں کہ ہاں کر لیں گے ہاں کر لیں گے۔ یہاں تک کہ یا تو اس نیکی کا وقت گزر جاتا ہے یا اپنا ہی وقت پورا ہو جاتا ہے۔

ماننے والے اور نہ ماننے والے

بعض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ بعض خلیفہ کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یہدی من ھو مسرف کذاب۔ (اگر وہ جھوٹا ہے اس کا جھوٹ اس پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو پہنچے گا تم کو بعض جو وہ تم کو وعدہ دیتا ہے اللہ حد سے بڑھنے والے جھوٹے کو ہدایت نہیں دیتا) اور فرماتا ہے قال قائل منھم انی کان لی قرین یقول ائنک من المصدقین (کہے گا ایک کہنے والا ان میں سے کہ میرا ایک ہم نشین تھا جو کہا کرتا تھا کہ کیا تو مصدقین یعنی ماننے والوں میں سے ہے) اے حق کے طالبو دیکھو مصدقین کیسا پیارا لفظ ہے یا مکذبین۔ اور امن و عافیت ماننے میں ہے

یا نہ ماننے میں۔ اور اللہ تعالے اس آیۃ شریف میں کس راستے پر چلنے کی رہنمائی فرماتا ہے۔ یعنی مکذبین نہ بنو مصدقین بن جاؤ۔ نقصان کا تو کوئی اندیشہ اور ڈر نہیں۔ البتہ فائدہ کی امید ہے۔ کیا آپ کا دل نہیں کرتا کہ اپنا یہ پیارا نام رکھواؤ۔ اللہ کرے آپ مصدقین بن جائیں آمین۔

فطرۃ

اللہ تعالے جامع جمیع صفات حسنہ ہے۔ اس کے سب صفات ستودہ اور سب افعال اچھے ہیں۔ بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز پیدا کرے جو بری اور بے فایدہ ہو۔ اس کے نیک بندوں سے کبھی بری بات ظہور میں نہیں آتی۔ وہ تو نیکی میں یکتا و یگانہ ہے۔ وہ جو کرتا اچھا ہی کرتا اور جو پیدا کرتا ہے اچھا ہی پیدا کرتا ہے۔

میرے اللہ دے کم چنگے ہی چنگے　　میرے مولا دے کم چنگے ہی چنگے

وہ فرماتا ہے ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (وہ وہ ہے جس نے جو کچھ زمین میں پیدا کیا ہے سب تمہارے فایدہ کے لئے پیدا کیا ہے) جمیعا جو کچھ پیدا کیا ہے سب مفید ہے بری نہیں۔ انسان ناجائز استعمال سے اس کو اپنے لئے برا بنا لیتا ہے۔ بذاتہ یعنی از روئے پیدایش کوئی چیز بری نہیں۔ انسانی عمل اچھا یا برا ہے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (یقیناً ہم نے پیدا کیا ہے انسان کو بہت اچھی پیدائش) اس نے انسان کی پیدائش میں جو صفات رکھی ہیں سب اچھی ہیں مثلاً خلق الانسان ضعیفا کے بموجب اس

میں نسیان کی صفت ہے جو کہ مفید صفت ہے۔ جیسے کوئی کسی پر احسان کرے تو
اپنے احسان کو فراموش کر دے۔ دشمن سے جب صلح صفائی ہو جائے تو اس
کی سابقہ دشمنیوں کو بالکل بھلا دے۔ ورنہ دوستی قائم نہ رہے گی۔ اپنے پیاروں
کے قصوروں۔ غلطیوں اور زیادتیوں کو عفو کر کے یاد نہ کرے۔ اگر نہ بھلائے گا
تو ان سے محبت اور پیار نہ رہے گا۔ انسان پر دکھوں۔ بیماریوں۔ غموں۔ رنجوں
اور مصیبتوں کا وقت بھی آجاتا ہے اگر اس میں بھول جانے کی صفت نہ ہوتی تو وہ
غم اور دکھ تازہ بہ تازہ ہمیشہ اس کی چھاتی پر سوار رہتے اور یہ غموں کی یاد مدام اس
کو بے چین کرتی رہتی اور ساری عمر ایک عذاب میں گزرتی۔ ایسا بھولنا کیا ہے۔ خدا
کی رحمت ہے۔ لیکن اس صفت کا بے موقعہ استعمال برا اور تکلیف دہ ہے۔ غلطی یہ ہوتی
ہے کہ یاد رکھنے والی صفت کے استعمال کے وقت بھول جانے کی صفت کا استعمال
کرتا ہے اور تکلیف اٹھاتا ہے۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو اسی بھول جانے
سے تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالے فرماتا ہے فنسی ولم نجد لہٗ عزما (پس بھول
گیا اور ہم نے نہیں پایا اس کا عزم یعنی آدم نے ارادتاً جان بوجھ کر ممنوعہ شجرہ
نہیں چکھا بلکہ بھول گیا۔ اللہ تعالے نے رحم کیا بخشدیا۔ بھولے سے جو ....
نامناسب بات ہو جاتی ہے یا تو اس انداز سے تکلیف ہوتی ہے یا وہ قدرت اور
رحمت والا اپنی رحمت سے بچا لیتا ہے۔

اے انسان تیرے جد اعلیٰ آدم علیہ السلام تو بھول گئے اور تھوڑی سی
تکلیف اٹھائی اور معافی ہو گئی تو کس طرح سرکش ہو کر جان بوجھ کر عمداً نافرمانی
کر سکتا ہے۔ حالانکہ تیری کمزوری اور ضعف کا یہ حال ہے کہ تو دو چیزوں کو پوری

طرح ایک ہی دفعہ نہیں دیکھ سکتا۔ دو آوازوں کا مطلب ایک ہی وقت سمجھ نہیں
سکتا۔ دو شخصوں یا دو کاموں کی طرف ایک ہی لحہ میں متوجہ نہیں ہو سکتا۔ ایک ہی
وقت دو لفظ منہ سے نکال نہیں سکتا۔ الف کہتا ہے تو بے اور بے کہتا ہے تو الف
بول نہیں سکتا۔ اگر لاہور کا خیال کرتا ہے تو دہلی اور دہلی کا خیال کرتا ہے تو لاہور
کو بھلا دیتا ہے۔

مگر فطرۃ انسانی احسن تقویم ہے۔ یہ فطری کمزوری درحقیقت عیب یا
نقص نہیں۔ بلکہ حسن اور خوبی ہے۔ کیونکہ اللہ وحدہٗ لاشریک نے انسان کو
اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ وہ ایک ہے۔ اس نے انسان کی بناوٹ
بھی ایسی ہی بنائی ہے کہ وہ ایک ہی کی طرف توجہ کر سکے۔ اسی ایک ہی کی
پرستش کرے۔ اور اسی ایک کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ چونکہ
اس کی فطرۃ اور بناوٹ صرف ایک ہی طرف توجہ کر سکتی ہے اس کو ایک ہی
قادر مطلق خدا کافی ہے۔ وہ فرماتا ہے الیس اللہ بکاف عبدہٗ (کیا نہیں
ہے اللہ کافی اپنے بندہ کے لئے) دوسرے کی حاجت اور ضرورت نہیں۔

انسان کے ضعف اور اس ضعف کی خوبی اور حسن کا حال تو سن لیا۔ اب
اس قادر توانا۔ بلند و بالا ہستی کی طرف توجہ اور غور کرو کہ اسی وحدہٗ لاشریک
لیس کمثلہٖ شیٔ ہی کی ذات پاک ہے جو ضعف اور کمزوری سے منزّہ ہے۔
وہ ایک ہی وقت ہر ایک ذرہ ذرہ کو دیکھتا۔ سب آوازیں سنتا۔ جن سے
چاہے کلام کرتا۔ ایک ہی آن ہر ایک چیز کا علم رکھتا ہے۔ اس کا علم ہمیشہ
اور نسیان سے پاک ہے۔ وہ ہماری طرح وقت کا محتاج نہیں۔ ہم کو مکان اور

زمان نے گھیر رکھا ہے۔ اس نے مکان اور زمان کو گھیرا ہوا ہے۔ وہ مکان اور زمان سے وری الوری ہے۔ اس کا کتنا بڑا فضل ہے اور وہ کتنی بڑی قدرت اور قوۃ والا ہے کہ اگر لاکھوں۔ کروڑوں۔ اربوں حاجتمند اور سوالی مشرق اور مغرب میں ایک ہی وقت اس کو پکاریں وہ ارحم الراحمین قادر مطلق اسی آن ہر ایک کی سنتا اور اسی ایک ہی لمحہ میں سب کی طرف پوری اور کامل توجہ سے متوجہ ہوتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فاقم وجہک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون (سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ اس دین پر راست بازی کے ساتھ۔ یہ دین اللہ کی بنائی ہوئی فطرۃ ہے جس پر انسانوں کو بنایا ہے۔ خدا کی پیدائش بدل نہیں سکتی۔ یہی دین مضبوط ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) یعنی یہ دین اسلام فطرتی دین ہے اور فطرۃ میں تبدیلی نہیں آتی۔ اس لئے یہی دین قیام پکڑنے والا اور قائم رہنے والا ہے۔ اس معرفت سے کہ مذہب اسلام اور انسانی فطرۃ کی مطابقت کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اکثر لوگ بے خبر ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ (ہر ایک بچہ فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے والدین خواہ اس کو یہودی بنالیں یا نصاری یا مجوسی) اس کی مثال ایسی ہے کہ سورج فطرتاً یعنی اپنی بناوٹ کی رو سے اپنی روشنی ضرور دیگا اور آنکھ اپنی بناوٹ کی رو سے اس نور کو ضرور قبول کرے گی اور دیکھے گی سوائے اس کے کہ کوئی اپنی آنکھ

بند کرلے یا اندھیری کوٹھری میں جاکر نور کو ظلمت بنالے۔ پانی ڈھلوان کی طرف ضرور جائے گا خواہ کوئی زور مار مار کر مخالف طرف لے جائے۔ چونکہ اسلام فطرتی مذہب ہے اور اس کا کوئی حکم ایسا نہیں جسکی انسانی فطرۃ موید اور متقاضی نہ ہو انشاء اللہ تعالےٰ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ خلق خدا برضا و رغبت اس کو قبول کرے گی بحمد اللہ تعالےٰ۔

احکامات اسلام اور فطرۃ انسانی کی مناسبت اور مطابقت کا علم ایک ایسا بحر ناپیدا کنار ہے جسکی تھاہ نہیں۔ اس کی غوّاصی وہی خدا کے برگزیدہ بندے کرسکتے ہیں جن کے سینے اللہ تعالےٰ نے حقایق و دقایق۔ علوم و معارف کے گنجینے بنادیے ہیں۔ میری کیا حقیقت اور بساط۔ آپ خود غور کریں۔ بطور نمونہ ارکان اسلام کو لیں اور دیکھیں کہ کس قدر فطرۃ اور جذبات انسانی کے مطابق ہیں۔

انسان ضعیف البنیان جب اپنی حاجات ضروریات۔ خواہشات۔ جذبات۔ مشکلات اور تکالیف کو محسوس کرتا ہے اور ساتھ ہی اپنی کمزوری۔ ضعف اور بے بسی پر نظر ڈالتا ہے تو اس کی فطرت ایک ایسی ہستی کی طلبگار ہوتی ہے جو کہ کامل قدرت والی ہو اور اس کے ہر ایک دکھ کو دور اور تمام مقاصد پورے کرے۔ اس کا دل بیقراری کے ساتھ ایسی ہستی کو ڈھونڈھتا ہے مگر نہیں پاسکتا۔ جب وہ اپنے آپ کو ایسی ہستی کے پتہ لگانے سے عاجز پاتا ہے تو کسی واقف رہنما کا محتاج ہوتا ہے جو اس کو اس ہستی کا پتہ دے۔ اللہ رب العالمین جس نے اس کو پیدا کیا۔ نیست سے ہست کیا۔ تمام جسمانی ضروریات پوری کیں۔ روحانی ضروریات کے لیۓ انبیاء علیہم السلام اور خلفاء بھیجے۔ اپنی ربوبیت اور رحمانیت

سے وہ رہنما اس کو ملا دیتا ہے۔ وہ اس کو بتلاتا ہے کہ وہ ہستی جس کا تو طلبگار ہے اللہ ہے ۔ اور اسی نے تیری ضرورت اور حالت کو دیکھ کر مجھے تیری رہنمائی اور رہبری کے لئے بھیجا ہے۔ وہ وحدہٗ لا شریک ۔ جامع جمیع صفات حسنہ، قادر مطلق ۔ حی وقیوم اور رحیم وکریم ہے ۔ ہر ایک عیب نقص اور کمزوری سے پاک ہے ۔ ایک وہی ہے جو تجھے کامیاب کرنے پر قادر ہے ۔ اس کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں جس کو تو معبود پکڑ لے اور جس کی بندگی کر کے منزل مقصود پر پہنچے ۔ یہ اسلام کا پہلا رکن لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے ۔

جب انسان کو اس رہبر کی معرفت اس ہستی کا پتہ لگ جاتا ہے ۔ وہ اس سے ملنے اور اس کی غلامی اور بندگی کرنے کے لئے بیتاب ہو جاتا ہے ۔ مگر بندگی کا طریق نہیں جانتا ۔ حیران ہوتا ہے کہ کیا کروں ۔ کدھر جاؤں ۔ اس وقت وہی رہنما اس کو خدا کے قرب میں پہنچنے کے لئے عبادت اور پرستش کا طریق سکھلاتا ہے ۔ یہ اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے ۔

اب وہ اللہ تعالےٰ پر ایمان اور یقین لانے والا بندہ عبادت الٰہی میں لگ جاتا ہے ۔ راستہ میں اس کو رکاوٹیں پیش آتی ہیں ۔ شیاطین حملے کرتے ہیں ۔ نفس امارہ جدا ستاتا ہے ۔ مقابلہ کر نہیں سکتا ۔ بہت پریشان ہوتا ہے ۔ وہی رہبر فرماتا ہے ۔ روزہ رکھ ۔ وہ روزہ رکھتا ہے ۔ بفضل خدا اس میں ایسی طاقت اور قوۃ آجاتی ہے کہ حرام تو حرام وہ خدا کے حکم کے ماتحت اپنی مقبوضہ حلال چیزوں کو بھی چھوڑ سکتا ہے اور اللہ کی مہربانی سے ہر ایک رکاوٹ سے بچ جاتا ہے ۔ یہ اسلام کا تیسرا رکن ہے ۔

اللہ تعالےٰ کے فضل سے انسان نے اللہ رسول کو پہچان لیا ۔ عبادت الٰہی میں لگ گیا ۔ خطرات اور روکوں سے بچ گیا ۔ اب وہ اپنے آپ کو ہر طرح خوشحال ۔ فارغ البال اور دولت دارین سے مالا مال پاتا ہے ۔ لیکن جب اس کی نظر گرد و پیش چاروں طرف پڑتی ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ بہت سے بنی نوع انسان وہی دکھ اٹھا رہے ہیں جو خود اس نے ابتدا میں اٹھایا تھا ۔ اس کو اپنی سابقہ تکلیف یاد آجاتی ہے ۔ ان کی ہمدردی میں ایسا مضطر اور بیقرار ہو جاتا ہے کہ اپنی خداداد نعمتوں اور دولتوں میں سے ان پر داد و دہش شروع کر دیتا ہے ۔ اور اتنا دیتا ہے کہ وہ بھی خوشحال اور خوش و خرم ہو جاتے ہیں ۔ یہ اسلام کا چوتھا رکن زکواۃ ہے ۔

اب مومن بندہ اپنے منعم حقیقی اللہ رب العالمین کے حسن واحسان اور اس قدر بے شمار نعمتوں اور رحمتوں کو دیکھ کر اور اپنی نوع کو آسودہ اور مالا مال پا کر اللہ تعالےٰ کی محبت میں ایسا والہ اور شیدا ہو جاتا ہے کہ اس جذبہ کو روک نہیں سکتا کپڑے پوشاکیں ۔ سوٹ ۔ بوٹ ۔ عمامہ اور پاپوش اُتار دیتا ہے ۔ ایک یا دو چادروں سے اپنا پردہ ڈھکتا ۔ لبیک یعنی حاضر ہو گیا ہوں کی صدا دیتا دیار محبوب کی طرف رواں ہوتا ہے ۔ محبت الٰہی کا پیاسا آب لقا کی تلاش میں ۔ ننگے سر ننگے پاؤں ۔ پہاڑوں اور وادی میں دوڑتا ۔ اس کے گھر کے گرد چکر لگاتا ۔ اس کی دیوار کے پتھر کو چومتا صدقے اور قربان ہوتا ہے ۔ اسی پیارے رہبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے حکم ہوتا ہے کہ اے اللہ کے عاشق جا میدان عرفات کو اور دیکھ کہ وہاں اس معبود حقیقی ۔ محبوب جانی اللہ رب العالمین کے کتنے بے شمار عشاق عاشقانہ

لباس میں جمع ہیں اور کیسے کیسے عاشقانہ کام کر رہے ہیں۔ ان سے تعارف کر اور ان میں شامل ہو کر معرفت۔ قرب اور رضاء الٰہی کے ان فیوض و برکات سے فیضیاب ہو جو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اپنے عاشقوں کو بخشتا ہے۔ بحمد اللہ تعالےٰ یہ اسلام کا پانچواں رکن حج ہے۔

تبلیغ اور تربیت سے یہ فائدہ ہے کہ سوئی ہوئی فطرۃ جاگ جائے اور جن برے اثرات۔ متأثر ہو کر برے رنگ میں رنگین ہو گئی ہے ان تمام کدورتوں اور آلودگیوں سے پاک صاف ہو کر اپنے اصلی نور سے منور ہو جائے۔ آپ چمکے اور دوسروں کو روشن کر دے۔

فطرۃ کی بناوٹ میں کوئی عیب۔ نقص یا قبح نہیں۔ البتہ اس کی خوبی اور حسن کے مدارج ضرور ہیں۔ ہر ایک فطرۃ اپنی بہار جدا جدا دکھاتی ہے۔ نبی کی فطرۃ نبوۃ اور ولی کی ولایت ظاہر کرتی ہے۔ جس طرح ایک میٹھے آم کی گٹھلی اگر باقاعدہ بوئی اور پرورش پائے گی تو میٹھے آم کی لذت دے گی اور اگر کھٹی ہو گی تو مزیدار اچار کھٹے میٹھے لذیذ مربہ کا لطف دیگی۔ اگر آم میٹھا ہے اور حنظل کڑوا ہے۔ اپنی اپنی خوبی میں ایک دوسرے سے اچھا ہے۔ آم منہ کا مزہ ہے تو حنظل پیٹ کے لیے شفاء ہے۔ کوئی سلونا کوئی کسیلا ہے۔ اپنی اپنی صفت اور خوبی میں نرالا ہے۔

اگر بدی پیدائش میں ہوتی اور عارضی نہ ہوتی تو نسل میں ضرور جاتی۔ تربیت بے سود ہوتی اور کبھی نجات نہ ملتی۔ ابوجہل ابوجہل ہی جنتا۔ اس کو انگور کا خوشہ کیوں دیا جاتا اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسا جلیل القدر صحابی کس طرح پیدا ہوتا۔

وہ جدی بیماریاں اور کمزوریاں اور بری عادات جو وراثتاً اولاد میں سرایت کر جاتی ہیں۔ فطری نہیں عارضی ہوتی ہیں۔ اور بفضل خدا علاج سے اصلاح پا جاتی ہیں۔ جیسے ایک زنگبار کا باشندہ نقل مکان کر کے برفانی ملک میں اور برفانی زنجبار میں جا رہے۔ تو ان کے ان اعمال کا اثر ان کی اولاد پر ایسا پڑے گا کہ چند نسلوں کے بعد ان کا رنگ بھی اس ملک کے باشندوں جیسا ہو جائے گا۔ اور اگر وہ پھر تبدیلی کر لیں گے تو اپنے پہلے رنگ پر آ جائیں گے۔

یہ سوال کہ جب سب کی فطرتیں اچھی ہیں تو یہ بگاڑ کیوں ہے۔ اس کا جواب ذیل کی مثال میں آ جاتا ہے۔

اتفاقاً کوئی شیر کا بچہ ایک گڈریے کے ہاتھ لگ گیا۔ لا کر بکریوں میں چھوڑ دیا۔ ان کے دودھ پر لگا دیا۔ بڑا ہوا ان کے ساتھ گھاس پات چرنے لگا۔ ایک دن ادھر سے ایک بڈھے شیر کا گزر ہوا۔ شیر کے بچہ کو دیکھا۔ ساری حقیقت سمجھ گیا۔ حملہ کیا اور اسے اٹھا کر دور جنگل میں لے گیا۔ شکار کا گوشت اس کے سامنے رکھا اور کھانے کو کہا۔ شیر کے بچے نے کہا۔ میں بکری ہوں گوشت کس طرح کھاؤں۔ شیر نے کہا تو بکری نہیں شیر ہے گوشت کھا۔ آخر مجبور ہو کر بھوک کی بے قراری اور شیر کی دلداری سے با دل ناخواستہ تھوڑا سا گوشت کھا لیا۔ رفتہ رفتہ گوشت کا مزہ پڑ گیا۔ سبزی سے متنفر اور بیزار ہو گیا۔ بڑی رغبت سے گوشت کھانے لگا۔ بدن میں طاقت اور زور آ گیا۔ شیر نے کہا کہ اب تو تو سمجھا کہ میں شیر ہوں۔ گوشت کھاتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ ہوں تو میں بکری۔ تیرے ڈر سے گوشت کی عادت پڑ گئی۔ شیر متعجب ہو کر چپ ہو رہا۔

دوسرے دن اُس کو اپنے ساتھ شکار پر لے گیا۔ اور کہا کہ شکار کر اور اپنے
شکار کا گوشت کھا۔ اُس نے کہا کہ تو بکری کو کہتا ہے کہ شکار کر۔ شیر نے گھوڑ کا
جھڑکا اور ڈرایا۔ مجبوراً شکار پر جا پڑا اور مار لیا۔ اب روزانہ شکار کرتا اور اپنے
شکار کا گوشت کھاتا۔ شیر نے کہا اب تو تجھے یقین آیا کہ تو شیر ہے۔ اُس نے کہا
کہ یہ سب تیری زبردستی کا پھیر ہے۔ شیر اس کو اپنے ساتھ کنویں پر لے گیا اور
کہا کہ پانی میں اپنا اور میرا منہ دیکھ کر بتا کہ تو بکری ہے یا شیر ہے۔ شیر کا بچہ اب
پورا جوان اور طاقتور ہو چکا تھا۔ جوں ہی پانی میں اپنا اور شیر کا منہ دیکھا۔
درندانہ جوش سے بھر گیا۔ اور سر اُٹھاتے ہی غرانے اور دہاڑنے لگا۔ بڈھا شیر
اپنی کامیابی پر خوش ہوتا ہوا جنگل کو بھاگ گیا۔

فطرۃ کے اس لمبے مضمون سے یہ نتیجہ نکلا کہ تربیت کرنے والا کسی کے متعلق یہ
خیال نہ کرے کہ اس کی تو فطرۃ اور اصل خراب ہے اس کی تربیت نہیں ہو سکتی
بلکہ تبلیغ اور تربیت کیے جائے اور دنیا و آخرۃ کے ربوبیت کرنے والے اللہ رب
العالمین کی رحمت کا امیدوار رہے۔

حضرت سید الرسل سرور کائنات رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ اور
تربیت سے نہ تھکے اور نہ ہٹے۔ بلکہ بدر میں دوسرے جہان والوں کو بھی کلمہ حق سنایا
جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین نے استعجاب سے استفسار کیا تو
حضور نے فرمایا کہ یہ تم سے زیادہ سنتے ہیں۔

خدا کی پیدائش میں کوئی عیب یا نقص نہیں۔ اگر عیب یا نقص ہے تو بندہ
کے اعمال میں ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

(یقیناً پیدا کیا ہے ہم نے انسان کو بہت اچھی بناوٹ میں)
فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ والحمد للہ رب العالمین۔ اللہ تعالے
ہم سب کو فطرۃ اسلام یعنی صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

بچوں کی خدمت

میرے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص غریب ہو اور اس کے پاس اتنا
کپڑا نہ ہو کہ سردی کی رات میں اپنے بچہ کو پورا ڈھک سکے۔ جب اس کے سر پر کپڑا
ڈھکے تو بچہ کے پیر ننگے ہو جائیں۔ پھر اس کو خیال آئے کہ اس کے پیروں کو سردی
لگتی ہو گی۔ وہ کپڑے کو پیروں کی طرف سرکا دے۔ تھوڑی دیر بعد اس کو سر کی
سردی کا فکر ہو وہ سر کو ڈھک دے۔ اسی طرح وہ رات کو چند مرتبہ کرے تو
اس کو اتنا اجر اور ثواب ہے کہ گویا اس نے ساری رات عبادت کی۔ اس سے
اُن کا یہ مطلب تھا کہ عیال کی خدمت اور خبر گیری کا بڑا ثواب ہے۔

استخارہ

اپنے کاموں کے لئے استخارہ کی نماز اور دعاء استخارہ پڑھنی بہت ہی اچھی بات
ہے۔ دعائے استخارہ مسنونہ یہ ہے۔

اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من
فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام
الغیوب۔ اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی و

عاقبتہ امری فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبتہ امری فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ (اے اللہ میں بھلائی طلب کرتا ہوں تیرے علم سے اور طاقت چاہتا ہوں تیری قدرت سے اور مانگتا ہوں تیرے بڑے فضل سے۔ بے شک تو قدرت رکھتا ہے اور مجھے قدرت نہیں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی جاننے والا ہے غیبوں کا۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام بہتر ہے میرے لئے میرے دین میں اور انجام میں میرے کام کے پس تو مقدر کر دے اس کو میرے لئے اور آسان کر اس کو میرے لئے پھر برکت ڈال اس میں میرے لئے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام برا ہے میرے لئے میرے دین اور انجام میں میرے کام کے تو ہٹا دے اس کو مجھ سے اور ہٹا دے مجکو اس سے اور مقدر کر دے میرے لئے بھلائی جس طرح ہو پھر راضی کر دے مجکو اس پر) یہ دعا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو سکھائی۔ دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے۔

انسان ایک کمزور ہستی ہے۔ اس کا علم قلیل اور محدود ہے۔ کاموں کے انجام کا اس کو علم نہیں۔ جو گزرا دیکھا۔ جو گزر رہا ہے۔ دیکھ رہا ہے مستقبل کی اس کو خبر نہیں۔ اس لئے لابد اور ضروری ہے کہ اس ہستی کی رہنمائی اور مدد ڈھونڈے جو کہ قادر مطلق۔ سمیع۔ بصیر۔ علیم۔ خبیر اور علام الغیوب ہے جس نے اپنے بندوں کو پیدا کیا اور ان کو ظاہری اور اندرونی قوتیں عطا فرمائیں۔ طاقتیں دیں۔ سامان اور اسباب مہیا کیے۔ وہ اپنے بندہ کی آئندہ بہتری کو خوب جانتا ہے۔

اس کو علم ہے کہ بندہ کے لئے خیر کا راستہ کونسا ہے اور شر کا راستہ کونسا ہے۔ ان اسباب اور راستوں کا بھی اس کو علم ہے جن کے ذریعے سے انسان کامیاب اور بامراد ہوتا اور منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ وہ ان ٹھوکروں غلطیوں لغزشوں اور روکوں کو بھی جانتا ہے جو کہ بندہ کے سد راہ ہوتی ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ بندہ اس سے راستہ ڈھونڈے اس کی مدد مانگے اور اس کے فضل کے سہارے چل کر کامیاب ہو۔

جس کسی کو دینی دنیاوی کام ہو یا کسی معاملہ میں تردد ہو۔ تو وہ دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا استخارہ مطلب اور معنی سمجھ کر پڑھے۔ اور اللہ سے امید رکھے کہ وہ اس کے تردد کو تسلی سے بدل دے گا۔ اور اس کی مدد فرمائیگا۔ یہ ضروری نہیں کہ استخارہ کے بعد کوئی رویا ہی ہو یا الہام کے الفاظ نازل ہوں۔ اصل غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حق الامر پہ دل کو تسلی بخشدے اور تردد دور ہو جائے۔ اور اس کے فضل سے کام سرانجام ہو جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ سے میں نے سنا ہے کہ اگر رویاء اور الہام مقصد ہوگا تو وہ استخبارہ کہلائیگا نہ استخارہ۔

الہام اور رویاء کی مثال ایسی ہے جیسے آم کا رس اور گودا۔ اور اطمینان کی مثال وہ مزہ اور لذت ہے جو آم کا رس اور گودا کھانے سے ملتی ہے۔ اور یہ تجربہ شدہ ہے کہ بعض چیزوں کے چبانے کے بعد زبان کے مزہ کی حس نہیں رہتی اور کسی چیز کا مزہ نہیں آتا۔ جب تک کہ اس کے اثر سے منہ صاف نہ کر لو۔ بیمار کو مزیدار سے مزیدار چیز بد مزہ لگتی ہے۔ متلی والا تو کھانے کو دیکھتے ہی منہ موڑ لیتا

ہے۔ اسی طرح الہام اور رؤیا اسی وقت مفید ہیں جبکہ روحانیت صحیح سلامت اور درست ہو۔ غیر اللہ خواہشات اور شیطانی خیالات دل میں نہ ہوں۔ برے ارادوں اور ناجائز ہوا و ہوس سے دل پاک صاف ہو۔ اس وقت رؤیاء اور الہام کا آسمانی پانی دل کی کھیتی کو شاداب اور سرسبز کر دیتا ہے۔ اگر دل میں نور نہ ہوگا اور روشنی کی بجائے اندھیرا ہوگا تو رؤیاء اور الہام کے معنی اپنے برے خیالات کے مطابق کرے گا۔ اور صراط مستقیم سے دور جا پڑے گا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ نورٌ علیٰ نور یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی نور تھے۔ اس نور پر قرآن شریف کا نور نازل ہوا۔ اللہ تعالےٰ قرآن شریف کے متعلق فرماتا ہے ھدی للمتقین یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ÷ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔

ضروری ہے کہ استخارہ سے پہلے اپنے دل کو بری نفسانی خواہشات اور جوشوں سے خالی کرے۔ اس کا قالب حق الامر کی قبولیت کے لئے خالی صاف برتن کی طرح ہو جائے۔ سچا عزم اور پختہ عہد کر لے کہ میں اتباع حق ہی کروں گا۔ خواہ میری خواہش اور خیال کے مخالف ہی ہو گا۔

اللہ کے فضل سے جب اس کا دل قبولیت حق کے لئے بالکل تیار اور اس آئینہ کی طرح مصفا ہو جائے جو عکس کو پوری طرح اپنے اندر قبول کر لیتا ہے۔ استخارہ شروع کرے اور ایک عرصہ تک استقامت سے کرتا رہے۔ اس اثناء میں اگر اسے کوئی رؤیا یا الہام ایسا ہو جو اس کے اغراض اور خیال کے مخالف ہو تو گھبرا نہ جائے۔ اور اپنے عہد کو یاد کرے۔ اسی طرح لگا رہے یہاں تک کہ

اللہ تعالےٰ کے فضل سے اطمینان اور ثلج قلب حاصل ہو۔

جو لوگ اسلام میں داخل نہیں اور نماز نہیں پڑھتے لیکن حق کے طالب ہیں اور شوق رکھتے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اس دعا کا مطلب ذہن نشین کر کے اپنی زبان میں دعائیں کرتے رہیں اور رات کو بھی دعا کرتے ہوئے سو جائیں۔ اللہ رب العالمین سے امید رکھیں کہ ان کو راہ حق کا پتہ مل جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ سے میں نے سنا ہے کہ انسان جب کسی تردد یا مشکل میں غور کرتا سو جائے تو سونے کی حالت میں دماغ برابر کام کرتا رہتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ جاگتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کی مشکل حل ہو گئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سنا ہے کہ درود شریف کی کثرت سے قلب میں نور اور صفائی آتی ہے۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ ابتداء شب میں کچھ کھانے پینے کا خمار ہوتا ہے۔ لیکن بیچ میں جاگ کر پھر جو سوتا ہے وہ وقت قلب کی صفائی کا ہوتا ہے۔ اس وقت اس پر انوار نازل ہوتے ہیں۔

اگر کوئی دینی دنیاوی حاجت ہو تو حدیث شریف کے مطابق دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین اسئلک موجبات رحمتک و عزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا حاجۃ ھی (یہاں اپنے مطلب کی نیت کرے) لک رضا الا قضیتھا یا ارحم الراحمین

(نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے حلم اور کرم والا۔ پاک ہے اللہ بڑے عرش والا۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ مانگتا ہوں تجھ سے ان کاموں کی توفیق جو تیری رحمت کا موجب ہوں اور عزیمتیں تیری بخشش کی اور فائدہ ہر ایک نیکی کا اور سلامتی ہر ایک گناہ سے نہ چھوڑ میرا کوئی گناہ بغیر بخشنے کے اور نہ کوئی فکر بغیر دور کرنے کے اور نہ کوئی حاجت جو تیری رضا کے ماتحت ہو سوائے اس کے پورا کرنے کے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے)

سعی کی خوشی

انسان کی پیدائش میں دو باتیں ہیں۔ ایک کمزوری اور ضعف جس کے متعلق ہے خلق الانسان ضعیفا (پیدا کیا گیا ہے یا بنایا گیا ہے انسان ضعیف) دوسرے یہ کہ اسے کچھ طاقت ملی ہے۔ جس کے متعلق ہے۔ لا یکلّف اللّٰہ نفسا الا وسعھا (اللہ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ یعنی مالا یطاق حکم نہیں دیتا) انسان ایک پیر اٹھا کر کھڑا ہو جائے گا۔ لیکن دونوں پیر اُٹھا کر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ چاند کو دوربین لگا کر اچھی طرح دیکھ سکتا ہے لیکن چاند میں جا نہیں سکتا۔ اس طاقت والی فطرت کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لیس للانسان الا ما سعی و ان سعیه سوف یرٰی (نہیں ہے انسان کے لئے مگر جو اس نے کوشش کی اور ضرور اپنی کوشش کا ثمرہ پالے گا) کلوا واشربوا ھنیئا بما اسلفتم فی الایام الخالیه (کھاؤ اور پیو آسودگی

سے جو تم نے خالی گزرے ہوئے دنوں میں کوشش کر کے آگے بھیجا) اس فطرۃ کے استعمال کرنے سے انسان اپنے اندر خوشی اور لذت پاتا ہے جیسے بہادر جاں باز سپاہی کارنمایاں کر کے بڑی عزت۔ تمغے۔ خطابات پاتے۔ بڑی بڑی جاگیریں پنشنیں۔ انعامات۔ اکرامات حاصل کرتے ہیں۔ جب دربار میں جاتے ہیں کرسی ملتی اور تعظیم کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس اپنی کوشش کی لذت ساری عمر پاتے رہتے ہیں۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے موجب اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ جہاں تک طاقت ہے کوشش کر کے نیک کام کرے۔ اپنا تمام زور لگا کر گناہوں اور برے کاموں کو چھوڑ دے۔ مضبوط عزم اور پختہ عہد کرکے آئندہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔ نیک بن جائے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

ہے سر رہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولا کریم نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

اس کوشش کے بعد اس کو ایسی خوشی ہوگی جو بیان میں نہیں آسکتی۔ اس خوشی کو وہی محسوس کرے گا جو اس کوشش کا کرنے والا ہوگا۔

اب دوسری بات کو دیکھتے ہیں کہ انسان کمزور اور ضعیف ہے اور اپنی طاقت سے بڑھ کر کام نہیں کر سکتا۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وایاک نستعین (اور ہم تیرے ہی سے مدد مانگتے ہیں) جب مومن بندہ یہ دعا مانگتا ہے اللہ تعالےٰ اس کی مدد فرماتا ہے۔ عقل اور سمجھ میں ترقی بخشتا ہے۔ اسباب مہیا فرماتا ہے۔ ذرائع اور وسائل بنا دیتا ہے۔

جب مومن اپنی تمام طاقت اور کوشش سے ایاک نعبد و ایاک نستعین

پر عمل کرتا۔ یعنی اپنا تمام زور استعمال کرتا رہتا اور خدا سے مدد مانگتا رہتا ہے۔ پھر
اس سے جو قصور اور کمزوریاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالے اپنی بخشش فرماتا
ہے۔ اور نقصانوں سے بچا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ (اے ایمان
والو اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے)

اللہ تعالے کر سکتا ہے اور اس بات پر قادر ہے کہ بندہ کی سعی اور کوشش
کے بغیر سب کچھ دیدے۔ مگر وہ ارحم الراحمین اپنے بندہ کو اس کی سعی کی خوشی
بھی دینا چاہتا ہے۔ بچہ کو اپنے پیروں چلنے کی کیسی خوشی ہوتی ہے۔ پیارا باپ
کر سکتا ہے کہ اپنے پیارے بچے کو بالکل چلنے نہ دے اور گود میں لیئے پھرے۔
مگر بچہ اپنے پیروں چلنے کی خوشی میں اپنے آپ کو اس کی گود سے نیچے گراتا ہے۔
باپ نیچے اُتار دیتا ہے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر چلاتا ہے۔ کسی وقت ڈھیلا کر کے
اس کو اپنے زور پر چھوڑ دیتا ہے۔ گرنے لگتا ہے تو اپنی طاقت سے سنبھالتا ہے۔
یہاں تک کہ بچہ کو چلنا آجاتا ہے۔ خوشی خوشی دوڑتا پھرتا ہے۔ بچّہ کی اپنے پیروں
چلنے کی کامیابی محدود ہے۔ مگر انسان کی روحانی ترقی کی رفتار اور اس کی لذت
اور خوشی غیر محدود ہے۔ اس لئے اپنی ترقی کے لئے اپنے ربّ کا سدا محتاج ہے۔
اور ایاک نعبد و ایاک نستعین کے عمل کی جس طرح اس جہان میں ضرورت ہے
اُسی طرح دوسرے جہان میں بھی ہے۔

یہ بھی سوچ لینا چاہیئے کہ کامیابی اور خوشی اس کوشش سے ہے جو صحیح
راستہ کے ساتھ ہو۔ یہ درست نہیں کہ ہر شخص جدا جدا اپنے خیال اور رائے سے

عبادت کا ایک نیا طریق بنالے اور اس پر چل پڑے اور کہے کہ ایاک نعبد و ایاک
نستعین۔ یہ راستہ غلط ہے۔ نہ وہ عبادت ہوگی۔ نہ اس کی مدد ملے گی۔ نہ اس کو
مدد ملے گی۔ جب تک کہ اس کے ساتھ شامل کر کے یہ نہ کہے کہ اھدنا الصراط
المستقیم اور پھر اس کی وضاحت کرے اور کہے صراط الذین انعمت علیھم
یعنی عبادت کیا ہے۔ صراط مستقیم پر چلنا ہے جس پر سب (انبیاء۔ صدیق۔ شہداء۔
صالحین۔) چلے یا چلتے ہیں۔ ان پر تیرے انعامات نازل ہوئے اور ہوتے ہیں۔
پھر اور تشریح کرے اور کہے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ یعنی وہ راستہ
نہیں جس پر چلنے والے تیرے غضب کے مورد بن گئے۔ اور نہ وہ جو عبادت کے
صحیح طریق کو چھوڑ کر گمراہ ہوگئے اور بھٹکتے پھرے۔ اللہ رحیم کریم نے اس قدر
کھول کھول کر اس لئے بیان فرمایا ہے کہ اس کے بندے غلط عبادت کی مشقت
اور تعب سے بچ جائیں۔ اور ایاک نعبد کے صحیح مفہوم پر چل کر انعامات دارین
سے مالا مال ہو جائیں۔ اللہ تعالے سے دعا کرو کہ صحیح راستہ یعنی صراط مستقیم پر چلنے کی
توفیق بخشے اور ایسی دردسری سے بچائے جو صحیح راستہ کے مطابق نہ ہو۔ وہ
ارحم الراحمین اپنے پیارے بندوں کو بے فائدہ کوشش سے بچا دیتا ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام جب منزل مقصود کی طرف جا رہے تھے نہ تھکے۔ لیکن
جب منزل مقصود کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھے تو تھک گئے اور فرمایا لقد لقینا من
سفرنا ھذا نصبا (بے شک اس سفر سے جو اب ہم نے کیا ہم کو کوفت پہنچی) اللہ
تعالے اپنے فضل سے ہم ساری جماعت کو صراط مستقیم کے مطابق سعی کی خوشی عطا فرما
اور ہم سب کو نیک اور متقی بنا دے۔ آمین۔ ثم آمین۔

مرکزی جماعت

قادیان کی مرکزی جماعت کے متعلق ہم کو بہت حسن ظن اور خوش اعتقادی رکھنی چاہئے۔ بدگمانی اور عیب چینی بری ہے۔ ہمارا کیا حق ہے کہ اس جماعت کی عیب چینی کریں۔ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خلفاء کی تعلیم ملی۔ اور جو کہ قرآن شریف کی اس آیۃ شریف کی برکات کے ساتھ بفضل خدا خاص خصوصیت رکھتے ہیں وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (اور آخرین کی جماعت بھی ان میں شامل ہے جو ان کے ساتھ ملے نہیں یعنی آخر زمانہ میں ہوگی اور وہ عزیز حکیم ہے۔ یہ اللہ تعالے کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے)۔ یہ عاشقین کی جماعت۔ گھروں شہروں۔ برادری۔ دوست آشنا۔ تجارت۔ کاروبار سب کو چھوڑ کر ہجرت کرکے قادیان آبسے۔ پھر اس جماعت کے سوا دنیا کے پردہ پر ہم کونسی جماعت ڈھونڈ لائیں گے۔ آخر بشر ہیں۔ آسمان سے ملائکہ نہیں اترے جو معصوم اور بے خطا ہوں۔ نفس رکھتے ہیں۔ تعلقات اور عیالداری وغیرہ سب کے ساتھ ہیں۔ کمزوریاں بھی ہیں۔ جب ہمارا حسن ظن اور خوش اعتقادی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیھم اجمعین اور ان کے ملنے والوں کے متعلق ہے تو ضروری ہے کہ وآخرین منھم پر بھی حسن ظن اور خوش اعتقادی رکھیں۔ عیب چینیاں نہ کریں۔ اُن کے فضائل اور نیکیوں پر نظر رکھیں۔ ان آیات شریف پر غور کریں ان الحسنات یذھبن السیئات (یقیناً

نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں) اولئک یبدّل ا[illegible] (وہ لوگ کہ بدل دیتا ہے اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں [illegible] بننا اچھا نہیں۔ میرے والد صاحب فرمایا کرتے کہ حلوا[illegible] دھاگے بھی تولتا ہے۔ مصری کے ساتھ دھاگوں کی قیمت بھی پڑتی ہے۔ کیسی افسوس ناک بات ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالے اپنے خاص الخاص فضل سے اُن کو بڑے بڑے درجات بخشے عزت اور آبرو دے اور بدظنیاں کرنے والے اپنی عیب چینیوں کو یاد کرکے نادم اور پشیمان ہوں۔

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ امید ہے کہ قادیان میں اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالے نے اخلاص اور تقویٰ سے منور کیا ہوا ہے بظاہر بیں ایسے معلوم نہیں ہوتے لیکن اپنے اندرونی صدق اور اخلاص سے اللہ تعالے کے نزدیک ان کا بڑا درجہ ہے۔ خواہ دوسروں کو اور خود ان کو اس کا پتہ لگے یا نہ لگے۔ حدیث شریف میں ہے رُبَّ اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لا برّہٗ (بہت بکھرے سر، خاک آلودہ بدن، اگر اللہ تعالے کے نام پر قسم کھائیں وہ ضرور ان کی قسم کو پورا کردے) ان کو اللہ سے محبت ہے اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ حدیث قدسی ہے اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (میرے ولی میری قبا کے نیچے ہیں میرے سوا ان کو کوئی نہیں پہچانتا) خدا کے فضل سے قادیان میں ایسے نفوس موجود ہونے تھے۔ کیوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اُن کے خلفاء کے نفوس طیبہ کی تاثیر ان کے پاس رہنے والوں پر پڑنی تھی۔ کیا جو شخص ہر وقت عطر والے کی دکان میں نشست و برخواست رکھے گا اس سے عطر

مرکز کی جماعت

قادیان کی مرکزی جماعت کے متعلق ہم کو بہت حسن ظن اور خوش اعتقادی رکھنی چاہیئے۔ بدگمانی اور عیب چینی بری ہے۔ ہمارا کیا حق ہے کہ اس جماعت کی عیب چینی کریں۔ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خلفاء کی تعلیم ملی۔ اور جو کہ قرآن شریف کی اس آیتہ شریف کی برکات کے ساتھ بفضل خدا خاص خصوصیت رکھتے ہیں وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (اور آخرین کی جماعت بھی ان میں شامل ہے جو ان کے ساتھ ملے نہیں یعنی آخر زمانہ میں ہوگی اور وہ عزیز حکیم ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے)۔ یہ عاشقین کی جماعت۔ گھروں۔ شہروں۔ برادری۔ دوست آشنا۔ تجارت۔ کاروبار سب کو چھوڑ کر ہجرت کر کے قادیان آ بسے۔ پھر اس جماعت کے سوا دنیا کے پردہ پر ہم کونسی جماعت ڈھونڈ لائیں گے۔ آخر بشر ہیں۔ آسمان سے ملائکہ نہیں اترے جو معصوم اور بے خطا ہوں۔ نفس رکھتے ہیں۔ تعلقات اور عیالداری وغیرہ سب کے ساتھ ہیں۔ کمزوریاں بھی ہیں۔ جب ہمارا حسن ظن اور خوش اعتقادی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اور ان کے ملنے والوں کے متعلق ہے تو ضروری ہے کہ وآخرین منھم پر بھی حسن ظن اور خوش اعتقادی رکھیں۔ عیب چینیاں نہ کریں۔ اُن کے فضائل اور نیکیوں پر نظر رکھیں۔ ان آیات شریف پر غور کریں ان الحسنات یذھبن السیئات) یقیناً

نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں) اولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات (وہ لوگ کہ بدل دیتا ہے اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے) ع نہ بیند ہنر دیدۂ عیب جو بننا اچھا نہیں۔ میرے والد صاحب فرمایا کرتے کہ حلوائی کوزہ مصری کے ساتھ دھاگے بھی تولتا ہے۔ مصری کے ساتھ دھاگوں کی قیمت بھی پڑتی ہے۔ کیسی افسوس ناک بات ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اپنے خاص الخاص فضل سے اُن کو بڑے بڑے درجات بخشے عزت اور آبرو دے اور بدظنیاں کرنے والے اپنی عیب چینیوں کو یاد کر کے نادم اور پشیمان ہوں۔

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ امید ہے کہ قادیان میں اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالےٰ نے اخلاص اور تقویٰ سے منور کیا ہوا ہے بظاہر میں ایسے معلوم نہیں ہوتے لیکن اپنے اندرونی صدق اور اخلاص سے اللہ تعالےٰ کے نزدیک ان کا بڑا درجہ ہے۔ خواہ دوسروں کو اور خود ان کو اس کا پتہ لگے یا نہ لگے۔ حدیث شریف میں ہے رُبّ اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرّہٗ (بہت بکھرے سر، خاک آلودہ بدن، اگر اللہ تعالےٰ کے نام پر قسم کھائیں تو وہ ضرور ان کی قسم کو پورا کر دے) ان کو اللہ سے محبت ہے اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ حدیث قدسی ہے اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (میرے ولی میری قبا کے نیچے ہیں میرے سوا ان کو کوئی نہیں پہچانتا) خدا کے فضل سے قادیان میں ایسے نفوس موجود ہوتے تھے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اُن کے خلفاء کے نفوس طیبہ کی تاثیر ان کے پاس رہنے والوں پر پڑنی تھی۔ کیا جو شخص ہر وقت عطر والے کی دکان میں نشست و برخاست رکھے گا اس سے عطر

کی خوشبو نہ آئے گی۔ یا بادشاہ کے مقربین اس دسترخوان سے کھانا نہ نہ کھائیں گے جس پر بادشاہ کھاتا ہے۔ ان کے اچھے کپڑوں پر نہ جاؤ۔ دین کی خدمت کے لئے یہ صورت بنائی ہے۔ اگر دینی حالات اُن کو مجبور نہ کرتے تو وہ اپنے کپڑے بھی خدا کی راہ میں دے ڈالتے کیسے خوش نصیب ہیں جو ایسی بابرکت جگہ میں ہجرت کر کے آگئے ہیں۔ یا اپنے یار بار کے پھیروں سے۔ یاتون من کل فج عمیق کی بشارت کا ثواب حاصل کر رہے ہیں۔ اور اس کثرت سے بار بار آتے ہیں کہ اُن کا وطن[1] قادیان بن گیا ہے۔ صحبت صالح ترا صالح کند کے فیض سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ مہاجرین کی یہ نیکی نہ صرف ان کی اپنی جان کے لئے ہے بلکہ نسلاً بعد نسلاً ان کی اولاد در اولاد کے لئے بھی ہے کہ وہ یہاں پیدا ہو کر یہاں رہ کر یہاں کے فیوض حاصل کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی ذرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ (اے ہمارے رب میں نے بسائی ہے اپنی اولاد ایسے میدان میں جس میں کھیتی نہیں تیرے عزت اور حرمت والے گھر کے پاس۔ اے ہمارے رب اس غرض کے لئے تاکہ قائم کریں نماز یعنی تیری عبادت) حضور علیہ السلام تو صرف حضرت اسمٰعیل اور اُن کی والدہ ماجدہ علیہما السلام کو چھوڑ کر گئے تھے۔ لیکن لیقیموا الصلوٰۃ میں جمع کے صیغہ سے حضور کی اس بڑی امید کا پتہ لگتا ہے کہ خدا کے فضل سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد بڑھے گی اور ایک ایسے عالی مرتبت فرزند صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہوں گے

[1] اب تو ربوہ کی ہجرت کے بعد دوسرے مہاجرین کے بن گئے ہیں (شاہد)

جن کے بابرکت وجود باجود سے نماز یعنی عبادت الٰہی ساری دنیا میں قائم ہو جائے گی۔ غیر ذی ذرع یعنی ہجرت اس نیت سے نہیں کہ یہ جگہ سرسبز اور شاداب ہے اور کھانے پینے کا آرام ہے بلکہ اس غرض سے ہے کہ لیقیموا الصلوٰۃ یعنی نماز پڑھیں اور عبادت الٰہی کریں۔ پھر حضور کا توکل بھی ایسا ہے کہ غیر ذی ذرع عند بیتک المحرم فرما کر یقین فرماتے ہیں کہ خدا کے فضل سے اس عزت اور حرمت والے گھر کی ہمسائیگی ان کو دنیا اور دین میں معزز و محترم اور نہال در نہال کر دے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری ہجرت کو سچی ہجرت بنائے اور ہماری نیت کو مخلصانہ کر دے۔ آمین۔

موت

اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ موت بری نہ لگے۔ موت سے پیار اور محبت ہو جائے دل میں یہ خوشی جوش مارے کہ میں مر کر اللہ کے پاس جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے مقرر کردہ وقت پر موت بھیجے تو ہمارا دل مرنے سے بیزار نہ ہو۔ بلکہ خوشی خوشی اس کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہو۔ موت بذات خود بہت اچھی چیز ہے۔

اوّل۔ موت کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ فرماتا ہے خلق الموت والحیوٰۃ (پیدا کیا موت کو اور حیات کو) اللہ تعالیٰ کی پیدائش بہت ہی اچھی ہوتی ہے۔ اس نے کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو بذات خود بری ہو۔ فرماتا ہے وما خلقنا السمٰوات والارض وما بینہما باطلا (اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو

اور جوآن کے درمیان ہے بیفایدہ) اور فرماتا ہے ھوالذی خلق لکم مافی
الارض جمیعا (وہ وہ ہے جس نے ہر ایک چیز جو زمین میں ہے تمھارے فایدہ
کے لئے پیدا کی۔ ہے سب) موت بھی اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہے پس وہ بھی
فایدہ کے لئے ہوئی۔

دوم۔ جب خدا سے محبت ہوئی تو اُس کی بنائی ہوئی چیز سے بھی محبت ہوئی
موت بھی اللہ کی بنائی ہوئی ہے۔ وہ بھی پیاری ہوئی نیز موت اللہ تعالےٰ کا کام
ہے وہ فرماتا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا (اللہ تعالےٰ وفات دیتا
ہے نفوس کو ان کی موت کے وقت۔ اللہ پیارا۔ اس کا کام بھی پیارا پس مرنا
بھی پیارا ہوا۔

سوم۔ خداتعالےٰ کا فضل شامل حال ہو۔ جب موت سے محبت ہوگی۔ موت
کی آسانی ہوگی۔ ؎

پائے در زنجیر پیش دوستاں به که با بیگانگاں در بوستاں

(پیر میں زنجیر پڑی ہو مگر یار دوست پاس ہوں اس سے بہتر ہے کہ غیروں کے ساتھ
باغ میں ہو) موت تو ضرور آنی ہے خواہ خوشی سے قبول کرو یا بادلِ ناخواستہ
اکراہ سے جاؤ۔

چہارم۔ موت خدا سے ملنے اور اس رب العالمین ارحم الراحمین کے
حضور میں حاضر ہونے کا دروازہ ہے انا للہ و انا الیہ راجعون (ہم اللہ کے
ہیں اور ہم اُسی کی طرف جارہے ہیں) جو ایسے پیارے رحیم کریم کی طرف لے جائے
وہ بھی پیارا ہوتا ہے اللہ تعالےٰ تو یہاں بھی حاضر ناظر اور پاس ہے۔ مگر موت کے

بعد کا جہاں اس کی خاص تجلی اور دیدار کا مقام ہے وہ فرماتا ہے وجوہ یومئذ
ناضرۃ الیٰ ربھا ناظرۃ (کتنے منہ اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے پروردگار کو
دیکھتے ہوں گے) یہ خصوصیت دوسرے جہاں کے لئے ہے جس کا دروازہ موت ہے۔

پنجم۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ امانت کا مالک اپنی امانت طلب کرے۔
اور ہم دینے سے انکار کریں اور خوشی خوشی نہ دیں۔ ؎

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ششم۔ انسان کا پہلا تولد ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ دوسرا تولد ماں
کے پیٹ سے دنیا میں ہوتا ہے۔ لوگ خوش ہوتے۔ مبارک سلامت، کی دھوم
مچاتے اور خوشی کی مجلسیں کرتے ہیں۔ اب تیسرا تولد موت کے بعد ہوتا ہے اس کو
کیوں برا سمجھا جائے اور ناخوشی کی جائے۔ ؎ عروسی بود نوبت ماتمت

ہفتم۔ موت اس لئے ڈراونی معلوم ہوتی ہے کہ اس کی ظاہری شکل
سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان نیست ہوگیا۔ اور اصل وجہ ڈرنے کی یہ بھی ہی
کہ انسان کو نیست ہونا بہت ہی برا لگتا ہے۔ اور ظاہری حالات بھی ایسے ہیں کہ جو
مرجاتا ہے نہ وہ واپس آتا ہے۔ نہ اس کا کوئی خط پتر اور پیغام آتا ہے۔ ایسا نظر
آتا ہے کہ نیست ہوگیا۔ حالانکہ مرنا تو اس خاکی جسم کا مرنا ہے یعنی اس کا بیکار ہوجانا۔
اور اس بیکار ہونے سے پہلے بھی ہر چند سال بعد بیکار ہوکر نیا بنتا رہا ہے جس طرح
ناخن اور بال نئے بنتے رہتے ہیں۔ اسی طرح سارا جسم فنا ہوکر نیا بنتا رہتا ہے۔
جس کا مرنا اصلی مرنا نہیں۔ اصل چیز روح ہے جو مرتی نہیں۔ صرف جسم خاکی
کو چھوڑ دیتی ہے اور آپ نقل مکان کرجاتی ہے۔ مرگیا میں مرکا لفظ الالسنہ

عربی میں مَرَّ ہے۔ یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا گیا۔ (او کالذی مَرَّ علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشھا) (یا مانند اس کے جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری ہوئی تھی اپنی چھتوں پر) اگر موت کے یہ معنی ہوں کہ انسان بالکل نیست ہو گیا۔ پھر موت سے محبت کیا۔ پھر تو سخت بیزاری ہے۔ ایسی موت کو جس میں فنا اور نابود ہونا ہو انسانی فطرۃ ہرگز پسند نہیں کرتی۔ اس سے محبت کیا کرے گی۔ محبت موت کی اس موت سے مراد ہے جس کے معنی توفّی کے ہیں۔ یعنی روح اس جسم خاکی کو چھوڑ کر اللہ تعالےٰ کے قبضہ قدرت میں چلی جائے۔ یہی موت ہے جو اللہ تعالےٰ نے پیدا کر کے انسان کے لئے مقرر کر دی ہے۔ اور جس کے متعلق فرماتا ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون (ہر ایک جان موت کو چکھے گی۔ اس کے بعد ہماری طرف آؤ گے) اگر موت کے بعد کوئی چیز باقی نہ رہتی تو اللہ تعالےٰ کی طرف کونسی چیز جاتی۔ اگر دنیا کے سفروں کی طرح دوسرے جہان سے بھی خبر آتی رہتی تو کوئی مرنے سے نہ گھبراتا اور تسلی رکھتا۔ یہ تسلی اللہ رب العالمین ارحم الراحمین نے اپنے کلام پاک قرآن شریف میں دی ہے اور دوسرے جہان کا نقشہ کھول کر سامنے رکھ دیا ہے مگر قلیل من عبادی الشکور کے مطابق تھوڑے ہیں جو ایمان اور یقین لاتے اور اس نعمت بے پایاں کا شکر کرتے ہیں۔ خدا کے فضل سے جو ایمان اور یقین لائے۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو ان کے ایمان کا اجر بخشا۔ اپنے فضل سے ان کا دل تسلی اور اطمینان سے بھر دیا۔ ان کا یہ حال ہو گیا کہ گویا وہ دوسرے جہان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر مرنے سے ان کا دل بیزار کیوں ہو اور انھیں موت سے محبت کیوں نہ ہو

خدا کے فضل سے جو اس سے اعلیٰ اور بلند مرتبہ والے ہیں ان کا حال ان کی زبان مبارک سے سنو۔ ؎

پایم ز فضلِ یار بجنّت خزیدہ است ۔۔۔ واز لطف آں حبیب بدست است ساغرم

(میرا پیر میرے پیارے کے فضل سے جنت میں ہے اس حبیب کی مہربانی سے میرے ہاتھ میں جام ہے)۔

آٹھویں۔ میں نے اپنے والد صاحب سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالےٰ نے موت کے بعد کوئی بڑا بھاری خزانہ اور بہت بڑی دولت رکھی ہے جس پر موت جیسا سخت ڈراؤنا پہرہ دار مقرر کیا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانو یعملون (پس کوئی نہیں جانتا کہ کیا چھپا رکھی ہے ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بدلہ ان کے اعمال کا)۔

نویں۔ جب سے دنیا آباد ہے ہمیشہ سے اللہ پر ایمان لانے والے نیکو کار بندے اپنے رب کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے موت سے پیار رکھتے چلے آتے ہیں اور اب بھی نیکوں کا یہی حال ہے۔ پھر ہم کو کیا ہوا ہے جو موت سے محبت نہ کریں اور نعوذ باللہ موت کو بیزاری کی نظر سے دیکھیں اور ڈریں۔ ہاں یہ ڈر اچھا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے اعمال برے ہوں اور ہم بد اعمالیاں کر کے مجرموں کی طرح اپنے رب کے حضور حاضر ہو کر مورد عتاب ہوں۔ اللھم سلمنا اللھم احفظنا۔

دسویں۔ انسان کا پہلا تولد ماں کے پیٹ میں ہوا۔ اس کا جہاں ماں کا

عربی میں مَرَّ ہے۔ یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا گیا۔ (اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا) (یا مانند اس کے جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری ہوئی تھی اپنی چھتوں پر) اگر موت کے یہ معنی ہوں کہ انسان بالکل نیست ہو گیا پھر موت سے محبت کیا۔ پھر تو سخت بیزاری ہے ایسی موت کو جس میں فنا اور نابود ہونا ہو انسانی فطرۃ ہرگز پسند نہیں کرتی۔ اس سے محبت کیا کرے گی۔ محبت موت کی اس موت سے مراد ہے جس کے معنی توفّی کے ہیں۔ یعنی روح اس جسم خاکی کو چھوڑ کر اللہ تعالےٰ کے قبضہ قدرت میں چلی جائے۔ یہی موت ہے جو اللہ تعالےٰ نے پیدا کر کے انسان کے لئے مقرر کر دی ہے۔ اور جس کے متعلق فرماتا ہے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ (ہر ایک جان موت کو چکھے گی۔ اس کے بعد ہماری طرف آؤ گے) اگر موت کے بعد کوئی چیز باقی نہ رہتی تو اللہ تعالےٰ کی طرف کونسی چیز جاتی۔ اگر دنیا کے سفروں کی طرح دوسرے جہان سے بھی خبر آتی رہتی تو کوئی مرنے سے نہ گھبراتا اور تسلی رکھتا۔ یہ تسلی اللہ رب العالمین ارحم الراحمین نے اپنے کلام پاک قرآن شریف میں دی ہے اور دوسرے جہان کا نقشہ کھول کر سامنے رکھ دیا ہے مگر قلیل من عبادی الشکور کے مطابق تھوڑے ہیں جو ایمان اور یقین لاتے اور اس نعمت بے پایاں کا شکر کرتے ہیں۔ خدا کے فضل سے جو ایمان اور یقین لائے۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو ان کے ایمان کا اجر بخشا۔ اپنے فضل سے ان کا دل تسلی اور اطمینان سے بھر دیا۔ ان کا یہ حال ہو گیا کہ گویا وہ دوسرے جہان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر مرنے سے ان کا دل بیزار کیوں ہو اور انھیں موت سے محبت کیوں نہ ہو۔

خدا کے فضل سے جو اس سے اعلیٰ اور بلند مرتبہ والے ہیں ان کا حال ان کی زبان مبارک سے سنو۔ ؎

پایم ز فضل یار بجنّت خزیدہ است　　　واز لطف آں حبیب بدست است جام

(میرا پیر میرے پیارے کے فضل سے جنت میں ہے اس حبیب کی مہربانی سے میرے ہاتھ میں جام ہے)۔

آٹھویں۔ میں نے اپنے والد صاحب سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالےٰ نے موت کے بعد کوئی بڑا بھاری خزانہ اور بہت بڑی دولت رکھی ہے جس پر موت جیسا سخت ڈراؤنا پہرہ دار مقرر کیا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (پس کوئی نہیں جانتا کہ کیا چھپا رکھی ہے ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بدلہ ان کے اعمال کا)۔

نویں۔ جب سے دنیا آباد ہے ہمیشہ سے اللہ پر ایمان لانے والے نیکوکار بندے اپنے رب کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے موت سے پیار رکھتے چلے آتے ہیں اور اب بھی نیکوں کا یہی حال ہے۔ پھر ہم کو کیا ہوا ہے جو موت سے محبت نہ کریں اور نعوذ باللہ موت کو بیزاری کی نظر سے دیکھیں اور ڈریں۔ ہاں یہ ڈر اچھا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے اعمال برے ہوں اور ہم بداعمالیاں کر کے مجرموں کی طرح اپنے رب کے حضور حاضر ہو کر مورد عتاب ہوں۔ اللھم سلمنا اللھم احفظنا۔

دسویں۔ انسان کا پہلا تولد ماں کے پیٹ میں ہوا۔ اس کا جہاں ماں کا

پیٹ تھا۔ وہاں پرورش پاتا اور ترقی کرتا رہا پھر تولد ثانی ہوا۔ ماں کے پیٹ سے دنیا میں آیا۔ ترقی کی رفتار ایسی تیز ہوئی کہ بچہ سے عاقل۔ بالغ۔ طاقت و توانائی والا انسان بن گیا۔ جب ہمارا دو تولدوں کا مشاہدہ ہماری ترقی کی رفتار کو اس طرح ظاہر کر رہا ہے تو اس پر قیاس کرو کہ خدا کے فضل سے تیسرے تولد کی رفتار ترقی کیسی ہوگی۔

گیارھویں۔ دنیا کی حالت پر غور کرو کہیں بھی خالص خوشی نہ ملے گی۔ خواہ کوئی کتنا ہی مالدار ہو۔ بڑی جمعیت اور جائداد والا ہو کتنی طاقت توانائی والا ہو۔ بیماریوں۔ دکھوں اور تکلیفوں سے بچ نہیں سکتا۔ جہاں خوشی اور آرام ہے وہاں کوئی غم اور بے آرامی بھی لگی ہوئی ہے۔ اور انسان کا یہ حال ہے کہ دکھ خواہ ایک ذرّہ ہو اس سے بھی بھاگتا ہے۔ اور اس کا طبعی تقاضا ایسی حالت اور ایسی جگہ چاہتا ہے جہاں ایک ذرہ بھر بھی دکھ نہ ہو۔ پھول ہو کانٹا نہ ہو۔ بے آرامی کا نام و نشان نہ ہو۔ سکھ ہی سکھ ہو۔ وہ عاقبت اور موت کے بعد کا گھر ہے۔ جو خدا کے فضل سے اس کے فرماں برداروں کے لئے ہے۔

بارھویں۔ موت تو خداوند کریم کا بلاوا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اصحاب جود و کرم جب کسی کو بلاتے ہیں تو کس قدر خیر اور بھلائی پہنچایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تو خیر الراحمین اور ارحم الراحمین ہے۔ جب وہ کسی کو بلائے گا تو اس سے کس قدر عظیم الشان رحمت کی امید ہے۔ وہ تو وہ ہے جو فرماتا ہے سبقت رحمتی علیٰ غضبی (میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔) ماں باپ سے ستّر حصہ زیادہ مہربان ہے۔ اس کی تنبیہ اور پاداش میں رحمت لپٹی ہوتی ہے۔ اس کی سزا

کا نتیجہ صلاحیت اور صفائی ہے۔

تیرھویں۔ موت اس مقام کا دروازہ ہے۔ جہاں خدا کے فضل سے اس کے پیارے بندے۔ نیک ماں باپ۔ نیک ازواج۔ نیک اولاد۔ نیک دوست و آشنا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں مل جاتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں والحقنی بالصالحین (اور ملا دے مجکو صالحین سے) اس دعا میں یہ آرزو ہے کہ اے اللہ جب تو مجھے دنیا سے لے جائے۔ نیکوں سے ملا دینا۔ پیاروں اور دوستوں سے ملنے کی کتنی خوشی ہوتی ہے۔ ؎

خوش آں وقتے و خرّم روزگارے کہ یارے برخورد از وصلِ یارے

برافروزد چراغ آشنائی رہائی یابد از داغِ جدائی

(وہ وقت کتنا خوشی کا ہوگا کہ ایک یار دوسرے یار سے ملے۔ ملاقات کا چراغ جلا دے اور مفارقت کے داغ سے نجات پا جاوے)۔

چودھویں۔ دنیا مسافر خانہ ہے اور اصلی گھر اور رہنے کا وطن آخرۃ ہے۔ کون ہے جو اپنے اصلی گھر اور وطن میں جانے سے خوش نہیں۔ وان الاخرۃ ھی دار القرار۔ حب الوطن من الایمان۔ کن فی الدنیا کانک غریب یعنی مسافر۔ اللہ تعالےٰ رحم فرمائے یہ چودہ باتیں ہیں جن سے موت کا چہرہ اندھیری رات میں چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن نظر آتا اور پیارا لگتا ہے۔ خدا کے فضل اور اس کی توفیق سے یہ نعماء اُن کے لئے ہیں جو ایمان لاتے۔ نافرمانی نہیں کرتے اور نیک عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات کانت لھم جنّٰت الفردوس نزلا خالدین فیھا لایبغون عنھا

حولا (یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اُن کے رہنے کی جگہ فردوس کے باغ ہیں اس میں سے نکلیں گے نہیں)۔

یہاں ایک سوال ہے کہ جب موت اچھی اور محبت والی چیز ہوئی تو مانگنی چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے ولادت کیلئے ترستی ہوئی باردار عورت اس وقت سے کیسی محبت کرتی ہے۔ جبکہ نو مہینے ہوں اور اپنے بچہ کا منہ دیکھے۔ وہ اس انتظار میں ایک ایک دن گنتی ہے۔ لیکن یہ ہرگز ہرگز نہیں چاہتی اور نہ یہ دعا کرتی ہے کہ نو مہینے نہ ہوں اور ابھی بچہ تولد ہو جائے۔ نو ماہ کی مثال اس مدت عمر کی ہے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل رحمت اور حکمت سے ہر ایک متنفّس کے لئے مقدّر فرما دی ہے۔ اس لئے جنازہ کی نماز میں یہ دعا نہیں کی جاتی کہ ہم کو وفات دیدے اور جنت میں داخل کر دے۔ بلکہ یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ اللھم من احییتہٗ منا فاحیہٖ علی الاسلام ومن توفّیتہٗ منا فتوفہٗ علی الایمان (اے اللہ ہم میں سے جس کو تو نے زندہ رکھنا ہے اس کو اسلام یعنی اپنی فرماں برداری میں زندہ رکھ۔ اور جس کو تو نے ہم میں سے وفات دینی ہے اس کو ایمان پر وفات دے) موت مانگنی شریعت میں منع ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ جب بلائیں خوشی خوشی جائے۔ موت وہی اچھی ہے جو کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اس کے مقرر کردہ وقت پر اس کی اطاعت اور رضامندی میں اسلام۔ ایمان اور خاتمہ بالخیر کے ساتھ ہو اللہ تعالےٰ سے دعائیں مانگے۔ گناہوں سے استغفار کرے۔ نیک اعمال میں کوشاں رہے۔ نیکوں کی مثال یہ ہے ؎ اگر بہ نیکوئی بود خاتمت ✤ عروسی بود نوبت ماتمت

(اگر تیرا انجام نیکی پہ ہو تو تیری موت شادی ہو گی) اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہم سب کو ایمان، اسلام، نیک اعمال کی توفیق بخشے۔ اور خاتمہ ہمارا بالخیر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

کلام

ہاں اور ناں یعنی یس اور نو دو چھوٹے چھوٹے لفظ ہیں۔ لیکن ان کے نتائج اتنے بڑے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے۔ ایک ہاں کے لفظ سے مرد اور عورت کا تعلق ساری عمر کے لئے مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور ایک ناں سے مدتوں کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک ناں ہاں سے صدہا سال کے معاہدات۔ ٹھیکہ داریاں۔ جنگ و صلح کے فیصلے ہو جاتے ہیں۔ چیف جسٹس اپیل کے دفتروں کے دفتر ایک یس یا نو سے منظور یا نامنظور کر دیتا ہے۔ سچے مذہب کی کس قدر مدلل اور لمبی چوڑی تبلیغ کی جاتی ہے۔ مگر سننے والا ایک ہاں سے مان لیتا ہے اور ایک ناں سے انکار کر دیتا ہے۔ اچھے کلام کا نتیجہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فلما کلمہٗ قال انک الیوم لدینا مکین امین (پس جب اس نے اس سے باتیں کیں اس نے کہا کہ آج تو ہمارا مرتبہ والا وزیر خزانہ ہوا) پس ضروری ہوا کہ اپنے زبان کے الفاظ کی پوری احتیاط کی جائے۔ جو بات کی جائے فائدہ سے خالی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن ان الشیطان ینزغ بینھم ان الشیطان کان للانسان عدوا مبینا (اور کہدے میرے بندوں کو کہ وہ بات منہ سے نکالیں جو اچھی ہو ضرور شیطان فساد ڈلوا دیتا ہے آپس میں شیطان انسان کا صریح دشمن ہے) اگرچہ کراماً کاتبین

بندہ کے سب اعمال لکھتے ہیں۔ لیکن زبان کی باتوں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک منتظر لکھنے کو تیار ہوتا ہے) پس زبان ذکر الٰہی۔ تلاوت قرآن شریف اور سچائی کی تبلیغ میں رطب اللسان رہے۔ جس کا عمدہ اور اعلیٰ نتیجہ بے حد و بے پایاں ہے۔ حدیث شریف میں ہے کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (دو کلمے ہلکے ہیں زبان پر بھاری ہیں میزان میں پیارے ہیں رحمان کو۔ پاک ہے اللہ اور تعریف ہے اُس کی۔ پاک ہے اللہ عظمت والا)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین (اور اس شخص کی کلام سے کس کی کلام بہتر ہے جس نے بلایا اللہ کی طرف (یعنی تبلیغ کی) اور عمل کئے اچھے اور کہا کہ میں تو فرماں برداروں میں سے ہوں) کلام ہی ہے جس سے انسان کی انسانیت ہے الانسان باللسان (انسان زبان کے ساتھ ہے) قران شریف کلام ہے اللہ کا جس سے یہ جہان اور دوسرا جہان منور اور روشن ہے اور عمل کرنے والوں کو کامیابی کے اعلیٰ مقام پر پہنچاتا ہے۔

اے اللہ تو اپنے فضل اور رحمت سے ہماری زبان کو بری بات سے بچا اور نیک کلمہ منہ سے نکلوا اور اپنی کلام پاک پر عمل نصیب فرما۔

(آمین)

دُکھ

تکلیف دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک سزا۔ دوسری اصطفاء دونوں مفید ہیں۔ دونوں اللہ تعالےٰ کے حکم سے آتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قل کل من عند اللہ (کہدے سب اللہ کی طرف سے ہے) پہلی گناہوں کے سبب سے اور دوسری ترقی مدارج کے لئے۔ پہلی تکلیف کے بعد گناہوں سے معافی ملتی اور اصلاح ہوتی ہے۔ اور دوسری کے بعد مرتبہ کی ترقی ہوتی ہے۔ جیسے چور جب چوری کا گناہ کرتا ہے تو شاہی حکم سے قید خانہ جاتا اور تکلیف اُٹھاتا ہے۔

اور سپاہی بھی بادشاہ کے حکم سے چور پر دھاوا کرتا ہے صعوبت اُٹھاتا جان کو خطرہ میں ڈالتا اور چور کو گرفتار کرتا ہے۔ چور۔ ذلت۔ بدنامی اور قید کا دکھ اُٹھا کر اصلاح پاتا اور سپاہی کو عزت۔ نیک نامی اور ترقی ملتی ہے۔

اللہ نے جو چیز پیدا کی ہے اپنی رحمت سے پیدا کی ہے۔ دکھ بھی اسی نے بنایا ہے۔ اس میں بھی اس کی مہربانی ہے۔ اگر مرض کے وقت آنکھ نہ دکھتی اور مکدر اور لال نہ ہوتی تو انسان کو پتہ نہ لگتا۔ علاج نہ کرتا اور یکایک اندھا ہو جاتا۔

دنیا کا نام دار المحن ہے۔ دکھ اُٹھانا اس کی صفت ہے۔ دکھ نیکوں کو بھی ہوتا ہے اور بدوں کو بھی۔ مگر دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ بد اپنی بداعمالیوں۔ بداخلاقیوں۔ بدزبانیوں سے بطور سزا دکھ پاتا ہے اور نیک

گناہ پر استغفار۔ توبہ۔ انابت۔ رونا۔ افسوس۔ ندامت اور پشیمانی کا دکھ اٹھاتا ہے۔ جو بڑے طبقہ والے ہیں۔ ان کا دکھ بھی بڑا ہوتا ہے۔ عام لوگ اپنی جان اور اپنے عیال کا دکھ پاتے ہیں اور اللہ کے رسول ایک جہان کا دکھ اٹھاتے ہیں۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ما اوذی النبی مثل ما اوذیت (کسی نبی کو ایسا دکھ نہیں دیا گیا جیسا میں دکھ دیا گیا ہوں) حضور سرور کائنات بادشاہوں کے بادشاہ یہاں تک دکھ اٹھاتے ہیں کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین یعنی کیا آپ لوگوں کے ایمان لانے کے لئے اس قدر طاقت سے باہر جد وجہد اور دکھ اٹھائیں گے کہ اس صدمہ سے جاں بحق ہو جائیں۔ حضور کی اس تکلیف کو اللہ تعالٰے دیکھتا اور تسلی دیتا ہے۔ ما علیک الا البلاغ (آپ کے ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا) ما انت علیھم بوکیل (آپ ان کے ذمہ دار نہیں) لیس علیک ھداھم (آپ پر یا آپ کے ذمہ اُن کا ہدایت دینا نہیں) ولا تسئل عن اصحاب الجحیم (اور آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ دوزخ میں کیوں گئے۔ ان علینا للھدیٰ (یقیناً ہمارا کام ہے یا ہمارے ذمہ ہے۔ ہدایت دینا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی بے قراری میں فرماتے ہیں ؎

ایں دو فکرِ دینِ احمد مغزِ جاں ما بسوخت
کثرۃ اعداءِ ملت قلتِ انصارِ دیں

(احمدؐ کے دین کے ان دو فکروں نے ہماری جان کے مغز کو جلا دیا۔ دین کے دشمنوں کی کثرۃ اور دین کے مددگاروں کی قلت) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰے علیھم اجمعین کو بھی تکلیفیں آتی تھیں مگر فوزاً عظیم اور والعاقبۃ للمتقین کی خوش کن

اور فرحت افزا ہوائیں ان کے اخلاص سے بھرے ہوئے قلوب کو خوشی۔ سرور اور ٹھنڈک پہنچاتی تھیں۔ اللہ تعالٰے اس نعمت عظمیٰ کا ذکر فرما کر ان کو تسلی دیتا ہے وترجون من اللہ ما لا یرجون یعنی تم کو اللہ سے وہ امیدیں ہیں جو ان کو یعنی تمہارے دشمنوں کو نہیں۔ نیک بندوں پر دوسروں کی طرح تکلیفیں آتی رہتی ہیں۔ مشکلات گھیر لیتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ خدا کے فضل اور رحمت کی ایک ٹھنڈی بہشتی ہوا اُن کے دلوں کو راحت پہنچاتی رہتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالٰے کی طرف سے بلاوا آتا ہے اور آپ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ مگر کس ذوق شوق سے فرماتے ہوئے اللھم بالرفیق الاعلی [1]۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ کے حضور سدھارتے ہیں۔ فرماتے ہوئے اے میرے پیارے اللہ، اے میرے پیارے مولا۔ پیارے کو پیارے سے ملنے کی بے حد خوشی ہوتی ہے

نیکوں کے دکھ کیا ہیں۔ سکھ ہیں۔ جن کے ساتھ ایک بہشتی ٹھنڈی ہوا ہوتی ہے۔ لیکن بدوں کو جو دکھ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک گرم دوزخی ہوا ہوتی ہے جو دلوں کو جلاتی ہے۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ (آگ اللہ کی جو دلوں پر بھڑکتی ہے) یہ دکھ خدا کی نافرمانیوں۔ بداعمالیوں۔ سرکشیوں۔ ناجائز محبتوں۔ بداخلاقیوں۔ حسد کینہ۔ بخل۔ ریا و عجب تکبر۔ بددیانتی۔ خیانت۔ فریب۔ دغا۔ جھوٹ۔ بدعادات اور گناہوں کا ہوتا ہے۔ جو کہ سخت عذاب ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے دکھوں کو مبدل بخوشی کر دے۔ آمین۔

[1] یہ آپ کے وصال کے آخری لفظ ہیں (شاہد)

حسنہ سیئہ

حسنہ ایک لفظ ہے لیکن اس کے دو معنی ہیں۔ ایک عمل اور سکھ۔ اسی طرح سیئہ بھی ایک لفظ ہے۔ اس کے بھی دو معنی ہیں برا عمل اور دکھ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیک عمل اور سکھ درحقیقت ایک ہی چیز ہے اور برا عمل اور دکھ بھی ایک ہی بات ہے۔ ان آیات شریف پر غور کرو۔ ان تمسسکم حسنۃ تسؤ ھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا (اگر تم کو سکھ ملتا ہے تو ان کو دشمن برا لگتا ہے اور اگر تم کو دکھ ہوتا ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں) فاذا جاءتھم الحسنۃ قالوا لنا ھذہ وان تصبھم سیئۃ یطیروا بموسیٰ ومن معہ (پس جب ان کو سکھ ملتا ہے تو کہتے ہیں یہ ہماری وجہ سے ہے اور اگر ان کو دکھ ہوتا ہے تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی بدشگونی سمجھتے ہیں) ان الحسنات یذھبن السیئات (ضرور نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں) اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جب سکھ ملتا ہے دکھ دور ہو جاتا ہے۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (اے ہمارے رب دے ہم کو اس دنیا میں نیکی اور سکھ اور آخرۃ میں نیکی اور سکھ اور بچا ہم کو عذاب نار دکھ سے) ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی عفوا وقالوا قد مسّ آباءنا الضرّاء والسرّاء (پھر ہم نے ان کے دکھوں کو سکھوں سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادوں کو بھی دکھ پہنچتے اور سکھ ہوتے رہے ہیں)

اس آیہ شریفہ میں سیئہ کی تفسیر ضرّاء اور حسنہ کی تفسیر سرّاء ہے۔ اب بھی جو لوگ انبیا علیہم السلام کی پیشگوئیوں پر ایمان نہیں لاتے کہہ دیا کرتے ہیں کہ دنیا کا قانون ہی ایسا ہے کہ زلزلے آتے رہتے اور جنگیں ہوا ہی کرتی ہیں۔ وبلوناھم بالحسنات والسیئات لعلھم یرجعون (اور آزمایا ہم نے ان کو سکھوں سے اور دکھوں سے تاکہ وہ متوجہ الی اللہ ہوں) یعنی ہم نے ان کو سکھ اور آرام دیا تاکہ وہ اللہ رب العالمین ارحم الراحمین کا شکر کریں کہ اس نے ہم کو یہ نعمتیں بخشی ہیں۔ مگر انھوں نے اپنی تدابیر اور اسباب کو خدا کا شریک بنایا اور کہا کہ نعوذ باللہ یہ نعماء خدا کی طرف سے نہیں بلکہ ہماری کوششوں۔ عقل اور تدابیر کا نتیجہ ہے اور خدا کی طرف نہ جھکے پھر ہم نے ان پر دکھ۔ مصائب اور بے آرامیاں بھیجیں۔ ان کی خوشی کو غم سے اور ان کے عیش وعشرت کو بے چینی سے بدلا مگر وہ اس کو عذاب الٰہی اور اپنی بداعمالیوں کی سزا نہ سمجھے۔ بلکہ کہا کہ یہ ہماری تدبیر کی کوتاہی ہے اور پھر بھی متوجہ الی اللہ نہ ہوئے۔ مگر کب تک ان بطش ربک لشدید (تیرے رب کی پکڑ سخت ہے) آخر ان کو متوجہ الی اللہ ہونا پڑے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

ان آیات شریف سے ظاہر ہے کہ حسنہ کہیں نیکی بن جاتا اور کہیں سکھ ہو جاتا ہے اور سیئہ کہیں دکھ کے معنی اور کہیں بدی کا مطلب دیتا ہے پس سوچ لو کہ حسنہ نیکی اور سکھ ہے اور سیئہ بدی اور دکھ ہے۔ سیئہ کرنا دکھ اٹھانا اور حسنہ کرنا سکھ اٹھانا ہے۔ اگر سکھ پانا ہے تو

توحسنہ یعنی نیک عمل کرو۔ اگر دکھ سے بچنا ہے تو سیئہ یعنی گناہ سے بچو۔
اللہ اپنی رحمت سے ہم کو سیئہ سے بچائے اور حسنہ عطا فرمائے۔ آمین۔

تقدیر الٰہی

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا
ھو مولٰنا و علی اللہ فلیتوکل المومنون (آپ کہدیں ہرگز نہیں
پہونچے گا ہم کو مگر جو لکھدیا اللہ نے ہمارے لئے وہ ہمارا مولیٰ ہے
اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں مومن) اور فرماتا ہے ما اصاب من مصیبۃ
فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا ان
ذالک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما
اتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور۔ (کوئی مصیبت نہیں پڑتی
ملک میں یا تمہاری جانوں پر جو نہیں لکھی کتاب میں پہلے اس سے
کہ ظاہر یا وارد کریں ہم اس کو بے شک یہ اللہ پر آسان ہے تاکہ
تم افسوس نہ کیا کرو۔ اس پر جو ہاتھ نہ آیا اور نہ ریجھا یا۔ اکڑا کرو اس پر
جو وہ تم کو عنایت کرے۔ اور اللہ دوست نہیں رکھتا کسی اِترانے
والے بڑائی مارنے والے کو) یعنی دونوں حالتوں کے وقت خواہ
نقصان کی ہو یا نفع کی متوجہ الی اللہ رہا کرو۔

اللہ تعالیٰ کے بندے جو لکھتے ہیں اپنی تمام طاقت اور زور سے
بری بات نہیں لکھتے۔ اچھی بات لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خالق العباد

رحیم، کریم، حکیم۔ قادر۔ قیوم۔ رب العالمین۔ ارحم الراحمین نے جو لکھا
ہوگا وہ کیسا اچھا ہوگا۔ ٹھیک ٹھیک بندہ کے مناسب حال۔ خیر ہی خیر۔
خوبی ہی خوبی۔ رحم ہی رحم۔ فضل ہی فضل۔ حکمت ہی حکمت اور شفقت ہی
شفقت علی الخلق ہوگی۔ ؎

من نہ کردم خلق تا سودے کنم   بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

(میں نے خلقت اس لئے نہیں بنائی کہ اپنا فائدہ کروں۔ بلکہ اس لئے
بنائی ہے کہ خلقت کا فائدہ کروں۔) واضح ہو کہ اَصَابَ یُصِیبُ دکھ سکھ
دونوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے من بعد ما اصابھم القرح
(بعد اس کے کہ پہنچا ان کو زخم) اور فرماتا ہے۔ وان یردک بخیر فلا رادّ
لفضلہ یصیب بہ من یشاء وھو الغفور الرحیم (اور اگر ارادہ کرے
تیرے ساتھ بھلائی کا پس کوئی اس کے فضل کا ہٹانے والا نہیں پہنچاتا
ہے جس کو چاہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔)

عنایات الٰہی

ایں ہمہ گفتیم لیک اندر بسیج   بے عنایات خدا ہیچیم ہیچ

یعنی بہت سی باتیں کیں۔ بہت سی باتیں بنائیں۔ بہت تگ و دو اور جد و
جہد کی مگر آخر کار بات یہی نکلی کہ خدا تعالےٰ کے فضل اور رحم کے بغیر
سب ہیچ ہی ہیچ ہے۔ ایک بزرگ فوت ہوئے کسی نے ان کو خواب
میں دیکھا اور پوچھا آپ کے ساتھ کیا گزرا۔ فرمایا جو ترہات اور صوفیانہ

کلام ہم بولتے۔ معارف۔ لطائف۔ حقائق و دقائق ہم بیان کرتے تھے کام نہ آئے۔ البتہ آدھی رات کو جو دو رکعت نماز پڑھتے تھے کام آئی۔ حضور مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں تہجد کی نماز رکھی ہے۔ حضور فرماتے تھے کہ رات کو سو جانے کے بعد صبح تک جس وقت جاگ آئے تہجد کی نماز کا وقت ہے۔ اللہ توفیق دے۔

میری طرزِ تحریر

اے میرے بزرگ ناظرین۔ میری اس کتاب کی طرز تحریر سے یہ خیال نہ کرنا کہ جیسے بڑے چھوٹوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ چھوٹوں کو کوئی بات سمجھ میں آتی ہے تو بڑوں کی خدمت میں عرض کر دیتے ہیں۔ میرے اس پیرایہ بیان سے کوئی بڑائی کا خیال نہ فرمائیں۔ میں تو اپنے آپ کو آپ کے شاگردوں سے بھی کم سمجھتا ہوں۔ میری دلی خیر خواہی کے اظہار اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اتباع کے لئے کوئی دوسرا طریق میرے ذہن میں نہیں آیا۔ اس لئے یہ پیرایہ اور طریق اختیار کیا گیا۔ اگرچہ میں نے یہ کر دیہ نہ کر د کہتے ہوئے ادب کا لحاظ رکھا ہے۔ مگر پھر بھی میری کمزوری اور کوتاہی کے سبب سے میری عبارت آپ کو پسند نہ آئے۔ یا میرا طرز اچھا نہ لگے یا غلطی سے کوئی بے ادبی کا لفظ منہ سے نکل گیا ہو تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔ میری ادبی کمزوری اور غلطیوں کی طرف نہ جائیں بلکہ اصل مطلب کی طرف نظر کر کے یہ خیال فرمائیں کہ میں نے کس محبت بھرے دل سے لکھا ہے۔ آپ معاف فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ سے میں اپنے قصوروں کی معافی مانگتا ہوں۔

تناسخ

انسان بالطبع ایسی چیز کو پسند کرتا ہے جس میں کسی طرح کی کدورت۔ عیب۔ نقص۔ خطرہ یا دکھ نہ ہو۔ سراسر خوبی۔ راحت۔ آرام۔ اطمینان۔ عافیت۔ امن۔ خوشی اور سکھ ہو۔ انسان کا یہ فطرتی مدعا تناسخ کے ماننے سے پورا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس اعتقاد میں جونوں سے کبھی رہائی نہیں ہو سکتی۔ خواہ کتنی ہی دور دراز مدت تک اس کو اچھی جونیں ملتی ہیں۔ مگر پھر بھی یہ کھٹکا اور غم لگا ہوا ہے کہ کہیں پھر مڑ کر کسی بری جون میں نہ چلا جائے۔ تناسخ کا اعتقاد اس خطرہ کو دور نہیں کر سکتا۔ اگر ہیر پھیر کر کے کوئی صورت نکال بھی لی جائے کہ جونوں سے رہائی مل جائے تو تناسخ نہ رہے گا۔

البتہ خدا کے فضل سے اسلام کا عقیدہ ان تمام غموں کھٹکوں اور خطروں سے ہمیشہ کے لئے بکلی نجات دیتا اور فرمان الٰہی عطاء غیر مجذوذ (ایسی بخشش اور عطیہ جو لا انتہا ہے) اس نعمت بے پایاں کی بشارت دیتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

تدبیر اور توکل

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیمار ہوتے ہوں گے علاج اور دوا نہ کرتے ہوں گے۔ ضرور کرتے ہوں گے۔ باوجود اس کے فرماتے ہیں۔ واذا مرضت فھو یشفین (اور جب میں بیمار ہوتا ہوں بس وہی مجھے

شفاء دیتا ہے) اسی طرح کیا کسب معاش اور طلب رزق نہ کرتے ہوں گے۔ ضرور کرتے ہوں گے۔ پھر فرماتے ہیں والذی ھو یطعمنی ویسقین (اور وہی مجھکو کھلاتا اور پلاتا ہے) پس صراط مستقیم یہی ہے کہ اپنی طرف سے کوشش کرے۔ تدبیر کرے۔ خداداد اسباب سے کام لے۔ اپنی ساری طاقت خرچ کرے۔ اور ایمان اور یقین اللہ پر رکھے کہ وہی دیتا وہی کھلاتا۔ وہی کارساز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے لئے۔ اپنے اہل بیت و اقارب کے لئے اپنے احباب اور حاجتمندوں کے لئے ادویات استعمال فرمایا کرتے تھے اور متوکل علی اللہ تھے۔ مجھے یاد ہے کہ حضور نے تدبیر کی تعریف فرماتے ہوئے یہ آیت شریف پڑھی۔ فالمدبرات امرا (اور قسم ہے کام کی تدبیر کرنے والوں کی)

مصائب اور ان کا علاج

کہنے والا کہتا ہے کہ یہ تکلیف کس طرح آگئی۔ یہ مصیبت کہاں سے آپڑی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر (اور جو مصیبت تم کو آتی ہے پس تمہارے اعمال کے سبب سے ہے اور معاف درگذر کرتا ہے بہت) اللہ تعالےٰ بہت سے بُرے اعمال کے بُرے نتائج سے بچا لیتا ہے۔ وہ قادر ہے کہ ہر ایک بُرے عمل کے بُرے نتیجہ سے بچالے۔ مگر یہ بھی ہماری بہتری اور خیر خواہی کے لئے ہے کہ دلیر ہو کر ناجائز عملوں میں نہ پڑجائیں۔

اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں مصائب کا یقینی علاج بیان فرماتا ہے۔

فبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ ط واولٰئک ھم المھتدون (پس بشارت دیدے ان کو کہ مصیبت آئے تو کہیں ہم اللہ کے ہیں اور ہم اس کی طرف رجوع کرنے والے ہیں ان پر ان کے رب کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ یعنی صحیح راستہ پر ہیں۔) فبشر اور اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت شریف میں جو ہدایت دی گئی ہے اس پر عمل کرنے والوں کے مصائب اور غم اللہ کے فضل سے یقیناً مبدل بہ خوشحالی ہو جائیں گے۔

الصابرین۔ یہ خوش خبری ان کے لئے ہے جو صبر کرتے۔ جلد بازی نہیں کرتے اور حکمت الٰہی کے ماتحت جو علاج ہو رہا ہے اس کے اختتام تک انتظار کرتے۔ بے صبری کر کے علاج نہیں چھوڑتے۔ تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ جس طرح ایک پیپ سے بھرا ہوا پھوڑے والا تکلیف برداشت کرتا اور خوشی سے ڈاکٹر سے چیرا دلواتا اور روزانہ ڈریسنگ کراتا ہے۔

الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ یعنی جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں انا للہ ہم اللہ کے ہیں یعنی اللہ کی چیز ہیں۔ جب ہم اللہ کے ہوئے تو ہماری جان اور جو کچھ اس سے متعلق ہے سب اللہ کا ہوا۔ پس یہ جو دکھ اور نقصان ہم کو ہوا یا ہم سے کھویا گیا اور جاتا رہا ہمارے خیال میں تو ہمارا ہوا لیکن ہمارا تو کیا درحقیقت مالک کی چیز کا بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ پختہ بات ہے کہ مالک اپنی چیز کا نقصان کبھی ہونے نہیں دیتا۔ وہ ہرگز اس بات کا روادار نہیں کہ اس

کی چیز کو کوئی ضرر پہنچے۔ بلکہ جو کرتا ہے اپنی چیز کی حفاظت بہتری اور ترقی کے لئے کرتا ہے۔ اس لئے ہمارا اس پر ناراض ہونا اور غم کرنا بیجا ہوا۔ ہم نے حکم الٰہی ولا تاسوا علیٰ ما فاتکم (اور افسوس نہ کرو اُس پر جو تم سے جاتا رہے۔) پر عمل نہ کیا۔ اپنی جان کو اور جو کچھ اس کو ملا تھا اللہ کا نہ سمجھا۔ اپنا سمجھا۔ اور اس پر ناراض ہو کر اور غم کر کے دکھ اٹھایا۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔

وانا الیہ راجعون۔ خدا کے فضل سے ہم کو کیا غم۔ ہم تو متوجہ الی اللہ ہو کر اس کی طرف جا رہے ہیں۔ جو کہ اللہ یعنی جامع جمیع صفات حسنہ ہے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک۔ قادر۔ قیوم۔ سمیع۔ بصیر۔ علیم۔ خبیر۔ رحیم۔ کریم۔ تمام غموں کو دور کر کے خوشی بخشنے والا۔ راجعون کے معنی مر کر خدا تعالیٰ کی طرف جانے کے بھی ہیں۔ فرماتا ہے کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون۔ جب مر گیا۔ خدا تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہو گیا تو توجہ الی اللہ بھی ہو گئی۔ اور مرنے سے پہلے اسی دنیا میں توجہ الی اللہ کے بھی ہیں۔ فرماتا ہے صم بکم عمی فھم لا یرجعون پس جو لوگ توبہ۔ انابت۔ دعا۔ استغفار اور تضرع کرتے ہوئے اس رؤف رحیم کی طرف نہیں جھکتے وہ انا الیہ راجعون پر عمل نہیں کرتے۔ اور جو متوجہ الی اللہ ہوتے اور اس کے حضور میں گرے رہتے ہیں وہ راجعون ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان پر رحم فرماتا۔ ان کے دکھوں اور مصیبتوں کو دور کرتا اور ان کے غموں کو مبدل بہ خوشی کر دیتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

غور کرو جب ایک بیمار ایک پرانے تجربہ کار حاذق طبیب کی طرف جاتا۔ ایک

مظلوم داد خواہ ایک بار یک بین عادل منصف جج کی عدالت میں استغاثہ لاتا۔ ایک خستہ حال مفلس دولتمند سخی کریم النفس کے پاس حاضر ہوتا۔ یا کسی مشکل میں پھنسا ہوا مصیبت زدہ۔ ایک ہمدرد۔ رحم دل۔ خدا ترس بادشاہ کے دربار میں ملتجی ہوتا ہے تو خدا کے فضل سے اپنے غموں کی گٹھڑی کو خالی کر کے خوشیوں سے بھر لیتا ہے۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ کیا غم ہے ہم تو متوجہ الی اللہ ہو کر اس کی طرف جا رہے ہیں جو قادر مطلق۔ خیر الراحمین اور ارحم الراحمین ہے۔

اس سارے مضمون کا خلاصہ ان دو لفظوں میں آ جاتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے خدا داری چہ غم داری۔ (جب تیرا خدا ہے تو تجھے غم کیا ہے)۔

تنگدستی اور سوال

ناداری بعض وقت انسان کو سوال کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یا ایسے قرض لینے پر آمادہ کرتی ہے جس کی ادائیگی کی پختہ موقّت نیت نہ ہو۔ سرسری طور پر خیال کر لیتے ہیں کہ جب ہو گا دیدیں گے۔ یہ دونوں کام ٹھیک نہیں۔ صبر کریں۔ اللہ سے سوال کریں۔ کوئی کام خواہ بہت ہی تھوڑی آمد کا ہو کر لیں۔ جو ملے اس پر قناعت کریں۔ خشک ملے تر کا خیال نہ کریں۔ اپنے اخراجات کم کریں۔ روپوں کا کام پیسوں سے اور پیسوں کا کوڑیوں سے لیں۔ جو خدا نے دیا ہے اس میں گزارہ کریں۔ بندوں سے سوال نہ کریں۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کے صبر۔ تقویٰ۔ اخلاص اور تعفّف عن السوال کو دیکھ کر مہربانی فرماتا۔ برکت اور کشائش دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون (یقیناً

اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور جو نیک ہیں) کوئی بادشاہ کسی کا
ساتھ دے اس کو تنگ حالی سے نجات اور آسودہ حالی حاصل ہو جاتی ہے
لیکن جس کے ساتھ اللہ ہو جائے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس کی خوشحالی
کیسی ہوگی اور فرماتا ہے۔ من یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا ویرزقہ من حیث
لا یحتسب (جو اللہ کا تقویٰ کرتا ہے وہ اس کے لئے آمدنی کی راہ کھول دیتا
ہے اور ایسی طرح سے رزق دیتا ہے کہ اس کے خیال میں بھی نہیں ہوتا) آزمانے
کے لئے تقویٰ کی شکل نہ بناؤ بلکہ ایمان اور یقین سے اور سچے دل سے تقویٰ کرو۔
پھر دیکھو کہ خدا کے فضل سے کتنی برکت ہوتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اپنی
امید اللہ ہی سے رکھیں اور بندوں کی امید اور اسباب و ذرائع کے بھروسہ
کو دل سے دور کریں۔ میں نے سنا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کے زمانہ میں ابدالوں نے دعا کی کہ ہم کو اس زمانہ کے غوث کی زیارت ہو۔
ایک دن حضرت غوث اعظم ان کے پاس تشریف لائے۔ تعارف کے بعد
ابدالوں نے عرض کی کہ یا حضرت ہم کو کوئی نصیحت کریں۔ آپ نے فرمایا سوال
نہ کیا کرو۔ ابدالوں نے عرض کی کہ ہم تو کبھی بھی سوال نہیں کرتے۔ آپ نے
فرمایا ٹھیک ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ دل کا سوال کسی سے نہ کیا کرو یعنی اپنے
دل میں اللہ کے سوا کسی پر امید نہ رکھو۔

بُغض للّٰہ

میں نے بغض للّٰہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں

استفسار عرض کی۔ حضور نے فرمایا کہ بغض للّٰہ کے لئے ضروری نہیں کہ مبغوض
کو تمہارا بغض معلوم ہو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم کو خدا کے لئے اُس سے بغض
ہے۔ البتہ جہاں سمجھو کہ اگر اس کو تمہارا بغض معلوم ہو جائے گا تو بدی سے باز
آجائیگا اور صلاحیت اختیار کرلے گا تو ظاہر کردو۔ چاہئے کہ مبغوض کے
فعل کو برا سمجھے۔ اس شخص سے ترک ملاقات نہ کرے۔ کیونکہ بزرگان دین بار
بار نصیحت کرتے تھے نہ یہ کہ ایک دفعہ نصیحت کر کے ترک ملاقات کرتے تھے۔
لگے رہنا چاہئے۔ خواہ پچاس برس لگے رہو اور امر بالمعروف کی حکمت عملیاں
کرتے رہو۔ اگر ترک کروگے تو رفتہ رفتہ سب کو ترک کرنا پڑے گا۔"

عدل ازواج

بیویوں میں عدل کرنا ضروری ہے۔ اگر نہ کیا گیا تو ثابت ہوگا کہ یہ کام
ہوا و ہوس کے لئے ہے۔ ثواب کے لئے نہیں۔ ثواب تو جب ہی ہے کہ باوجود
اس کے کہ بے اختیار ایک سے زیادہ محبت ہو پھر بھی دوسری سے اس
کے برابر سلوک کرے اور اظہار محبت بھی ویسا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
ابتدائی زمانہ میں جب لدھیانہ تشریف لے جاتے تو شہزادہ حیدر صاحب
مرحوم کے مکان میں قیام فرماتے۔ اس مکان کے متصل ایک حکیم صاحب کا
مکان تھا۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ وہ ان دونوں میں بہت اچھا عدل کیا کرتے
تھے۔ یہاں تک کہ ایک مولی ہوتی تو اس کی لنبان میں پتوں سمیت دو ٹکڑے
کرکے دونوں کو دیتے۔ وہ فوت ہو گئے۔ شہر کے مشہور حکیم تھے۔ ان کے جنازہ پر

بہت لوگ آئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان کو اس عدل کی نیکی کا یہ پھل ملا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ان کا جنازہ پڑھنے میں شامل تھے بیں بھی شامل تھا۔ حضور علیہ السلام اپنے مکان سے خاص ان کا جنازہ پڑھنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ وہ ابتدائی زمانہ تھا اور حضور کا مجددیت کا دعویٰ تھا۔

ایسا نہ کرو کہ ایک کی طرف ایسا جھک جاؤ کہ دوسری کو کالمعلقہ چھوڑ دو۔ کیا معلوم ابتدائی زمانہ میں تم نے اس سے کیسی خوشیاں اٹھائی ہوں گی۔ کتنا غم غلط کیا ہوگا۔ کیسے خوش کن وعدے کئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے تمھیں ہیروں اور موتیوں سے زیادہ قیمتی اولاد دی ہوگی۔ جدائی کا نام نہ لیتے ہوگے۔ اب جو وہ عمر رسیدہ ہوگئی یا اس میں تم نے کچھ نقص معلوم کر لئے اور نئی کی محبت میں گرفتار ہوگئے۔ اس کو نظروں سے گرا دیا۔ اس میں اس کا کیا قصور۔ کیا نئی ایک دن اس سے زیادہ بڈھی نہ ہو جائے گی۔ جو اس پر حالت آئی اس کے لئے بھی درپیش ہے۔ ایک میاں نے اپنی بیوی کے منہ کی طرف دیکھ کر کہا کہ ہیں کیا تمھاری آنکھ میں چٹا ہے۔ بیوی نے جواب دیا۔ آج سے۔ یہ تو اس وقت کا ہے جب مجھے بیاہ کر لائے تھے۔ بارہ برس ہوگئے۔ اب تم کو پتہ لگا تم نے مجھے اپنے دل سے اتار دیا۔ میرے عیب تمھیں نظر آنے لگے۔ یہ نقص نکالو۔ بیوفا نہ بنو۔ اگر تم نے اس کی عادت یا شکل وصورت میں کچھ نقص معلوم کر لئے ہیں تو کیا تم اور دوسری محفوظ معصوم اور بے عیب ہو۔ یہ بے انصافی اچھی نہیں۔ خدا کے حکموں پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ برا ہے۔

رحم کرو تا رحم کئے جاؤ۔ ساری جوانی اس نے تمھارے لئے قربان کر دی۔ اب بڑھاپے میں اس کو نہ چھوڑو۔ انشاء اللہ تعالیٰ تم بھی بڈھے ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تم کو بھی نہ چھوڑے گا۔ دل کی محبت برابر رکھنے کی تو اللہ تعالیٰ نے تم پر سختی ہی نہیں ڈالی۔ ہاں ظاہری لینے دینے بات چیت کرنے میں تو عدل کر سکتے ہو۔

حضرت محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خربوزہ کاٹتے پہلی پھانک ایاز کو دیتے۔ وہ کھاتا۔ خوش ہوتا۔ تعریف کرتا۔ پھر آپ کھاتے۔ ایک خربوزہ کاٹا۔ پہلی پھانک ایاز کو دی۔ اس نے منہ میں رکھی۔ بے اختیار پکار اٹھا۔ اے سلطان ایسی مزیدار میں نے کبھی نہیں کھائی۔ بادشاہ نے شوق سے دوسری پھانک اپنے منہ میں ڈالی۔ اور جلدی سے نکال دی۔ فرمایا اے ایاز یہ تو سخت کڑوی ہے۔ ایاز نے جواب دیا۔ اے بادشاہ سلامت۔ میں ہمیشہ اس ہاتھ سے میٹھا کھاتا ہوں اگر ایک دفعہ مجھے تلخی ملی تو مجھے بیوفا نہ بننا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ ہر وقت بے شمار نعمتیں ہیں۔ اگر کوئی وقت تنگی کا آجائے تو بے وفا نہ بنے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے بیوی بھی ایک نعمت ہے۔ اگر اس کی طرف سے کوئی تکلیف ہو تو بیوفائی اور ظلم نہ کرے۔ ؎

تبرس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن ۔۔۔ اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

(اے انسان مظلوموں کی بد دعا یا آہ سے ڈر کیونکہ خدا کی قبولیت استقبال کے لئے آیا کرتی ہے) یا اللہ ہم کو بے وفائی سے بچا اور اپنے فرمان ان اللہ یامر بالعدل (اللہ حکم دیتا ہے عدل کا) پر عمل نصیب فرما۔ آمین۔

نیکوں کا تعلق

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین
(اے ایمان والو تقویٰ کرو اللہ کا اور ہو جاؤ صادقین کے ساتھ) یار غالب شو کہ تا غالب
شوی (غالب کا دوست بن جا تاکہ تو بھی غالب ہو جائے) اوّل تو یہ کہ انسان خود ان
صفات سے آراستہ ہو۔ دوسرے یہ کہ خود تو ایسا نہ ہو لیکن ایسے اصحاب کمال سے
اس کا تعلق ہو۔ جس قوم میں بادشاہت ہوتی ہے اس کا ہر فرد حالانکہ بادشاہ نہیں
ہوتا فخر کرتا اور کہتا ہے ہم بادشاہ ہیں۔ ہماری بادشاہت ہے۔ جو فوج فتح پاتی
ہے اس کا گھسارہ بھی کہتا ہے ہم نے فتح پائی۔ ہماری فتح ہوئی۔ اس کی وجہ یہی
ہے کہ بہادروں اور فتح مندوں سے اس کا تعلق ہے۔ بنی اسرائیل کی قوم کو
اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وجعلکم ملوکًا (اور بنا دیا اس نے تم کو بادشاہ)۔

جس کا دوست صاحب جاہ و عزت و مرتبت ہو خواہ وہ خود کم درجہ کا ہو
اس دوستی کی وجہ سے اس کی بھی عزت ہوتی ہے۔ اے میرے پیارو! اللہ تعالےٰ
اپنے فضل سے آپ کو یہ نعمت بخشے اللہ اور اس کے پیاروں سے اپنا تعلق بڑھاؤ۔
پھر خواہ آپ دنیا کی نظر میں کیسے ہی کمزور اور ضعیف ہو آپ کی بڑی عزت توقیر اور مرتبہ
ہے۔ مخالفین کی مخالفت اور استہزائیں کیسی ہوں خدا آپ کے ساتھ ہے۔ اس
قادر مطلق کی باتیں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پوری ہونگی۔ استہزاء کرنے والے نادم و
پشیمان ہوں گے۔ وہ فرماتا ہے۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون
(ضرور اللہ متقیوں اور نیکوں کاروں کے ساتھ ہے۔) اللہ تعالےٰ اپنے پیاروں کا

اے دنیا میں فخری خوش حالی عزت آبرو۔ فخر و کمال دو قسم کا ہے

اور ان کی جماعت کا خود حامی۔ کارساز اور مددگار ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ؎

سب کام تو بنائے۔ بیٹے بھی تجھ سے پائے
سب کچھ تیری عطا ہے۔ گھر سے تو کچھ نہ لائے

میں نے اپنے والد صاحب سے سنا ہے کہ جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے بلایا گیا تو دو بھائی اپنے باپ کی قبر پر اس لئے گئے کہ
یہ معلوم ہو کہ جس کے مقابلہ کے لئے بلایا گیا ہے وہ جادوگر ہے یا اللہ کا رسول ہے۔
پتہ لگا کہ جس وقت وہ سوتے ہوں اس وقت ان کے عصا پر ہاتھ ڈالنا اگر عصا
ہی رہا تو جادوگر ہے اور اگر سانپ بن گیا تو اللہ کا رسول ہے۔ انھوں نے ایسا
ہی کیا۔ ہاتھ ڈالنے کو تھے کہ عصا نے پھنکارا مارا اور موسیٰ علیہ السلام سوتے
تھے۔ اے ہمارے ارحم الرحمین قادر خدا ہمارا تعلق اپنے اور اپنے پیاروں سے
کر دے اور ہم کو اپنا بنا لے۔ آمین۔

ہمدردی مخلوق اور تبلیغ

کسی کو ایک باغ میں چھوڑ دیا جائے جس میں ہر قسم کے میوے اور
طرح طرح کے کھانے ہوں۔ رنگ برنگ کے آرام اور آسائش کے
سامان مہیا ہوں۔ مکانات محل اور سیرگاہیں ہوں۔ لیکن اس کے سوا وہاں
کوئی دوسرا انسان نہ ہو۔ اور تنہائی میں وہاں زندگی بسر کرنی ہو۔ تو وہ آرام و
عیش اس کے لئے تکلیف دہ ہو جائے گی۔ تنہائی کی وحشت اور پریشانی

اس کو گھیرے گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ جب ماں باپ۔ بیوی بچے۔ خویش و اقارب۔ یار دوست اور بنی نوع انسان سب ساتھ ہوں تب ہی انسان آرام اور آسائش سے رہ سکتا ہے۔ تنہائی سب خوشیوں کو خراب کر دیتی ہے۔

اور یہ بات بھی ازبس ضروری ہے کہ اگر ایک گھر کے سب لوگ آرام سے ہوں مگر ان میں سے ایک بیمار ہو یا کسی تکلیف میں ہو تو سب گھر والے بے چین اور بے آرام ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب محلہ کے سب گھر راحت سے ہوں اور ایک گھر کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو باقی گھروں والے بھی خوشی نہیں اٹھا سکتے۔ اسی طرح اگر سارا شہر سکھ سے ہو اور صرف ایک محلّہ پر عذاب آیا ہو تو سارا شہر بے چین ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر تمام ملک امن سے ہو اور ایک شہر پہ کوئی آفت ہو تو تمام ملک اس کے لئے دلگیر ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر ساری دنیا فارغ البالی میں عیش کرتی ہو اور ایک ملک بلاؤں میں مبتلا ہو تو اس بے چینی کو ساری دنیا محسوس کرے گی۔ پس پوری خوشی اسی میں ہے کہ ساری دنیا امن آرام اور آسائش سے ہو اور ایک فرد بشر بھی بے آرام اور بے چین نہ ہو۔

پھر یہ خوشی ادھوری تو کیا بلکہ کچھ بھی نہیں اگر اسی بے ثبات دنیا کی ہو۔ اور آخرۃ کی نہ ہو جو ہمیشگی کا گھر ہے پس کامل مکمل خوشی وہ ہے کہ دنیا کی بھی ہو اور آخرۃ کی بھی ہو۔ دنیا بھی درست ہو اور آخرۃ بھی درست ہو۔ اور ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار کی دعا ہر فرد بشر کے منہ سے نکل کر بفضلِ خدا استجابت کے مقام تک پہنچ گئی ہو۔

اے مبلغین کی محسن جماعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے اہل کرم اللہ تعالےٰ آپ کو توفیق دے اور آپ کی اس محنت اور خدمت کو قبول فرمائے۔ آپ کو مبارک ہو کہ وہ رب العالمین اپنے فضل اور رحم کے ساتھ آپ سے یہ بابرکت کام لے کر ساری دنیا کو یہی دو جہان کی کامل مکمل خوشی دے کر آپ کو ثواب دے رہا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

حسنِ ظن

انا عند الظن عبدی بی (میں اپنے بندہ کے گمان کے مطابق جو وہ مجھ پر رکھتا ہے معاملہ کرتا ہوں) اس کا ترجمہ یہ ہے۔ چیلے نے گرو سے پوچھا۔ گروجی ہر کیسے۔ گرو نے جواب دیا۔ بچہ "جیسے کو ویسے"۔ جو شخص اپنے مولا پر اچھا گمان رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے اچھا معاملہ کرتا ہے۔ حضرت ذکریا علیہ السلام فرماتے ہیں ولم اکن بدعائک رب شقیا۔ یعنی اے میرے رب ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ کہ میں نے تجھ سے دعا مانگی ہو اور محروم رہا ہوں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ؎

جوشِ اجابتش کہ بوقت دعا بود   زاں گونہ زاریم نہ شنید است مادرم

(دعا کے وقت اس کی قبولیت کا جوش اتنا ہوتا ہے کہ میری زاری کے وقت میری ماں بھی اتنی متوجہ نہیں ہوتی)۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑائی کا خیال کرتے چلے جاؤ۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت اس سے بھی بڑی ہوگی۔ اس لئے امید ور جا کے مقام کی بھی کوئی انتہا نہ ہوتی۔ ایک مشکل سے مشکل کام کے لئے دنیا کی ساری طاقتیں جواب دیں۔ مگر اللہ تعالےٰ کی

قدرت اور قوۃ اس کو بھی گھیرے ہوئے ہے۔ پس کیسی ہی مشکل اڑی ہوئی ہو۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت اور مہربانی سے امیدوار رہو۔ ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر۔ (بے شک اللہ تعالےٰ ہر شے پر قادر ہے) لاتیئسوا من روح اللہ انہ لاییئس من روح اللہ الا القوم الکٰفرون (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ خدا کی رحمت سے ناامید ہونے والے وہ ہوتے ہیں جو اس کے منکر ہوتے ہیں) جب کوئی ایسی بات درپیش ہو جس کے دو پہلو ہوں۔ ایک امید اور خوشی کی طرف لے جاتا اور دوسرا نومیدی اور ناخوشی کی طرف۔ اس وقت امید اور خوشی کا پہلو اختیار کرو۔ جب اللہ تعالےٰ کو ذو فضل عظیم جان کر امید اور رجا رکھوگے تو اللہ تعالےٰ سے بہت اجر اور ثواب پاؤگے۔ اور سچے مومنوں میں شمار کئے جاؤگے۔ لیکن اگر ایسی حالت آئے کہ وہم غلبہ کرے۔ پھر اس کی رضا کے اپنے آپ کو سپرد کردے تاکہ اس کے تابعدار بندوں میں بندہ ہووے کیونکہ وہم بندہ کی پیدائش میں ہے اس سے کوئی بھی خالی نہیں۔

اے بھائیو! مومن تو اللہ تعالےٰ کے فضل کا سخت بھوکا ہوتا ہے۔ اس پر جو حالت آتی ہے یہی سمجھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسی طریق سے مجھ پر فضل کردے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

اتباع سنت

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یاایہا الذین اٰمنوا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم (اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور ڈرو اللہ سے یقیناً اللہ سنتا اور جانتا ہے) آج کل دنیاوی تعلیم کی ترقی اور

دین کی بے خبری نے احکام شریعت کی بجا آوری میں افراط تفریط کے خیالات پیدا کر دیے ہیں۔ احکام شریعت کو اپنی ہوا و ہوس اور عقلی خیالات کے مطابق بدلنا چاہتے ہیں۔ ان کا حال ان مدعیان معرفت کی طرح ہے جو ظاہری نماز روزہ چھوڑ کر کہتے ہیں کہ ہم دل کی نماز پڑھتے اور نفس کا روزہ رکھتے ہیں۔ ظاہری شریعت والے تو پانچ وقت نماز اور سال بعد روزہ رکھتے ہیں۔ ہم ہمیشہ ہر وقت نماز روزہ میں ہیں ہم نے ایک دفعہ ایسا وضو کر لیا ہے جو کبھی ٹوٹتا نہیں۔ لوگ پوست شریعت پر اور ہم مغز شریعت پر عمل کرتے ہیں۔

اے ہمدردان اسلام آپ کی اسلامی ہمدردی آپ کو ہرگز ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ احکام شریعت اور سنّت نبویہ میں ایک سرمو برابر بھی تغیر و تبدل کے روادار ہو بلکہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (بے شک تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے) پر عمل پیرا ہو جس قدر ہو سکے اسلام کی خدمت کرو مگر حدود سنت سے باہر نہ جاؤ۔ ؎

زہد و ورع کوش و صدق صفا ولیکن میفزا ئے بر مصطفےٰ

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

(زہد اور پارسائی میں کوشش کر لیکن مصطفےٰ کے حکم سے نہ بڑھ۔ جس نے پیغمبر کے حکم کے خلاف رستہ اختیار کیا کبھی منزل مقصود تک نہیں پہنچے گا۔)

ابتدائے زمانہ میں جب میں لدھیانہ میں تھا ایک کتاب میری نظر سے گذری جس میں مصنف نے دلائل سے اس بات پر زور دیا تھا کہ جبکہ ہم کو عربی آتی نہیں اور عربی ہماری مادری زبان نہیں پس کیوں نہ نماز میں عربی کا ترجمہ اپنی بولی

میں پڑھا جائے۔ کچھ عرصہ بعد لدھیانہ سے قادیان آرہا تھا۔ میں نے تو اس مسئلہ کے متعلق حضور سے کچھ ذکر کیا نہ استفسار کیا۔ لیکن حضور نے جو کہ حکماً عدلاً تھے ایک دن خود اس مسئلہ پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ یہ خیال غلط ہے کہ نماز میں اصل قرآن شریف اور اصل ادعیہ مسنونہ چھوڑ کر ان کا ترجمہ پڑھا جائے۔ اس سے اصل دین کی حفاظت نہیں رہتی۔ چاہیئے کہ اصل عربی ضرور پڑھیں اور پھر اپنی زبان میں بھی دعائیں اور حمد و ثنا کریں۔ قیام رکوع سجود اور تشہد وغیرہ میں جو عربی میں پڑھا جاتا ہے سب پڑھیں۔ ہاں اپنی بولی میں بھی دعا کریں۔ اور اپنی حاجات اپنی بولی میں نماز کے اندر مانگیں۔ پھر حضور نے فرمایا کہ میرے لئے تو عربی ایسی ہو گئی ہے جیسی مادری زبان ہوتی ہے۔ جو دعا کروں منہ سے عربی ہی نکلتی ہے۔ میرے لئے تو کچھ ضرورت نہیں کہ اردو یا پنجابی میں دعا کروں۔

اللہ خالق الاسباب ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ خالق الاسباب ہے۔ اسباب موجود نہ ہوں نئے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے اندر ایسا مادہ پیدا کر دیا ہے کہ اگر طاعون کا کیڑا آئے تو فوراً ہلاک ہو جائے۔ سچ ہے۔ ~

چند چند از حکمتِ یونانیاں + حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

(کب تک یونانیوں کی حکمت پڑھے گا ایمان والوں کی حکمت بھی پڑھ۔)

اللہ قادر مطلق کسی سبب ذریعہ یا وسیلہ کا محتاج نہیں۔ یہ اس کی حکمت اور رحمت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے اسباب اور وسائل بنا دیئے ہیں۔ جیسے بجلی کو

پیدا کیا اور اس کو روشنی اور آواز پہنچانے کا ذریعہ بنا دیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ قادر ہے کہ بغیر بجلی جس طرح چاہے آواز پہنچائے اور روشنی کر دے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز یا ساریۃ الجبل کے لئے جو صدہا میل چلی گئی کونسی بجلی یا مشین استعمال کی گئی تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عالم کشف کی نورانی روشنائی کس طرح اس مادی عالم میں نمودار ہو گئی تھی جس کو بہتوں نے اور خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

اس لئے اے میرے بھائیو۔ اپنی دعاؤں میں یہ دعا بھی کیا کرو کہ یا اللہ تو خالق الاسباب ہے۔ ہمارے لئے خلق اسباب کر دے۔ آمین۔

طلب مقصد

انسان جب کسی مقصد کا طلب گار ہوتا ہے۔ جس قدر غور کرتا ہے اس کو ہر پہلو سے اپنے لئے مفید اور ضروری سمجھتا ہے۔ کوئی دینی دنیاوی حرج اس میں نہیں پاتا۔ بلکہ ہر طرح فائدہ ہی فائدہ دیکھتا ہے۔ اس کا دل بھی اس کے حصول کے لیے زور دیتا ہے۔ اس لئے اس کے لئے اپنی تمام طاقت۔ کوشش اور ہمت خرچ کر دیتا ہے۔ اپنی طرف سے اس کے لئے جد و جہد کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتا۔ اور ممکن ہے کہ اس کو کچھ اشارات بھی ہوں جن کو وہ اپنے مطلب کے لئے بشارات سمجھ لے۔ لیکن انسان چونکہ عالم الغیب نہیں۔ اس کا علم قلیل ہے اور حقیقت کا پورا واقف نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے علم میں غلطی کر رہا ہو۔ اور جس کو وہ مفید سمجھ رہا ہو، خدا کے نزدیک مفید نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے رحم کرم سے

اس کا نقصان ہونے نہیں دیتا۔ اور جس طرح واقعی مفید ہو اس طرح کر دیتا ہے۔ اس وقت بندہ کو چاہیئے کہ اپنی محنت۔ کوشش۔ غور و فکر۔ علم و عقل اور جد و جہد کا افسوس نہ کرے کہ میں نے اس قدر کد و کاوش کی۔ بلکہ خوش ہو اور شکر کرے اور اللہ تعالےٰ کے حضور میں یہ حسن ظن رکھے کہ جو بات درحقیقت بہتر اور مفید تھی میرے رب نے میرے لئے کر دی۔ جیسے کوئی آدمی بہت بھوکا ہو۔ کئی وقت کا فاقہ ہو۔ یہاں تک کہ اس کی آنتیں اور حلق کی رگیں بھی خشک ہو گئی ہوں کھانے کے لئے مضطرب اور بے قرار ہو۔ اس وقت کوئی امیر آدمی اس کے پاس آئے اور کہے کہ میں تمہارے لئے بہت اچھا کھانا لاتا ہوں۔ اور بھوکا یہ خیال کرلے کہ دعوت کرنے والا بڑا امیر آدمی ہے۔ اب میرے لئے پلاؤ۔ زردہ۔ قورمہ۔ پراٹھے اور شیرمال آئیں گے۔ وہ اس قسم کے کھانوں کا منتظر ہو کہ یکایک وہ شخص اس کے لئے ایک گلاس شربت کا۔ ایک کٹورہ یخنی کا اور ایک پیالہ دودھ کا لائے۔ تو اس کو چاہیئے کہ ناخوش نہ ہو۔ کیونکہ اس حالت میں جو غذائیں وہ طلب کرتا تھا اس کو مضر پڑیں گی۔ نہ حلق نیچے اُتار سکے گا اور نہ معدہ قبول کرے گا۔ اس کے لئے یہی پچتی غذا ہی ہے جو لائی گئی ہے۔ خواہ وہ اس بات کو سمجھے یا نہ سمجھے۔

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے کہ اللہ تعالےٰ یہ جو فرماتا ہے ادعونی استجب لکم اس میں ل کا مطلب یہ ہے کہ جس میں تمہارا فائدہ ہوگا۔ حضور سے میں نے یہ بھی سنا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مومن کی اصل دعا قبول ہو ہی جاتی ہے۔

حسنِ ظن

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر ۔۔۔ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(پاکوں کے کام کو اپنے پر قیاس نہ کر۔ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) ایک جیسے ہیں) پاک بندوں پر اعتراض نہ کرو۔ نیکوں کی نکتہ چینی نہ کرو۔ بزرگوں پر بدظنی کرکے اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الحسنات یذھبن السیّئات (بے شک نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں) اولٰئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات (وہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی سیّات کو حسنات سے بدل دیتا ہے) دریاؤں اور نہروں کے پانی بھی کبھی گندے ہوتے ہیں۔ کیا کوزہ مصری کے ساتھ اس کے ڈھلے نہیں گھلتے۔ خدا کے برگزیدہ بندوں کے کام خواہ ہماری سمجھ میں نہ آئیں۔ یا ہمیں بے جا نظر آئیں۔ لیکن خدا کے حکم اور اس کی اطاعت سے ہوتے ہیں۔ جس عالم میں ہم ہیں اس میں وہ نہیں۔ ان کا عالم اور ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہاں ہم اور کہاں دنیائے مادی۔

حسن ظن بہت ہی اچھی چیز ہے۔ جتنا اپنا حسن ظن حضرت صاحب حضور کے خلفاء۔ ان کے مقرر کردہ افسروں اور اپنے احمدی بھائیوں پر رکھو گے اتنا ہی دین دنیا کے حسنات و برکات سے فیض یاب ہوگے۔ دنیاداروں کی آنکھیں دینداروں کو نہیں دیکھ سکتیں۔ وہ خدا کے پیاروں کے حالات کو اپنے نفس پر قیاس کر لیتے ہیں۔

ایک شخص بڑے بزرگ تھے۔ ان کی زیارت کے لئے کوئی طالبِ حق

دور دراز ملک سے سفر کرتا ہوا ان کے شہر میں پہنچا۔ مکان پوچھتا ہوا در دولت پر حاضر ہوا۔ دیکھا کہ عالی شان محل ہے۔ دل میں خیال کیا کہ کیا بزرگوں کے اتنے بڑے محل ہوتے ہیں۔ دستک دی۔ گھر والی نے چوبارہ کھڑکی سے آواز دی۔ کون ہے؟ اس نے کہا حضرت کہاں ہیں۔ بیوی نے کہا وہ حضرت کس طرح ہو گیا اور ایسا ویسا کہا۔ وہ متعجب ہوا کہ یہ کیا بات ہے۔ آخر کہنے لگا کہ خیر اتنا تو بتادو کہ کہاں ہیں۔ جواب دیا جنگل کو گیا ہوگا۔ وہ شخص چل پڑا اور پتہ لیتا ہوا جنگل میں جا ملا۔ دیکھا کہ ایک شخص شیر پر سوار نہایت بیش قیمت لباس پہنے ہوئے آرہا ہے دل میں کہنے لگا کہ کیا بزرگوں کے ایسے لباس ہوتے ہیں۔ اور شیر کو دیکھ کر ڈرا۔ اس بزرگ نے اس کو تسلی دی کہ ڈر مت اور پاس بلا کر کہا کہ تو میری بیوی کی سخت کلامی سن کر شک میں پڑا اس کے اس مزاج پر صبر کرنے کا بدلہ خدا نے مجھے یہ دیا کہ جنگل کے شیر کو میرا تابعدار کر دیا۔ اور میرے لباس کو دیکھ کر تیرے دل میں وسوسہ آیا۔ بات یہ ہے کہ میں تو ایک میت کی طرح ہوں۔ جیسا چاہا کفن ڈال دیا۔ پھر میرے مکان نے تجھے تعجب میں ڈالا۔ آنکھیں بند کر کے دیکھ۔ اس کے سامنے جواہرات سے جگمگاتا ہوا ایک عالی شان قصر آگیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میرا گھر دیکھا۔ یہ مکان جس پر تو تعجب کرتا ہے اُس کے سامنے تو ایک جھونپڑے کی حقیقت بھی نہیں رکھتا۔

خدا کے نیک بندوں کو بُرا نہ کہو۔ ان کی خاموشی اور صبر سے جو وہ گندہ زبانوں کی بدزبانی پر کرتے ہیں۔ دھوکہ نہ کھاؤ۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

مدد جب بڑھ گیا شور و فغاں میں ۔۔۔ نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

بدظنی کرنے والے جب ان خدا کے پیاروں کو ستاتے۔ برا کہتے ہیں اور یہ بزرگوار صبر کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے مدارج بلند کرتا ہے۔ ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است ۔۔۔ زیر آں گنج گراں بے بہادہ است

(اس قوم کو جو بلا یعنی ابتلا خدا بھیجتا ہے اس کے نیچے بھاری خزانہ رکھ دیتا ہے۔) بدظنی کرنے سے ان کا کچھ نہیں بگڑتا۔ بلکہ اُن کا نوسدو بالا ہوتا ہے۔ اتنا سوچو کہ جب خدا نے اپنے فضل سے اپنے بندے کو کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ الذی یبطش بہ و رجلہ الذی یمشی بہا (میں ہو جاتا ہوں اس کے کان جس سے سنتا ہے اور اُس کی آنکھیں جن سے دیکھتا ہے اور اُس کے ہاتھ جس سے پکڑتا ہے اور اس کے پیر جن سے چلتا ہے) کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا۔ اور خود اس کا کارساز اور کارروا ہو گیا پھر معترض ہونا کیا۔

قرآن شریف میں یہ نہیں آتا کہ اپنے گمان کو کسی مومن یا مومنہ کے متعلق بری طرف لے جاؤ۔ بلکہ یہ آیا ہے کہ لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسہم خیرا وقالوا ھذا افک مبین۔ (جب تم نے یہ بات سنی تھی کیوں مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے دلمیں نیک گمان نہ کیا اور زبان سے یہ الفاظ نہ نکالے کہ یہ سراسر جھوٹ ہے) اس آیۃ شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومن کی صفت یہ ہے کہ جب وہ کسی مومن کے متعلق بری بات سنے تو فوراً بلا تردد بلا توقف یہ الفاظ دل اور زبان سے کہے کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ مومن اپنے نیک یقین پر قائم رہے اور بدگمانی کرنے والوں کو جھوٹا سمجھے۔ خواہ بدگمانی

کرنے والا اور ایسی خبریں دینے والا اُس کا دوست۔ عزیز یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ وہ دوست نہیں وہ دشمن ہے جو کہ خدا کے حکم کی نافرمانی کراتا ہے۔ اُس کا لحاظ نہ کرے۔ صاف صاف کہدے کہ میں ایسی باتیں ہرگز نہیں سن سکتا۔ تاکہ اللہ تعالےٰ اُس سے خوش ہو کہ میرے بندہ نے میرے حکم کے آگے کسی دوستی اور رشتہ داری کی پرواہ نہ کی۔

بدگمانی کرنے والا اپنے کپڑوں کی خبر نہیں لیتا اور مومن کے سفید نورانی لباس پر اعتراض کرتا ہے۔ اُس کو چاند سورج کے داغ خوب نظر آتے ہیں۔ لیکن انکی روشنی اور نور سے بے خبر ہے کیا موجیں مارتا ہوا دریا بدگمانی کے ٹوکرا سے خراب ہو جائے گا۔ یا مجرم کے برا کہنے سے منصف جج برا بن جائے گا۔ بدظنی کرنیوالا چاند پر تھوکیں پھینکتا ہے اور وہ تھوک اُسی کے منہ پر پڑتا ہے۔ افسوس یہ کام کیسا برا ہے۔ خدا کے نیک بندے بدوں کو پاک کرنے آتے ہیں۔ بدظنی کرنے والے نیکوں کو برا بنانے کے درپے ہیں۔ ایک شخص بادی النظر میں نقب لگا رہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھ کر فرمایا تو چور ہے۔ اُس نے کہا خدا کی قسم میں چور نہیں۔ حضور نے فرمایا خدا کی قسم میری آنکھوں نے غلط دیکھا۔

آپس کا جھگڑا بدگمانی سے پیدا ہوتا۔ اور بڑھتے بڑھتے لڑائی کی نوبت لے آتا ہے۔ کیونکہ بدگمانی کرنے والا دوسرے کے دل پر حملہ کرتا ہے۔ اور اس کے دل کو بڑا قصوروار سمجھتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ظاہری حالات کو ظاہر تک ہی چھوڑ دیا جائے اور اُس سے بڑھ کر دوسرے کے دل پر فتویٰ نہ لگایا جائے۔ انسان کسی کے دل کی اندرونی حالت کو نہیں جانتا۔ اللہ ہی جانتا ہے۔

انہ علیم بذات الصدور (بے شک وہی دلوں کے بھید جانتا ہے۔) مومن کا یہ کام نہیں ہوتا کہ اپنے مومن بھائیوں کو عیب دار بنائے۔ بلکہ اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ بے عیب ثابت ہو۔ چاہیے کہ عیب چینی کی بری عادت کو چھوڑ دے دوسروں کی عیب چینی نہ کرے۔ اپنی عیب چینی کرے۔ اپنے گناہوں اور اپنے عیوب پر نظر رکھے۔ خدا کے حضور میں سچی توبہ کرے۔ اگر کوئی ایسی باتیں کرتا ہو نہ سنے۔ صاف کہدے کہ میں نہیں سنتا۔ ایسی مجلس سے جہاں یہ ذکر ہو دور بھاگ جائے۔ تاکہ اُن کی آواز کی بھنک بھی کان میں نہ آئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وقد نزّل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ انکم اذا مثلھم (اور یقیناً ہم نے حکم دیا ہے تم کو اس کتاب میں کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے پس مت بیٹھو ان لوگوں کے پاس یہاں تک کہ وہ اس بات کو چھوڑ کر اور باتوں میں لگ جائیں۔ اگر ایسا نہ کرو گے اور اُن کے پاس بیٹھے رہو گے تو ضرور اس وقت تم بھی ان کی مانند ہو گے) خدا کے برگزیدہ بندے بھی آیۃ اللہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وجعلناھا وابنھا اٰیۃ للعالمین (اور کر دیا ہم نے ان کو اور اُن کے بیٹے کو آیتہ جہانوں کے لئے) جہاں بزرگوں کی بے ادبی کی باتیں ہو رہی ہوں وہاں ہرگز نہ بیٹھنا چاہیے۔ کیونکہ جو گناہ وہ کر رہے ہیں اس میں یہ بھی شامل ہو جائے گا۔

خدا کے برگزیدہ بندوں کا ایمان پہاڑ کی طرح ہوتا ہے۔ جو پہاڑ سے ٹکر مارتا ہے اس کا سر پھوٹتا ہے۔

اگر کسی مومن بھائی میں کوئی عیب دیکھو تو بے شک اس کو چھپ کر سمجھاؤ۔ مگر اس کی پردہ دری نہ کرو۔ اللہ ستار ہے۔ ستاری کرو۔ وہاں سمجھاؤ جہاں اللہ کے سوا کوئی دیکھتا سنتا نہ ہو۔ کسی دوسرے کے پاس خواہ تمہارا گہرا دوست یا عزیز ہی کیوں نہ ہو اس کے عیب یا اپنے سمجھانے کا ذکر نہ کرو۔ تم کو اپنے اللہ سے محبت ہے۔ اس کی مخلوق اور اس کی چیز جو اس کی بنائی ہوئی ہے اس سے بھی محبت کرو۔ اس کو رسوا اور خراب نہ کرو۔ کیا خبر ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں اس کا کوئی عمل مقبول ہو گیا ہو اور اس کی برکت سے اس کے گناہوں کی معافی ہو گئی ہو۔

اللہ تعالےٰ ہم کو بدگمانی کرنے اور ایسی مجلسوں میں بیٹھنے سے جہاں ایسی باتیں ہوں اور ایسے لوگوں کے ملنے سے جو ایسی باتیں کریں بچائے اور ظن المومن خیرًا کے مطابق ہمارا وطن اور گمان کر دے۔ آمین۔

نماز

نماز مومنوں کی معراج ہے۔ نماز اسلام کا عظیم الشان رکن اور ستون ہے۔ نماز ہی ایک ایسی نمایاں چیز ہے۔ جس سے مسلم اور غیر مسلم میں کھلی تمیز ہے نماز اللہ تعالےٰ کی وہ عبادت ہے جو اس کی اطاعت اور فرماں برداری کی پوری پوری عادت ڈالتی ہے۔ نماز میں یہ تاثیر ہے کہ تمام بری باتوں اور بے حیائیوں سے ہٹا دیتی ہے۔

ایک بزرگ کے پاس کسی شخص کی بری باتوں کی شکایت کی گئی۔ آپ نے

پوچھا کیا وہ نماز پڑھتا ہے۔ کہا ہاں، نماز تو پڑھتا ہے۔ فرمایا عنقریب نماز اس کو ان باتوں سے ہٹا دے گی۔ قرآن شریف میں بار بار نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ جس سے اس کی نہایت تاکید ظاہر ہوتی ہے۔ سونا اور جاگنا ایک موت اور حیات ہے۔ اسی لئے صبح جاگنے کے وقت یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ البعث والنشور (اللہ کی تعریف اور شکر ہے کہ اس نے زندہ کیا ہم کو بعد اس کے کہ موت دی ہم کو اور اسی کی طرف ہمارا مر کر اٹھنا اور سب کا جمع ہونا ہے) موت اور حیات یعنی سونا اور جاگنا دونوں حالتوں کے آغاز اور اختتام پر فجر اور عشا کی نمازیں مقرر کی گئی ہیں۔ جس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ زندگی کا اصل مقصد عبادت الٰہی اور نماز ہے۔

نماز پر دوام اور اس کی حفاظت فرض ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الذین ھم علیٰ صلوٰتھم دائمون (وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی رکھتے ہیں۔ والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون (وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں) اس قدر تاکید سے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کام میں غفلت اور سستی کیسی بری ہے۔ نماز ایسی سنوار کر پڑھنی چاہیئے کہ اس کی برکات حاصل ہوں سستی غفلت بیدلی اور دکھاوے یعنی ریا کی نمازیں آسمان پر نہیں چڑھتیں۔ نماز شروع سے آخر تک ذکر الٰہی ہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ کے لفظ سے شروع ہوتی اور رحمت اللہ۔ اللہ کے نام پر ختم ہوتی ہے۔ اس میں اللہ کی یاد کے سوا دوسرے خیالات دل میں نہ لائے۔ ساری نماز میں متوجہ الی اللہ رہے۔ اگر بے اختیار کوئی خیال آئے تو ہٹائے اور الفاظ کے معنوں میں خیال کو لگائے۔ اس کوشش میں ہمیشہ

لگا رہے کہ میری نمازیں روز بروز عمدہ اچھی اور سنواردالی ہوتی جائیں۔ بہت اچھا وضو ہو اور آہستہ آہستہ اطمینان اور دلجمعی سے سنوار کر خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔ قرآن شریف میں بار بار اقیموا الصلوٰۃ آتا ہے اور اقیموا کے لفظ کی تفسیر اقامت یعنی قد قامت الصلوٰۃ سے ظاہر ہے۔ پس اقیموا کے یہ معنی ہوئے کہ جماعت سے نماز پڑھو۔

جیسی حالت نماز کے ظاہری ارکان ظاہر کرتے ہیں اسی کے مطابق دل بھی ہو۔ جب اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اُٹھائے تو سمجھے کہ اللہ تعالےٰ کی تمام نافرمانیوں۔ نامرضیات اور نواہی سے دست بردار ہوتا ہوں۔ دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ تعالیٰ کی بڑائی۔ کبریائی۔ عظمت اور فوقیت کا اظہار کرتا ہوں۔ تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھنے سے سمجھے کہ اس کی اطاعت اور فرماں برداری کے لئے دست بستہ غلام ہوں۔ پھر سبحانک اللّٰھم۔ سورۃ فاتحہ اور قران شریف کی آیت مطلب سمجھ کر پڑھے۔ رکوع اللہ تعالےٰ کے آگے انکسار اور تذلل ہے۔ رکوع سے سجدہ میں جا سکتے تھے۔ مگر ایسا نہیں بلکہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر سجدہ میں جایا جاتا ہے۔ گویا پورے عروج کے بعد انتہائی درجہ کا انکسار اللہ تعالےٰ کے حضور میں کیا جاتا ہے۔ عبد کی بڑی خوبی یہ ہے کہ کامل رفعت کے وقت اپنے رفعت دینے والے مولےٰ کے حضور میں کامل تذلل کا اظہار کرے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔ ع تواضع ز گردن فرازاں نکوست۔ (تواضع بڑے آدمیوں کو زیب دیتی ہے) حضرت داؤد علیہ السلام صاحب شوکت و سلطنت عجز کے ساتھ سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ فخرّ راکعاً و اناب (پس گر پڑا جھکتا ہوا اور

رجوع الی اللہ کرتا ہوا) حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اعداء کے مقابلہ کے وقت فرماتے ہیں۔ انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب (میں نبی ہوں جھوٹ نہیں میں عبد المطلب (سردار قریش) کا فرزند ہوں) اور فتح مکہ کے وقت بارہ ہزار قدوسیوں کے جلو میں فاتحانہ شان کے ساتھ شہر میں داخل ہوتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں اور سر مبارک اونٹ کی کوہان سے لگا دیتے ہیں۔ حضور کے غلاموں میں سے ایک غلام شاہجہاں بادشاہ رحمت اللہ علیہ جب شاہی شان و شوکت کے ساتھ تختِ طاؤس پر جلوہ افروز ہوتے ہیں تو مع اراکینِ دربار سجدہ میں سر رکھ دیتے ہیں۔ انسان کے وجود کا معزز عضو سر ہے۔ اسی کو اللہ کے حضور عجز کے ساتھ زمین پر رکھ دیا جاتا ہے۔

نماز اور اس کے ارکان کیا ہیں۔ معبود اور عبد کے تعلقات کے اظہار کا احسن طریق ہے۔ ناواقف دیکھنے والا جماعت کی نماز میں ایک غریب نمازی کو ایک امیر کے دوش بدوش برابر کھڑا ہوا۔ سب کا دست بستہ ہاتھ پر ہاتھ رکھا ہوا۔ اللہ تعالےٰ کے حضور ایک قطار میں انکسار سے سر جھکا ہوا اور زمین پر رکھا ہوا دیکھ کر متعجب ہوتا ہے اور یقین کر لیتا ہے کہ یہ ایسی انتہائی درجہ کی اطاعت۔ انکسار۔ ادب۔ تعظیم۔ محبت اور یگانگت کی عبادت ہے اور ان کے سامنے ایک ایسی عظیم الشان ہستی ہے جس کی عظمت اور جلال سے متأثر ہو کر نمازیوں نے اس قدر تذلل اور عجز اختیار کیا ہے کہ اپنی چھوٹائی بڑائی۔ امیری غریبی۔ ذات صفات۔ عزت اور خودداری کو بھی بھلا دیا ہے۔

اگر قعدہ نہ ہوتا تو اس سے ظاہر ہوتا کہ کوئی کسی کے پاس حاضر ہوا اور کھڑے کھڑے چند باتیں کیں اور چلا آیا۔ بلکہ قعدہ سے یہ مطلب ہے۔ کہ تسلی اور دلجمعی سے بیٹھ کر اپنے مولےٰ کے حضور اچھی طرح سے عرض معروض کرے۔ اللہ تعالےٰ کی حمد تعریف اور توصیف کرے۔ اپنے محسن مولا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکریہ ادا کرے۔ جن کی وساطت سے یہ نماز ملی اور حضور نے آپ پڑھ کر اوروں کو سکھائی۔ درود شریف یعنی حضور کی ترقیات درجات کے لئے اور آپ کی آل کے لئے رحمتوں اور برکتوں کی دعا کرے۔ اپنے لئے اپنے والدین بزرگوں اور سب مومن مسلمان مرد اور عورتوں کے لیے دعا مانگے۔ نمازی روحانی معراج پر گیا ہوا تھا۔ واپس آتا ہے۔ سلام کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے سلامتیاں اور رحمتیں ملی ہیں۔ دوسروں کو بھی دیتا ہے۔

ارکان نماز کی مکرر ادائیگی سے اطاعت اور فرماں برداری کا سبق اچھی طرح سے یاد اور پختہ ہو جاتا ہے اور دل کے اندر بیٹھ جاتا ہے۔ اور خدا کے فضل سے یہ طاقت اور ہمت پیدا ہو جاتی ہے کہ ایک عمل صالح کے بجا لانے کے بعد بلا توقف دوسرے نیک کام کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا (ضرور نماز اپنے مقررہ اوقات پر پڑھنی مومنوں پر فرض ہے) پر عمل کرنا اور مقررہ اوقات پر نماز پڑھنا انضباط اوقات اور وقت پر کام کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اسلامی دعا میں ہاتھ جوڑنا نہیں۔ اس میں بھی اسلام کی فضیلت ہے۔ جڑے ہوئے ہاتھوں میں کوئی چیز نہیں پڑ سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی دیکھو

کہ ہاتھ بھی جڑ گئے اور پیالہ میں سونے چاندی کے پہاڑوں سے بڑھ کر خیرات بھی پڑ گئی الحمد للہ رب العالمین۔

اے میرے بھائیو یہ بیان کیا۔ نماز کے فوائد۔ اس کی خوبی۔ اس کا حسن و جمال تو وہ خدا کے پیارے بندے جانتے ہیں۔ جن کو خدا تعالےٰ نے یہ درجہ عطا فرمایا ہے۔ ہاں ہر مومن اپنے ذوق اور ظرف کے مطابق اس عظیم الشان خزانہ سے فیض حاصل کرتا ہے۔

نماز کی ظاہری صورت اور ارکان کو بھی اس کی روحانیت کی طرح عمدگی سے ادا کیا جائے۔ ظاہری ارکان کی خوبی کا اثر اس کی روحانیت پر پڑتا ہے۔ جلدی جلدی رکوع سجود نہ کرے۔ ایک شخص نے بے طور نماز پڑھی تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو دیکھتے تھے۔ جب اس نے سلام پھیرا حضور نے فرمایا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر پڑھو۔ نمازی کو چاہیے کہ رکوع کر کے سیدھا کھڑا ہو۔ دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے۔ نظر نیچی رکھے۔ اِدھر اور اُدھر اُدھر نہ دیکھے۔ خشوع خضوع اور انکسار ظاہر ہو۔ مودب رہے۔ کیونکہ احکم الحاکمین بادشاہوں کے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہے۔ صفیں سیدھی ہوں۔ پیر برابر ہوں۔ دو نمازی درمیان میں فاصلہ نہ رکھیں۔ ورنہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔ اس میں تفرقہ سے اجتناب اور صادقین کی معیت کا سبق ہے۔ سجدہ کے وقت کہنیاں زمین سے اور گھٹنوں سے دور رہیں۔ صف اول کو پہلے جا کر کوشش سے لینا چاہیے۔ کیا جب کوئی دولت ملے تو دل چاہتا ہے کہ سب سے پیچھے رہے یا کوئی فرماں بردار غلام اپنے آقا کی

خدمت کے وقت دوسرے غلاموں سے پیچھے کھڑا ہوتا ہے۔ نماز میں بہت ہلنے جلنے حرکت کرنے سے اجتناب کرے۔ ادب سے رہے۔ کپڑے پاک صاف ہوں مسواک کی ہو۔ دانت صاف ہوں۔ بُو والی چیز کھا کر نہ جائے۔ غرض ایسی کوئی بات نہ ہو کہ پاس والے نمازیوں کو تکلیف ہو۔

جماعت کا برابر صف باندھ کر کھڑا ہونا۔ اور سب کا ایک ساتھ ارکان نماز ادا کرنا۔ اتفاق۔ اتحاد اور یگانگت سکھاتا ہے۔

امام سے پہلے رکوع، سجود میں نہ جانا۔ اور تمام ارکان میں پیروی کرنا۔ حکم برداری اور اطاعت کی تعلیم دیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ سے دعا کرو کہ ہم کو نماز سے زیادہ کوئی کام اہم نہ معلوم ہو۔ ہمیں ایسی نمازیں پڑھنے کی توفیق دے جو اس کے حضور میں منظور ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری نماز اُلٹی ہمارے منہ پر ماری جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فویلٌ للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہون (پس عذاب ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں) اللّٰھم احفظنا۔

وضو کی ظاہری خوبی تو ظاہر ہے کہ صفائی اور پاکیزگی ہوتی ہے میل کچیل۔ گندے ذرّات اور ضرر رساں جراثیم دور ہوتے۔ صحت برقرار رہتی اور خوبصورتی ملتی ہے۔ لیکن درحقیقت وضو کی روحانیت کا نہایت ہی عظیم الشان فائدہ ہے۔ کیونکہ وضو مومن کا عملی اقرار اور معاہدہ ہے کہ جس طرح میں اپنے ظاہری اعضاء کو ظاہری میل کچیل سے صاف کر رہا ہوں۔ اسی طرح ہر ایک عضو کے متعلق جو جو گناہ ہیں ان سے تائب ہو کر طہارت اور تقویٰ اختیار کرتا ہوں۔ اور جس طرح میرے

ظاہری جسم کو صفائی۔ پاکیزگی اور خوبصورتی ملتی ہے۔ اپنی روحانیت کی آراستگی اور زیبائش چاہتا ہوں۔ اس روحانی ترقی، پاکیزگی اور نورانیت کا پتہ ان دعاؤں سے لگتا ہے جو وضو میں پڑھتے ہیں۔

وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ علی دین الاسلام الاسلام حق والکفر باطل (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ دین اسلام پر۔ اسلام حق ہے اور اس کا انکار باطل ہے) ہاتھ دھوتے وقت اللھم نقنی من خطایای کما ینقی الثوب الابیض من الدنس (اے اللہ مجھے گناہوں کی آلودگی سے ایسا پاک صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل سے پاک صاف ہوتا ہے) کلی کرتے وقت۔ اللھم اعنی علی تلاوت القرآن والذکرک و لشکرک وحسن عبادتک (اے اللہ مدد اور توفیق دے مجھ کو قرآن پڑھنے تیرا ذکر اور شکر کرنے اور اچھی طرح تیری عبادت کرنے کی) ناک دھونے کے وقت اللھم ارحنی رائحۃ الجنۃ ولا ترحنی رائحۃ النار (اے اللہ مجھے خوشبو سنگھا جنت کی اور دوزخ کی بدبو سے بچا) منہ دھوتے وقت اللھم بیض وجہی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ (اے اللہ سفید اور منور کرنا میرا منہ جس دن سفید ہوں گے منہ اور کالے ہوں گے منہ) داہنا بازو دھونے کے وقت اللھم آتنی کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا (اے اللہ میرا نامۂ اعمال میرے دہنے ہاتھ میں دینا اور میرا حساب سہل اور آسان کر دینا) بایاں بازو دھوتے وقت اللھم لا تؤتنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظہری (اے اللہ میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دینا اور نہ میری پیٹھ کے پیچھے سے) سر کا مسح کرتے وقت اللھم اظلنی تحت ظل عرشک

یوم لا ظل الا ظل عرشک (اے اللہ مجھے اپنے عرش کے سایہ کے نیچے رکھنا جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا سوائے تیرے عرش کے سایہ کے) کانوں کی دعا اللھم اجعلنی من الذین یستمعون القول ویتبعون احسنہٗ (اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو بات کو سنتے اور اس پر اچھی طرح سے عمل کرتے ہیں۔ یعنی مجھے سمعنا واطعنا کا مصداق بنا دے) اللھم اعتق رقبتی من النار۔ (اے اللہ آزاد کر دے میری گردن آگ سے) پیر دھونے کے وقت اللھم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام (اے اللہ مضبوط اور قایم رکھیو میرے قدم پل صراط پر جس دن ڈگمگا جائیں قدم) جب وضو ختم کر چکے اللھم اجعل ذنبی مغفورا وسعیی مشکورا وتجارتی لن تبور (اے اللہ میرے گناہ بخشدے اور میری کوشش منظور فرما اور میری تجارت کو گھاٹے سے بچا)۔

تبلیغ

مبلغین کی ایک بہت بڑی قربانی جاہ و عزت کی قربانی ہے۔ مخالفین ہتک آمیز الفاظ منہ سے نکالتے ہیں۔ ان کے ساتھ عوام مل کر بہت کچھ برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ سنتے اور برداشت کرتے ہیں۔ جو گزرتا ہے سب دل پر سہارتے ہیں۔ صبر کے ساتھ سب کچھ سنتے ہیں۔ شفقت علی خلق اللہ کے لئے یہ سارا دکھ اُٹھایا جاتا ہے کہ کسی طرح لوگ سمجھ جائیں۔ نیک بن جائیں۔ خواہ ہماری عزت جائے۔ آبرو جائے۔ خلق اللہ نیک راستہ پر آجائے۔ اس تکلیف کی حقیقت تو وہی جانتے ہیں جنھوں نے اس تبلیغ کے میدان میں قدم مارا ہے۔ دوسروں کو کیا خبر کہ اس

معزز جماعت کو کیسے نا ملائم الفاظ سننے اور کن کن تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مگر اے خلق اللہ کی ہمدردی اور خیر خواہی میں فنا شدہ جماعت کچھ افسوس نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وللّٰہ العزۃ ولرسولہٖ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔ (پس اللہ کے لئے ہے عزۃ اور اس کے رسول کے لئے اور مومنوں کے لئے ولیکن منافق نہیں جانتے) اگر آپ کو بے عزت اور بُرا سمجھتے ہیں غم نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یاحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون (افسوس ان بندوں پر جو رسول ان کے پاس آتا ہے اس سے استہزاء کرتے ہیں) معزز ترین کائنات خیر البشر سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی مخالفین سے دور از ادب باتیں سنتے تھے۔ صبر فرماتے۔ بدلہ نہ لیتے بلکہ دعا دیتے۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون (اے اللہ ہدایت دے میری قوم کو کیونکہ وہ نہیں جانتے) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

؎ گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو۔ حضور کے متبعین کو بھی اس اسوہ حسنہ پر چلنا پڑتا ہے۔ اے محترم جماعت مبلغین دنیا نام کے لئے سر دیتی ہے۔ آپ خدا کی راہ میں نام ہی قربان کرتے ہو۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ جب کسی کو صدیق کا مرتبہ دینا چاہتا ہے تو وہ آخری برائی جو اُس خوش نصیب کے سر سے نکلتی ہے وہ حُبّ جاہ ہے۔ شیطان کے سر میں یہی حبّ جاہ و عزت کی بلا بھری ہوئی تھی جس نے اس کو ملائکہ میں سے باہر نکالا۔ اُس نے آدم کے آگے بے عزتی قبول نہ کی اور کہا انا خیر منہ (میں اس سے اچھا ہوں)۔

اے میرے پیارے عزیزو! خدا کی راہ میں جو بے عزتی ہو، اس کو اس عزت کے لئے قبول کرو جو انشاء اللہ تعالےٰ خدا کی طرف سے آپ کو ملیگی۔ اللہ تعالےٰ بشارت دیتا ہے۔ ویسخرون من الذین آمنوا والذین اتقوا فوقھم یوم القیامۃ (اور مسخری کرتے ہیں مومنوں سے اور متقی فوقیت والے ہوں گے ان پر قیامت کے دن)

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

دنیا میں جو افعال۔ اعمال اور کام ہو رہے ہیں۔ تین قسم کے ہیں۔ تینوں میں غور کرلو کہ اللہ ہی کارساز ہے۔

اول وہ کام جو انسانی ہاتھ سے ہوتے ہیں۔ انسان طرح طرح کی کاریگریاں کرتا، صنعتی اشیا بناتا۔ ریلیں۔ تاریں۔ مکانات۔ عمارات کلیں۔ مشینیں تیار کرتا ہے۔ لیکن خوب غور کرلو کہ اگر اللہ تعالےٰ وہ مواد یعنی خام اشیاء اور اصل چیزیں پیدا نہ کرتا اور ان میں وہ خواص اور قوتیں نہ رکھتا تو انسان کیا کرتا۔ اور اگر پیدا کرتا مگر بنانے والوں کو ہاتھ پیر۔ عقل۔ سمجھ۔ طاقت۔ صحت۔ عزم اور ہمت نہ دیتا تو انسان یہ چیزیں کس طرح بناتا۔ پس درحقیقت خدا کی دی ہوئی قوۃ ہے جو کام کر رہی ہے۔

دوسرے وہ اعمال ہیں جن میں ایک حد تک انسانی ہاتھ کا دخل ہے۔ مگر اس کا پورا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ جیسے انسان زمین میں ہل چلاتا۔ بیج ڈالتا۔ پانی دیتا ہے۔ لیکن اس کے اگانے۔ بڑا کرنے۔ پھول پھل لانے اور بارور کرنے کے فعل میں انسان کا کوئی دخل نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ افرأیتم ما تحرثون ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون (کیا پس دیکھتے ہو جو تم

کھیتی کرتے ہو۔ کیا تم اس کی زراعت کرتے ہو یا ہم زراعت کرتے ہیں۔) اس دوسری قسم میں بھی دیکھ لو کہ خدا کی امداد کے بغیر نتیجہ صفر ہے۔

تیسری قسم کے وہ افعال ہیں جو محض خدائی ہاتھ سے ہوتے ہیں۔ موجودات اور زمین کی پیدائش۔ اجرام فلکی کا ایک مقررہ نظام سے حرکت کرنا۔ زمین کے اندرونی کھولتے ہوئے مادہ کو اندر ہی اندر دباکر اس کی سطح پر پانی بہانا اور جانداروں کا پھیلانا۔ موسموں کا تغیر و تبدل۔ سورج اور چاند کا دنیا کو روشن کرنا۔ تاروں کا رات کو زینت دینا۔ رات اور دن کا باری باری سے آنا۔ ہواؤں کا چلنا۔ بادلوں کا لانا۔ مینہ کا برسانا۔ نباتات اور جانداروں کے اجسام کی اندرونی کلوں کا کام کرنا۔ انسان کے اندر عقل و شعور۔ حافظہ۔ ادراک وغیرہ قویٰ کا اپنے اپنے مفوضہ کام بجالانا وغیرہ وغیرہ ایسے افعال ہیں جن میں انسان کا کوئی دخل ہی نہیں سب خدا ہی کا کام ہے۔

اب تینوں قسموں میں جن سے باہر دنیا میں کوئی کام نظر نہیں آتا۔ غور کرکے دیکھ لو کہ یہ کلمات طیبات کیسے صحیح اور سچے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (نہیں کوئی حرکت اور قوت مگر اللہ سے جو بلند عظمت والا ہے۔)

اللہ حاضر ناظر ہے

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وھو معکم این ما کنتم (اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو۔) واللہ بما تعملون بصیر (اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالےٰ دیکھتا ہے) واللہ بما تعملون خبیر (اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو) وھو السمیع العلیم (اور

وہ سنتا ہے اور جانتا ہے) ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (اور ہم زیادہ نزدیک ہیں اس سے اس کی رگ جان سے) ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذالک ولا اکثر الا ھو معھم این ما کانوا وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم (نہیں ہوتے مشورہ کرنے والے تین۔ مگر وہ چوتھا ہے ان کا اور نہ پانچ مگر وہ چھٹا ہے ان کا اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہے۔ جہاں بھی ہوں اور میں جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو۔)

اس ایمان اور یقین سے کہ اللہ تعالیٰ حاضر ناظر۔ سمیع۔ بصیر علیم و خبیر ہے اور ہر وقت ہر جگہ۔ ہر حال میں ہمارے پاس ہے۔ ہمارے سب ظاہری، باطنی اعمال اور افعال دیکھتا ہے۔ ہمارے دل کی باتیں سنتا ہے۔ بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے بڑھ جاتا ہے۔ اس کی محبت اور اطاعت زیادہ ہوتی ہے۔ معصیت۔ گناہ نافرمانی اور ہر ایک ناجائز بات سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ خوف اس کے دل پر طاری رہتا اور حیا آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔ میں نافرمانی اور گناہ کس طرح کروں۔ وہ میرے پاس ہے میرے سب حال سے واقف ہے۔ اچھے کام کروں تاکہ وہ مجھ سے خوش ہو گناہوں سے بچ جانا اور نیکیاں کرنے لگتا ہے۔ جب گناہوں سے بچا اور نیکیاں کرنے لگا۔ خدا کے فضل سے اس کے پیاروں میں داخل ہو گیا۔ اور اس کا تعلق اپنے اللہ سے بڑھ گیا۔ اور اس ایمان اور یقین سے کہ خواہ میں سوتا ہوں۔ یا کسی کام کی مصروفیت کی وجہ سے بھول جاتا ہوں اس وقت بھی میرا مولا حاضر ناظر اور میرے پاس ہے اس کو واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون (اور یاد کرو

اللہ کو اللہ کو بہت تاکہ تم فلاح پاؤ) کا درجہ مل جاتا ہے اور وہ فلاح پانے والوں میں ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور مہربانی ہے کہ بندہ کو یہ دولت ملے۔ یہ روحانی ترقی کا اول درجہ ہے۔ ولذکر اللہ اکبر (بے شک اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔) یوں تو ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ حاضر ناظر ہے۔ مگر اس پر دوام نہیں۔ یہ خیال آیا اور چلا گیا۔ پھر ایسا بھلایا کہ ایک لمبے عرصہ تک یاد بھی نہ آیا۔ ذکر کثیر تو جب ہو گا کہ یاد بہت رکھے گا اور بھولے گا تھوڑا اور جب بھولے گا یاد کر لے گا۔ واذکر ربک اذا نسیت (اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے) پر عامل ہو گا۔ فلاح بھی تب ہی ملے گی کہ ذکر کثیر ہو گا۔ اسی طرح ہر شخص کہتا ہے کہ موت آئے گی۔ مرنا ضرور ہے۔ مگر وہ تعداد تھوڑی ہے جو اس کے لئے سامان اور تیاری کرتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کا واقعی یقین ہو جائے تو انسان معصیت اور نافرمانی کے قریب بھی نہ جائے۔ اور گناہ سے ایسا بھاگے جیسا سانپ سے اور آگ سے بھاگتا ہے۔ یہ یقین آجائے تو بندہ ہمیشہ اللہ ہی کا ہو رہے۔ اور اس کی خوشنودی اور رضامندی میں لگے رہنے کے بغیر اس کو آرام نہ آئے۔ اور اسی حضوری میں اس کو لذت اور اس کی جان کو راحت ملے۔ انسان کو جس صداقت کا یقین آجاتا ہے اس کو ایک دم کے لئے بھی چھوڑ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ نعمت بخشے آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسن خلق

میری زبان میں وہ طاقت نہیں۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں۔ کہ میں اس محبوب

رب العالمین کے حسنِ خلق اور حسنِ خُلق کا ذکر کر سکوں۔ مگر اس نادار بڑھیا کی طرح یوسفؑ کے خریداروں میں شامل ہونے کے لئے اپنی ٹوٹی پھوٹی عبارت میں جو ہو سکتا ہے پیش کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خوبصورت۔ خوب سیرت۔ خوش شکل۔ خوش وضع۔ شکیل۔ ملیح۔ سفید گندمی رنگ۔ کشادہ عمودا پیشانی۔ درمیانہ بلند بینی طاقتور۔ تناسب اور معتدل اعضاء تھے۔ بجز اس کے کہ حضور کے موئے مبارک حنا شدہ تھے۔ بڑھاپے کی کوئی علامت نہ تھی۔ حضور شہزور نوجوان معلوم ہوتے تھے۔ حضور کی علالت طبع کا ہم کو پتہ لگ جاتا تھا۔ لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضور کی آنکھ یا دانت کی تکلیف دیکھی یا سنی ہو۔ حضور کی نظر طاقتور اور عینک کی حاجتمند نہ تھی۔ دور اور نزدیک کی نظر بہت اچھی تھی۔ حضور پلکیں جھکائے ہوئے نظر نیچی رکھتے تھے۔ حضور کو تھوڑی مقدار میں کھانا تناول فرمانے کے سوا کسی چیز کی عادت نہ تھی۔ حضور کا مزاج اس قدر معتدل تھا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رومال یا زمین پر تھوک۔ کھنکار یا ناک صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہو۔

. . . .

. . . . حضور کی نشست برخاست۔ رفتار۔ گفتار۔ حرکات سکنات میں بلا تصنع ایسی وجاہت تھی جیسے کوئی بلند مرتبت بادشاہ ہے۔ کوئی حضور کو پہلی نظر دیکھتا۔ گرویدہ ہو جاتا۔ محبت سے بھر جاتا۔ مؤدبانہ رعب میں آجاتا اور سمجھ لیتا تھا کہ کوئی بڑا عالیشان انسان ہے۔ مخلوق الٰہی سے ایسی شفقت رکھتے تھے کہ قلوب محبت کے جوش سے بے اختیار حضور کی طرف کھچے جاتے تھے۔ سر کے موئے مبارک سیدھے چھدرے حنا شدہ کانوں سے نیچے تک ہوتے تھے۔ اور ریش مبارک گنجان سیدھی

دراز حنا شدہ تھی۔ میں نے حضور کے موئے مبارک میں کبھی سفیدی کا اثر نہیں دیکھا۔ تفکرات اور کاروبار کے ہجوم میں بھی حضور کی صفائی۔ پاکیزگی میں کبھی فرق معلوم نہیں کیا۔ دنیا دار لوگ مشکلات۔ تفکرات۔ بیماری۔ مالی تنگی کے وقت پریشان حال ہو جاتے۔ خودداری بھول جاتے اور گھبرا لیتے ہیں۔ مگر حضور ایسے وقت بھی اطمینان خاطر اور سکینت قلب کے ساتھ بے غم و ہمّ اور خوش حال ہوتے تھے۔ اور حضور کی عادات شریفہ میں کوئی تبدیلی نہ آتی تھی جس کا اثر ہمارے دلوں کو بھی مطمئن کر دیتا تھا۔ حضور قدرتی طور سے ایسے سریع رفتار تھے کہ اگر ساتھ والے جلدی نہ چلتے تو پیچھے رہ جاتے۔ یہ بھی نہ تھا کہ حضور ارادتاً جلدی کرتے تھے۔ بلکہ حضور کی معمولی رفتار ہی ایسی تھی۔ ہاں اگر آہستہ چلنے کی ضرورت ہوتی تو آہستہ چلتے۔ حضور چلنے میں قدم مبارک خوب مضبوطی اور طاقت کے ساتھ زمین پر رکھتے تھے۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ حضور کی قلبی طاقت کا اثر تھا جو حضور کی رفتار اور اعضا میں نمایاں تھا۔ حضور مکان سے باہر کہیں تشریف لے جاتے تو ہاتھ میں سوٹی ضرور رکھتے۔ جو کہ درمیانہ موٹی اور ایک گز کے قریب ہوتی۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور گھر سے باہر تشریف لے گئے ہوں اور ہاتھ میں سوٹی نہ ہو۔ حضور سر مبارک پر کلاہ لنگی اور عموماً سفید ململ کا عمامہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے عمامہ کی وضع پر خوبصورت باندھتے تھے۔ نیم شلوار کی طرح پاجامہ قمیص۔ واسکٹ اور اوپر گرم کوٹ ہوتا تھا۔ حضور کو بردِ اطراف کی تکلیف تھی۔ گرمی میں ایک گرم کوٹ اور سردی میں ایک سے زیادہ پہنتے۔ اور شدت سردی کے وقت پشمینہ کی چادر بھی ساتھ رکھتے۔ مگر اوڑھتے بہت کم تھے۔ سیر کو تشریف لے جاتے تو چادر نہ ہوتی۔ مگر ہاتھ میں سوٹی ضرور ہوتی۔ حضور کے

پاس ایک ململ کا سفید کپڑا۔ رومال کی طرح ہوتا تھا جس کے ایک گوشہ میں جیب گھڑی اور دوسرے گوشوں میں نقدی وغیرہ بندھی رہتی تھی۔ اس رومال کو لپیٹ کر جیب میں رکھتے تھے۔ حضور کے پائے مبارک میں کبھی دیسی پاپوش اور گاہے گاہے یا دائی گرگابی ہوتی تھی۔ حضور بالکل راست قامت تھے۔ شکم مبارک ہموار تھا۔ البتہ کشادہ فراخ سینہ مبارک خوب نمایاں تھا۔ حضور کے پاس چلتے اور کھڑے ہوئے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ اگر کسی شخص کا قد ساڑھے پانچ فٹ ہو تو اس کا قد حضور کے قامت شریف سے بہت ہی قریب ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود باجود رحم مجسم تھا۔ جماعت سے محبت و شفقت اس درجہ فرماتے تھے کہ ہر فرد یہی خیال کرتا تھا کہ جس قدر حضور کو مجھ سے محبت ہے دوسرے سے نہیں۔ حضور کے محبت بھرے اور تلطف آمیز اخلاق کی تاثیر دل پر ایسی پڑتی تھی کہ دل بے اختیار حضور کی طرف کھچا چلا جاتا تھا۔ گھر میں بود و باش کرنے والے اور باہر کے خدّام بے خوف اور نڈر رہا کرتے تھے! اللہ تعالےٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرماتا ہے۔ یاموسیٰ لاتخف انی لایخاف لدی المرسلون (اے موسیٰ ڈرو نہیں میرے پاس رسول ڈرا نہیں کرتے) اللہ کے پیاروں کے پاس رہنا بھی امن میں رہنا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس کا خلق نرم ہوتا ہے اس کے خدام دلیر ہوتے ہیں۔ سب جانتے تھے کہ حضور ہم پر خفا نہ ہوں گے۔ جماعت کا بھی یہی حال تھا جس طرح بچہ اپنی ماں کے پاس بے غم اور نڈر رہتا ہے۔ اسی طرح ہم حضور کی خدمت میں امن سے رہتے تھے۔ باوجود اس بے خوفی کے ایک خوف ہم پر طاری رہتا تھا۔ وہ یہ کہ جماعت میں سے کسی کے متعلق کوئی منذر الہام نہ

ہو جائے۔ اگر کبھی ایسا ہوتا۔ حضور تعین نہ فرماتے بلکہ یہ فرماتے کہ جماعت میں سے کسی کے متعلق یہ الہام ہوا ہے۔ اس وقت جماعت کے افراد میں یہ خیال گزر جاتا تھا کہ کہیں یہ میرے متعلق نہ ہو۔ ایک مرتبہ حضور کو جماعت میں سے کسی کی موت کی اطلاع دی گئی۔ جماعت میں ایک شخص بہت بیمار تھے۔ سمجھے کہ میرا ایسا حال ہے ضرور میرے متعلق ہوگا۔ جب ان کو بہت خوف طاری ہوا تو حضور کی خدمت میں کسی کو بھیجا اور پوچھا کہ کیا میرے متعلق ہے۔ حضور نے تسلی دی اور فرمایا ان کے متعلق نہیں۔ اللہ نے انھیں شفا دی۔ اور وہ الہام بہت جلد ایک دوسرے بھائی پر پورا ہوا۔

میری پہلی بیوی مرحومہ کہتی تھی کہ حضرت صاحب جب گھر سے نماز کے لئے مسجد جانے لگتے تھے تو گھر میں خورد و کلاں اور بچوں تک کی اس آواز کا ایک شور ہو جاتا ہے کہ حضرت جی میرے لئے دعا کرنا۔ حضرت جی میرے لیے دعا کرنا۔ باہر بھی بعض حاجت مند دعا کے لئے عرض کرتے۔ حضور سب کا جواب نہایت تلطف سے دیتے۔ خدام جو بات چاہتے حضرت صاحب سے بے تکلف پوچھتے۔ اپنا دلی ہمدرد سمجھ کر جو چاہتے عرض کر لیتے۔ اوروں کے متعلق تو مجھے کیا خبر کہ پیاروں کا پیارے سے کیا اتحاد تھا۔ اپنا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ میں نے پڑھا تھا کہ جس مکان میں کتا۔ تصویر یا جُنبی ہو فرشتہ نہیں آتا۔ مجھے خیال آیا کہ یہ بات تو بشریت کے ساتھ ہے کیا ایسے وقت وحی نہ آتی ہوگی۔ چونکہ یہ حیا کی بات تھی میں نے اس وقت جبکہ اور کوئی نہ تھا عرض کی کہ حضور جبکہ نہانے کی ضرورت ہو اس وقت الہام ہوتا ہے۔ حضور نے فرمایا ہاں ہوتا ہے۔ حضور ہم خدام میں سے کسی سے بات کرتے تو آپ کا لفظ استعمال فرماتے۔ تو یا تم کبھی نہ کہتے۔

حضور جب مسجد میں تشریف رکھتے تو علاوہ جواب سوالات اور تبلیغی تقریروں کے جیسا ڈائریوں میں آتا ہے۔ ہنسی۔ خوشی اور دل بہلانے والی باتیں بھی کیا کرتے۔ حضور اپنی ہنسی کو اتنا ضبط فرماتے کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے۔ مگر ہم حضور کی قہقہہ کی آواز کبھی نہ سنتے۔ حضور کسی سوال کا جواب دیتے یا کسی بڑے مسئلہ کے متعلق گفتگو فرماتے تو ایک جذبہ والی بلند آواز سے بولتے۔ گویا کہ حضور کے سینے مبارک میں علوم و معارف کا ایک دریا جوش زن ہے۔ جس کے اظہار کے لئے زبان بھی اپنا زور دے رہی ہے۔ تقریر کیا ہوتی تھی۔ دلوں کو فتح کرتی تھی۔ عام وعظ اور لکچر کے وقت حضور کی تقریر اوّل سے آخر تک یکساں رفتار کے ساتھ ہوتی تھی۔ حضور تقریر کے کسی حصہ کو زور دار کرتے۔ حضور کی تو بہ لحاظ مضمون ساری تقریر زور دار تھی۔ مگر بظاہر وہ آہستہ آہستہ ٹھیر ٹھیر کر یکساں آواز سے ہوتی۔ ٹھیرنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ حضور اثنائے تقریر میں توقف فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ یہ ہے کہ ایک طمانیت اور تسلی کے ساتھ ہوتی تھی۔ ایسی تقریر جس کا مفہوم بہت اعلیٰ اور نرم ملائم لہجہ میں ہو دوامی اثر دیتی اور دلوں میں بیٹھی جاتی ہے اور ایسی تقریر جو حقیقتاً اعلیٰ نہ ہو اگر زور دار الفاظ اور جوش کے ساتھ ہو وقتی اثر ڈالتی ہے اور حقیقت نہ ہونے کی وجہ سے وہ تاثیر جلد زائل ہو جاتی ہے۔ حضور کا تقریر فرمانا ایسا تھا کہ جیسا ایک گہرا لبالب بھرا ہوا دریائے عظیم کناروں کو نقصان پہنچائے بغیر دونوں طرف خشک لب زمینوں کو سیراب کرتا ہوا نہایت اطمینان کے ساتھ چلا جا رہا ہے۔ دوران وعظ میں بہت لوگوں کے دلی سوالات حل ہوتے جاتے تھے۔

جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ حضور مجلس خدام میں تشریف رکھتے ہوئے ہنسانے والی باتیں بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن فرمایا کہ یہاں قادیان سے باہر

ایک نابینا جھونپڑے میں رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک مٹکا رکھا ہوا تھا جب انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ ہوتی تو اس کے مٹکے میں ایک روڑا ڈال دیتا۔ اسی طرح روزانہ ڈالتا تھا۔ گاؤں میں جس کو مقدمہ کے لئے تاریخ معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی تو اُس کے پاس جاتا۔ تاریخ پوچھتا۔ وہ مٹکے سے روڑے نکال کر گن کر بتلا دیتا کہ آج اتنی تاریخ ہے۔ ایک دن لڑکوں نے اس سے چھپا کر مٹکے میں مٹھی بھر کر روڑے ڈال دیے۔ لوگ حسب معمول تاریخ پوچھنے آئے۔ حافظ صاحب نے روڑے نکال کر گننے شروع کیے۔ جب بہت سارے گنے تو کہنے لگے آج تو کوئی بے حساب تاریخ ہے۔ پتہ نہیں لگتا۔ اس بات پر حضور بظاہر خود بھی ہنسے اور ہم کو بھی ہنسایا۔ لیکن درحقیقت ابتدائی حالت کا ذکر کر کے بشارت الٰہی کے مطابق قادیان کی ترقی کا خوش ہو ہو کر شکریہ ادا کیا۔

ایک سائل دو تین ماہ بعد پھیرا کیا کرتا تھا۔ مسجد مبارک کے نیچے کی گلی میں پھرتا اور صدا دیتا۔ طاقتور اور موٹا تازہ تھا۔ آواز بھی اس کی بہت بلند تھی۔ اس کا یہ طریق تھا کہ ایک رقم مقرر کر کے سوال کرتا۔ سوال میں رقم کا بھی ذکر کرتا۔ اور حضور ہی سے لینے کا اشارہ بھی کرتا۔ مثلاً اتنے آنے ان سے لے کر جاؤں گا۔ اور جب تک اتنا نہ لے لیتا نہ ٹلتا۔ رفتہ رفتہ اس کے سوال کی رقم بڑھتی گئی اور روپیوں تک نوبت پہنچ گئی۔ بعض اوقات اس کو پکارتے پکارتے صبح سے دو پہر ہو جاتی۔ نہ معلوم حضور کو کتنی تکلیف ہوتی ہو گی۔ کیونکہ حضور دوسری منزل میں رہتے تھے۔ اور تیسری منزل پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا چوبارہ تھا وہ بہت نازک طبع تھے۔ اُن کو بہت تکلیف ہوتی۔ حضور کی خدمت میں سرسری طور سے

ذکر کرتے۔ حضور خاموش رہتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن وہ بہت تنگ ہوئے۔ حضور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور مجھے تو اس فقیر نے بہت تنگ کیا ہے حضور ذرا اشارہ فرما دیتے تو خدام اسی وقت اس کو کہیں دور چھوڑ آتے اور ایسی تنبیہہ کرتے کہ دوبارہ نہ آتا۔ مگر حضور مولوی صاحب کی بات سن کر کیا فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب ایک گدا ہوتا ہے اس کو جو دیدو لے کر چلا جاتا ہے۔ ایک نر گدا ہوتا ہے جو اپنا مطلب پورا کیے بغیر ٹلنے میں نہیں آتا۔ بندہ کو بھی اللہ کے حضور میں ایسا ہونا چاہیے کہ مانگے اور مانگنے سے نہ ہٹے۔ یہاں تک کہ خدا اس کا مطلب پورا کر دے۔

مہمان آتے اور رہتے۔ حضور بہت ہی خوش ہوتے۔ جہاں تک ممکن ہوتا ان کو ٹھہرائے رکھتے اور جانے نہ دیتے۔ جب رخصت ہوتے حضور افسردہ خاطر ہوتے۔ حضور فرماتے ہیں۔

پر دل کو پہنچے غم۔ جب ــ یاد آئے وقت رخصت

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے واعلموا ان فیکم رسول اللہ (اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول ہے) بندہ کو اپنے اللہ سے محبت ہے۔ جب اس کے پیارے محبوب کو اپنے درمیان دیکھتا ہے کیسی خوشی ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیسی خوشی ہوگی۔ ایسا ہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضور کے صحابہ کا تھا۔ اُس خوشی کا . . . اس خوشی سے اندازہ لگالو جو اب خدا کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے دیکھنے سے ہو رہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کلام الٰہی تشریعی وحی یعنی

قرآن شریف کے رنگ میں اترتا تھا۔ حضور جب تشریف لے گئے تشریعی وحی ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی۔ مگر تفسیر شریعت اور بشارات کے رنگ میں جاری رہی۔ یا ساریۃ الجبل (اے ساریہ پہاڑ کو جاؤ) یہی مبارک الفاظ تھے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر منجانب اللہ نازل ہوئے تھے۔ حضور کی آواز اتنی بلند نہ تھی۔ وہ الٰہی آواز ہی تھی جو صدہا کوس پر لشکر تک پہنچ گئی ہمت کے بزرگان دین بھی اس مکالمہ الٰہی سے مشرف ہوتے رہے۔ یہاں کہ یہ فیض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس قدر زیادہ۔ اس کثرۃ اور ایسے عظیم الشان نشانات اور بشارات کے ساتھ ہوا کہ حضور کو غیر تشریعی نبوۃ کا درجہ ملا۔ خدا کے فضل سے مکالمہ الٰہی کے فیض سے اب بھی آپ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں فیض یاب ہو رہے ہو اور خدا کا شکر کر رہے ہو۔ غور کرو کہ یہ خوشی کتنی بڑی خوشی ہے کہ ہم میں وہ شخص موجود ہے جس سے اللہ تعالیٰ باتیں کرتا ہے۔

مجھے وہ تعجب اور حیرانگی سے ملی ہوئی خوشی بھولی نہیں جو کہ پہلے پہل مجکو اس وقت ہوئی تھی۔ جبکہ میں نے ۱۶-۱۷ برس کی عمر میں اپنے باپ سے یہ سنا کہ قادیان میں ایک ایسا شخص ہے جس سے اللہ تعالےٰ کلام کرتا ہے۔ وہ پیارا زمانہ یاد آتا ہے تو دل بے چین ہو جاتا ہے۔ ؎

یاد جب تیری دل میں آتی ہے + یاد سے ساری خلق جاتی ہے

ہماری زندگی ایسے سکھ۔ آرام۔ یاد خدا۔ دعاؤں۔ نمازوں۔ اور ایسے کاموں میں جو حضور فرما دیتے تھے گزرتی تھی جس کی خوشی بیان میں نہیں آسکتی ہم لاخوف علیھم ولاھم یحزنون کے مصداق تھے۔ جیسے بچے اپنی ماں کی

گود میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ کسی کی کیا مجال کہ ہم کو آنکھ اُٹھا کر میلی نظر سے دیکھ
یہ سب اس محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بروز کی برکت تھی جو
ہماری جنت بن گئی تھی

خدا کے فضل سے حضور کے گرامی اوقات اس خدمت میں گزرتے تھے جس کے
لیے اللہ تعالیٰ نے حضور کو مبعوث فرمایا تھا۔ حضور وہ کام کر رہے تھے جو ساری
دنیا میں کسی فرد بشر کا کام نہ تھا۔ حضور تحریر۔ تقریر۔ تصنیف اور عملی نمونوں
کے ساتھ ان تمام ذرائع۔ اسباب۔ وسایل۔ تدابیر۔ سُبل کی بنیادیں رکھ رہے
تھے جن کی خصوصیت مسیح موعود کے ساتھ قرآن شریف اور آں حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں اور جو اس آخری زمانہ میں ترقی اسلام کے لئے
ضروری تھیں۔ اور خدا کے فضل سے جس پر کاربند ہو کر اسلام کو انشاء اللہ
تعالیٰ اُس مقام تک پہنچنا ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں
دی ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین
کلہ (وہ اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ تاکہ
غالب کر دے اس کو سب دینوں پر) اللہ کے فضل سے حضور نے یہ سب بنیادیں
رکھ دیں اور حضور کا ہی یہ کام تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان بنیادوں کی حفاظت
اور استحکام میں زیادہ توجہ فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تشریف لائے۔ حضور
نے ان بنیادوں پر عمارتیں بنانی شروع کر دیں۔

حضور بحمد اللہ تعالیٰ وبفضلہ حضرت صاحب کی طرح رحم محبت اور خلق
مجسّم ہیں۔ اور بفضل خدا یولد لہ (اور مسیح موعود کے اولاد ہوگی) کی خصوصیت
کے بیّن نشان ہیں۔ خاص الخاص بشارات کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ اور
کان اللہ نزل من السماء کے مطابق تخلقوا باخلاق اللہ سے متصف
ہیں۔ اور وہی کام کر رہے ہیں کہ اگر اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام
ہوتے تو کرتے۔

یا الٰہی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ بنصرک العزیز دین اسلام کی عمارتیں بلند
کر رہے ہیں۔ اپنے فضل سے ہمیں توفیق دے کہ ہم محنتی مزدوروں کی طرح محنت
سے کام کریں۔ اپنے فرائض کے بجالانے اور اپنی ڈیوٹیوں کی ادائیگی میں کوتاہی
نہ کریں۔ سست اور آرام طلب نہ بنیں۔ نہ دن دیکھیں نہ رات تن دہی
سے کام کریں۔

اے میرے پیارو اے میری جان و جگر احمدی بھائیو کیا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم دنیا میں دوبارہ تشریف لے آئے۔ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام واپس
ہوئے یا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ مڑ کر آگئے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔
ہم ان کے دیدار پرانوار سے مہجور ہو گئے۔ خواب میں بھی ان کے دیکھنے کو ترس
گئے۔ خواہ ان کے فراق میں رو رو کر آنکھوں کا نور بہہ جائے وہ نہیں آسکتے۔
ہرگز نہیں آسکتے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھوں لاکھوں شکر کرو کہ خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ
تعالیٰ بنصرہ العزیز موجود ہیں۔ ان کی خدمت کرو۔ ان کا کہنا مانو۔ ان کو راضی کرو۔
ان کی دعائیں لو۔ اپنی جان مال۔ آل اولاد ان پر قربان کرو۔ اللہ سے ان کی صحت

سلامتی اور درازئ عمر کی رو رو کر دعائیں مانگو۔ ان کو اپنی روح رواں سمجھو۔ یہی سمجھو کہ وہ ہی تم نہیں ہو۔ ان کی فرماں برداری کرو۔ اپنا مال اپنا نہ سمجھو ان کا سمجھو۔ ان کی خدمت میں لا کر حاضر کر دو۔ اپنی ہستی کو اپنی ہستی نہ جانو۔ ایک جان دو قالب بن جاؤ۔ جو کرو یہ نہ سمجھو کہ ان کے لئے کرتے ہیں بلکہ اپنے لئے سمجھو۔ ان کے اشارہ پر چلو۔ پُتلیوں کی طرح بن جاؤ اور اپنی تاریں ان کے ہاتھ میں دیدو۔ ان کی حیات کو اپنی حیات۔ ان کی زندگی کو اپنی زندگی۔ ان کی خوشی کو اپنی خوشی۔ ان کی راحت کو اپنی راحت۔ ان کی عزت کو اپنی عزت سمجھو۔ اے میرے پیارو۔ اللہ کرے اور توفیق دے۔ اگر یہ کام کر لو تو خدا کے فضل سے یقیناً سمجھو کہ اگر آپ حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پاتے۔ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وقت میں ہوتے تو ایسے ہی مخلص ہوتے۔ ایسے ہی محبت کرتے۔ ایسی ہی وفاداری کا دم بھرتے اور اپنے پاک پروردگار مولا کریم کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرتے۔

اے خدا تو نے اپنے فضل سے ہم کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز جیسا مہربان شفیق آقا دیا ہے۔ ہم ناشکر نہ ہوں۔ تیری اس نعمت بے بہا کی قدر کریں۔ اپنے بُرے اعمال سے ان کی ناراضگی اور تکلیف دہی کا موجب نہ بنیں۔ ان کو ہم سے محبت ہے۔ ہمارے ظاہری اور اندرونی اعمال ایسے اچھے کر دے کہ ہماری طرف سے ان کا دل خوش ہو۔ وہ ہم کو تربیت یافتہ اور مزکّٰی دیکھ کر خدا کی حمد میں رطب اللسان ہوں اور ہم خدا کے انعامات دارین سے مالا مال ہوں۔

اے رحیم کریم اللہ ہمارے حضرت کو اپنے فضل اور رحمت کے ساتھ صحت

اور درازی عمر عنایت کر۔ نیکوں کے دشمن ہوا کرتے ہیں ہر ایک صدمہ سے ان کو بچا۔ دنیا و آخرت میں حسنات۔ برکات۔ ترقیات اور درجات عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

تناسخ

جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو ÷ یہ درد وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

یہ ایک شعر ہے۔ لیکن تناسخ ہر ایک جُون میں یہ دُکھ دینے کے لئے تیار ہے۔ اگر کوئی روح بار بار انسان کی جُون میں آئے اور ہر دفعہ اس کے ماں باپ۔ بہن بھائی۔ بیوی بچے۔ عزیز اقارب۔ دوست آشنا ہوں تو باعتقاد تناسخ ہر بار وہ ان کی جدائی کا غم اُٹھاتا رہے گا۔ اور ہر مرتبہ ایسا جدا ہو گا کہ پھر کبھی نہ ملے گا۔ اور اگر بالفرض کسی جُون میں ملا بھی تو نہ پہچانے گا کہ یہ وہی سابقہ جون والے ہیں۔ مگر خدا کے فضل سے اسلام کا اعتقاد اس غم سے نجات دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

جنات عدن یدخلونها ومن صلح من اٰبائهم وازواجهم وذرّیّٰتهم والملائکة یدخلون علیهم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

(ہمیشگی کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور وہ جو نیک ہوں گے ان کے ماں باپ اور بیویاں اور اولادیں اور فرشتے آئیں گے ان کے پاس سب دروازوں سے سلام علیکم کہتے ہوئے یعنی تم پر سلامتی ہو۔ یہ اس لئے کہ تم نے صبر کیا تھا پس بہت اچھا ملا گھر آخرۃ کا)۔ اس آیتہ شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ ملیں گے جو نیک ہوں گے۔ حالانکہ وہاں سب اوّلین اور آخرین بُرے بھلے سب کے سب جمع ہونگے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قل ان الاوّلین والاٰخرین لمجموعون الٰی میقات یوم

معلوم ہو (کہدیں یقیناً اوّلین اور آخرین سب جمع ہوں گے مقررہ دن کے وقت)
دنیا میں اس کی مثال موجود ہے۔ کیا پیارا بیٹا ہو۔ جب بروں میں جا ملے۔ ان کی خو بُو اختیار کرلے۔ فسق فجور میں مبتلا ہو جائے۔ بُرے کاموں میں جا پڑے اور درپے آزار ہو جائے۔ اس وقت ماں باپ بھی اس سے قطع تعلق کرلیتے ہیں۔ ظاہری آنکھ سے دیکھتے اور آمنے سامنے ہوتے ہیں۔ مگر نہ دل سے ملتے اور نہ دل سے دیکھتے ہیں۔ ملنا اور جلنا وہی ہے کہ دل کی محبت اور یگانگت سے ملے اور وہ اس وقت ہے جبکہ صلاحیت کے رستہ پر چلے اور والدین کا قرۃ العین ہو۔ جیسے یہاں دوست کو بھی دیکھتے ہیں اور دشمن کو بھی دیکھتے ہیں۔ اسی طرح وہاں سب ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ویوم نحشرھم کان لم یلبثوا الا ساعۃ من النھار یتعارفون بینھم قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ وما کانوا مھتدین۔ (اور اس دن جب ہم ان کو مرنے کے بعد زندہ کرکے جمع کریں گے۔ ان کو دنیا کی گذشتہ زندگی ایسی معلوم ہوگی جیسی دن کی ایک گھڑی آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ جن لوگوں نے مرنے کے بعد زندہ ہو کر اللہ کے حضور میں حاضر ہونے کو جھوٹ سمجھا وہ خسارہ میں پڑ گئے اور ہدایت یافتہ نہ ہوئے)۔

دنیا و دین

دنیا دین سے اور دین دنیا سے جدا نہیں۔ بیوی دنیا خیال کی جاتی ہے لیکن نیک بخت دین کی مددگار بیوی دین ہے۔ مال و دولت دنیا ہے۔ لیکن خدا کی راہ میں دنیا دین ہے۔ اگر کھانا نفس پرستی کے لئے ہو دنیا اور اگر عبادت کے لئے ہو تو دین ہے۔

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است — تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است
(کھانا زندہ رہنے اور ذکر الٰہی کے لئے ہے۔ تیرا خیال یہ ہے کہ زندہ رہنا کھانے کے لئے ہے)۔ اسی پر قیاس کرلو کہ جو باتیں مباح اور جائز ہیں وہ دل کے تقوٰی اور حسن نیت سے موجب ثواب اور بری نیت سے بری ہو جاتی ہیں۔ یہ مسئلہ جائز اور مباح امور کا ہے۔ ورنہ نیت خدا کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرسکتی۔ حلال حلال اور حرام حرام ہی ہے۔

عبودیت

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (اور نہیں پیدا کیا میں نے جن و انس کو مگر اس لئے کہ میری عبادت کریں) انسان کی پیدائش کی اصلی غرض اور حقیقی مقصد عبادت الٰہی ہے۔ کلمہ شہادت میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ عَبْدُہٗ ہے۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ نمازی ہر ایک رکعت میں یہ اقرار کرتا ہے ایاک نعبد (ہم تیری عبادت کرتے ہیں) اور اس مقصد عبادت کی تکمیل کے لئے دعا کرتے ہیں وایاک نستعین (اور تجھ ہی سے مدد و استعانت مانگتے ہیں) انسان کی جان کی ابدی غذا عبادتِ الٰہی ہے۔ عبادت سے بڑھ کر کوئی لذیذ چیز نہیں۔ اس کے بغیر انسان کی روح کو قیام نہیں۔ روح کی راحت اور تسلی اسی میں ہے کہ اپنے حیات دہندہ اور قائم رکھنے والے کی عبادت میں رہے۔ سورۂ فاتحہ میں حمد الٰہی کے بعد پہلا انسانی عمل عبادت ہی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک

یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین ۔ قرآن شریف میں جتنے امر ہیں ان
میں سے سب سے پہلا امر عبادت ہی کا ہے ۔ یا ایھا الناس اعبدوا ربکم (اے
لوگو عبادت کرو اپنے رب کی ۔) پس سب سے مقدم اور سب سے اہم کام انسان کا عبادت
الٰہی ہی ہے ۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کے
ماتحت اپنی عبادت کو ہمارا اصلی مقصد بنا کر ہمیں عملی جامہ پہنائے اور جس طرح ہم
زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے عبد یعنی بندے ہیں ۔ دل و جان اور ظاہر باطن سے
اللہ کے سچے عابد بن جائیں آمین ۔ ثم آمین ۔

بعثت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مدتوں سے اہل اسلام اور دیگر مذاہب والے ایک آنے والے کے منتظر چلے آئے
ہیں ۔ خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعویٰ نے کہ وہ آنے والا
میں ہوں اور اس دعویٰ کی تائید میں اللہ تعالیٰ کے آسمانی اور زمینی نشانات نے
اور اہل علم کی ایک بڑی جماعت کے مان لینے کی گواہیوں نے اور قبل از وقت
پیشگوئیوں اور بشارات کے مطابق اس سلسلہ کے پھلنے پھولنے اور ترقی کرنے
نے اور بالمقابل کسی مخالف مدعی دعویدار کے نہ اٹھنے اور غالب نہ آنے نے بحمد اللہ
تعالیٰ یہ ثابت کر دیا کہ وہ آنے والا بفضل اللہ تعالیٰ حضرت مرزا غلام احمد صاحب
مسیح موعود ہیں ۔ حیرانی تو اس سوال پر ہے کہ حضور نے کیا کیا ۔ اس سے بڑھ کر اور
کیا کام ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو بھیجکر اس عہدہ کو پُر کر دیا جس کے لئے دنیا منتظر ۔

مضطرب اور بے قرار تھی ۔ اب غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سے کیسا بڑا عالیشان
کام کرایا ۔ کیونکہ انتظار کرتے کرتے سالہا سال گزر گئے تھے ۔ نہ کوئی آیا نہ کسی نے
دعویٰ کیا ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جو آنے والا تھا آگیا ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔

فروعی اختلاف

اے میرے احمدی بھائیو ۔ جزوی فروعی اختلاف کے جھگڑوں ۔ بحث مباحثہ
اور تنازعہ میں نہ پڑنا ۔ جس طرح کہ اختلاف السنتکم والوانکم رحمت ہے اسی
طرح اختلاف امتی رحمۃ ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ
مبارک میں جماعت میں سے جو چاہتا رفع یدین کرتا ۔ جو چاہتا آمین بالجہر
کہتا ۔ روکنا تو درکنار ۔ اصحاب کے دلوں میں بھی یہ خیال نہ آتا تھا کہ ایسا
کیوں کرتے ہیں ۔ بلکہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ رفع یدین کی
حدیثیں زیادہ قوی ہیں عدم رفع یدین سے ۔ باوجود اس کے میری آنکھوں نے
حضور کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا ۔ حضور ان جزوی مسائل میں پڑنا ناپسند
فرماتے تھے ۔ بلکہ یہ پسند فرماتے تھے کہ جو چاہے آمین بالجہر اور رفع یدین کرے ۔
جو چاہے نہ کرے ۔ کوئی حرج نہیں ۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جو رفع یدین کرتے
ہیں اُن کو بھی ثواب ہوتا ہے اور جو نہیں کرتے ان کو بھی ثواب ہوتا ہے ۔ مگر جھگڑنا ۔
تنازعہ کرنا اور ایک دوسرے کو برا کہنا گناہ ہے ۔ اب بھی جماعت میں بعض زور سے
آمین کہتے ہیں ۔ بُرا کوئی نہیں مانتا ۔ بلکہ خوش ہوتے ہوں گے ۔ جب احادیث میں
دونوں طریق آتے ہیں تو جھگڑا کیا ۔ حضرت صاحب کی بعثت سے پہلے مسلمانوں نے

درمیان ان فروعی مسائل پر ایسا جھگڑا ہوتا تھا کہ اپنی اپنی مسجدیں بنائی تھیں۔ ایک دوسرے کو اپنی مسجدوں میں آنے نہ دیتے تھے۔ اور کفر کے فتوے لگاتے تھے امام احکماً عدلاً نے آکر اس جھگڑہ کو بھی رفع کر دیا۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا (اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسی کو سب کے سب اور تفرقہ نہ ڈالو۔ اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی یہ کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پس الفت ڈالدی تمہارے دلوں میں پس تم اس کی نعمت کے ساتھ بھائی بھائی ہو گئے۔)

اے میرے بھائیو۔ کیا مسیح ناصری علیہ السلام کا وفات پانا۔ اور دوبارہ دنیا میں نہ آنا حضرت صاحب کا امت میں سے مسیح موعود ہو کر آنا۔ اور حضرت سید الرسل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع سے نبوۃ کا درجہ پانا۔ اور حضور کی تعلیم کو بذریعہ تبلیغ دنیا میں پھیلانا کیا تھوڑے مسائل اور تھوڑا کام ہے جس کو چھوڑ کر ان فروعی مسائل میں بحث مباحثہ کی فرصت مل سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اے اللہ ہم سب کو بے فائدہ جھگڑوں سے بچا۔ اور ایسی بحثوں سے دل بیزار کر دے آمین۔

ادب

بے ادب تنہا نہ خود را خوار کرد   بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

(بے ادبی کرنے والے نے اکیلے اپنے ہی آپ کو خراب نہیں کیا بلکہ سب جہان میں آگ لگا دی) آفاق میں آگ لگانے سے یہ مطلب ہے کہ دوسرے بھی برا نمونہ دیکھ کر نقل کریں گے۔ بے ادبیاں کریں گے۔ بزرگوں کے فیض سے آپ بھی محروم ہونگے۔

دوسروں کو بھی محروم کر دیں گے۔ خود بے چین اور دوسروں کو بے چین کریں گے۔ مخلصین مؤدبین ان کی اس حالت پر افسوس کریں گے۔

اللہ تعالٰے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ادب کرنے اور مؤدب رہنے کا حکم دیا ہے۔ فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم۔ یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ و اجر عظیم۔ ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم۔ (اے لوگو جو ایمان والے ہو آگے مت بڑھو اللہ کے اور اس کے رسول کے اور ڈرو اللہ سے اللہ سنتا ہے اور جانتا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر۔ اور بات کرتے ہوئے۔ اپنی آواز اونچی نہ کرو جیسے تم آپس میں اونچی آواز سے بولتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کھوئے جائیں تمہارے اعمال اور تمھیں پتہ نہ لگے۔ جو لوگ پست کرتے ہیں۔ اپنی آواز رسول اللہ کے پاس یہ وہ لوگ ہیں کہ امتحان لے لیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کا تقویٰ کے لیے (یعنی تقویٰ کے امتحان میں وہ کامیاب ہو گئے ہیں) ان کے لئے مغفرت ہے اور انعام بڑا۔ جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ اتنی دیر صبر یعنی انتظار کرتے جب تک کہ آپ باہر تشریف لاتے البتہ بہتر ہوتا ان کے لئے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

یہی سنت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت بزرگان دین کا ادب کرتی چلی آئی ہے۔ قرآن شریف کی برکات کبھی ختم ہونے والی نہیں ہمیشہ جاری رہیں گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور ادب کرنے والوں کے دلوں میں حضور کی محبت ہمیشہ ہمیشہ اسی طرح جوش مارتی رہے گی اور یہی حضور کا عشق اور محبت حضور کے خلفاء کے لئے اسوۂ حسنہ کا کام دیتی رہے گی۔ اور خدا کے فضل سے اخلاص والے ادب کرتے اور برکات ادب سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔

میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور میں ایسا مؤدّب دیکھا کہ میری آنکھوں نے اس کی نظیر نہیں دیکھی۔ حضرت صاحب مسجد مبارک میں تشریف فرما ہوتے۔ آپ تشریف لاتے تو حلقہ کے اندر نہ گھستے بلکہ حلقہ سے باہر جہاں جگہ پاتے بیٹھ جاتے۔ سوائے اس کے کہ حضرت صاحب کی نظر آپ پر پڑتی۔ فرماتے مولوی صاحب آگے آجائیے۔ اس ارشاد کی تعمیل میں آپ حلقہ احباب کے اندر جاتے اور حضور کے قرب میں بیٹھ جاتے۔ اور اس قدر مؤدّب اور سر نیچا کرکے خاموش بیٹھتے کہ میں نے مشکل سے کبھی دیکھا ہو کہ زمین پر سے نظر بلند کی ہو۔ یا حضور سے یا کسی سے بات کی ہو۔ اگر حضور کچھ استفسار فرماتے تو بغیر حضور کی طرف نظر اٹھائے۔ سر نیچا کئے ہوئے۔ نہایت دبی ہوئی آواز اور نہایت مختصر الفاظ میں جواب دیتے۔ اور بسا اوقات جواب میں لفظ حضور پر ہی اکتفاء فرماتے۔ اے میرے پیارو یہ ادب ہے جو ایسا جلیل القدر انسان بجا لاتا ہے۔ اور اس کامل ادب۔ محبت تعظیم واطاعت سے خدا کے فضل کے ساتھ خلافت کا درجہ پاتے ہیں۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (یہ فضل ہے اللہ کا جس کو

چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔)

حضرت موسےٰ علیہ السلام کے رفیق طریق کا اللہ جل شانہ کے حضور یہ ادب ہے کہ وما فعلتہ عن امری کے مطابق اپنی مرضی سے نہیں بلکہ خدا کے حکم سے تین کام کرتے ہیں اور کس قدر مؤدّب ہیں۔ پہلے کام میں چونکہ شکستہ کو جوڑتے نہیں۔ بلکہ درست کو توڑتے ہیں۔ اپنی طرف منسوب کرکے فرماتے ہیں فاردت ان اعیبھا (پس میں نے ارادہ کیا کہ اس کو عیب دار کردوں) دوسرے کام میں ایک حصہ بظاہر منکر نظر آتا ہے اور دوسرا اچھا۔ پس پہلے کو اپنی طرف اور دوسرے کو اللہ کی طرف کرکے ملاکر فرماتے ہیں۔ فاردنا (پس ہم نے ارادہ کیا) اور تیسرا کام اچھا ہی اچھا ہے۔ یہاں تک کہ اجرۃ بھی نہیں لیتے اور یتیموں کا کام مفت کر دیتے ہیں۔ صرف اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت دے کر فرماتے ہیں فاراد ربک (پس ارادہ کیا تیرے رب نے) اور ربک کے لفظ میں بھی ادب ملحوظ رکھا ہے۔ یعنی اتنے بڑے بڑے کام کرنے کے بعد خود اس قدر عجز اور انکسار اختیار کیا ہے۔ کہ اپنی ہستی کو بھی نیست کر دیا ہے۔ اور اپنے ساتھی کی ہستی کو قائم کرکے اس کا رب کہا ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی کہ خود معلم اور استاد کی جگہ ہیں اپنے تلمیذ کا تعلق باللہ بڑھانے کے لئے تیرا رب فرمایا ہے۔ یعنی تیرا رب ایسی صفتوں والا ہے۔

جنوں کے بلغ شر کو نہیں بلکہ خیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بھم ربھم رشدا۔ (آیا شر کا ارادہ کیا گیا ہے ان کے ساتھ جو زمین میں ہیں یا ارادہ کیا ہے ان کے رب نے ان کے ساتھ نفع کا۔)

شفقت اولاد

اولاد پر شفقت رکھنی بہت اچھی بات ہے جتنی شفقت کروگے اتنی ان کی محبت

اور انسیت تمہارے ساتھ زیادہ ہوگی۔ اور جس قدر محبت زیادہ ہوگی اسی قدر وہ تمہارے رنگ میں رنگے جائیں گے۔ تربیت اولاد کا یہ بہت ہی مفید گر ہے۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ والدین اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ سے متصف ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک وقت لدھیانہ میں قیام پذیر تھے۔ ایک دن بندہ درِ دولت پر حاضر ہوا۔ حضور بیٹھک میں تشریف فرما تھے اور چند معززین بھی بیٹھے تھے۔ حضور ان سے باتیں کر رہے تھے۔ غلام بھی بیٹھ گیا۔ اتنے میں زنانہ مکان میں سے حضور کی سب سے بڑی صاحبزادی صاحبہ جن کی عمر اس وقت شاید چار سال ہوگی تشریف لائیں۔ اور آتے ہی حضور پر سوار ہونے لگیں کبھی پشت کی طرف سے سوار ہوتیں۔ حضور آگے کو جھک جاتے۔ جب وہ دائیں طرف سے سوار ہوتیں تو حضور بائیں طرف جھک جاتے اور جب وہ بائیں طرف سے اوپر ہوتیں تو حضور دائیں طرف جھکتے۔ اور اسی حالت میں ان معززین سے باتیں بھی کرتے جاتے تھے۔ میں حضور کی اس پدرانہ شفقت اور طمانیت کو تعجب کی نظر سے دیکھتا تھا۔ وہ دیر تک اسی طرح کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ خود اپنی مرضی سے واپس گھر میں تشریف لے گئیں۔ حضور نے نہ تو ان کو روکا۔ اور نہ یہ کہا کہ جاؤ گھر میں۔ سبحان اللہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ سنت تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے جماعت کی نماز کا سجدہ اتنا لمبا کر دیا کہ وہ خود اپنی مرضی اور خوشی سے پشت مبارک سے اتر آئے اس وقت حضور نے سر مبارک سجدہ سے اُٹھایا۔ اللّٰھم صلی علی محمد وعلی آل محمد وعلی المسیح الموعود وآلہ وبارک وسلم۔

قناعت۔ رشک۔ حسد

دوسرے کی فضیلت۔ جاہ و دولت۔ عزت و مکنت کو دیکھ کر دل میں نہ کڑھو۔ افسوس نہ کرو۔ اور یہ نہ کہو ہائے حسرت ہم ایسے نہ ہوئے۔ اس سے تمہاری جان کو بہت دکھ ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ اس بات سے خوش نہیں کہ اس کا بندہ اپنی جان کو دکھ اور عذاب میں ڈالے۔ وہ فرماتا ہے۔ ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن واسئلوا اللہ من فضلہ ان اللہ بکل شئی علیم (اور تمنا نہ کرو اس کی جو فضیلت دی اللہ نے تم میں بعض کو بعض پر مردوں کے لئے حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور عورتوں کے لئے حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور مانگو اللہ سے اس کا فضل بے شک اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔)

فضائل دو قسم کے ہیں ایک اکتسابی دوسری وہبی۔ اکتسابی ترقی کے لیئے دوسروں کو دیکھ کر تم بھی شوق کرو اور کوشش کرو کہ تم بھی ویسے بلکہ اس سے بھی بڑھ جاؤ۔ اس کی ترقی اور فضیلت کو دیکھ کر خوش ہو اور اس کا شکریہ ادا کرو کہ اس نے نمونہ بن کر تم کو دکھلایا اور تم کو شوق آیا۔ مثلاً کوئی مولوی فاضل ہے تو تم بھی مولوی فاضل ہونے کی کوشش کرو۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ایم۔ اے بھی بن جاؤ۔ اگر کسی نے دینی کام میں ایک ہزار چندہ دیا ہے اور تم کو اللہ نے وسعت دی ہے تو دو ہزار دو۔ دوسروں کی ایسی فضیلت دیکھ کر خود بھی خواہش کرنی بہت اچھی ہے۔ یہ رشک ہے۔

لیکن وہ فاضل جو قدرتی اور وہبی ہیں اور تمہارے اختیار سے باہر ہیں ان کی خواہش کرنی عذاب ہے۔ مثلاً ہم کسی بادشاہ کے گھر پیدا ہوتے تو شہزادہ ہوتے۔ افسوس ہم بادشاہ نہ ہوئے فقیر کے گھر پیدا کیوں ہوئے۔ ہم کسی امیر جاگیردار کے یہاں پیدا ہوتے تو جائیداد کے وارث ہوتے۔ ہماری جسمانی بناوٹ شکل و صورت قد و قامت۔ رنگ و روپ اس شخص کی طرح کیوں نہ ہوا۔ عورت کہے کہ مرد کیوں نہ ہوئی۔ مرد کہے کہ عورت کیوں نہ ہوا۔ ایسا افسوس۔ ایسی حسرتیں اور تمنائیں عذاب جان ہیں۔

خلیفہ کا حکم اور فیصلہ

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فلا و ربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فی ما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما۔ (پس قسم ہے تیرے رب کی یہ مومن نہ بنینگے جب تک کہ تجھ کو منصف نہ مانیں جس میں کہ وہ آپس میں جھگڑا کرتے ہیں۔ پھر تیرے فیصلہ پر اپنی جانوں میں تنگی اور ناراضگی نہ پائیں۔ اور تیرے فیصلہ کو دل و جان سے قبول کرلیں) قرآن شریف کی برکات کبھی ختم نہ ہوں گی۔ اب خلیفہ کے فیصلہ کو مان لینے سے اس برکت سے حصّہ ملتا اور ثواب حاصل ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حکماً عدلاً ہیں حضور کا خلیفہ یعنی خلیفۃ المسیح حکما عدلا کا قایم مقام ہے۔ قائم مقام کی تابعداری اصل کی تابعداری ہے۔ اللہ ہم کو دل و جان سے مان لینے کی توفیق دے۔ آمین۔

حسد اور غیبت

آپ نے ایک فقیر کو ایک پیسہ دیا۔ اور دوسرے کو ایک روپیہ۔ آپ کی مرضی۔

آپ پر کوئی اعتراض نہیں۔ آپ پر ان کا کوئی قرض یا مزدوری نہ تھی کہ ایک کو کم دی اور دوسرے کو زیادہ جیسا آپ نے چاہا کیا۔ جتنا چاہا دیا۔ اب اگر پیسہ والا اس روپے والے پر حسد کرے اور جلے تو یہ اس کی بے وقوفی ہے کہ نہیں۔ یہی حال دوسروں کی جاہ و عزت۔ دولت و حشمت۔ مال و ثروت کو دیکھ کر حسد کرنے کا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ فقد آتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ وآتیناھم ملکا عظیما (کیا حسد کرتے ہیں لوگوں پر اس بات میں جو دیا ہے ان کو اللہ نے اپنے فضل سے۔ پس دی ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت اور دی ہم نے ان کو بڑی سلطنت) حسد دل کی دوزخ ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

توانم آنکہ نیازارم اندرونِ کسے　　حسود را چہ کنم کو ز خود برنج در است

(میں کر سکتا ہوں کہ کسی کا دل نہ دکھاؤں مگر حاسد کو کیا کروں کہ وہ تو آپ ہی آپ جل رہا ہے)۔

حسد حاسد کو بڑے بڑے گناہوں میں ڈال دیتا ہے۔ حاسد چاہتا ہے کہ محسود کی نعمت زایل ہو جائے۔ اسے کوئی دکھ پہنچے۔ اوّل خود اس کو تکلیف دیتا ہے۔ بس نہیں چلتا تو دوسروں کے پاس اس کے عیب بیان کرتا ہے۔ اگر وہ عیب اس میں نہیں تو بہتان کا مجرم ہوتا ہے۔ اگر واقعی ہوتا ہے تو غیبت کا مرتکب ہوتا ہے۔ غیبت یہی ہے کہ کوئی عیب دوسرے میں واقعی ہو اس کے پس پشت بیان کیا جائے۔ الغیبت اشد من الزنا سنا ہوگا۔ لوگ اسے تو بڑا گناہ سمجھتے ہیں اور غیبت کی پرواہ نہیں کرتے۔ باتوں باتوں میں بے معلوم طور سے اس میں مبتلا

ہو جاتے ہیں۔ عورتوں میں یہ مرض بہت پھیلا ہوا ہے۔ جب دو چار عورتیں ایک جگہ بیٹھیں اور غیبت شروع ہوئی۔ کوئی بڑی ایمان دار عورت ہو گی جوان کو اس بات سے روکے گی یا خود ان کے پاس سے اُٹھ کھڑی ہو گی۔ جب یہ عورتیں اپنے گھروں میں جاتی ہیں تو اپنے خاوندوں سے ذکر کرتی ہیں۔ نیک خاوند ہوا تو اُس نے منع کیا نصیحت کی کہ غیبت نہ کیا کرو اور نہ سُنا کرو۔ ورنہ سننے سے خود بھی غیبت میں گرفتار ہو کر گناہ میں شامل ہو گیا۔ اور السامع للغیبۃ احد المغتابین بن گیا۔ غیبت سننے والا بھی غیبت کرنے والے کی طرح ہے

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ (اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا مرا ہوا تم تو اس سے کراہت کرو گے۔) گوشت کھانا یہ ہے کہ اس کی شخصیت کو غیبت کرنے والا کم کرتا ہے۔ جیتا آدمی اپنا گوشت کھانے نہیں دیتا۔ چونکہ وہ موجود نہیں اس لئے میت کی طرح ہے جو اپنا گوشت کھائے جانے سے منع نہیں کر سکتا۔ لاش میں روح نہیں ہوتی۔ لاش موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح جس کی غیبت کی جاتی ہے وہ وہاں نہیں ہوتا لیکن اس کا خیال جسم ایک میت کی طرح ان میں موجود ہوتا ہے جس کو عیب چینی کرتے ہوئے کھاتے جاتے ہیں۔ لاش کے کھائے جاتے سے اس کا کچھ حصہ کم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح غیبت سننے والوں کے دلوں میں اس کی عزت منزلت اور حیثیت کم ہو جاتی ہے۔ جانوروں کو مردار کھانے سے لذت آتی ہے۔ غیبت کرنے اور سننے والوں کو سننے میں مزہ آتا ہے۔

ذکر الٰہی سے باز رکھنے اور فساد ڈالنے کے لئے غیبت شیطان کا ایک بڑا حربہ ہے۔ دل میں ڈالتا ہے کہ تو جھوٹ نہیں کہتا۔ سچ کہتا ہے۔ اس کی ہمدردی کرتا۔ اس کے عیب پر افسوس کرتا ہے۔ کیا سچ کہنے کے لئے اس کی برائیاں ہی رہ گئی ہیں۔ اس میں کچھ نیکیاں نہیں جن کو بیان کرے۔ بھائی کی ہمدردی ہی کرنی ہے تو اس کو رسوا کرنے سے کیا فائدہ۔ اللہ کے حضور دعا کرے۔ زاری کرے۔ تنہائی میں محبت سے سمجھائے۔ یا کسی باخدا بزرگ کی خدمت میں عرض کر کے استمداد طلب کرے۔

اللہ حسد۔ غیبت اور سب برائیوں سے اپنی حفظ و امان میں رکھے، آمین۔

خطر۔ صبر۔ رضا

اگر اللہ تعالےٰ کی فرماں برداری اور اس کی رضا کے حصول کا راستہ خطرناک نظر آتا ہو تو فانی زندگی اور بے ثبات دنیا ہمیشہ کی حیات کے آگے ہیچ ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا یعنی دکھوں اور تکلیفوں سے نہ گھبراؤ اس کا نتیجہ سکھ اور راحت ہے۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب (بات یہ ہے کہ صابروں کو بے حساب اجر ملتا ہے) دکھ سے نہ گھبراؤ۔ دکھ اُٹھانے سے سکھ ملتا ہے۔ ع تا رنج نہ بری گنج نیابی۔ (جب تک دکھ نہ اُٹھائے گا خزانہ نہ ملے گا) دکھ وہ برا ہے جس کا نتیجہ سکھ نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ اس دکھ سے ناراض ہے جو انسان اپنی بے وقوفی سے بے فائدہ اُٹھائے۔ اللہ تعالےٰ کا نام عفو ہے اور عافیت کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
استفسار فرمایا کہ یا رسول اللہ اگر میں لیلۃ القدر کو پاؤں تو کیا دعا کروں۔ حضور نے ارشاد
فرمایا کہ یہ دعا کرو۔ اللھم انک عفوٌّ تحب العفو فاعف عنی (اے اللہ تو عفو ہے اور عافیت
کو دوست رکھتا ہے مجھے عافیت بخش) وہ دکھ جس کے ساتھ راحت ملنے کی خوشی ہے
دکھ نہیں۔ سکھ ہے۔ وہ عورت جو کہ درد زہ سے چیخ رہی ہو کیا اس بات کا برا مناتی
ہے کہ یہ دکھ اور درد مجھ کو کیوں ہو رہا ہے۔ اس کے دل میں تو یہ خوشی ہوتی ہے کہ
میرے بامراد ہونے کا وقت آ پہنچا۔ اگر زمیندار گرمی اور دھوپ میں محنت کر کے پسینہ
نہ بہاتا تو اپنی کوٹھی اناج سے کس طرح بھرتا۔ ایک دھوبی برفانی جاڑوں میں ٹھہرے
ہوئے پانی کے اندر آدھی رات سے کھڑا ہو کر کپڑے نہ چھانٹتا تو کمائی کیا کرتا۔ ایک
مزدور سارا دن ٹوکری نہ ڈھوتا تو شام کو مزدوری لے کر گھر کیوں جاتا۔ کون ہے
ادنےٰ یا اعلیٰ جو اپنے آپ کو تکلیفوں اور خطروں میں نہیں ڈالتا اور فائدہ نہیں اٹھاتا۔
جب اس دنیا کا یہ قانون ہے جو کہ فانی ہے۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ باقی رہنے والی
ہمیشہ کی زندگی کے بارے میں آرام طلبی۔ بے پرواہی اور غفلت کی جائے اور وہاں کا
فکر اور بندوبست اور انتظام نہ کیا جائے یا اللہ رحم کر۔

اھدنا الصراط المستقیم

نمازوں میں سورہ فاتحہ بار بار پڑھی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے
لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب (سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی) اس میں۔
اھدنا الصراط المستقیم ایک ایسی دعا ہے جو کہ دونوں جہان کے مقاصد کی کنجی ہے۔

دنیا میں ہر ایک شخص اپنے مقصد کے حصول کے لئے وہی راستہ اختیار کرتا ہے جو
کہ ٹھیک اور صحیح راستہ ہو۔ فطرتی قانون بھی یہی ہے۔ بہت چھوٹا بچہ جب کسی چیز کی
رغبت کرتا ہے تو وہ خود بخود بے اختیار ٹھیک اس چیز کی طرف دیکھتا۔ زور مارتا
اور ہاتھ بڑھاتا ہے۔ خواہ اس کو اتنی طاقت اور سمجھ نہ ہو کہ اس تک پہنچ سکے گا یا نہیں۔
اور اگر گھٹنوں چل سکتا ہے تو اس کی سیدھ میں چل کر لے لیتا ہے۔ یہ کبھی نہیں کرتا
کہ وہ چیز تو دائیں طرف ہو اور وہ بائیں طرف چل پڑے۔ اسلام یہی فطرتی تعلیم دیتا
ہے اور اسی کے مطابق اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سکھاتا ہے۔ چونکہ
اسلام کی تعلیم انسانی فطرۃ کے مطابق اور موافق ہے اس لئے ضروری ہے کہ یہی
ہر ایک بشر کا مذہب ہو۔ اور خواہ انسان ضد اور عناد کی وجہ سے کتنی ہی اس کی
مخالفت کرے مگر اس کی فطرۃ ہمیشہ اس کا مقابلہ کرتی اور اس کو اسلام کی طرف کھینچتی
رہے گی۔ یہاں تک کہ خدا اپنے فضل سے اس کو ہدایت دے اور وہ خوشی دل سے
برضا و رغبت اسلام کو قبول کرے۔ اللہ تعالے نے فطرۃ کو پیدا کیا اور اسی کے مطابق
اھدنا الصراط المستقیم کی دعا بتلائی تاکہ اس کے بندے اپنے نیک مقاصد میں
کامیاب ہوں۔

صراط مستقیم بغیر کسی کمزوری اور نقص کے وہ مضبوط اور سیدھی صحیح اور راستی کی
راہ ہے جس پر چل کر انسان بہ فضل خدا ہر ایک شر۔ ضرر۔ برائی اور خطرات سے بچتا
ہوا ترقیات کے احسن اور اعلیٰ مراتب اور مدارج حاصل کر سکتا ہے۔ آں حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صراط مستقیم پر ہیں۔ انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم
(بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں صراط مستقیم پر) صبغت اللہ بھی صراط مستقیم پر کام کرتی

ہے۔ ان ربی علیٰ صراط مستقیم (بے شک میرا رب صراط مستقیم پر ہے) یعنی فعال لما یرید میرا رب جو کام کرتا ہے ٹھیک ٹھیک اور صحیح صحیح طریق پر کرتا ہے جس میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔

جس طرح دنیاوی مقاصد کے لئے صراط مستقیم پر چلنا ضروری ہے اسی طرح دینی مقاصد کے لئے صراط مستقیم پر چلنا لابدی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان منکم الا واردھا کان علیٰ ربک حتما مقضیا۔ (اور کوئی بھی تم میں سے ایسا نہیں جو اس پر سے نہ گزرے یہ تیرے رب کا فیصلہ ہے) یعنی پل صراط پر سے ضرور گزرنا ہوگا۔ پل صراط پر سے وہی سلامتی سے گزرے گا جو کہ اس دنیا کی پل صراط یعنی صراط مستقیم پر چلا ہوگا۔ جو کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ جو شخص صراط مستقیم سے جتنا ہٹتا ہے اتنا ہی نقصان اُٹھاتا اور مشکلات میں پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر ایک ذرہ برابر بھی دور ہوگا اسی قدر دکھ اُٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (پس جو ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اس کو دیکھ لے گا اور جو ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اس کو دیکھ لیگا) فلما ورد ماء مدین (پس جب پہنچا مدین کے پانی کے پاس) مشکل پیش آنے کی وجہ صراط مستقیم سے بچنا ہے نہ کہ خود صراط مستقیم۔

مقاصد کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ صراط مستقیم پر چلا جائے۔ مقاصد بھی وہی جو کہ اچھے ہوں۔ کیونکہ بعض مقاصد بُرے ہوتے ہیں۔ جیسے چور اپنے مقصد کے لئے ایک راستہ اختیار کرتا ہے۔ یعنی آدھی رات ہو۔ گھر والے بے خبر سوتے ہوں۔ اندھیرا ہو۔ پہرہ دار غافل ہوں۔ کسی کو پتہ نہ لگے۔ چوری کا بہت سا مال ہاتھ آئے۔ یہ سب

مقاصد بُرے ہیں۔ اس کے لئے جو راستہ اختیار کیا جائے گا۔ وہ صراط مستقیم نہ کہلائے گا۔ بلکہ تباہی اور بربادی کی راہ ہوگی۔ کیونکہ چور کی نظر اس بہتری کو چاہتی تھی جو کہ درحقیقت اور ہر پہلو سے بہتری ہو۔ ایسا مال ہو جس کا نتیجہ گرفتاری اور قید نہ ہو۔ اور اسی لئے وہ اس قدر احتیاطیں کرتا ہے۔ اس کا کانشنس یعنی ضمیر جانتی ہے کہ چوری بُری ہے۔ اس کا کوئی پہلو اچھا نہیں اور اس کا انجام بُرا ہے۔ وہ جان بوجھ کر اپنی فطرۃ کی مخالفت کرتا ہے۔ اور پل صراط کو چھوڑ کر اپنے تیئں دوزخ میں گراتا ہے۔ اس کے لئے صراط مستقیم تو یہ تھی کہ چوری نہ کرتا اور جائز بے ضرر طریق سے مال حاصل کرتا اور آرام۔ عزت اور آبرو سے رہتا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا اور پل صراط کے راستہ کی باریکی اور تیزی کو دیکھ کر ڈر گیا۔ اور یہ نہ سمجھا کہ سلامتی کا اور کوئی راستہ نہیں۔ سلامتی اسی باریک راستہ پر چلنے میں ہے۔ اگر اس سے ایک بال برابر بھی ادھر اُدھر ہٹوں گا تو جہنم میں گر جاؤں گا۔ مگر اس نے ہمّت اور کوشش نہ کی اور آیۃ شریف لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر (اگر ہم سنتے یا عقل کرتے دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے) پر غور نہ کی۔ خدا والے لوگوں کی بات نہ سنی۔ اپنی عقل اور سمجھ سے کام نہ لیا۔ اور اپنے آپ کو سعیر میں گرا لیا۔ لیکن خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ جن لوگوں نے اہل حق کی بات سنی۔ اپنی عقل اور سمجھ سے کام لیا۔ اور صراط مستقیم یعنی پل صراط پر پوری کوشش۔ ہمّت اور احتیاط کے ساتھ چل پڑے۔ وہ اس بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز دھار پر بفضل خدا ایسی آسانی سے گزر گئے جس طرح تم دنیا میں نمونہ دیکھتے ہو کہ ریل لوہے کی پٹڑی پر صرف ایک دو انچ سہارا لے کر دریاؤں پہاڑوں پر سے دوڑتی چلی جاتی ہے۔ یا ہوائی جہاز جو چلنے کے وقت تھوڑی دور تک زمین کا سہارا لیتا

ہے اور پھر آسمان پر ہوا میں اُڑتا چلا جاتا ہے۔

پس بُرے مقاصد اور ان کے لئے کیسی ہی باریک تدبیریں کی جائیں صراط مستقیم نہیں۔ ؎ ترسم کہ بکعبہ ترسی اے اعرابی کیں رہ کہ تو مے روی بترکستان است (اے اعرابی میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبہ نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ جس رستہ پر تو جا رہا ہے یہ ترکستان کا راستہ ہے) بُرے مقصد اور اس کے راستہ پر چلنے سے بچانے کے لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے صراط الذین انعمت علیھم (راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمائے) پس صراط مستقیم کیا ہے منعم علیھم کا راستہ۔ منعم علیھم کون ہیں۔ اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین (وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا نبی صدیق شہدا اور صالحین) پس تمام دینی دنیاوی حسنات کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ دعا ایسی بتلائی ہے جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ کوئی جاندار ایسا نہیں جو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اس پر عمل درآمد نہ کرتا ہو۔ فرق صرف یہی ہے کہ کوئی اچھے مقصد کی طرف جا رہا ہے اور کوئی بُرے مقصد کی طرف۔ اچھے مقصد کی طرف جانے سے انسان کامیاب اور بامراد ہوتا اور بُرے مقصد کی طرف جانے سے ناکام اور نامراد ہوتا ہے۔ کوشش تو دونوں کرتے ہیں۔ فرق صرف اچھے اور بُرے مقصد کا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے کھول کر واضح کر دیا ہے کہ منعم علیھم کے راستہ پر چلو۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کے انعامات سے مالا مال ہو جاؤ۔

چونکہ انسان حاجات ہی کا بنا ہوا ہے اور ہر وقت اس کا ایک نہ ایک مقصد درپیش ہے۔ اس لئے یہ دعا پنجگانہ اور تہجّد کی نماز کی ہر ایک رکعت میں فرض کر دی

گئی ہے۔ پس جو نیک مقصد درپیش ہو اس کے لئے نمازوں میں بار بار پڑھیں اھدنا الصراط المستقیم۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں نمازوں کے اندر اس دعا کو بار بار پڑھتے تھے۔ اور اب بھی خدا کے فضل سے جماعت اس پر عامل ہے۔

اھدنا جمع کا صیغہ ہے۔ جو شخص یہ دعا کرتا ہے سب کو اپنے ساتھ شامل کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ رب العالمین ہے۔ اس نے اس دعا میں بھی اپنا فیض عام رکھا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم کی دعا کرنے والا مومنین کے لئے یہ دعا کرتا ہے کہ ایمان عرفان تقوٰی اور اعمال صالحہ میں ترقی کریں اور ان کے لئے جو ایمان نہیں لاتے بلحاظ ایک آدم کی اولاد ہونے کے یہ دعا کرتا ہے کہ ایمان کی ہدایت حاصل کریں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں۔ حضور دشمنوں کے لئے بھی یہ دعا کرتے ہیں۔ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون (اے اللہ ہدایت دے میری قوم کو وہ نہیں جانتے) نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم (پس وہ شخص جو دشمن تھا جوشیلا دوست بن جاتا ہے) حضرت ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے وعظ میں فرمایا کہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ اسلام لاتے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عداوت کے سبب دیکھنا گوارا نہ کیا اور ایمان لانے کے بعد حضور کے حسن وجمال کی تاب نہ لا کر دیکھ نہ سکا دل میں ارمان ہی رہا کہ حضور کو جی بھر کر نہ دیکھا۔ پہلے یہ عداوت اب یہ محبت۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

فلا تزکوا انفسکم

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وان تصبھم حسنۃ یقولوا ھذا من عند اللہ

وان تصبهم سيئة يقولوا هذه من عندك قل كل من عند الله فما لهؤلاء القوم لا يكادون يفقهون حديثا۔ اور اگر پہنچتا ہے ان کو سکھ کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر آتا ہے ان کو دکھ کہتے ہیں کہ یہ تیری طرف سے ہے۔ آپ کہدیں کہ سب اللہ کی طرف سے ہے پس کیا ہوا ہے ان لوگوں کو کہ بات نہیں سمجھتے۔)

اے بھائیو خدا کے فضل سے آپ حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت ہیں اور سب مل کر امام کے مقرر کردہ افسروں کے ماتحت دینی خدمت اور سلسلہ کا کام کر رہے ہیں۔ ہم کمزور اور ضعیف ہیں۔ غلطی۔ گناہ۔ خطا۔ بھول چوک سے معصوم نہیں۔ ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ ہم کسی کام میں دکھ اٹھائیں یا نقصان اور ناکامی محسوس کریں اس کو ہر ایک فرد اپنی ہی جان کی طرف منسوب کرے۔ فلا تزکوا انفسکم کے مطابق اپنے نفس کو پاک صاف اور بری نہ کہے۔ بلکہ یہ کہے کہ یہ میرا اور میری ہی جان کا قصور ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس بات سے محفوظ رکھے کہ ہم ا۔ ب۔ ج۔ د کے نام لگائیں یا اپنے افسروں کی طرف منسوب کریں معصوم نبی حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں وما ابرئ نفسی (اور میں بری نہیں کہتا اپنے نفس کو) یہ عجز بہت بڑا عالی مقام ہے۔ اللہ تعالےٰ کے حضور بندہ کا عجز بہت پیارا ہے۔ کیونکہ بندہ اپنی واقعی اور سچی حقیقت اپنے اللہ کے آگے ظاہر کرتا ہے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ جو خوبی ہے سب اللہ کے لئے ہے اور وہی اپنے بندہ کو خوبی دیتا ہے وہ فرماتا ہے هو اعلم بكم اذ انشأكم من الارض واذ انتم اجنة في بطون امهاتكم فلا تزكوا

انفسكم هو اعلم بمن اتقى (وہ خوب جانتا ہے تم کو جب پیدا کیا تم کو زمین سے (یعنی جب زمین کی پیداوار ماں باپ نے کھائی تو تمہاری حقیقت بنی) اور جب تم جنین تھے اپنی ماؤں کے پیٹ میں پس تم مت پاک کہو اپنے آپ کو وہ خوب جانتا ہے اُس کو جو متقی ہے) یہ جو انسان کی ہستی کا جلوہ نظر آتا ہے یہ کن فیکون کے بموجب اللہ تعالےٰ کی صفت خالقیت اور قدرت کا ظہور ہے۔ حالانکہ ولم تک شیئا کے مطابق اس کی حقیقت عدم اور نیستی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے عدم یعنی معدوم کو یہ صورت بخشی ہے۔ دنیا کے مصوّر کاغذ اور رنگوں سے تصویر بناتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے بغیر کاغذ اور رنگ کے صفحہ عدم پر یہ انسانی صورت بنائی۔ فرماتا ہے۔ فصورکم واحسن صورکم۔ چونکہ عارف من عرف نفسه فقد عرف ربه کے مطابق اپنی حقیقت عدم پر نظر رکھتا ہے اور نیستی نقص اور عیب ہے اس لئے وہ کسی پاکیزگی کو اپنے نفس کی طرف منسوب نہیں کرسکتا۔ اور الحمد للہ رب العالمین کہہ کر۔ جو خوبی اس کو نظر آتی ہے اسے اللہ ہی کے لئے یقین کرکے اسی کی حمد کرتا ہے۔ جیسے کوئی مصوّر کوئی خوبصورت تصویر کھینچے اس خوبی کو تصویر کی طرف نسبت دے کر یہ تو کہیں گے کہ یہ تصویر بہت ہی خوبصورت ہے۔ مگر درحقیقت وہ تعریف اس مصور کی ہوگی جس نے ایسی خوبصورت تصویر بنائی۔ اسی طرح کسی انسان کو یہ تو کہہ دینگے کہ بہت ہی نیک اور اچھا ہے۔ لیکن دراصل وہ تعریف اور توصیف اللہ کی ہے جس نے اس کو ایسا نیک اور اس قدر عقل سمجھ اور دماغ والا بنایا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

دنیا و عقبیٰ

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد　　ہر چہ گیرید مختصر گیرید

(دنیا کا کام کسی نے پورا نہ کیا اس لئے جو دنیا کا کام کرو مختصر کرو۔) اس کی مثال یہ ہے جیسے تہ تک پہنچا ہوا داغ جتنا صاف کرو اور دھوؤ سیاہی پھوٹتی چلی آتی ہے۔ یا یہ مثال ہے کہ جتنا چھانو اتنا کرکرا۔ اگر تم کہو کہ دنیا کے کام ایسے ہوں کہ ان میں کوئی غل وغش نہ رہے۔ کوئی کانٹا یا کدورت نہ ہو۔ یہ مشکل ہے۔ دنیا کو جتنا سنوار و پھر بھی اس میں کوئی ناپسند بات نکل آئے گی۔ کھانا عمدہ پکوا کر کھاؤ کوئی نہ کوئی کسر رہ جائے گی۔ کپڑا اچھے سے اچھا سلواؤ اس میں بھی کوئی شکن یا سلوٹ نظر آئے گی۔ کوئی کاخ و قصر بنواؤ کوئی گل و گلزار باغ و بہار لگواؤ اس میں بھی کوئی کوتاہی معلوم ہو گی۔ اچھی سے اچھی صورت ہو پھر بھی یہ ہو گا کہ کیا اچھا ہوتا اگر یہ بات بھی ہوتی۔ یہ کیوں۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ رہنے کے لئے ایک دوسرا جہان اور مکان بنایا ہے۔ جو اس دنیا کی طرح فانی نہیں اور جس کا اصول یہ ہے کہ وہاں جو آرام اور سکھ ہے تمام کدورتوں سے پاک صاف ہے۔ وہاں ترقی کا دروازہ تو کھلا ہے مگر خدا کے فضل سے جو اور جس قدر ملے گا اپنی خوبی حسن۔ آرام و آسائش میں کامل اور بے عیب ہو گا۔ پس ایسے بے نقص اور بے زوال گھر کی محبت کرو اور اس ناپائدار فانی دنیا کی محبت چھوڑ دو۔ اپنے اصلی گھر کے لئے سامان اور تیاری کرو۔ تیاری کیا ہے۔ اللہ رسول کی فرماں برداری۔ ایمان اور اعمال صالحہ۔ اپنی ساری طاقت۔ ہمت۔ مال۔ دولت۔ عقل۔ سمجھ۔ وقت اور کوشش سب عقبیٰ کے بندوبست۔ سامان اور

انتظام میں لگا دو۔ اور دنیا کے کاروبار میں۔ "ہر چہ گیرید مختصر گیرید" پر عمل کرو۔ آمین)

محبّت الٰہی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند فارسی اشعار معہ ترجمہ

حُسنِ تو غنی کند ز ہر حسن
مہرِ تو بخود کشد ز ہر یار

(تیرا حسن تمام حسنوں سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔ تیری محبت و مہربانی ہر ایک یار سے چھڑا کر اپنی طرف لے جاتی ہے۔)

عمر یست کہ ترکِ خویش و پیوند
کردیم و دمے بجز از تو دشوار

(ایک عمر گزر گئی کہ میں نے تیرے سوا سب تعلقات چھوڑ دے۔ اور مجھے تیرے بغیر ایک دم جینا مشکل ہے۔)

مرا با عشق تو وقتے است معمور
چہ خوش وقتے و خرم روزگارے
تنا ہا گو یمت اے گلشنِ یار
کہ فارغ کردی از باغ و بہارے

(میرا وقت تو تیرے عشق میں گزرتا ہے۔ کیا اچھا وقت ہے اور کیسی خوشی کا زمانہ ہے) (اے میرے پیارے گلشن میں تیری تعریفیں کرتا ہوں۔ تو نے مجکو ہر ایک باغ و بہار سے فارغ کر دیا۔)

غریق ورطۂ بحرِ محبت
ندیدہ مہرش نظر باشد نہ بر کیں
بگوشِ عاشق از لبہائے دلدار
چناں خوش عزیز آید کہ تحسیں

(جو محبت کے دریا کے بھنور میں غرق ہو گیا اُسے محبوب کی مہربانی اور سختی سے غرض نہیں ہوتی۔) (عاشق کو دلدار کے منہ کی غصہ کی باتیں ایسی پیاری لگتی ہیں جیسی تعریف کی۔)

چناں رویش خوش افتد از سرِ عشق — (اس کو اس کا منہ عشق سے اچھا لگتا ہے
کہ قرباں مے کند بر وئے دل و دیں — کہ اس پر اپنا دل اور دین قربان کرتا ہے۔)

شب و روزش بدلبر کار باشد — (اس کو رات دن دلبر ہی سے کام ہوتا ہے۔
دل و جانش شود آں یارِ شیریں — وہ پیارا یار اس کا دل اور جان بنجاتا ہے۔)

بسوزد ہر چہ غیرِ یار باشد — (وہ پیارے اللہ کے سوا سب کچھ جلا دیتا ہے
ہمیں ایں عشق را رسم است و آئیں — الٰہی عشق کا یہی طریقہ اور قانون ہے۔)

تفاؤل

تفاؤل اچھی بات ہے اور بدشگونی بری۔ یہ جو عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم، محمد ابراہیم نام رکھتے ہیں تفاؤل ہے۔ تفاؤل کیا ہے۔ ایک دعا ہے کہ خدا کرے یہ بچہ اللہ رحمٰن رحیم کا عابد ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کی صفات اخلاق اور اعمال کی پیروی کرے۔ اور ان کے مبارک قدموں پر چلنے والا ہو۔ بُرے نام رکھنے بُرے ہیں۔ اچھے نام کا برا اختصار کر لینا بھی بُرا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ محمد احمد نام ہو۔ صرف محمد یا احمد کہہ لیا جائے۔ اگر کسی کا برا نام ہو اچھے سے بدل دیا جائے۔ حضرت صاحب اپنے خادم کو پیراں دتا[1] نہ فرماتے بلکہ پیری دتا فرماتے یعنی میرے پیر اللہ کا دیا ہوا۔ حضور کا مرشد اللہ تھا اسی کو پیر فرمایا۔ حضور کے پیشوا۔ رہنما اور معلم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ حضور فرماتے ہیں۔ ؎

دگر استاد را نامے ندانم — کہ خواندم در دبستانِ محمد
(میں کسی دوسرے اُستاد کا نام نہیں جانتا کیونکہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] اس نام کا حضرت کا ایک خادم تھا (شاہد)

کے مکتب میں تعلیم پائی ہے۔) حضرت صاحب نے فرمایا کہ انبیاء علیہ السلام کے ناموں میں پیشگوئیاں اور بشارات ہوتی ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔ سمع ایل۔ ایل اللہ کا نام ہے۔ یعنی اللہ نے دعا قبول کر لی۔ اسم مبارک محمد میں یہ بشارت ہے کہ حضور کو اللہ ایسا بلند مرتبہ دیگا کہ حضور کی نہایت تعریف کی جائے گی اور احمد میں اللہ کی نہایت حمد کرنے والے ہوں گے۔

بھائیو نام کی تاثیر نام والے پر ضرور پڑا کرتی ہے۔ کسی کا نام بہادر ہو اور ہر شخص اس کو بہادر کہے تو خواہ مخواہ اس کے دل میں بہادری کے خیالات آتے ہیں۔ لوگوں کا بھی خیال آتا ہے کہ کیا کہیں گے۔ نام تو بہادر رکھوایا ہے اور ڈرپوک اتنا ہے۔ کوئی آئے اور اس کا نام پوچھا جائے۔ وہ کہے برکت اللہ۔ اس پر پوچھنے والا کہے کہ بابرکت ہو گیا ہمارا کام۔ تو آنے والا کا دل کیسا خوش ہوگا۔ اور کتنی اس کی عزت ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تفاؤل لیا کرتے تھے۔ لیکن بدفالی کبھی نہ لیتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تفاؤل لیتے۔ تفاؤل کو اچھا سمجھتے۔ بدشگونی کبھی نہ لیتے۔ حضور کی خدمت میں جب کوئی عرض کرتا کہ حضور میں نے خواب دیکھی۔ یہ الفاظ سن کر حضور اونچی آواز سے فرماتے خیر لنا وشر لاعدائنا (ہمارے لئے خیر اور ہمارے دشمنوں کے لئے شر) ان الفاظ کے فرمانے کے بعد خواب سنتے اور بہت اچھی تعبیر کرتے۔ حضور فرمایا کرتے تھے کہ منذر خوابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلام ہوتی ہیں کہ ایسے خطرات آنے والے ہیں۔ اصلاح۔ دعا۔ استغفار۔ اعوذ۔ صدقہ۔ خیرات کرو اور آنے والے خطرات سے بچو۔

اس عاجز خاک پا نے بھی اس کتاب کا نام انعامات خداوند کریم رکھا اور نیک

تفاول لیا۔۔۔۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ صراط الذین انعمت علیہم ۔۔۔۔۔ پر چلنے اور انعامات خداوند کریم کے ملنے کا طلبگار اور امیدوار ہوا۔ وہ رحیم کریم اس کتاب کو بابرکت فرمائے۔ اور پڑھنے والوں کو عمل کی توفیق بخشے اور منعم علیہم میں داخل فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

توکّل

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادعیہ شریفہ میں ایک دعا یہ ہے ولا تکلنی الیٰ نفسی طرفۃ عین (اے اللہ ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کر) اور یہ بھی حکم ہے کہ لیس للانسان الا ما سعیٰ (نہیں ہے انسان کے لئے مگر جو وہ سعی کرے) ان دونوں حکموں کو اس طرح جمع کرو کہ سوائے اللہ کے ایک طرفۃ العین کے لئے بھی اپنی طاقت یا کسی ذریعہ اور سبب پر بھروسہ نہ کرو۔ تمہارے دل کا بھروسہ صرف اللہ تعالےٰ کی ذات پاک پر ہو۔ اللہ کے سوا کسی پر تمہارا توکل نہ ہو۔ اس یقین کو اپنے اندر مضبوط رکھتے ہوئے پھر اپنی تمام طاقت اور قوۃ کو انتہا تک استعمال کرو۔ خداداد قویٰ اور طاقتوں سے کام لینے اور تمسّک بالاسباب کرنے میں ایک بال برابر کسر نہ چھوڑو۔ پیروں سے لے کر چوٹی تک سارا زور لگا دو باوجود اس ساری کوشش کے پھر توکل اور یقین اللہ پر رکھو کہ اللہ ہی کے فضل سے کام ہوگا۔

دعا توکل بھی ہے اور کوشش بھی ہے۔ توکل اس لئے کہ اللہ کو قادر مطلق۔ کارساز رحیم کریم یقین کرے گا تو دعا کرے گا۔ اور کوشش اس لئے کہ جس طرح جسمانی محنت سے بدن کا پانی نکلتا ہے۔ اسی طرح تضرّعانہ دعا سے بندہ کا دل پانی پانی ہو کر بہ پڑتا ہے۔

انسان اور اطاعت اللہ جل شانہٗ

اے حضرت انسان ابھی آپ متولد ہو کر دنیا میں تشریف بھی نہیں لائے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے پہلے ہی سے آپ کی پیش آئندہ حاجات۔ ضروریات۔ خواہشات۔ ترقیات۔ اور نشوونما کے لئے جو جو چاہیئے تھا مہیا فرما دیا تھا۔ پھر آپ پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے سانس لینے کی ضرورت پڑی۔ پیٹ میں تو آپ بے سانس جیتے تھے۔ اب بے سانس لیے جینا مشکل تھا۔ ہوا پہلے ہی سے موجود تھی۔ جھٹ سانس لینا شروع کر دیا۔ آنکھیں کھولیں تو دیکھنے کے لئے سورج اپنی روشنی دے رہا تھا۔ رہنے کے لئے زمین کشادگی سے پھیلی ہوئی تھی۔ آپ خود آپ کو سنبھال نہ سکتے تھے شفیق ماں باپ کا سایہ سر پہ دیکھا۔ ان کی شفقت اور پیار دیکھ کر پھولے نہ سمائے۔ ماں کا دودھ پی کر موٹے تازے ہوئے۔ خود کھانے کا وقت آنے لگا تو دانت نکلنے شروع ہوئے خداداد موتیوں سے مُنہ بھر گیا۔ کھانے کا مزہ آنے لگا۔ رنگ برنگ کی لذیذ اور مزہ دار غذائیں کھا کر چٹخارے لینے لگے۔ پھر اور بڑے ہوئے۔ عقل و شعور کی ضرورت پڑی تو خدا نے آپ کو عقل اور سمجھ عطا کر دی۔ آپ کو پوری طاقتوں اور قوتوں سے آراستہ کر دیا۔ یہ سب مہربانیاں کس نے کیں اور یہ سب نعمتیں کس نے دیں۔ اسی نے جس نے آپ کو پیدا کیا۔ وہ ابتداء سے اب تک آپ پر کس قدر مہربان رہا اور کتنے عروج تک پہنچایا کہ آپ پوری طاقت والے عقل و خرد والے انسان بن گئے۔ اس عروج پر پہونچکر اب یہ خیال نہ کرنا کہ اس قدیمی مہربان نے آپ کو بھلا دیا۔ آپ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ اور اپنی بڑھتی ہوئی مہربانی بند کر لی۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اسی

طرح مہربان ہے اور آپ پر پہلے سے بھی زیادہ کرم فرما رہا ہے۔ کیونکہ اس نے آپ کی آیندہ جہان کی زندگی اور آخرۃ کی ہمیشہ ہمیشہ حیات کے لئے آپ کو ایک اچھے سے اچھا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ دستور العمل اور ہدایت نامہ دیا ہے جو قرآن شریف ہے۔ اور جس کے سمجھانے والے اور جس پر عمل کر کے نمونہ دکھلانے والے مامور بھی بھیجے ہیے۔ تاکہ آپ جس طرح پہلے سے ترقی کرتے آئے ہو اس پر عمل پیرا ہو کر آیندہ بھی ترقی کرتے جاؤ۔ اور ہر قسم کی لغزشوں۔ کوتاہیوں۔ کجیوں۔ نقصانوں مضرتوں اور خساروں سے بچے رہو۔ یہ قرآن شریف اسی آپ کے سابقہ مہربان کا کلام پاک نصیحت نامہ اور حکم نامہ ہے جس کی مہربانی اور نوازش کا آپ اچھی طرح سے تجربہ کر چکے ہو۔ اس میں اس نے تاکید کر دی ہے کہ یہ کرو۔ یہ نہ کرو۔ اس طرح کرو۔ اس طرح نہ کرو۔ پس اپنے سابقہ تجربہ کی بنا پر سوچلو کہ اس میں بھی آپ پر اس کی کیسی مہربانی اور آپ کے حق میں کیسی بھلائی ہوگی۔ اب آپ کی شکر گزاری۔ نیک بختی اور خوش نصیبی بھی اور اسی میں ہے کہ آپ اپنے قدیمی مہربان کے اس ہدایت نامہ کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑو۔ جس کے نازل کرنے والے کی مہربانیوں کو ساری عمر دیکھتے آئے ہو اور اسی مہربان رحیم کریم کے در دولت پر گرے رہو۔ اللہ توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

میرا ضعف

اس کتاب میں جو نصائح لکھی گئی ہیں سب سے پہلے تو میری اپنی جان کیلئے ہیں۔ کیونکہ میں خود کمزور ضعیف اور گنہ گار ہوں۔ پھر وہ جو میری طرح حاجتمند ہوں۔

اے میرے سرتاج بزرگان دین آپ کی خدمت میں میرا کچھ عرض کرنا سوء ادب ہے۔

میں تو اپنے آپ کو اس اس کوڑے کرکٹ کی طرح سمجھتا ہوں جو آپ بزرگوں کی روحانی مسندیں بچھانے کے لئے صاف کر کے پھینک دیتے ہیں۔ ہاں میں نہایت ادب سے آپ کی دعاؤں کا خواستگار اور محتاج ہوں۔ مجھ عاجز کے لئے دعا فرمائیں۔ آمین۔

دنیا سرائے فانی

اے میرے بھائیو آپ یقیناً جانتے ہیں کہ دنیا سرائے یا امانت کی رقم ہے۔ پس کسی نے سرائے یا امانت کی رقم سے بھی دل لگایا ہے۔ آگے آپ خود غور کر لو حضور فرماتے ہیں۔

دنیا بھی اک سرائے ہے۔ بچھڑے گا جو ملا ہے۔

کارکن

اے میرے کارکن بھائیو۔ خدا نے مجھے بھی یہ نعمت بخشی تھی۔ میں بھی کارکن تھا۔ اگرچہ اب میں آپ کو کام کرتا ہوا اور اپنے تئیں ناقابل پاتا ہوا دیکھ کر حسرت کر رہا ہوں کہ میں نے یہ نہ کیا۔ وہ نہ کیا۔ مگر وہ وقت گزر گیا۔ اب میں محبت بھرے دل سے عرض کرتا ہوں۔ ؎

روز گارم بشد بنادانی   من نکردم شما حذر بکنید

(میرا وقت تو نادانی میں گزر گیا۔ میں نے تو یہ کیا آپ ہی احتیاط کرو۔) آپ اپنے افسروں کے ایسے تابعدار بن جائیں۔ جیسے اعضاء انسان کی جان کے فرماں بردار ہوتے ہیں۔ چوں وچرا کر ہی نہیں سکتے۔ اللہ کے فضل سے آپ ایسے ہو جائیں کہ وہ آپ کی روح اور آپ ان کے جوارح بن جائیں۔ اور وہ آپ کی

اسی طرح ہمدردی کریں جیسے روح اعضا کی اور جس طرح کہ جب ایک ہاتھ سے بوجھ اُٹھ نہیں سکتا تو دوسرا ہاتھ فوراً اس کی امداد کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح آپ کارکن بھائی ایک دوسرے کے مددگار رہیں۔ ایک کارکن تکلیف میں ہو تو دوسرے بھی آرام سے نہ بیٹھیں۔

چو عضوے بدرد آورد روزگار　　دگر عضوہا را نماند قرار

(جب ایک عضو میں تکلیف ہو تو دوسرے اعضا کو بھی آرام نہیں رہتا۔) جو حاجتمند آپ کے دفتر میں آئے۔ خواہ اس کا کام آپ کے متعلق ہو یا دوسرے دفتر کے متعلق ہو آپ کی عزت و توقیر۔ شیریں کلامی۔ خوش خلقی۔ حاجت روائی اور رہنمائی کا اثر اس کے دل پر منقش ہو جائے۔ اور وہ خوش اور مطمئن ہو کر جائے۔ آمین۔

معاملہ کی صفائی اور اچھائی

میرے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ معاملہ کی اچھائی اور صفائی آدھا دین ہے۔ یہ ٹھیک بات ہے۔ کیونکہ انسان پر دو حق ہیں۔ حق اللہ اور حق العباد۔ اس لئے جو بندوں کا حق اچھی طرح ادا کرتا ہے۔ وہ آدھا دین بجالاتا ہے۔ پس خلق اللہ کو دینی دنیاوی نفع پہنچاؤ۔ سلوک کرو۔ ان کی جانی مالی خدمت کرو۔ خواہ وہ تمہارے ساتھ سلوک نہ کریں یا بدسلوکی کریں۔ تم ان کے ساتھ بھلائی کرو۔ کیا اچھی مثال ہے "نیکی یا بدی کا (عبداللہ انصاری)" کسی کا جو لو پورا پورا ادا کرو۔ ایک ذرہ برابر حق نہ مارو۔ مزدور کو اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے مزدوری دیدو۔ وعدہ پورا کرو۔ جو عہد کرو اس کی پوری پابندی کرو۔ جو قرض لو ادا ئے گی

کے وقت مقررہ پر یا اس سے پہلے ادا کر دو۔ ایسا نہ ہو کہ قرض خواہ تمہارے پاس پھیرے پر پھیرا کرے۔ اپنا کام حرج کرے۔ تکلیف اُٹھائے اور تم صبح شام کرتے رہو۔ اس نے تمہیں سودا یا نقد قرض دیا۔ تمہاری حاجت براری کی۔ فایدہ اور آرام پہنچایا اور تم نے اس کو یہ بدلہ دیا۔ جس وقت تم اس کے پاس قرض لینے گئے تھے اگر وہ صاف جواب دیدیتا تو تمہارا کیا حال ہوتا۔ اگر کہو دکاندار نے سودے میں بہت سا نفع لے لیا ہے۔ تم کو کس نے مجبور کیا تھا کہ قرض لو اور بہت سا نفع دو۔ کیوں تھوڑا نفع دے کر نقد نہ لے لیا۔ تم نے اس کو اچھا نفع دیا جو اس کے اصل کو بھی لے گیا۔ ع مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں۔

(مجھے تیری بھلائی کی۔ امید نہیں تو مجھ کو دکھ نہ پہنچا۔)

اگر آپ صاحب کسب و فن ہو تو مزدوری پہلے چکا لو۔ تاکہ پیچھے اجرۃ پر جھگڑا نہ ہو۔ کام لینے کے وقت یہ کہہ دینا کہ جو چاہو گے دیدینا۔ خوبی نہیں۔ خرابی ہے۔ تمہارے خیال میں روپیہ ہو اور وہ آٹھ آنہ بھی زیادہ سمجھتا ہو۔ کام بن چکا ہے۔ اب فیصلہ کس طرح ہو۔ اس لئے محنت مزدوری کا فیصلہ کام بنانے سے پہلے ہو جانا اچھا ہے۔ کام کر کے دینے کا وقت جو مقرر کرو اُس سے پہلے کر کے دیدو۔ اس کا دل کیسا خوش ہوگا۔ اور جب اس کا کام ہوگا تو تمہاری طرف دوڑا آئے گا۔ ورنہ وقت مقررہ پر تو ضرور دیدو۔ پھیرے ڈلوا کر اس کی تکلیف کا موجب نہ ہو کہ آئندہ کو تمہارا نام نہ لے۔ اس نے کیا قصور کیا ہے جو تم اسے پھیرے ڈلوا کر دکھ دیتے ہو۔ یہی کہ تم کام کے حاجتمند تھے۔ اس نے دوسرے کو نہ دیا۔ تم کو دیا۔ کیا حرج تھا اگر دس دن کی جگہ بیس دن کا وعدہ کرتے اور پندرھویں دن دیتے۔ بے انصافی نہ کرو۔ نہ خود دکھ اُٹھاؤ

نہ دوسرے کو دو۔ اس کا نام نہ ہو۔ اور تمھیں شرمندگی ہو۔

لین دین۔ تجارت۔ شراکت وغیرہ میں صفائی۔ سچائی اور امانت داری برتو۔ آپس کی رضامندی کے بغیر ایک پیسہ نہ لو۔ خیانت اسی کا نام ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ ہم برابر کے حقدار ہیں۔ ہمارا بھی حق ہے۔ حق اسی وقت ہے جبکہ طرفین کی رضا و رغبت سے ہو۔ جدا جدا ملکیت کا حق تو ہے لیکن بغیر دوسرے شریک کے پوچھے لینے کا حق نہیں۔

قرض لے کر تجارت نہ کرو۔ جو خدا نے تمھیں دیا ہے اسی کے اندر تجارت کرو۔ کیونکہ خدانخواستہ اگر تجارت نہ چلے یا نقصان ہو تو قرضہ کے عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ تجارت میں نفع تو ہے لیکن کبھی نقصان بھی ہو جاتا ہے۔ نفع ہی نفع سوچنا اور نقصان کے پہلو کا خیال نہ کرنا بے سمجھی اور نادانی ہے۔ وعدہ خلافی۔ بد معاملگی۔ جھوٹ سے تجارت کو زوال آتا ہے اور سچ بولنے۔ معاملہ صاف رکھنے سے ترقی ہوتی ہے پس تقوٰی اختیار کرو اور خدا کے فضل کے امیدوار رہو۔ سب سے آخری وصیت اور نصیحت یہ ہے کہ نہ سود لو اور نہ دو۔ خدا کے الٹیمیٹم سے ڈرو۔

ہدیہ تحفہ

تہادو تحابوا تحفہ تحائف لیا دیا کرو۔ تحفہ کی بہت خوشی ہوتی ہے۔ خواہ ایک غریب ایک امیر کو تحفہ دے۔ اگرچہ وہ امیر اس تحفہ کا بھوکا نہیں۔ مگر اس تحفہ کی اس کو خوشی ضرور ہو گی۔ تحفہ تحائف لینے دینے سے آپس میں محبت اور یگانگت بڑھ جاتی ہے۔ تحفہ خواہ حقیر نظر آئے۔ مگر اس کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے۔

برگ سبز است تحفہ درویش　　　چہ کند بینوا ہمی دارد

(درویش کا تحفہ سبز پتّے ہیں۔ کیا کرے فقیر کے پاس یہی ہے۔) خواہ چند پھول ہی ہوں۔ یا ایک دو مسواکیں ہی ہوں۔ کچھ ہی ہو۔ تحفہ بہت بڑی چیز ہے۔ کیونکہ جہاں سے یہ چلا ہے وہ بہت بڑا مقام ہے۔ وہ دلی محبت ہے جس کا درجہ حب فی اللہ ہے۔

ایک جنگل کے رہنے والے کو جہاں کھاری پانی ہوتا تھا ایک میٹھے پانی کا لوٹا مل گیا۔ اس نے کہا کہ یہ نادر تحفہ خلیفۂ بغداد کے لائق ہے۔ سفر کرتا ہوا دربار میں حاضر ہوا پیش کیا۔ خلیفہ نے شکریہ سے قبول کیا۔ اس کا لوٹا اشرفیوں سے بھر دیا۔

اے بزرگ ناظرین یہ میری تحریر اس جنگل والے کے لوٹے کے برابر بھی نہیں آپ شکریہ سے قبول کرنا آپ کی مشفقانہ عاطفت اور میری خوش نصیبی ہے۔ اے میرے پیارے آنے والے بھائیو۔ انشاء اللہ تعالےٰ آپ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ خدا کے فضل سے دنیا کو دین سے منور کریں گے۔ آپ نے مجھے نہیں دیکھا میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ میرا دھیان آپ کی طرف لگا ہوا ہے۔ میرا دل آپ کی محبت میں گرویدہ ہے۔ آپ کے نورانی چہروں کے دیکھنے کا شوق ہے۔ اللہ تعالےٰ چاہے گا دوسرے جہان میں ملا دے گا۔ دل کا ارمان نکل جائیگا۔ یہی میری دعا ہے اور یہی میری دعا ہے۔ اور یہی امید اور خوشی میرے دل کو باغ باغ کر رہی ہے۔ اللہ نے جو مجھے دیا تھا اور جو میرے پاس تھا آپ کی خدمت میں تحفہ پیش کر دیا ہے۔ آپ میری کم بضاعتی کا خیال نہ کریں۔ میری دلی محبت

کو دیکھیں۔ اس زمانے کی کچھ باتیں آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔ آپ کا دل خوش ہوگا۔ میرا دل بھی خوش ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اور بزرگان دین اللہ کے فضل سے موتی۔ ہیرے۔ جواہرات اور اشرفیاں تقسیم فرماتے اور لٹا رہے ہیں۔ میں شرمندہ ہوں کہ یہ اپنی چند لشپیز کیا پیش کروں۔

اے میرے بھائیو تحفہ جو ہو اچھا ہے۔ مگر اس تحفہ کے برابر کوئی تحفہ نہیں کہ کسی کے آگے کوئی نیک بات پیش کی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو فرمایا کہ اگر آپ کی تبلیغ اور تلقین سے ایک شخص راہِ راست پر آجائے تو اس سے بہتر ہے جس پر سورج چڑھتا اور غروب ہوتا ہے یعنی ایک شخص کا ہدایت پا جانا یا کوئی نیکی کرنے لگنا یا گناہ سے باز آجانا دنیا و مافیہا سے اچھا ہے۔

اے محترم جماعت مبلغین آپ کو اللہ تعالےٰ مبارک کرے اور تبلیغ کے تحائف دینا نصیب فرمائے۔ آپ کے ناصحانہ تحفہ سے بفضل خدا کوئی نیک ہو جائیگا تو اس کا ثواب آپ کو بھی ہوگا۔ اور وہ نیکی کا سلسلہ (جیسا جیسا یکے بعد دیگرے دوسروں تک چلتا جائے گا انشاء اللہ تعالےٰ اس کا اجر الدال علی الخیر کفاعلہ کے بموجب آپ کو پہنچتا رہے گا۔ خواہ اس دنیا میں اس ثواب اور اجر کا پتہ لگے یا نہ لگے لیکن دوسری زندگی میں یہ ثواب جسمانی شکل اختیار کرلیگا۔ جو جو اس تبلیغی بوئے ہوئے بیجوں سے ہدایت کا پھل کھائے گا اور نیک عمل کرے گا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے نعماء کے خوان بن کر آپ کے پیش ہوتا رہیگا۔

جیسے تحفے آپ نے دنیا والوں کو دیئے۔ اجر اور ثواب کے تحائف وہاں آپ کو ملیں گے انشاء اللہ تعالےٰ۔

قیام عالم سے اب تک جس قدر تحائف دیئے گئے یا آیندہ دیئے جائیں گے سب سے عالیشان۔ بیش بہا اور نفیس ترین تحفہ جس کی مثل نہیں قرآن شریف کا تحفہ ہے جو حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری دنیا کے لیے لائے اور اپنی سنت سے اس پر عمل کر کے دکھلایا۔ اللہ تعالےٰ اس پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

نیکوں کی معیت

اے وہ صاحبان جو یہ کہتے ہو کہ ہم نیک نہیں بن سکتے اتنا تو کرو کہ نیکوں کے ساتھ سچے دل سے محبت کرو۔ ان کا ساتھ نہ چھوڑو۔ اوّل تو صحبت صالح ترا صالح کند۔ ان کی نیکی کا اثر تم پر بھی پڑے گا۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ رفتہ رفتہ آپ بھی نیک ہو جاؤ گے۔ دوسرے یہ کہ خدا کے فضل سے کیا دور ہے کہ دوسرے جہان میں جب اللہ تعالےٰ ان کو مدارج بخشے تو آپ کو بھی اس محبت کے سبب سے ان کے ساتھ رکھے۔ المرء مع من احب (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھتا ہے) یہ بھی سوچ لو کہ محبت کی علامت اور پہچان یہ ہے کہ ان کے دوستوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے دشمنی ہو۔

حق اولاد

اے میرے بھائیو اگر آپ نے ایک کام کر دیا تو غالب ہے کہ آپ نے حق اولاد ادا کر دیا۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے ان کے نیک بنانی کی جان توڑ کوشش کی۔ کیونکہ خدا کے

فضل سے جب وہ نیک اور نمازی یعنی اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنے والے ہوگئے تو
اللہ یتولّٰی الصالحین (اللہ والی ہے نیکوں کا) کے بموجب اللہ تعالےٰ خود ان کا متولی
اور کارساز ہوگیا۔ اور آپ اپنے فرض سے سبک دوش ہوگئے۔ لیکن خدانخواستہ اگر
یہ بات نہ ہوئی تو اندیشہ ہی اندیشہ ہے۔ کیونکہ بالفرض اگر آپ نے ان کو کوئی بڑا
امتحان دلوا دیا۔ یا ہزاروں روپے کی دکان پر بٹھا دیا۔ یا زمینیں اور جائیدادیں لے دیں۔
تو وہ بے تربیتی اور بے پرواہی سے برباد کردیں گے۔ یا صرف دنیا ہی کے چند روز
سنوار لیں گے اور آخرۃ سے رہ جائیں گے۔ حضرت اقدس علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے
ہیں ؎ یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا جب آئے وقت میری واپسی کا
اللہ تعالےٰ نے حضور کی دعا قبول فرمائی۔ اولاد متقی ہوگئی۔ اللہ تعالےٰ ان کے
ساتھ ہوگیا۔ ان اللہ مع الذین تقوا والذین ھم محسنون (اللہ ان کے
ساتھ ہے جو متقی ہیں اور جو نیک ہیں) بفضل اللہ تعالےٰ حضور علیہ السلام بے فکر اور
بامراد ہوکر دنیا سے تشریف لے گئے۔ الحمد للّٰہ رب العالمین۔

انتظار دعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سنا ہے کہ انتظار بھی دعا ہے۔ یعنی دعا
کرکے اس کی قبولیت کا انتظار کرنا دعا ہے۔

کاغذ کا ادب

بعض کاغذ کا ادب ایسا کرتے ہیں کہ جہاں زمین پر پڑا دیکھا اور اٹھایا۔ یہ تکلیف

مالایطاق ہے۔ قرآن شریف کے سوا اور کوئی کاغذ ہو اس کا کچھ ڈر نہیں۔ جس پہ قرآن شریف
لکھا ہو اس کا ادب ہے۔ . . . . . . بسم اللہ جو ہر خط کے
شروع میں لکھی جاتی ہے۔ اگر پوری آئت ہو وہ پیر تلے نہیں آنا چاہیئے۔ سب
کاغذ ایک جیسے ہیں ان کا کچھ ڈر نہیں اور ناموں کا کچھ ڈر نہیں۔ کیونکہ یہ بندوں
کے نام رکھے گئے ہیں۔ اصلی نام نہیں۔ اصلی نام وہی ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اپنے
پیغمبروں کے رکھے ہیں۔ وہ قرآن شریف میں رکھ چکا۔ وہ کلام الٰہی ہے اس کا ادب
کرتے ہیں اور سب کا ادب کرنا بے فائدہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اس کپڑے
سے نماز پڑھتے ہیں۔ وہ کپڑا پاخانہ میں پھینک دیتے ہیں۔ سب کاغذ ایک جیسے ہیں۔

بیعت

بیعت کیا ہے۔ اپنی جان و مال کو فروخت کردینا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انّ
الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (بیشک جو بیعت
کرتے ہیں تیری یقیناً وہ بیعت کرتے ہیں اللہ کی، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) اللہ
فرماتا ہے۔ فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفٰی بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ
اجراً عظیما (پس جو کوئی توڑے پس وہ توڑتا ہے اپنی جان کے لئے اور جو کوئی پورا کرے
جو عہد کیا اللہ سے پس وہ دیگا اس کو اجر بڑا) اللہ تعالےٰ کی بیعت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم کی بیعت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیعت حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کی بیعت ہے اور حضرت صاحب کی بیعت حضور کے خلیفہ کی بیعت ہے۔ پس
حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی بیعت تمام اوپر کے مدارج کی بیعت
ہے۔ اب سوچلو کہ ہماری بیعت کی وقعت اور اس کی ذمہ واری کس قدر بڑی ہے۔ یہ ہمارا

معاہدہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بیعت کے شرائط پر کاربند ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

مشورے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذالک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجراً عظیما (ان کے بہت سے مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں مگر جو مشورہ ہو خیرات کا یا کسی بھلی بات کا یا لوگوں کی اصلاح کا اور جو کرے یہ کام اللہ کی رضا کے لئے پس وہ دے گا اس کو بڑا اجر) برے مشورے تو برے ہی ہیں۔ لیکن اچھے مشورے جیسے کیے جاتے ہیں کہ مساکین اور غرباء کی مدد کی جائے۔ جہالت اور افلاس دور ہو۔ علمی اور مالی ترقی ہو۔ قوم ذلت و ادبار سے بچ جائے۔ آرام آسائش اور امن کی زندگی بسر کرے۔ اخلاق اور اعمال درست ہوں۔ ہر ایک پہلو سے لوگوں کی اصلاح ہو۔ یہ سب اچھی باتیں اور اچھے مشورے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ایک نہایت ضروری بات یہ ہے کہ یہ سب کام اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کیا جائے۔ پھر اجر عظیم ملے گا اور کام خاطر خواہ ہو گا۔ اللہ کی رضا کے سوا کوئی نفسانی کوئی غرض نہ ہو۔ مال و دولت کی طمع نہ ہو۔ جاہ و عزت نام و نمود مطلب نہ ہو۔ مشورہ بے غرض بے مطلب محض رضائے الٰہی اور اس کی مخلوق کی ہمدردی کے لئے ہو۔ ورنہ ہ

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند درآرد طمع مرغ و ماہی بہ بند
چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

(ہوشیار آدمی کی آنکھیں طمع بند کر دیتی ہے۔ طمع پرندوں اور مچھلیوں کو قید میں پھنسا دیتی ہے۔ جب دل میں غرض آئی ہنر چھپ گیا۔ دل سے سو پردے آنکھوں پر پڑ گئے۔)

شرک

شرک بہت برا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء (اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا کہ شرک کیا جائے اسکے ساتھ اور بخش دیتا ہے اس کے سوا جس کے لئے چاہے)۔ مشرک کی دعا تو غیر اللہ سے ہوتی ہے۔ یعنی اس سے جس کو خدا کا شریک بنایا ہے۔ اور وہ شریک خود اللہ کے در کا محتاج ہے۔ نہ اس نے خدا سے دعا کی نہ قبول ہوئی۔ پھر شرک کس طرح بخشا جائے۔ ہاں اللہ سے دعا کرے۔ شرک نہ کرے۔ پھر بخشش کا امیدوار ہو۔

شرک خفی یہ ہے کہ اسباب وذرائع کو یا کسی انسان کو نفع اور ضرر کا مالک و مختار سمجھے۔ اللہ کا بھروسہ چھوڑ کر صرف اسباب کا ہو رہے۔ جب اسباب ٹوٹ جائیں تو مایوس اور ناامید ہو جائے۔ حالانکہ انسان۔ اسباب اور ذرائع اسی وقت نفع دیتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور اس کا حکم ہو۔ ورنہ بے فائدہ اور بیکار ہیں۔ جس طرح لکھتی تو قلم ہے مگر درحقیقت لکھنے والا وہ ہے جس کے ہاتھ میں قلم ہے۔

اپنے اعمال کو خالص بناؤ۔ جس میں کوئی شائبہ یا ملونی شرک کی نہ ہو۔ کیا انسان وہ غذا کھا سکتا ہے جو کیسی ہی لذیذ ہو مگر اس میں کوئی گندی چیز یا زہرناک ذرات ملے ہوں۔ شرک ایک زہر ہے جو کہ اعمال کو خراب کر دیتا ہے۔ پس ایسا عمل نہ کرو جس میں شرک ملا ہوا ہو۔ انسان اور اسباب کو فاعل اسی وقت سمجھو جبکہ خدا کا حکم اس کے ساتھ ہو

کیونکہ درحقیقت فاعل حقیقی اللہ ہی ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے اس کے اذن اور حکم
کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ نیک عمل کرو۔ خدا کو راضی کرو۔ لوگوں کی مدح اور ذم کی
پرواہ نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا (اور
وہ دل سے یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی تعریف کریں اس کی جو وہ نہ کریں) کوئی تمھیں
برا کہے یا برا سمجھے نہ ڈرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولا یخافون فی اللہ لومۃ لائم
(خدا کی راہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے) اللہ ہم کو مخلص بنائے۔
ہمارے اعمال کو خالص کر دے اور شرک خفی اور جلی سے بچائے آمین۔

اعمال صالحہ

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ والذین آمنو وعملو الصالحات سندخلھم جنات تجری
من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا وعد اللہ حقا ومن اصدق من اللہ
قیلا (اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے، ہم داخل کریں گے ان کو باغوں میں
چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کی بات سے زیادہ سچی
کسی کی بات نہیں) میں نے حضرت صاحب سے سنا ہے کہ جنت کی نہریں اعمال صالحہ
ہیں اور جنت کے اشجار ایمان ہیں جو کہ اعمال صالحہ کے پانی سے بڑھتے تروتازہ رہتے
پھولتے اور پھلتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں جگہ جگہ ایمان کے ساتھ
اعمال صالحہ کا ذکر فرمایا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ
ضروری ہیں۔

اعمالِ صالحہ دو قسم کے ہیں۔ اوّل حق اللہ۔ دوئم حق العباد۔ ہر ایک کی تین صورتیں

ہیں۔ عدل۔ احسان۔ ایتاء ذی القربیٰ۔

حق اللہ کا عدل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اوامر۔ نواہی۔ احکامات اور فرائض کی
ادائیگی میں پوری توجہ رکھے۔ احسان یہ کہ فرائض کے علاوہ نوافل پر بھی زور دے۔
ایتا ذی القربیٰ یہ کہ احکامات الٰہی کی بجا آوری اور نیکیوں کے لئے ایسا بیقرار ہو جس
طرح ماں اپنے بچہ کے لئے یا ایک عزیز دوسرے عزیز کے لئے بیقرار ہوتا ہے۔ اعمال صالحہ
اس کی روح کی غذا بن جائے۔ عبادت الٰہی کے بغیر اس کی جان کو آرام اور قرار نہ آئے۔

حق العباد میں عدل یہ ہے کہ مزدور کو اس کے پسینہ سوکھنے سے پہلے (یعنی مزدور
کو تکلیف نہ دے) مزدوری دیدے۔ کسی نے ایک روپیہ (عہ) دیا۔ اس نے
بھی ایک روپیہ کا سلوک کر دیا۔ احسان یہ کہ ایک روپیہ دیا تو اس نے دس روپے
دیدیئے اور ایتا ذی القربیٰ یہ کہ بندگان الٰہی سے ایسی شفقت کرے جیسی پیارے عزیزوں
سے کرتے ہیں۔ خواہ طرف ثانی کچھ بدلہ نہ دے۔ شکریہ ادا نہ کرے۔ احسان نہ مانے۔
بلکہ ملامت کرے۔ برا کہے۔ دکھ دے۔ آزار دے۔ مگر اسے سلوک اور ہمدردی کے
بغیر چین نہ پڑے۔ بچہ ماں کو ستاتا ہے۔ دکھ دیتا ہے۔ مگر ماں محبت کرتی ہے۔ اگر مارتی
ہے تو جھٹ پیار کرتی ہے۔ اپنی مامتا سے بے اختیار اور لاچار ہوتی ہے۔

تقویٰ

اعمال کی ایک ظاہری صورت ہے اور ایک حقیقت۔ دونوں کو ملا کر تقویٰ
کہتے ہیں۔ اگر دونوں میں سے کسی میں کوتاہی ہوگی تو تقویٰ میں بھی کمی ہوگی۔ مثلاً صفت
عفت۔ اس کی ظاہری صورت یہ ہے کہ نامحرم پر نظر نہ ڈالے۔ آنکھیں نیچی رکھے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ دل ہی ایسا پاک صاف ہو جائے کہ بد خیال نہ آئے۔ اس کے نزدیک بری نظر سے دیکھنا ایک حیرت انگیز اور ناممکن بات ہو جائے۔ وہ یہ باور ہی نہ کر سکے کہ کیا بد نظری سے بھی دیکھا کرتے ہیں۔ باوجود اس دلی پاکیزگی کے پھر ظاہری پردہ پر بھی عامل ہو۔ میں نے سنا ہے کہ معصوم مطہر۔ الوالعزم رسول حضرت موسےٰ علیہ السلام کو بلانے کے لئے جب نبی کی صاحبزادی تشریف لائیں تو حضور نے فرمایا کہ تم میرے پیچھے چلو اور زبان سے رستہ بتاتی آؤ۔

جس تقویٰ کے ساتھ ظاہری اعمال نہ ہوں وہ ایک روح ہے جس کا جسم نہیں۔ اور اگر ظاہری اعمال ہوں اور دل کا تقویٰ نہ ہو تو ایک جسم ہے جان نہیں۔

یہ بات تو کہنے کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب دل کا تقویٰ ہوگا تو ظاہری اعمال بھی ضرور اور لابد ہوں گے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ سانپ کو دیکھے اور نہ ڈرے۔ آگ کے شعلے معلوم کرے اور نہ بھاگے۔ طالب مطلوب کی طرف ضرور جائے گا اور ڈرنے والا ڈر والی چیز سے ضرور بھاگے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے و تتقوا اللہ ویعلمکم اللہ (اگر تم تقوی اللہ اختیار کرو گے اللہ تعالےٰ تم کو علم سکھائے گا) متقی کا معلم اللہ تعالےٰ ہو جاتا ہے۔ اس کو نور بخشتا ہے جس کی روشنی میں وہ قرآن شریف کو پڑھتا ہے۔ اس کو اللہ رسول کی نافرمانی کا ضرر اور گناہوں کے اندر کا زہر نظر آجاتا ہے جس کو دیکھ کر وہ ایسا خوف زدہ ہوتا ہے جس طرح کہ ایک ڈاکٹر خوردبین سے طاعون ہیضہ سل اور دق کے جراثیم کو دیکھتا ہے۔ وہ اس معرفت کے ساتھ اپنے استغفار میں واعتراف بذنبی کہتا ہوا بفضلہ تعالےٰ ترقی پر ترقی کرتا جاتا ہے۔

متقی وہ ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوں اور یہ تقویٰ اور بھی ترقی کر جاتا ہے جبکہ خدا کے فضل سے اس کے نیک نتائج اور ثمرات ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الاخرۃ لاتبدیل لکلمات اللہ ذالک الفوز العظیم (یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ کیا ان کو بشارتیں ملتی ہیں اس دنیا کی زندگی میں اور آخرۃ میں۔ اللہ کے فرمان بدلتے نہیں۔ یہ بڑی کامیابی ہے)۔

الٰہی احکام کی نافرمانی کے ضرر کا اس کو ایسا یقین ہو جاتا ہے جیسا سانپ بچھو کے ضرر کا۔ اور اللہ تعالےٰ کی فرماں برداری کے نفع اور فائدہ کا ایسا یقین آجاتا ہے۔ جیسا اپنی زندگی کے لئے ہوا۔ پانی اور غذا کا۔ خدا کے فضل سے جتنا تقویٰ بڑھتا ہے یقین بھی بڑھتا جاتا ہے۔

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ کیا حضور کو کبھی ریاء آتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ کوئی شخص اس جگہ نماز پڑھے جہاں چاروں طرف مویشی ہوں تو کیا وہ ان کے دکھانے کے لیے ریا کرتا ہے۔ اسی طرح مخلوق کا حال نظروں میں ہو جاتا ہے کہ وہ ہمارا کچھ سنوار یا بگاڑ نہیں سکتے۔ پھر ریا کس طرح آسکتی ہے۔

اے بھائیو ہر شخص کہتا ہے کہ زندگی کا اعتبار نہیں۔ موت آنے والی ہے۔ خدا کے حضور میں پیش ہو کر اپنے اعمال کا جواب دہ ہونا ہے۔ زبان سے سب باتیں کرتے ہیں۔ مگر تقویٰ یہ ہے کہ حضرت رب العالمین کے حضور میں پیش ہونے کے ڈر سے بدن پر لرزہ پڑ جائے۔ گناہ اور نافرمانی چھوڑ دے۔ سابقہ حالت میں ایک نمایاں تبدیلی کرے

پیارو۔ تقویٰ بڑی دولت ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

یہ دولت تو نے مجھکو اے خدا دی

اللہ تعالےٰ حضور کے متبعین کو بھی اس دولت عظمیٰ سے حظ وافر بخشے۔ آمین۔

عمل اور وقت

ابو الوقت کہو یا ابن الوقت۔ بات ایک ہے۔ یہ کہ جو وقت کی قدر و منزلت جانتا۔ وقت کی عزت کرتا۔ وقت کو نعمت بے بہا سمجھتا۔ جس وقت جو حکم ملتا ہے بجالاتا۔ غم ہو یا خوشی۔ فراخی ہو یا تنگدستی۔ عسر ہو یا یسر ہر وقت راضی اور خوش رہتا۔ وقتی احکام کی ہر طرح سے فرماں برداری کرتا ہے۔ وقت کا فرزند ہے۔ اور اس لحاظ سے کہ ٹھیک وقتی ضرورت کے مطابق اس سے کام لیتا۔ وقت کو بے فایدہ اور بیکار جانے نہیں دیتا۔ وقتی احکام کی بجا آوری میں اس کو لگاتا۔ ہر ایک پہلو سے وقت کو ضبط اور قابو میں رکھتا ہے۔ وقت کا باپ ہے۔

اعمال صالحہ کی بجا آوری۔ سے مومن بفضل خدا جماعت مقربین میں داخل ہو جاتا اور لقاء الٰہی کا درجہ پاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فمن کان یرجوا القاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ پس جو اپنے رب کی لقاء چاہتا ہے۔ پس اسے چاہیئے کہ اچھے عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے یعنی جو عمل صالح کرے محض اللہ کے لئے کرے۔ تاکہ میرا رب راضی ہو۔ غیر اللہ کیلئے نیت نہ ہو۔

یاد رہے کہ خدا کو پیارا وہ عمل ہے جو ہمیشہ ہو۔ خواہ تھوڑا ہو۔ حدیث شریف میں

ہے۔ احب العمل الی اللہ ما داوم علیہ صاحبہ وان قل۔ (اللہ کو پسند وہ عمل ہے جس پر دوام رکھے خواہ تھوڑا ہو) فان اللہ لم یمل حتی تملوا (کیونکہ اللہ تعالےٰ ملول نہیں ہوتا جب تک تم ملول نہ ہو) خدا کے فضل سے ہمت باندھ کر شاہراہ عمل پر استقلال و استقامت سے چل پڑے اور ایسی چال چلے کہ اس کو آخر تک نباہ دے۔ یہ نہ ہو کہ رستہ میں ہی رنجیدہ اور ملول ہو کر ہمت ہار بیٹھے اور چلنے سے رہجائے۔

الدعاء مخ العبادۃ (دعا عبادت کا مغز ہے) کا بھی یہی اصول ہے کہ مانگنے سے ہمت نہ ہارے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے جب تک کہ مالم یستعجل یعنی جلد بازی نہ کرے۔ جلد بازی یہ کہ انتظار کرتے کرتے۔ دعا کرتے کرتے مدت گذرتی جائے۔ تھک جائے۔ ناامید اور مایوس ہو کر دعا اور انتظار چھوڑدے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ حضور نے فرمایا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اسی سال تک یوسف علیہ السلام کے ملنے کی دعا کرتے رہے" آپ جانتے ہیں کہ اسی سال میں یا تو انسان دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے یا مرنے کے قریب ہو جاتا ہے۔ بہر حال اگر متفق علیہ چالیس سال کی روایت کو لو تو کیا تھوڑی مدت ہے کسی مقصد کے لئے چالیس سال تک دعا کرنا اور منتظر رہنا بڑی بہادری کا کام ہے۔

عمل کا اصول یہی ہے کہ اس پر دوام ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ سلسبیل بہشت میں ایک چشمہ ہے سل (پوچھ) سبیل (رستہ)۔ پس اے میرے بھائیو اللہ آپ کو توفیق دے۔ راستہ پوچھتے جاؤ۔ اور چلتے جاؤ اس وقت تک کہ سلسبیل کے چشمے سے بفضلہ خدا سیراب ہو جاؤ۔ اللہ توفیق بخشے آمین۔

انسانی فطرتی تعلق

شیخ سعدی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند — کہ از آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار

(آدم علیہ السلام کی اولاد اعضاء کی طرح ہیں کہ ان کی پیدائش ایک جوہر سے ہے۔ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو باقی اعضاء بھی بے قرار ہو جاتے ہیں)

بنی آدم میں ایک طبعی انسیت اور ہمدردی ہوتی ہے۔ مگر آگے جاکر دو صورتیں اختیار کرلیتی ہے۔ یا تو اس اُنسیت پر پردہ پڑجاتا ہے۔ یا یہ انسیت اور بھی بڑھ جاتی اور چمک جاتی ہے۔ پردہ اس طرح پڑتا ہے کہ جب انسان سرکش اور نافرمان ہوجاتا۔ اخلاق ذمیمہ اور بری عادات میں ملوث ہوکر بداعمالیاں کرتا ہے تو لوگ اس سے بیزار ہوجاتے ہیں۔ اور ان کی انسیت بغض سے بدل جاتی ہے۔

جیسے کوئی پیارا بچہ جب باپ کا نافرمان ہوجاتا ہے تو باپ بھی اُس سے بیزار ہوجاتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنی اصلاح کرلیتا ہے تو باپ کی محبت پھر عود کر آتی ہے۔ اسی طرح جب ایک شخص دوسرے کو خدا کا نافرمان۔ فسق و فجور میں مبتلا دیکھتا ہے تو اُس کو اس پر غصہ آتا ہے اور بغض کرتا ہے۔ یہ بغض للہ ہے۔ محبت اور انسیت تو اصلی چیز تھی۔ مگر بغض عارضی ہے۔ بلکہ اصل میں محبت ہی ہے جس نے بغض کی شکل اختیار کرلی ہے۔ جب وہ اصلاح کرلے گا تو اصلی اور دلی محبت چمک جائے گی۔ جیسے سونے چاندی کی ڈلی۔ جب اس کو میل کچیل آلائش

لگ جائے تو وہ شکل سے بدشکل ہو جاتی ہے۔ جب صاف ہو جائے تو اسی آب و تاب سے نمودار ہو جاتی ہے۔ سب بنی آدم اگر اپنی فطرۃ کے مطابق نشوونما پائیں تو ضروری ہے کہ کل مولود یولد علیٰ فطرۃ الاسلام کے بموجب سب آپس میں محبت اور اُنس رکھنے والے ہوں۔ لیکن برے اعمال اور بری صحبتیں اس بغض و عداوت کی موجب بن جاتی ہیں۔ فطرۃ اسلام کیا ہے۔ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے سلامتی جو اس پر چلے وہ مسلم ہے۔ مسلم کون ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ جب اس کی زبان سے اور ہاتھ سے کسی کو آزار نہ پہنچا تو وہ بھی سلامت رہا اور دوسرے بھی سلامت رہے۔ اُنسیت اور محبت بھی قائم رہی۔

چونکہ اصل وجہ دشمنی کی بداعمالی ہے نہ اصلی اور فطرتی۔ اس لئے بدعمل کے عمل کو بُرا سمجھے نہ کہ اس آدمی کو۔ یہ جو کہتے ہیں کہ وہ آدمی برا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اس کا عمل برا ہے پس اس آدمی سے دشمنی نہ ہوئی بلکہ بُرے عمل سے دشمنی ہوئی۔ اس لئے انسانی طبعی انسیت کی وجہ سے ضروری ہوا کہ بغض کی وجہ سے نصیحت اور ہمدردی نہ چھوڑے۔

تربیت بچوں کی

اللہ تعالےٰ واحد ہے۔ وہ اپنی ذات صفات میں وحدہٗ لاشریک بے چون و بیچگون ہے۔ وہ بے مثل یکتا و یگانہ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنی وحدانیت کا جلوہ اپنی مخلوق میں بھی دکھلایا ہے۔ جو چیز پیدا کی ہے ایک ہی بنائی ہے۔ خواہ اس چیز کی مانند اور مشابہ دوسری چیزیں ہوں مگر فرق ضرور ہوگا۔ سو انسان آپس میں حد درجہ

ملتے ہوں مگر پھر بھی ان میں کچھ نہ کچھ امتیاز ضرور ہوگا۔ ہزاروں انسانوں کے انگوٹھے بجائے دستخط لگائے جائیں ہر ایک کا نشان دوسرے سے جدا ہوگا۔ ایک درخت کے لاکھوں پتے ہوں۔ ریت کے تودہ میں بے شمار ذرے ہوں ایک دوسرے سے ضرور متمیز ہوں گے۔ گویا ہر ایک پتہ اور ہر ایک ذرہ اپنی مخلوقیت سے پیدا کرنے والے کی وحدانیت کا نشان دے رہا ہے۔ اور زبان حال سے گویا ہے کہ اگرچہ میری شکل اور میری مانند بہت سی چیزیں ہیں۔ مگر میرے خالق نے جو ایک ہے مجھے بھی ایک ہی پیدا کیا ہے۔ یہ سلسلہ یہاں تک چلا جاتا ہے کہ انسان لاکھ کوشش کرے۔ دو چیزیں یکساں نہیں بنا سکتا۔ میرے ان لفظوں۔ حرفوں۔ نقطوں اور شوشوں یا خدا چاہے مطبوعہ کو خوردبین لگا کر دیکھو آپس میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوگا۔ ایک ہی مشین چیزیں بناتی ہے۔ ایک سانچہ میں اشیاء ڈھلتی ہیں مگر ہر ایک اپنے خط وخال میں دوسرے سے مختلف ہوگا۔

اسی طرح انسانی طبایع۔ قوئی اور فطرتیں خواہ آپس میں کتنی ہی ملتی جلتی ہوں پھر بھی ان میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوگا۔ اس لئے ضرور ہوا کہ تربیت بھی ہر ایک کی طبیعت کے مطابق اور مناسب حال ہو۔ اور چونکہ انسان کمزور اور اس کا علم قلیل ہے۔ اور ہر ایک کی طبیعت کی حقیقت سے پورا پورا واقف نہیں اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ سے استعانت مانگے۔ اور دعا کرے کہ اللہ تعالےٰ تربیت کے اس طریق پر چلنے کی توفیق بخشے جو کہ صراط مستقیم ہو۔ یعنی ٹھیک اور صحیح راستہ ہو۔ در حقیقت اصل ربوبیت وہی رب العالمین کرتا ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اور اپنے بندہ کی اندرونی۔ بیرونی۔ مخفی در مخفی۔ موجودہ اور

آیندہ آنے والی کیفیت اور حالت سے واقف اور سمیع بصیر علیم وخبیر ہے اور جس نے اپنے علم سے ہر ایک کو جدا جدا بنایا ہے وہی ہر ایک کی طرف جدا جدا توجہ رکھتا ہے اور ہر ایک کی حالت کے مطابق اور ہر ایک کی طبیعت کے مناسب ربوبیت فرماتا ہے۔

بچوں کی تربیت کی مثال ایسی ہے جیسے پھولوں اور پھل کے پودے جن کو احتیاط اور ہوشیاری سے ہاتھ لگانا چاہئے۔ یا ہومیوپیتھک کی ادویات ہیں جن کی تاثیر ہاتھ لگانے ہی سے خراب ہو جاتی ہے۔

بچوں کی فطرتی اٹھان اور میلان کے مطابق ان کی تربیت کرنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ ان کی طبعی رفتار کے مخالف زور ڈالنے سے نقصان پہنچ جائے۔ طبعی اور فطرتی لحاظ سے تربیت کرنا ایسا ہے جیسا اصلی ہیرے کو جلا دینا اور مخالف طرف لے جانا ایسا ہے جیسا مصنوعی ہیرا بنانا۔ اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کرنا۔ پوری سمجھ اور عقل سے کام لینا۔ بچوں کی طبعی میلان کو دیکھنا ان سے پوچھنا کہ تم کو کس کام۔ کس علم۔ کس ہنر کا شوق ہے۔ جو کچھ جواب دیں اس پر ان کی تعلیم وتربیت کی بنیاد رکھنا سیدھا راستہ ہے۔ کیونکہ اگر بچہ کو اس کے شوق والے کام کے لحاظ سے چلایا جائے تو خدا کے فضل سے اس میں جلدی اور بڑی ترقی کرتا ہے۔ یہ کتنی بری اور بیجا بات ہے کہ بچہ کو اس کی طبیعت کے مخالف طرف چلایا جائے۔ بچہ کو تو علم کا شوق ہو اور اپنے فائدہ کے لئے زبردستی اس کو دکانداری میں لگایا جائے۔ خود تو امرود سے انار اور انار سے امرود لینے کی کوشش کرے اور بچہ کی فطرۃ پر حملہ کرکے اس کو نا قابل اور نالائق کہے۔ استاد بچہ کی طبیعت اور طرز تعلیم سے ناواقف ہو اور اسے کند ذہن۔ کودن اور غبی کا خطاب دے۔ خود تربیت میں

غلطی کرے۔ اور بچہ کو بدنام کرے۔ اللہ تعالے نے جو فطرۃ جس کی بنائی ہے اس کے مخالف کام نہ کرے۔ فطرۃ کا ممد و معاون ہو۔ نہ کہ اس کے راستہ میں روکیں ڈالے۔ کیونکہ جس طرح طبیعت مدبر بدن ہے اسی طرح فطرۃ مدبر روح ہے۔

خدا کے فضل سے جب یہ مرحلہ طے ہو جائے اور بچہ اپنی طبعی مصروفیت میں لگ جائے تو اس کی رفتار کے دوران میں بھی اس کام کی جزئیات کے متعلق بچہ سے مشورہ کرتا رہے۔ تاکہ اس کا ذوق شوق تازہ رہے۔

بچہ کو سکول یا استاد کا ڈراوا ہرگز نہ دیا جائے کہ تجھ کو مدرسہ ڈالدیں گے۔ استاد سے تیری شکایت کریں گے وہ تجکو خوب مارے گا۔ اس سے اس کو بجائے استاد اور سکول کی محبت کے نفرت اور بیزاری پیدا ہو جائے گی۔ نہ شوق سے سکول جائے گا نہ خوشی خوشی پڑھے گا۔ پڑھنے کو عذاب اور مدرسہ کو قید سمجھے گا۔ بچہ جب ہی تعلیم میں ترقی کرتا ہے کہ اس کو استاد سے محبت اور سکول جانے کا شوق ہو۔ اس لئے ایسی کوشش اور ایسی باتیں کرنی چاہئیں کہ بچہ کے دل میں پڑھنے اور مدرسہ جانے کا شوق اور استاد کی محبت پیدا ہو۔ یہاں تک کہ اگر اس کو روکا بھی جائے تو نہ رکے اور مدرسہ نہ جانے پر بے چین اور ناراض ہو۔ جو اساتذہ محبت اور پیار سے پڑھاتے ہیں خصوصاً ابتدائی جماعتوں کے استادان کی طرف بچے شوق سے خود بخود کھچے چلے آتے ہیں۔ طلباء کی تعداد اور علمی ترقی کے لئے یہ طریق بہت مفید ہے۔ داخل شدہ بچے دوسرے بچوں کو یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ ہمارا استاد بہت اچھا ہے۔ بالکل نہیں مارتا۔ جو ماں باپ مارکوٹ کر بچوں کو مدرسہ لے جاتے یا بھیجتے ہیں اکثر ان کے بچے تعلیم سے رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح ہم کو عذاب سے

نجات ملے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (دین میں اکراہ نہیں۔ یقیناً بھلائی اور برائی واضح طور سے کھول کر بیان کردی گئی ہے) یعنی جبکہ نیکی کے فوائد اور منافع اور بدی کے نقصانات اور مضرتیں لوگوں پر اظہر من الشمس ہو جائیں گی تو وہ خود بخود نیکی کریں گے اور بدی سے بچیں گے۔ اکراہ کی ضرورت ہی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ کے مطابق ساری امتہ کے معلم ہیں۔ حضور کی صفت مبارک میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک (پس یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم ہیں اور اگر آپ درشت زبان اور سخت دل ہوتے تو آپ کے پاس سے ضرور بھاگ جاتے۔)

اور نہ بچوں کو ایسی چیز کا ڈراوا دینا چاہیئے جو کہ موہوم ہوں جیسے ہوا۔ بی شاہدی۔ بھتو۔ یا وہ کون آیا حالانکہ کوئی آیا نہ ہو۔ یا وہ کون ہے حالانکہ کوئی نہ ہو۔ یا اس کونے میں یا اس کوٹھڑی میں بلا بیٹھی ہے ابھی آکر تجکو پکڑ لے گی۔ یا اسے آواز دے کر بلانا کہ آجا اس کو پکڑ لے۔ ان باتوں سے بچوں کی دلیری ضائع ہو جاتی ہے اور وہ ڈرپوک ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف دلیری کی تعلیم دیں کہ یہ سب ڈراؤنی باتیں جھوٹی ہیں۔ ہاں واقعی مضرتوں سے ڈرانا اچھا ہے۔ تاکہ بچہ محتاط اور ہوشیار ہو جائے۔ مثلاً بچہ اندھیرے میں جانے سے ڈرے تو اسے کہے کہ بھوت پریت تو سب جھوٹی باتیں ہیں اور اندھیرا ڈراؤنی چیز نہیں۔ البتہ ڈر یہ ہے کہ کہیں سانپ بچھو نہ ہو یا راستہ میں کوئی چیز پڑی ہو۔ پتہ نہ لگے اور ٹھوکر لگ جائے۔ اس لئے اپنے ساتھ روشنی لے جاؤ۔

نیز دوائی اور ڈاکٹر کا ڈراوا ہرگز نہ دیں۔ مثلاً اگر بد پرہیزی کرے اور مضر چیز کھائے تو یہ نہ کہیں کہ تجھے دوا پلا دیں گے یا ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے وہ تجھے کڑوی دوا پلائے گا۔ بلکہ اگر بد پرہیزی کرے تو یہ کہیں کہ بد پرہیزی کرنے اور مضر اور ثقیل چیز کھانے سے انسان بیمار ہو جاتا ہے اور بہت تکلیف اُٹھاتا ہے۔

بعض اوقات ماں باپ کی محبت اور لاڈ سے بھی اولاد خراب ہو جاتی ہے۔

اولاد کی محبت تو ماں باپ کے دل میں ہر وقت ہوتی ہے لیکن اگر اس کا بے موقعہ اظہار کیا جائے گا تو اولاد بگڑ جائے گی۔ بچہ ناجائز کام کرے اور ماں باپ لاڈ پیار کریں۔ بچہ کا ستیاناس ہو گیا۔ اپنی محبت کا جذبہ پورا کیا اور اس کو خراب کیا۔ بری بات پر غصہ ہونا۔ تنبیہ کرنی۔ ڈانٹنا۔ جھڑکنا محبت ہے۔ اور قصور کے وقت محبت کرنی۔ لاڈ اور پیار کرنا دشمنی ہے۔ سچ کہتے ہیں کہ نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہے۔ اللہ ایسی دوستی سے بچائے جو موجب نقصان و ضرر ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قصور کے وقت بچہ کو پیار کرنا زیادہ برا ہے یا بے قصور مارنا۔ جب میں کسی ماں یا باپ کو دیکھتا ہوں کہ بچہ نے قصور کیا ہے اور وہ اُسے پیار کر رہا ہے یا اس کا قصور نہیں اور مار رہا ہے تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ کیونکہ بچہ کی روحانیت ماری جاتی ہے۔

جس طرح میاں کی وجاہت اور وقار بیوی پر ضروری ہے اسی طرح ماں باپ کا رعب داب اولاد کے لئے لابدی ہے۔ اگر رعب داب نہ ہو گا تو اولاد بے تابو ہو کر بے راہ ہو جائے گی۔ مگر رعب داب مارنے کوٹنے کا نام نہیں۔ بلکہ اصلی رعب داب اللہ رسول کی اطاعت پر قیام۔ علمی اور عملی فضیلت کا مقام۔

سچی اور مضبوط کلام۔ صداقت عدالت اور راستی پر استحکام۔ اخلاق فاضلہ نیک سلوک اور نیکوکاری پر دوام رکھنے سے حاصل ہوتا ہے

حقیقی وجاہت اور وقار یہی ہے۔ برخلاف اس رعب داب کے جس میں نرا تشدد ہی ہو اور ناصح کی عملی حالت اچھی نہ ہو۔ ؏

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

(وہ تو آپ ہی گمراہ ہے دوسرے کو کیا رستہ دکھلائے گا۔)

بچوں کو بچپن ہی سے فرماں برداری اور کہنا ماننے کی عادت ڈالیں اور نصیحت کرتے رہیں کہ بڑوں کا کہنا مانیں۔ تاکہ یہ عادت ایسی پک جائے کہ بفضل اللہ تعالےٰ بڑے ہو کر اُستادوں۔ بزرگوں اور احکام شریعت کی تابعداری کریں۔

بچہ کو اگر حکم دو یا کسی کام کے کرنے کے لئے کہو۔ اور وہ اس کے بجا نہ لانے کا کوئی معقول عذر بیان کرے یا اس تمہاری بات کی مخالفت میں کوئی سچی وجہ یا صحیح دلیل پیش کرے تو بہت خوشی سے قبول کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ اس نے اولاد ہو کر ہمارا کہنا نہ مانا۔ یہ غصہ اور رنج دل میں لانا برا ہے۔ اس سے اس کی باریک نتائج تک پہنچنے والی استدلالی قوۃ کو ضرر پہنچے گا۔ اور اگر کوئی اچھی بات اس کی سمجھ میں آئے گی تو تمہاری ناراضی کے خوف سے بیان نہ کر سکے گا اور دل ہی دل میں افسوس کرے گا کہ ایسی اچھی بات ان کی سمجھ میں آتی ہی نہیں۔ اور اگر اس کا عذر اور دلیل غلط ہے تو اس پر تشدد نہ کرو۔ کہ تو بچہ ہو کر بڑوں کی بات پر اعتراض کرتا ہے۔ بلکہ اس کی عقل اور سمجھ کے مطابق محبت اور نرمی سے دلیل دے کر اس کا رد کرو۔ اور اگر وہ پھر اس کی رد میں دلیل پیش کرے تو تم بھی اس کا جواب دلیل سے دو۔ ایسا کرتے جاؤ اور گھبراؤ نہیں۔ یہاں تک کہ وہ اصل حقیقت تک پہنچ کر

بات کو سمجھ لے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس سے اس کی عقل اور قوۃ فیصلہ ترقی کر جائے گی۔
مگر یہ احتیاط رہے کہ کہیں بچہ کی آزادی بڑھ کر اس کی اطاعت اور فرماں برداری کی
قوۃ کو اور اس کے اس یقین کو کہ اطاعت اصل اور عقل اس کی خادم ہے کم نہ کر دے۔
کیونکہ حقیقی فرض سمعنا واطعنا ہے عقل اس لئے ہے کہ حکم برداری اچھی طرح اور
احسن طریق سے ہو۔

اولاد بیوی کرنے کا ثمرہ ہے پھل کی ضرورت اور محبت پھولوں پتوں اور
شاخوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ محبت یہ ہے کہ ان کے نمازی متقی اور اللہ رسول کا
سچا فرماں بردار بننے کے لئے کوشش کی جائے۔ بیوی کی محبت میں ایسا مشغول
نہ ہو جائے کہ اولاد کی تربیت میں غفلت کرے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اولاد نیک ہوگی۔
تو اس کی اولاد بھی نیک ہوگی۔ خدا کے فضل سے اس طرح نیکوں کا سلسلہ
بڑھتا جائے گا۔

بچوں کو ہمیشہ نصیحت کرتے رہو۔ نیک باتوں کی ترغیب اور بُری باتوں سے
ڈراتے رہو۔ یہ خیال نہ کرو کہ وہ بچے ہیں سمجھتے نہیں۔ بڑے ہو کر خود سمجھ لیں گے۔
یہ خیال برا ہے۔ ان کے کان میں بات ڈالتے رہو۔ تبلیغ کے معنی ہیں بات کا
پہنچا دینا۔ کان میں بات ڈال دینے کا بہت ہی فایدہ ہے۔ ولادت کے وقت
بچہ کے کان میں اذان دینے میں بڑی حکمت ہے۔ ایک برکت اور نور ہے یا
نیکی کا ایک بیج ہے جو کان کے ذریعہ دل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اور خدا کے
فضل سے اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔ غور والی بات ہے کہ شریعت پیدا ہوتے ہی
بچے کے کان میں اذان دینے یعنی کلمات حق سنانے کا حکم دیتی ہے پھر اس کے

بڑے ہونے پر نصیحت نہ کرنی اور تبلیغ و تربیت سے پہلوتہی کرنی کس قدر مذموم ہے۔
اگر تم سے ان کے سامنے کوئی غلطی ہو جایا کرے تو اس قصور کا اقرار ان کے سامنے
کیا کرو اور زبان سے کہا کرو کہ مجھ سے قصور ہو گیا۔ اے اللہ میرا گناہ بخش۔ تاکہ وہ بھی
قصور ماننا اور توبہ استغفار کرنا سیکھیں۔

بچے ہمیشہ خوش رہتے، ہنستے کھیلتے رہتے ہیں۔ ننھے بچے گھوارہ میں پڑے ہوئے
ہاتھ پیر مارتے رہتے ہیں۔ ان کے نشو و نما کے لئے یہ بات بڑی ضروری ہے۔ تم بھی
اس طبعی تربیت کے ممد و معاون رہو۔ بچے غم و الم میں سست پڑے نہ رہیں۔
بلکہ خوش و خرم اچھلتے کودتے رہیں۔ تمہارا گھر اور تمہارا وجود ان کے لئے امن و آسائش
راحت و آرام ہو۔ ان کی خوشی اور ذوق و شوق کو بڑھاتے رہو۔ انشاء اللہ تعالےٰ وہ اپنی
نشو و نما میں بہت ترقی کریں گے۔

ان سے چھوٹی چھوٹی باتوں میں جوان کی سمجھ کے اندر ہوں مشورہ بھی لیا کرو۔
تاکہ فیصلہ اور اچھی رائے دینے کی قوۃ ترقی کرے۔ اور ان کو مشورہ لینے کی عادت ہو۔
خودی اور خود روی سے بچیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ ع

خودی اور خود روی کب کس کو بھاوے

مثلاً اس وقت گھر میں کیا پکے۔ اب تم کون سے کپڑے پہنوگے۔ اور خوشی تہوار۔
بیاہ شادی کے لئے کون سے رکھوگے۔ اس وقت کونسا کھیل کھیلوگے۔ کونسی کتاب
پڑھوگے۔ کیا کام کروگے۔ تمہارے بھائی بہن یہ بات کہتے ہیں۔ یہ کیسی ہے اچھی
ہے یا بری۔ یہ پیسے جو تم کو ملے ہیں ان کو کس طرح خرچ کروگے۔ غریب۔ مسکین۔ فقیر
کو کیا دوگے۔ چندہ کتنا دوگے۔ یہ چیز جو خرید کر لائے ہو اس میں سے بھائی بہنوں کو

کتنا دو گے۔ ان سوالات کے جواب میں جو وہ کہیں ان کے متعلق ان کو نیک مشورہ دو۔

کبھی تم چھوٹے چھوٹے کام خواہ تمھیں پوچھنے کی ضرورت نہ ہو ان سے پوچھ کر کیا کرو۔ تاکہ ان کو پوچھ کر کام کرنے کی عادت ہو۔ یہ نہیں کہ ہر وقت ان پر ہی حکم چلاتے رہو۔ کہ ان کا افسریت کا مادہ ہی جاتا رہے۔ نیز وہ یہ بھی احساس کریں کہ ہم کسی مَد میں نہیں۔ بلکہ والدین ہم کو وقعت دیتے ہیں۔ اس سے ان کا حوصلہ بڑھے گا۔ گھر سے باہر جاؤ تو ان سے کہہ کر اور اطلاع دے کر جاؤ کہ میں وہاں چلا ہوں۔ وہ بھی جب گھر سے باہر جائیں گے تو پوچھ کر جائیں گے۔ اس اطلاع سے تم ان کو بری بھلی جگہ جانے کے متعلق ہدایت دے سکو گے۔

یہ نہیں چاہئے کہ بچوں کو ان کے ہر ایک قصور پر ضرور سزا دی جائے۔ اس سے وہ سخت اور سنگ دل ہو جائیں گے۔ بلکہ ان کے بہت سے قصوروں کو معاف بھی کرنا چاہئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ویعفوا عن کثیر (اور درگزر کرتا ہے بہت) اور یہ تو معصوم بچے ہیں۔ بچے جب قصور کریں تو یکایک غیظ و غضب میں نہ آجاؤ۔ بلکہ پہلے صبر اور تحمل سے یہ سوچو کہ بچہ نے یہ قصور کیوں اور کس وجہ سے کیا ہے۔ اور اس کے اس قصور کی محرک کون سی بات ہے۔ کیا اس کی وجہ ہماری اپنی ہی کوتاہی تو نہیں پھر غور کرو کہ کیا تدبیر اور کون سی راہ اختیار کی جائے جو آئندہ ایسا کام نہ کرے۔ اگر سزا ہی دینی ہو تو ایسی ہو کہ تم سے بد دل اور بیزار نہ ہو جائے۔

جب سفر یا بازار سے گھر میں آؤ تو بیوی یا بچوں کے لئے کچھ نہ کچھ پھل۔ پھول۔ ترکاری تحفہ۔ چیز حسب استطاعت لے جاؤ۔ خالی ہاتھ گھر میں نہ آؤ۔ میرے والد صاحب بازار یا سفر سے جب گھر آتے خالی ہاتھ نہ آتے۔ اور جب گھر میں داخل ہوتے تو

السلام علیکم کہتے۔ سلام بھی دعا کا تحفہ ہے۔

بچہ اگر کوئی چیز تمھارے پاس رکھوائے تو اُسے حفاظت سے سنبھال کر رکھو۔ اور جب وہ مانگے بجنسہٖ اُس کی امانت دیدو۔ وہ کیا رکھوائے گا۔ یہی کوئی کھیلنے کی چیز یا پیسہ دو پیسے۔ اس سے اسے امانت داری کی عادت ہوگی۔ جس طرح بڑوں کو امانت رکھوانے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح بچوں کا بھی حال ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کے سوا کس کے پاس رکھوائیں۔ یہ خیال کر کے کہ ہمارا بچہ ہے۔ کیا ہوا۔ اس کی امانت کی حفاظت میں لاپرواہی نہ کرنا۔ تمھارے نزدیک تو وہ چیز بے حقیقت ہے مگر اس کی نظر میں بڑی قابل قدر ہے۔ اس تمھاری امانت داری سے انشاء اللہ تعالےٰ یہ اثر ہوگا کہ وہ بھی امین ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی راز کی بات کہے۔ اس راز کی بھی پوری راز داری کرو۔ کسی سے نہ کہو۔ اور کسی وقت اس کے پاس ذکر بھی کر دیا کرو کہ ہم نے تمھاری بات کسی سے نہیں کہی۔ ہماری عادت نہیں کہ ہم کسی کی راز کی بات دوسرے سے کریں۔ وہ راز کیا ہوگا۔ یہی بھائی بہنوں کی معمولی باتیں یا اس کی اپنی کوئی بات ہوگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ وہ تم کو مؤتمن سمجھ کر اپنے پوشیدہ عیوب اور بری عادتیں بھی بتلا دیا کریگا۔ جس سے اس کے عیوب کے معلوم ہو جانے سے بفضل اللہ تعالیٰ اس کی تربیت اچھی طرح سے کر سکو گے۔ مگر ضروری ہے کہ ان عیوب اور قصوروں کو صبر اور تحمل کے ساتھ بغیر چیں بہ جبیں ہوئے کشادہ پیشانی سے سن لو اور اس کی راز داری کرو اور پھر مناسب موقعہ اور مناسب تدبیر سے اس کا علاج کرو۔ اگر اس وقت تم کو غصہ آگیا اور اس پر خفا ہوئے تو وہ آیندہ تم کو اپنا عیب۔

کبھی نہ بتلائے گا۔ اور بوجہ لاعلمی تم اس کی تربیت سے ایک حصہ تک قاصر رہو گے۔
اور اس کے اس قصور کا تم کو اس وقت پتہ لگے گا۔ جب اس کے بدترین نتائج ظاہر
ہوں گے۔ اور علاج کرنا مشکل ہوگا۔ تدبیر اور علاج بھی ایسا ہو کہ وہ آئندہ تم کو اپنے
حالات وعیوب کے بتلانے سے ہٹ نہ جائے۔ بعض باتیں وہ تم کو ایسی بتلائے گا
جو اس کے نزدیک اچھی یا معمولی ہوں گی۔ مگر تمھارے نظر میں وہ بڑے بڑے گناہوں
کا پیش خیمہ ہوں گی۔ پس سنتے ہی آپے سے باہر نہ ہو جاؤ۔ غیظ وغضب میں نہ آجاؤ
بلکہ تحمل کے ساتھ اس کی سب باتیں سنو۔ لیکن اگر تم سے رہا نہ جائے۔ اور اسی وقت
تنبیہ کرنا چاہو۔ تو ایسے طریق سے کرو کہ اس کو یہ افسوس نہ ہو کہ کیوں تم کو اپنا بھید بتلایا
بلکہ خوش ہو کہ اچھا کیا کہ جو اپنے باپ یا ماں کو بتلایا۔ انھوں نے میرا بھلا کیا اور مجھ کو
رسوائی۔ دکھ اور نقصان سے بچایا۔

بچہ سے اس کی کم علمی کی وجہ سے کوئی قصور ہو جائے یا اس کے ہاتھ سے کوئی چیز
گر کر ٹوٹ جائے۔ کھوئی جائے یا رکھ کر بھول جائے۔ عمداً ایسا نہ کرے۔ بلکہ غلطی
سے کوئی نقصان کر بیٹھے۔ خواہ وہ چیز بیش قیمت ہو۔ اس کو محتاط رہنے کی نصیحت
کے سوا سخت سرزنش ہرگز نہ کرو۔ اگر اس کو سزا دو گے تو گویا آیندہ اس کے اخفاء گناہ
یا جھوٹ بولنے کے تم خود محرک بنو گے۔ کیونکہ بھول چوک سہو لسیاں تو ہوا ہی کرتے
ہیں۔ قیمتی چیزیں بچوں سے تو کیا کبھی بڑوں سے بھی ٹوٹ جاتی اور گم جاتی ہیں۔ جب کبھی
اس سے ایسا قصور ہوگا تو اس ڈر سے کہ سزا ملے گی اس کو چھپائے گا یا جھوٹ بولیگا۔
بلکہ جب اس سے ایسا قصور ہو جائے۔ تو اس کو تسلی دو کہ کوئی افسوس کی بات نہیں۔
اللہ تعالے اپنے فضل سے اور دیدے گا۔ تاکہ اس میں حکم الٰہی (ولا تاسوا علی ما فاتکم)

(اور افسوس نہ کیا کرو اس پر جو تم سے جاتا رہے) پر عمل کی طاقت بڑھے۔

بچوں کو اس بات کا یقین دلاتے رہو کہ یہ جو ہمارا پیسہ ہے یہ اللہ تعالے نے
ہماری تمھاری قسمت کا دیا ہوا ہے۔ ہمارا بھی اس میں حصہ ہے۔ تمھارا بھی اس میں
حصہ ہے۔ . . . . تمھیں ابھی خرچ کرنا نہیں آتا۔ اس لئے
ہم اپنے پاس رکھتے ہیں۔ حفاظت کرتے ہیں۔ اور تم پر درستی سے خرچ کرتے
ہیں۔ تاکہ ان کے دل میں گھر کے مال واسباب کی ہمدردی پیدا ہو۔ اور وہ تمھارے
گھر کی ایسی ہی حفاظت کریں جیسی کہ اپنے گھر کی کرتے ہیں۔ چاہئے کہ اخراجات
اور آمد کے متعلق کبھی کبھی اس سے مشورہ بھی لیا کرو۔ ان پر اعتبار کرو۔ کبھی
ان کے ہاتھ میں کنجی دے کر پیسہ روپیہ نکلوا لیا کرو۔ مگر خوب دھیان رکھو کہ کہیں
وہ تمھاری اجازت کے بغیر اس میں سے پیسہ دھیلا نہ لیلیں۔ اور بری عادت
میں نہ پڑیں۔ اس تعلیم سے وہ گھر کی حفاظت کریں گے۔ ہمدردی دلسوزی اور
میانہ روی برتیں گے۔ تمھاری چیز کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھیں گے۔ اور
اس خوشی میں جو تم کو اپنے گھر کی ہے وہ بھی شامل ہوں گے۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ
اس یگانگت سے گھرداری اور خرچ کرنا سیکھ جائیں گے۔

یہ جو کہتے ہیں کہ کمائی کرنا آسان ہے اور خرچ کرنا مشکل ہے۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ اخراجات کو آمد کے اندر رکھنا اور موقع محل اور مقدار کے لحاظ سے ٹھیک
ٹھیک خرچ کرنا مشکل ہے۔ ورنہ خرچ کرنا کون نہیں جانتا۔ جو لوگ اپنے
نفس کو اور خرچ کو کنٹرول یعنی ضبط میں رکھتے ہیں۔ وہ باوجود کم آمدنی کے
فارغ البال ہوتے ہیں اور جن کے نفس اور خواہشات قابو میں نہیں وہ باوجود

کبھی نہ بتلائے گا۔ اور بوجہ لاعلمی تم اس کی تربیت سے ایک حصّہ تک قاصر رہو گے۔ اور اس کے اس قصور کا تم کو اس وقت پتہ لگے گا۔ جب اس کے بدترین نتائج ظاہر ہوں گے۔ اور علاج کرنا مشکل ہو گا۔ تدبیر اور علاج بھی ایسا ہو کہ وہ آئندہ تم کو اپنے حالات وعیوب کے بتلانے سے ہٹ نہ جائے۔ بعض باتیں وہ تم کو ایسی بتلائے گا جو اس کے نزدیک اچھی یا معمولی ہوں گی۔ مگر تمھارے نظر میں وہ بڑے بڑے گناہوں کا پیش خیمہ ہوں گی۔ پس سنتے ہی آپے سے باہر نہ ہو جاؤ۔ غیظ وغضب میں نہ آجاؤ بلکہ تحمل کے ساتھ اس کی سب باتیں سنو۔ لیکن اگر تم سے رہا نہ جائے۔ اور اسی وقت تنبیہ کرنا چاہو۔ تو ایسے طریق سے کرو کہ اس کو یہ افسوس نہ ہو کہ کیوں تم کو اپنا بھید بتلایا بلکہ خوش ہو کہ اچھا کیا کہ جو اپنے باپ یا ماں کو بتلایا۔ انھوں نے میرا بھلا کیا اور مجھ کو رسوائی۔ دکھ اور نقصان سے بچایا۔

بچہ سے اس کی کم علمی کی وجہ سے کوئی قصور ہو جائے یا اس کے ہاتھ سے کوئی چیز گر کر ٹوٹ جائے۔ کھوئی جائے یا رکھ کر بھول جائے۔ عمداً ایسا نہ کرے۔ بلکہ غلطی سے کوئی نقصان کر بیٹھے۔ خواہ وہ چیز بیش قیمت ہو۔ اس کو محتاط رہنے کی نصیحت کے سوا سخت سرزنش ہرگز نہ کرو۔ اگر اس کو سزا دو گے تو گویا آئندہ اس کے اخفاء گناہ یا جھوٹ بولنے کے تم خود محرک بنو گے۔ کیونکہ بھول چوک سہولتیاں تو ہوا ہی کرتے ہیں۔ قیمتی چیزیں بچوں سے تو کیا کبھی بڑوں سے بھی ٹوٹ جاتی اور گم جاتی ہیں۔ جب کبھی اس سے ایسا قصور ہو گا تو اس ڈر سے کہ سزا ملے گی اس کو چھپائے گا یا جھوٹ بولیگا۔ بلکہ جب اس سے ایسا قصور ہو جائے۔ تو اس کو تسلی دو کہ کوئی افسوس کی بات نہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اور دیدے گا۔ تاکہ اس میں حکم الٰہی (ولا تاسوا علی ما فاتکم)

(اور افسوس نہ کیا کرو اس پر جو تم سے جاتا رہے) پر عمل کی طاقت بڑھے۔

بچوں کو اس بات کا یقین دلاتے رہو کہ یہ جو ہمارا پیسہ ہے یہ اللہ تعالےٰ نے ہماری تمھاری قسمت کا دیا ہوا ہے۔ ہمارا بھی اس میں حصّہ ہے۔ تمھارا بھی اس میں حصّہ ہے۔ . . . . تمھیں ابھی خرچ کرنا نہیں آتا۔ اس لئے ہم اپنے پاس رکھتے ہیں۔ حفاظت کرتے ہیں۔ اور تم پر درستی سے خرچ کرتے ہیں۔ تاکہ ان کے دل میں گھر کے مال واسباب کی ہمدردی پیدا ہو۔ اور وہ تمھارے گھر کی ایسی ہی حفاظت کریں جیسی کہ اپنے گھر کی کرتے ہیں۔ چاہیئے کہ اخراجات اور آمد کے متعلق کبھی کبھی اس سے مشورہ بھی لیا کرو۔ ان پر اعتبار کرو۔ کبھی ان کے ہاتھ میں کنجی دے کر پیسہ روپیہ نکلوا لیا کرو۔ مگر خوب دھیان رکھو کہ کہیں وہ تمھاری اجازت کے بغیر اس میں سے پیسہ دھیلا نہ لیلیں۔ اور بری عادت میں نہ پڑیں۔ اس تعلیم سے وہ گھر کی حفاظت کریں گے۔ ہمدردی دلسوزی اور میانہ روی برتیں گے۔ تمھاری چیز کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھیں گے۔ اور اس خوشی میں جو تم کو اپنے گھر کی ہے وہ بھی شامل ہوں گے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اس یگانگت سے گھرداری اور خرچ کرنا سیکھ جائیں گے۔

یہ جو کہتے ہیں کہ کمائی کرنا آسان ہے اور خرچ کرنا مشکل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اخراجات کو آمد کے اندر رکھنا اور موقع محل اور مقدار کے لحاظ سے ٹھیک ٹھیک خرچ کرنا مشکل ہے۔ ورنہ خرچ کرنا کون نہیں جانتا۔ جو لوگ اپنے نفس کو اور خرچ کو کنٹرول یعنی ضبط میں رکھتے ہیں۔ وہ باوجود کم آمدنی کے فارغ البال ہوتے ہیں اور جن کے نفس اور خواہشات قابو میں نہیں وہ باوجود

بہت آمدنی کے تنگ دست اور پریشان حال رہتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ہماری بے اعتدالیوں کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہے۔ مگر وہ چھوڑ نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ فضول خرچی کے ایسے عادی ہو جاتے ہیں کہ وہ عادت ان کی طبیعت ثانی یا جزو بدن بن چکی ہوتی ہے۔ جس کے بغیر وہ رہ نہیں سکتے۔ اور اسی پریشانی میں اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس خطرہ سے بچانے کے لئے بچوں کو بچپن ہی سے اخراجات کو قابو میں رکھنے کا عادی بنایا جائے۔ آپ اس کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا کریں۔ سوچ سمجھ کر مناسب کوشش اور تدبیر کریں۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے آپ کے لئے کوئی راستہ کھول دے۔ میری سمجھ میں جو تدبیر آتی ہے عرض کر دیتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ اپنی وسعت کے مطابق جس قدر ان کے کھانے کپڑے، تعلیم، اتفاقیہ اخراجات۔ چندہ۔ جیب خرچ۔ پس انداز وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں۔ فرداً فرداً ہر ایک بچہ کا حساب کرکے اُس اُس قدر ماہواری تنخواہ ہر ایک بچہ کی مقرر کر دیں۔ اور ہر ایک کے نام کا جدا جدا رجسٹر بنا لیں۔ جن میں اُن کا آمد و خرچ لکھا جائے۔ وہ اپنے اپنے رجسٹر کو وقتاً فوقتاً دیکھتے۔ غور کرتے رائے اور مشورہ دیتے رہیں۔ اس سے ان کو یہ احساس ہوگا کہ ماں باپ ہم کو اس قدر ماہوار تنخواہ دیتے ہیں۔ یہ ہماری آمدنی ہے اس کے اندر ہم کو اپنے اخراجات رکھنے چاہییں۔ ان کے دل میں پیسہ کی قدر اور والدین کی شکرگزاری پیدا ہوگی اور خرچ کرنے کا طریقہ آجائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اگر آپ ملازم ہیں تو ماہواری تنخواہ سے اور اگر تاجر یا کسب کرنے والے ہیں تو ایک سال کی ماہواری اوسط آمد کے حساب سے بچوں کی ماہواری تنخواہ مقرر

کی جائے۔ اور دوران سال میں خواہ آپ کی آمد بڑھتی یا گھٹتی رہے۔ ان کی مقررہ ماہواری تنخواہ میں ہرگز فرق نہ ڈالیں۔ جو وعدہ کیا ہے اس کو لازماً پورا کریں۔ بچوں کی عادات اسی طرح بگڑتی ہیں کہ کبھی تو لاڈ پیار میں آکر ان پر روپے پیسے کی بارش کر دی۔ اور کبھی ایسی تنگی کی کہ بچے پیسہ پیسہ کو محتاج ہو گئے۔ اور اپنی فضول خرچی کی عادات کو پورا کرنے کے لئے ناجائز طریقوں سے پیسہ حاصل کرنے لگے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء۔ (اور اگر اللہ اپنے بندوں پر رزق کی ریل پیل کر دے تو ضرور بغاوت کریں زمین میں ولیکن دیتا ہے مقررہ انداز سے جس طرح چاہتا ہے) اس لئے آپ پر خواہ کشادگی کا وقت آئے یا تنگی کا ان کو سال کے اختتام تک برابر دیے جائیں۔ اور اگر ان کی تنخواہ میں ترقی یا کمی کرنی ہو تو سال رواں میں ہرگز نہ کریں۔ بلکہ نئے سال کے شروع ہونے کے وقت نئے بجٹ میں کریں۔ بعض اخراجات مجموعی ہوتے ہیں۔ مثلاً سب کا کھانا ایک جگہ پکتا ہے۔ ایسے اخراجات کی رقوم مساوی حساب سے ان کے رجسٹروں میں درج کریں۔ اور ان کو بقایا سے اطلاع دیتے رہیں۔ تاکہ وہ مہینہ کے آخر تک اپنا خرچ پورا کر لیں۔ مہینہ کے آخر میں تنگی نہ اُٹھائیں۔ اس کام میں محنت تو ضرور ہے۔ مگر اولاد کی تربیت کے لئے ماں باپ کو تکلیف اُٹھانی ہی پڑتی ہے۔ اگر آپ یہ تکلیف اُٹھائیں گے خدا کے فضل سے امید ہے کہ آپ کے نورِ چشم خرچ کرنے کی عملی تعلیم میں ٹرینڈ ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالےٰ۔

بچے اگر تم کو کوئی نصیحت کریں تو اس کو شکرگزاری کے ساتھ قبول کرو۔ یہ نہ کہو کہ تم چھوٹے ہو کر بڑوں کو نصیحت کرتے ہو۔ بلکہ جزاک اللہ کہو۔ اس کا یہ فائدہ ہے کہ وہ

تمہاری نصیحت کو خوشی سے قبول کریں گے۔ اگر ان کی نصیحت صحیح نہ ہو تو بہت نرمی سے
اور محبت سے سمجھا دو اور ان کی غلطی سے آگاہ کر دو۔ خفا نہ ہو۔ انھوں نے اپنی طرف
سے تو نیکی ہی کی ہے۔ مگر ان کا تجربہ اور سمجھ ہی اتنی ہے۔ ان کا کوئی قصور نہیں۔

انسان کی فطرت میں شرم و حیا رکھی ہے۔ بچوں میں بہت شرم و حیا ہوتی ہے خاص کر
لڑکیاں تو بہت شرمیلی ہوتی ہیں۔ اس فطرت کو ضائع نہ ہونے دو۔ بچپن ہی سے ان کو
شرم و حیا کی عادت ڈالو۔ بچے اکٹھے آبریز نہ جائیں۔ اگر بڑی بہن اپنی ننھی سی بہن کو
پانی کی لٹیا دینے جائے تو باہر سے ہاتھ بڑھا کر دے یا منہ پر آنچل کر کے اندر
جا کر دے۔ جیسا مردوں کو مردوں سے ناف سے لے کر گھٹنوں تک پردہ ضروری
ہے۔ اسی طرح عورت کو عورت سے ضروری ہے۔ الحیاء من الایمان (حیا
ایمان میں سے ہے۔)

بچوں کو تاکید کرو کہ اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو خود بدلہ نہ لیا کرو۔ بلکہ بڑوں کے
پاس شکایت لے جاؤ۔ تاکہ ان کو خود بدلہ لینے کی عادت نہ پڑ جائے۔ اس کا نتیجہ بہت
اچھا ہوگا۔ امن رہے گا۔ فساد نہ بڑھے گا۔ ان کو سمجھاؤ کہ آپس میں پیار و محبت سے
رہیں۔ بھائی بہن آپس میں لڑ پڑیں تو کوشش کرو کہ وہ خود ہی انصاف کے ساتھ
آپس میں فیصلہ کر لیں۔ چھوٹا اپنی چھوٹائی سمجھ لے۔ بڑے کا ادب کرے اور مقابلہ
نہ کرے اور بڑا اپنی بڑائی سمجھے اور چھوٹے پر شفقت کرے۔ زیادتی نہ کرے۔ تاکہ
ان میں صلح۔ صفائی۔ اتفاق و یگانگت کی طاقت بڑھے۔ مجبوراً اگر ایسا نہ ہو سکے
تو خود دخل دے کر عدل کے ساتھ صفائی کر دو بے جا پشتی کسی بچے کی نہ کرو۔ خواہ
وہ تمہارا سب سے چھوٹا پیارا بچہ ہو ورنہ اس میں زیادتی کرنے کی عادت اور بڑے کے

دل میں کینہ پیدا ہوگا۔ البتہ بڑے کے پاس چھوٹے کی سفارش کر سکتے ہو کہ تم بڑے اور
سمجھ دار ہو۔ اور یہ چھوٹا ناسمجھ ہے۔ بشرطیکہ وہ مان لے۔ تم جبراً اپنی سفارش منوانے کی
کوشش نہ کرو۔ اس کی مرضی مانے یا نہ مانے۔ اگر ایک نے دوسرے کی چیز لی ہو
تو واپس دلوا دو۔ اور اگر مارا ہو تو مارنے والے کو اتنی ہی سزا دو۔ بہتر یہ ہے کہ تعدی
کرنے والا اپنے قصور کا اقرار کر کے دوسرے سے معافی مانگے اور آئندہ کے لئے عہد
کرے کہ زیادتی نہ کرے گا پھر اس کو معافی دی جائے۔ اولاد نے اگر بچپن میں یہ تعلیم اور
تربیت اچھی طرح حاصل کی ہوئی ہوگی تو بڑے ہو کر آپس میں لڑائیوں سے بچے رہیں
گے ایک دوسرے کا تعاون کریں گے۔ اور اس محبت و اتفاق ہو اور یگانگت
کی برکت سے آپ کا خاندان بہت بڑی دینی دنیاوی ترقی کرے گا۔ انشاء اللہ تعالے۔

بچے آپس میں کھیل رہے ہوں۔ اور کوئی رو پڑے تو اس کو یہ نہ کہو کہ تم کو کس نے
مارا۔ اس سے جھوٹ کی تحریک ہوتی ہے۔ بلکہ یہ پوچھو کہ کیوں روئے۔ کیا تکلیف ہوئی
کیا پتہ ہے کہ کھیل میں چوٹ لگی ہو۔ کسی نے مارا نہ ہو۔ پھر دوسروں کا نام لینے سے کیا
فایدہ۔ ناحق کی بدگمانی۔

کبھی بازار سے ایسی چیز لاؤ جو عدل کے ساتھ آپس میں تقسیم ہو سکے۔ پھر ان کے درمیان
رکھ دو کہ آپس میں برابر بانٹ لو۔ اس سے اتفاق انصاف اور آپس میں فیصلہ کرنے
کی عادت بڑھے گی جس میں جھگڑے کا اندیشہ ہو وہ خود بانٹ دو۔ عدل کے بعد احسان
اور ایثار کی تعریف کر کے رغبت دلاؤ۔ لیکن اگر نہ کریں تو زور نہ ڈالو۔ زور ڈالنے سے رغبت
کی بجائے نفرت بڑھے گی کبھی دو اچھی چیزیں بچہ کے سامنے پیش کرو اور کہو کہ جو دونوں
میں سے اچھی ہو لے لو۔ پھر جو وہ لے اس سے پوچھو کہ اس میں کونسی خوبی ہے جو تم نے

ترجیح دی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ اس بات کی رہنمائی ہے کہ والاخرۃ خیر و ابقیٰ۔
(اور آخرۃ اچھی اور باقی رہنے والی ہے۔)

جس طرح انسان تندرست ہوتا ہے اور اس کو یکایک کوئی بیماری آجاتی ہے۔
اسی طرح روحانی بیماری بھی حملہ کرتی ہے۔ اور انسان بری عادت برے اخلاق اور
بداعمالی کی کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب بچوں میں ایسا حال معلوم ہو فوراً
تدارک کرو۔ کیونکہ جس طرح مرض جلدی علاج نہ کرنے سے جڑ پکڑتا اور بڑھ جاتا ہے
اسی طرح روحانی مرض خبر نہ لینے سے خطرناک ہو جاتا ہے۔ مگر تھوڑے ہیں جو اس کی
پرواہ کرتے ہیں۔ امتحانات دیتے۔ کتابیں تصنیف ہوتیں۔ رسالے شائع کئے جاتے۔
شفا خانے کھولے جاتے ہیں۔ روحانی بیماریوں سے اتنی ہی غفلت اور بے پرواہی
کی جاتی ہے۔ حالانکہ روحانی مرض کا ضرر، اور نقصان جسمانی سے زیادہ ہے اور انجام
کار جسمانی صحت کو بھی خراب کر دیتا ہے۔

دنیا کی کتاب کا پہلا صفحہ جو بچہ کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ وہ گھر کی چیزیں اور گھر کے
کاروبار ہیں۔ ان کے متعلق ان کی سمجھ کے مطابق سمجھاؤ۔ تاکہ ان کی عقل اور ذہانت
تیز ہو۔ اور حقائق اشیاء پر غور کرنے کا مادہ بڑھے۔ مثلاً پوچھو۔ چمٹے سے کیا فائدہ
ہے اگر چمٹا نہ ہوتا تو کیا تکلیف ہوتی۔ چمٹا لوہے کا کیوں ہے۔ لکڑی کا نہیں۔ اسکی
دو شاخیں کس لئے ہیں۔ آگے سے کھلا اور پیچھے سے جڑا ہونے کی کیا وجہ ہے۔ کیا سبب
ہے کہ چھلنی میں آٹا چھن جاتا اور دانا بھوسہ رہ جاتا ہے چارپائی کے چار پائے کیوں
ہیں۔ تین یا پانچ کیوں نہیں۔ رفتہ رفتہ بتدریج ان سے بڑے بڑے اور باریک
سوالات کرو۔ اور جن کا ان کو جواب نہ آئے۔ خود جواب دے کر سمجھاؤ۔ مثلاً ہم کو

کس نے پیدا کیا ہے۔ یہ ہمارا وجود ہم کو کس نے بخشا ہے۔ اس کی صفتیں کیا ہے۔
ہم دنیا میں کس کام کے لئے آتے ہیں۔ نیکی کیا ہے۔ اور بدی کیا ہے۔ نیکی میں کیا خوبی
اور بدی میں کیا برائی ہے۔ اچھے اعمال کونسے ہیں اور برے اعمال کونسے۔ اچھے
عمل سے کیا فائدہ اور برے عمل سے کیا نقصان ہے۔ مثالیں دے کر ہمیں سمجھاؤ۔
تم دیکھتے ہو کہ دنیا میں جس طرح پیدائش ہے اسی طرح موت کا سلسلہ جاری ہے
مر کر کہاں جاتے ہیں۔ ہم کو بھی ایک دن مرنا ہے۔ ہم کہاں جائیں گے۔ ہمارے
ساتھ کیا گزرے گا۔

جس طرح دنیا کے کاروبار کے لئے پہلے سے دور اندیشی اور بندوبست کیا
جاتا ہے کیا مرنے کے بعد کیلئے بھی کوئی انتظام اور تیاری ہو سکتی ہے۔ وہ انتظام اور
تیاری کیا ہے جس طرح دنیا کے کاموں کے استاد ہوتے ہیں کیا دین اور آخرۃ کے
لئے بھی ہیں۔ وہ کون ہیں اور کیا بتلاتے ہیں۔ تم نے اس پر کیا عمل کیا۔ اور کس کس
عمل کا ارادہ ہے۔ اللہ نصیب کرے۔ آمین۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس سوال جواب سے
ان کی عملی طاقت۔ ذہنیت اور سمجھ تیز ہو گی۔ عقل کے استعمال کی طاقت بڑھے
گی۔ ایک دن انھوں نے بھی تمہاری طرح گھر کا بزرگ بننا ہے۔ اللہ کرے آپ کی
یہ تعلیم اُن کے کام آجائے۔ آمین ثم آمین۔

چھوٹے بچے اگر کسی وقت کسی سبب سے رو پڑیں تو اُن کو دل کھول کر خوب چیخیں
مار کر رو لینے دو تاکہ ان کے دل کا غبار نکل جائے۔ بعض ماں باپ اپنے لاڈلے بچہ کو
ہرگز رونے نہیں دیتے۔ بچہ کو بالکل رونے نہ دینا بیماری پیدا کرتا ہے۔ رونے کی عادت
نہیں رہتی۔ رونے کے وقت سانس بند کر لیتا اور آنکھیں چڑھا لیتا ہے۔ ایک

قسم کا مرض بن جاتا ہے۔ ماں باپ کے ہاتھ پاؤں پڑ جاتے ہیں۔ قدرتی طریق بھی یہی ہے کہ بچہ پیدا ہو کر خوب چیخیں مار کر روتا ہے۔ اوپر والے خوش ہوتے اور ہنستے ہیں۔ اور اسے کوئی چپ نہیں کراتا۔ وہ آپ ہی چپ کرتا ہے۔ بعض والدین اپنے بچہ کو مارتے ہیں اور رونے نہیں دیتے۔ مارتے چلے جاتے ہیں اور جھڑکتے ہیں کہ چپ کر۔ خبردار آواز نکالی۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ مارے اور رونے نہ دے۔ جب ان کو مارنے پر دریغ نہیں تو رونے پر کیوں افسوس ہوتا ہے۔ اگر رو لینے دیں تو بچہ کو کچھ تو راحت مل جائے۔

بچہ جب اپنی بیماری۔ تکلیف۔ مشکل یا حاجت تمہارے پاس بیان کرے تو سب سے پہلے اُس کو دعا دو۔ تاکہ اس کو یقین آئے کہ درحقیقت شفا دینے والا۔ کارساز۔ مشکل کشا۔ حاجت روا اللہ ہی ہے۔ اس کے بعد اس کو مناسب ہدایت دو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت مبارک میں جب کوئی شخص خواب بیان کرنے لگتا۔ حضور فرماتے خیرلنا وشرلاعدائنا۔ اس دعا کے بعد خواب سنتے اور بہت اچھی تعبیر فرماتے۔

بچوں کے متعلق جو میں نے لکھا ہے کہ ہر وقت خوش رہیں۔ غم والم میں پڑے نہ رہیں۔ ان کا دل میلا نہ ہو۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ چونکہ انسان کے لئے اس دنیا میں تکالیف کا آنا ضروری ہے اور بڑے ہو کر دنیا کی سردی گرمی تلخی شیرینی غم اور خوشی سب اٹھانی پڑے گی۔ اگر ان کو بچپن میں اس کی عادت نہ ہوگی تو وہ دوسروں کی نسبت زیادہ دکھ محسوس کریں گے۔ غم کر کے بیماریوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ مشکلات کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ دنیا اندھیر اور دوبھر ہو جائے گی۔ اس کے دو جواب ہیں۔

اوّل یہ کہ بچوں کو بچپن میں بہت تکلیفیں آتی ہیں۔ جب بچہ دنیا میں آیا اس کے ساتھ تکلیفیں بھی شروع ہوئیں۔ بیماریوں کے حملے بھی بہت ہوتے ہیں۔ نازک ہونے کی

وجہ سے ہر ایک بات کا اثر زیادہ قبول کرتے ہیں۔ بڑا آدمی برداشت کر لیتا ہے وہ نہیں کر سکتے۔ کھانے کی بے اعتدالی اور چوٹیں وغیرہ لگنے سے تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ دانت نکلتے ہیں۔ دودھ چھڑاتے ہیں۔ یہ دونوں مشکل منزلیں ان کو طے کرنی پڑتی ہیں۔ ذرا بڑے ہو کر بچہ دلیریاں کر کے دکھ اُٹھاتے ہیں۔ غرض بہت سی تکلیفیں ہیں جو بڑوں کی نسبت معصوم بچے زیادہ اُٹھاتے ہیں۔ وہ کون سے ماں باپ ہیں جو اپنے پیارے بچہ کو تکلیف نہ ہونے دیں۔ بیماریوں اور چوٹوں سے حتی الوسع ان کو بچائیں گے۔ ان کی ساری خوشیاں پوری کریں گے۔ خود کچھ نہ کہیں گے۔ کیا مدرسہ کی قید۔ پڑھنے لکھنے کی محنت اور استادوں کی چشم نمائی سے بھی بچالینگے۔ اگر ایسا کریں گے تو اپنے بچہ کا سخت نقصان کریں گے۔ غرض بہت سی تکلیفیں ہیں جو بچے اُٹھاتے ہیں۔ قدرت تو خود ان کو سبق دیتی اور پختہ کر رہی ہے۔ اگر والدین نے بھی ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا۔ تو ان کی روحانی اور جسمانی نشوونما کو سخت نقصان پہنچے گا اور ترقی کرنے سے رہ جائیں گے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بچوں کو خوش نہ رکھا گیا اور وہ کمزور اور دبلے ہو گئے۔ تو بیماریوں اور دکھوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ تھوڑی بیماری میں بھی مضمحل ہو جائیں گے۔ صحت خراب اور خطرہ میں پڑ جائے گی۔ اور اگر خوش و خرم رہ کر خوب چاق وچست اور موٹے تازے ہونگے تو خدا کے فضل سے تکلیف اور امراض کا مقابلہ کر سکیں گے۔

بچہ جب سکول سے بھاگتا ہے اس کے کئی سبب ہوتے ہیں۔ یا اس کا دھیان کھیل میں بہت ہوتا ہے۔ پس اس کو علم کی خوبیاں سنا کر شوق دلائیں اور زیادتی

کھیل کی برائیاں بیان کر کے کھیل کم کریں۔

یا بچہ سے مدرسہ کا سبق یاد نہیں ہوتا۔ مار کھاتا ہے۔ بھاگتا ہے۔ چاہئے کہ اس کا روزانہ سبق یاد کرا دیا کریں۔ تاکہ وہ مدرسہ جا کر فر فر سنا دے۔ نہ مار کھائے نہ بھاگے۔

یا بچہ کو استاد نے کچھ کام جس کو ہوم ورگ کہتے ہیں دیا ہے۔ وہ کیا نہیں۔ بچہ جانتا ہے کہ سزا ملے گی۔ اس خوف سے مدرسہ نہ جائے۔ علاج یہ ہے کہ جب سکول سے آئے پوچھ لیا جائے کہ کل کے لئے کیا کیا کام ملا ہے۔ وہ کام کوشش سے روزانہ کرا دیا جائے۔ کیونکہ جس روز کام نہ کیا ہوگا جانے سے گھبرائے گا۔

یا بچہ کو سکول کے مقررہ وقت پر حاضر ہونے میں دیر لگ جائے اور نہ جائے اس لیے ضروری ہے کہ ناشتہ وغیرہ ضروریات سے فارغ کر کے پانچ دس منٹ پہلے مدرسہ روانہ کر دیا جائے۔

یا بچہ محنت بھی خوب کرتا ہے اور وقت سے پہلے بھی جاتا ہے مگر درحقیقت اس کی تعلیمی حالت ہی اس قدر کمزور ہے کہ جماعت کے دوسرے لڑکوں کے ساتھ چل نہیں سکتا۔ اور کوشش اور محنت سے بھی وہ کمی پوری نہیں ہو سکتی۔ اس لئے استاد کی روزانہ زجر و توبیخ اٹھاتا اٹھاتا تنگ آگیا ہے اور اسکول اور تعلیم سے بیزار ہو کر بھاگنے لگا ہے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ استاد کو وجہ بیان کر کے نیچے کی جماعت میں اتروا دیا جائے۔

یا ان میں سے کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ کسی نالائق بھگوڑے بچہ سے اس کی دوستی ہے۔ پس اس کو اس بچہ کی دوستی اور ملنے سے باز رکھیں۔

... اور معصوم بچہ کو بے رحمی سے

مارتا ہے۔ بچہ سکول جانے سے ڈرتا اور گھبراتا ہے۔ اس کے متعلق استاد کو بار بار سفارش کریں کہ نرمی اور محبت سے پڑھائے۔ اگر نہ مانے تو افسران بالا سے شکایت کریں۔ اگر کار برآری نہ ہو تو بچہ کو دوسرے فریق میں تبدیل کرا دیں۔ ورنہ اس کی تعلیم کا کوئی اور انتظام کریں۔

بعض اوقات مفصلہ بالا وجوہات میں سے کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ بچہ کا دل بغیر کسی عذر کے خود بخود سکول جانے کو نہیں کرتا۔ اور کہتا ہے کہ میں آج سکول نہیں جاتا۔ ایسے موقعہ پر باوجود یہ جانتے کہ غیر حاضری سے بچہ کی تعلیم کا حرج ہے۔ بڑی خوشی سے اجازت دے کر رخصت کی عرضی بھجوا دیں۔ جھڑکیاں دے کر اور مار کوٹ کر ہرگز ہرگز نہ بھیجیں۔ اگر ایسا کیا تو بچہ کا شوق بالکل مارا جائے گا۔ نتیجہ خراب اور علاج لاعلاج ہو جائے گا۔ انسان لوہے کی مشین نہیں کہ اکتائے گا نہیں۔ بلکہ سخت محسوس کرنے والی ہستی ہے۔ اس موقعہ پر اس کو ریسٹ دینی چاہیئے۔ تاکہ آیندہ تازہ دم ہو جائے۔ مگر ضروری ہے کہ ہم جماعت بچوں سے کام پوچھ کر دوسرے دن کے لئے تیاری کرا دی جائے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ماسٹر گذشتہ دن نہ آنے کا عذر نہ سنے اور سزا دے۔

بچوں کو محنت اور کام کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے تعلیم اور گھر کے کام کاج میں مشغول رہیں۔ بیکار نہ ہوں۔ ان کو وقتاً فوقتاً کام بتلاتے رہو یا کاموں کا ٹائم ٹیبل بنا دو تاکہ کام کرنے کی عادت ان میں سرایت کر جائے۔ اور کسل اور بیکاری کے مرض میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ایک کام خوشی سے نہ کریں تو دوسرا بتلاؤ۔ کھیل بھی صحت قائم رکھنے اور جسمانی طاقت بڑھانے کے لئے ضروری ہے بشرطیکہ ایسے کھیل ہوں جن میں جسمانی ورزش بھی ہو۔

ایسے کھیل جن میں جسمانی ورزش نہ ہو سست کرنے والے اور وقت کو ضایع کرنے والے ہیں۔ کھیل کا وقت مقرر ہو۔ یہ نہ ہو کہ سارا دن کھیل اور بیکاری میں گزار دیں بیش قیمت وقت ضایع کریں۔ اگر ایک پلڑے میں وقت اور دوسرے میں جواہرات ہوں تو بھی وقت زیادہ قیمتی ہوگا۔

بچوں کو شام کے وقت اور دوپہر کو گلیوں بازاروں میں پھرنے اور کھیلنے کی اجازت ہرگز نہ دینی چاہیئے۔ رات کو بے ضرورت گھر سے باہر نکلنے سے روکا جائے۔ اس سے عادات اور اخلاق بگڑتے اور صحت خراب ہوتی ہے۔ رات کو کھیلنا ہو تو والدین کی نظروں کے سامنے کھیلیں۔

بچوں میں یہ طاقت نہیں ہوتی کہ اپنے پاس پیسہ حفاظت سے رکھیں۔ اور انھیں پیسہ کی قدر کرنی۔ حفاظت کرنی۔ باموقعہ خرچ کرنا۔ حساب رکھنا۔ پس انداز کرنا۔ سب باتیں سکھلانی ضروری ہیں۔ اس لئے ان کی آمد اور روزانہ پیسہ دو پیسہ میں سے ان کے مشورہ کے ساتھ کچھ اپنے پاس جمع کرتے جاؤ اور حساب رکھو۔ بہتر ہے کہ ان کے نام کی کاپی بنالو اور آمد و خرچ لکھتے جاؤ۔ اور ان کی جمع خرچ کے حساب سے انھیں اطلاع دیتے رہو۔ وہ جب چاہیں اپنی کاپی دیکھ لیا کریں۔ اور اگر بہت چھوٹے ہوں تو تم سے سن لیا کریں۔ تاکہ حساب رکھنے اور خرچ کرنے کے طریق سے واقف ہوں۔ انشاءاللہ تعالےٰ یہ تعلیم ان کے لئے بڑے ہو کر بہت کار آمد ہوگی بڑے ہو کر خواہ ان کی آمدنی تھوڑی ہوگی گزارہ کی صورت نکل آئے گی۔ اگر یہ تعلیم و تربیت حاصل نہ کی ہوگی تو تھوڑی آمدنی تو کجا زیادہ آمد میں بھی معاشرت مشکل ہو جائے گی۔ کیونکہ کمانا آسان اور خرچ کرنا مشکل ہے۔

والدین حتی الوسع اپنی اولاد کو اپنے کاموں میں شامل رکھیں اور ان سے ایسے کام لیتے رہیں جو ان کی عمر۔ طاقت اور عقل کے اندر ہوں۔ یہ ہرگز نہ کریں کہ ان کو چارپائی پر بٹھے کھانا کھلا دیا۔ کپڑے پہنا دیئے اور گھر سے ان کا کوئی واسطہ نہ ہوا۔ اگر ایسا کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سست۔ کاہل۔ ناکارہ اور اپاہجوں کی طرح ہو جائیں گے اور کسی قابل نہ رہیں گے۔ اور اگر ان سے سب متفرق کام چھڑا کر صرف پڑھنے پر لگا دیا تو رفتہ رفتہ اس سے بھی اکتا جائیں گے۔ پس ضروری ہے کہ ان کو تعلیم میں بھی لگاؤ اور متفرق کام بھی کراؤ۔ جو کام ان کو بتلاؤ۔ اس کی نوعیت۔ ترتیب۔ مقدار اور عرصہ ایسا ہو کہ وہ شوق سے کریں۔ بددل۔ کارہ اور مجبور نہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (دین اسلام میں اکراہ نہیں یقیناً بھلائی برائی کھول کر بیان کر دی گئی ہے) تبلیغ کا کمال یہ ہے کہ تبیین کامل ہو۔ یعنی نیکی کی خوبی اور بدی کی برائی ایسی واضح ہو جائے۔ جس طرح سورج چڑھ آتا اور اشیاء کی حقیقت صاف صاف نظر آجاتی ہے۔ اکراہ تو جب ہو کہ بھلی بات کی خوبیاں اور بری بات کے نقصانات اور مضرّت کا پتہ نہ ہو۔ جب نیکی کی بھلائی اور بدی کی برائی روز روشن کی طرح کھول کر بیان کر دی جائے۔ پھر طبایع خود بخود فایدہ کی طرف دوڑیں گی اور ضرر سے بھاگیں گی۔ اکراہ کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اکراہ تو یہ ہے کہ بھلی بات سے روکا جائے اور بُری بات کی طرف بُلایا جائے۔ یا اکراہ اُس وقت ہے کہ بھلا کام اتنا ہو کہ طاقت سے باہر ہو۔ یہ بات بھی نہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں جو حکم دیئے ہیں خواہ بلحاظ افراد یا بلحاظ جماعت سب کے سب انسانی وسعت کے اندر ہیں وہ فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اللہ تعالےٰ

نے کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ حکم نہیں دیا) اور فرماتا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (اللہ کا ارادہ تمہارے لئے آسانی کا ہے سختی میں ڈالنے کا نہیں) اور فرماتا ہے ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر (اور یقیناً ہم نے آسان کر دیا ہے اس قرآن کو علم ـ عمل اور ہدایت پانے کے لئے پس ہے کوئی نصیحت لینے والا) ان آیات شریف کے بموجب سب احکامات ربانی یسر یعنی آسان ہیں۔ اللہ تعالےٰ کسی کو عسر میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ البتہ انسان اس کے احکام پر عمل نہ کر کے یا افراط اور تفریط کر کے خود عسر میں پڑتا ہے۔

بچے جب کوئی کام اچھا کریں۔ اور تمہارا دل خوش ہو۔ تو بجائے اس کے کہ تم ان کو پھلاؤ۔ چاہئے کہ دعا دو۔ جزاک اللہ کہو۔ یہ نہ کہو کہ تم بڑے لائق فائق ہو۔ ایسے الفاظ سے ان کو خودستائی کی عادت پڑے گی۔ بلکہ یہ کہو کہ تم نے اپنا فرض ادا کیا۔ جو تم کو کرنا چاہئے تھا ٹھیک کیا۔ تاکہ ان کو یہ یقین آجائے کہ اصل چیز اطاعت ہے نہ تعریف۔

انسان کی دلی۔ اندرونی طبعی اور فطرتی خواہش یہ ہے کہ دکھ سے بچ جائے۔ اور سکھ مل جائے۔ دکھ سے ایسا بچے کہ کبھی دکھ نہ ہو۔ اور سکھ ایسا ملے جس کو زوال نہ ہو۔ چونکہ یہ آخرۃ کا گھر ہے۔ اس لئے ان کو آخرۃ کے عیش کی رغبت دلاؤ۔ اور دوزخ کے عذاب سے ڈراؤ۔ گناہ اور ثواب کا مطلب سمجھاؤ۔ ان کو کہو کہ نماز پڑھوگے سچ بولوگے۔ اچھے کام کروگے۔ ثواب ہوگا۔ جنت میں جاؤگے۔ وہاں باغ و بہار اور عالیشان محلوں میں رہوگے۔ رنگ برنگ کے مزیدار کھانے۔ طرح طرح کے لذیذ میوے کھاؤگے۔ نہایت خوبصورت لباس پہنوگے۔ اور بہت سی اچھی چیزیں ملینگی۔

اور اگر نماز نہ پڑھوگے جھوٹ بولوگے۔ بُری باتیں اور برے کام کروگے تو گناہ ہوگا۔ دوزخ میں جاؤگے۔ آگ میں جلوگے۔ قسم قسم کے عذاب اُٹھاؤگے۔ تاکہ بچپن ہی سے ان کے دلوں میں آخرۃ کی محبت۔ نیکیوں کا شوق اور بدیوں کا خوف بیٹھ جائے۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے ساری عمر یہ تعلیم ان کے کام آئے انشاء اللہ تعالےٰ۔

بچوں کا تعلق اللہ تعالےٰ سے بڑھاؤ۔ کوشش کرو کہ ان کی محبت اللہ تعالےٰ سے روز افزوں ہو۔ ان کو کہو کہ دیکھو ہم تم پر کیسی مہربانیاں کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سے ستر حصہ زیادہ تم پر مہربان ہے۔ ہم تم پر کوئی مہربانی نہیں کر سکتے جب تک وہ ہم کو توفیق نہ دے۔ اس لئے ہماری مہربانی درحقیقت اسی کی مہربانی ہے۔ ہمارا علم تھوڑا ہے۔ ہم کمزور ہیں۔ پوری طاقت اور قدرت نہیں رکھتے۔ اسے سب چیزوں کا اور ہر ایک بات کا علم ہے وہ ہر شے پر قادر ہے۔ پس پوری پوری اور کامل مہربانی وہی کر سکتا ہے بعض ایسی مہربانی ہوتی ہے کہ ہم تم پر کرنا چاہتے ہیں مگر کر نہیں سکتے۔ وہ جو مہربانی چاہے کر سکتا ہے۔ ہم اپنی مہربانیوں میں غلطیاں کر بیٹھتے ہیں۔ بجائے فائدہ کے کبھی نقصان بھی پہنچا دیتے ہیں۔ ہماری مہربانی کبھی نامہربانی بھی بن جاتی ہے۔ وہ ان غلطیوں سے پاک ہے۔ وہ جو مہربانی اور رحم فرماتا ہے وہ فی الحقیقت اور واقعی رحم اور مہربانی ہوتی ہے۔ ہماری مہربانیاں محدود اور تھوڑی سی ہیں۔ لیکن وہ اس جہان میں اور دوسرے جہان میں ہمیشہ ہمیشہ بے قیاس اور بے انتہا مہربانیاں فرماتا ہے۔ وہ بڑی خوبیوں اور صفتوں والا ہے۔ ہم جتنی اس کی تعریفیں کریں ان سے بھی وہ زیادہ اچھا ہے۔ ہم میں طاقت نہیں

کہ اس کی خوبیاں حسن اور احسان بیان کر سکیں۔ وہ ہماری دعائیں سنتا۔ مشکلیں آسان
کرتا۔ حاجتیں پوری فرماتا۔ نعمتوں پر نعمتیں دیتا ہے۔ وہ ہر وقت ہمارے پاس ہے۔
ہمیں دیکھتا۔ ہماری ہر ایک بات سنتا ہے۔ جب چاہو اُس کی خدمت میں عرض
معروض کر لو۔ ہم پر جو تکلیفیں اور بیماریاں آتی ہیں اور بیماریاں آتی ہیں اس میں
بھی اُس کی مہربانی ہوتی ہے۔ تاکہ ہم گنا ہوں۔ بری باتوں اور بداعمالیوں سے
بچیں۔ سرکش اور نافرمان نہ ہو جائیں۔ ماں باپ اپنے پیارے بچوں کو ان کے قصوروں
اور بے راہیوں پر جھڑکتے۔ خفا ہوتے اور سزائیں دیتے رہتے ہیں۔ اگر وہ ایسا
نہ کریں تو بچے ایسے بگڑیں کہ انسانیت سے باہر ہو جائیں۔ یہ بیماریاں اور تکلیفیں
ہماری تنبیہ اور نصیحت کے لئے ہیں اگر اللہ تعالےٰ ہماری خبر نہ لے۔ ہم کو ہمارے
حال پر چھوڑ دے تو ہم تباہ اور برباد ہو جائیں۔ یہ سب اُس کی اُس رحیم کریم کی
مہربانیاں ہیں اُس سے محبت کرو۔ اُس کی اطاعت اور عبادت کرو۔ وہی تمھارا
محبوب اور معبود ہے۔ وہ کام نہ کرو جس سے اس نے منع کیا ہے۔ وہ تم سے
راضی اور خوش ہوگا۔ برکت اور ترقی دیگا تمھاری نعمتوں کو بڑھائے گا۔ ترقیات
پر ترقیات بخشے گا۔ اور بڑے بڑے فضل فرمائے گا۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔ ان کو کہو
کہ تم یہ کہا کرو۔ یا اللہ تو بڑا اچھا ہے۔ اللہ توفیق بخشے۔ آمین۔

اے شفیق والدین آپ کے قرۃ العینوں کے لئے نماز پنجگانہ بہت بڑی
تربیت ہے۔ نماز میں یہ خاصیت ہے کہ بری باتوں سے ہٹا دیتی ہے۔ اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر (یقیناً نماز ہٹا دیتی ہے بےحیائی
اور بری باتوں سے) ان کو پانچوں وقت نماز پڑھوائیں۔ اور نمازوں کے اندر

دینی و دنیوی حاجات اور ترقیات کے لئے اپنی زبان میں دعا مانگنے کی عادت ڈلوائیں۔
اور آپ خود بھی ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ قرآن شریف میں اولاد کے لئے جو
دعائیں آتی ہیں ان کا ورد رکھیں۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی
وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک
وانی من المسلمین (اے میرے رب میرے نصیب میں کر دے کہ میں شکر کروں۔
تیری نعمتوں کا جو تو نے مجکو اور میرے والدین کو دی ہیں اور توفیق دے کہ میں عمل
صالح کروں اور میری اولاد کو نیک صالح کر دے میں راستی اور صدق سے تیرے
حضور میں جھکتا ہوں اور میں مسلمان فرماں بردار ہوں) ربنا ھب لنا من ازواجنا
وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما (اے ہمارے رب ہم پر یہ
بخشش فرما کہ ہماری بی بیاں اور ہماری اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہو جائیں۔
سب متقی ہوں اور ہم متقیوں کے امام ہوں) رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن
ذریتی ربنا وتقبل دعا (اے میرے رب قایم کر دے مجکو نماز پر اور میری اولاد کو
اے ہمارے رب دعا قبول فرما) اس آیۃ شریف کے شروع میں ربّ یعنی میرے
رب اور آخر میں ربنا یعنی ہمارے رب ہے۔ اللہ رب العالمین کی کیسی ربوبیت
اور رحمت ہے کہ جب ایک مومن اللہ کو اپنا رب سمجھ کر ایمان لاتا اور میرا رب کہہ کر
دعا کرتا ہے کہ مجھ کو اپنی عبادت یعنی نماز پر قایم کر دے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے
اس کی دعا قبول فرما کر اس کو اپنی عبادت یعنی نماز پر قایم کر دیتا ہے۔ وہ اس دولت
بے بہا کے ملنے سے خوش ہو کر اپنی پیاری اولاد کو بھی اس نعمت عظمےٰ میں شامل کرنا
چاہتا ہے۔ مومن نے جو دعا اپنی جان کے لئے کی تھی ومن ذریتی کہہ کر ان کے لئے بھی

کرتا ہے کہ اے اللہ میری اولاد کو بھی نمازی بنادے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اس کی نماز کو بابرکت فرماتا اس کی یہ دعا قبول فرماتا اور اس کی اولاد کو بھی نماز پر قائم کردیتا ہے۔ اب خدا کے فضل سے ماں باپ اور اولاد مل کر ایک جماعت بن جاتی ہے۔ وہ جب اللہ تعالےٰ کو اس قدر واسع المغفرت اور رحمت والا دیکھتے ہیں۔ تو سب مل کر دعا کرتے اور مزید ترقیات کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔

اے معظم محترم والدین اللہ رب العالمین آپ کو والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کے فیض سے مستفیض فرمائیے۔ اور آپ کے قلوب میں آپ کے نور چشموں کے حسب حال تربیت کے بہتر سے بہتر طریقے القاء فرمائیے۔ اور آپ کی اولاد کو عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

قرآن شریف

قرآن شریف اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ اس جہان کے لئے بھی۔ اور دوسرے جہان کے لئے بھی۔ اس کے احکامات موقعہ محل اور حالات کے مطابق ہیں۔ جیسے حج اس پر ہے جو استطاعت رکھے اور ساری عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ روزے اس وقت فرض نہیں ہوں گے۔ اور اگر جبراً دور مار کر یا یہ کہہ کر کہ ہم کو کوئی تکلیف نہیں رکھ بھی لیں گے تب بھی اور دنوں میں قضا کرنے ضرور ہوں گے۔ زکوٰۃ کے دینے والے مالدار اور لینے والے مساکین ہیں۔ اور وہ بھی ایک مقررہ رقم سے زاید پر اور ایک سال گزرنے کے بعد۔ نماز مردوں پر بھی فرض ہے اور عورتوں پر بھی۔ مگر عورتوں کو ان کے ایام میں معاف ہے۔ بری بات کہنی ہر ایک کے لئے بری ہے۔ مگر مظلوم کو جائز ہے کہ ظالم کو برا کہہ لے۔ اسی طرح دوسرے جہان کے متعلق جو آیات ہیں

دوسرے جہان کے لئے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین اس جہان میں بھی ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ جنتیوں کی زبان سے بھی یہی مبارک کلمہ نکلے گا و آخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (اور نہیں پیدا کیا میں نے جن وانس کو مگر اس لئے کہ میری عبادت کریں۔) جب پیدائش کی غرض عبادت ہوئی تو یہاں بھی بندہ کا کام اللہ تعالےٰ کی عبادت اور وہاں بھی عبادت ہوئی۔ یہاں کی عبادت میں انسان کوفت اور کلفت معلوم کرتا ہے۔ وہاں کی عبادت میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ خالص لذت اور خوشی سے بھری ہوئی ہوگی۔ انسان اس دنیا کی بعض عبادات میں بھی لذت اور خوشی پاتا اور بڑی رغبت سے بجالاتا ہے۔ جیسے یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم (اے ایمان والو کھاؤ پاک پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے) مومن جب خدا کے حکم کے ماتحت اپنے طیّب مال سے طیب غذا پلاؤ زردہ انگور انار کھاتا ہے تو کس قدر لذت پاتا ہے۔ النکاح سنتی پر عمل کرتا ہے تو کتنا آرام اٹھاتا ہے۔ روزہ سے دونوں جہان کی راحت پاتا ہے۔ راحتہ عند الافطار وراحت عند لقاء الرحمٰن۔ ایک راحت افطار کے وقت اور دوسری اللہ کے دیدار کے وقت) وضو کرنے والے کا چہرہ کیسا نورانی نکل آتا ہے۔ جمعہ کے غسل اور پاک صاف خوشبودار کپڑوں سے کتنا سرور ملتا ہے۔ یہ تو عام بات ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے پیاروں اور اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے والوں کے لیے تو اس دنیا کی ساری عبادات لذات اور خوشیوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ تو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ولھن

خاتِ مقام دیہ جنتان کے مطابق یہاں بھی جنت میں ہیں اور وہاں بھی جنت میں ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

پایم زفضلِ یار بہ جنت خزیدہ است　　داز لطفِ آں حبیب بدست است ساغرم

یعنی خدا کے فضل سے میں تو جنت میں ہوں۔ اس پیارے کی مہربانی سے میرے ہاتھ میں کوثر کا جام ہے۔

بادِ بہشت بر دلِ پرسوزِ من وزد　　صد نکہت لطیف دہد دُود مجمرم

میرے خلق اللہ کے ہمدرد دل پر بہشت کی ہوا چل رہی ہے۔ میرے دلسوز دل کے دھویں سے صدہا خوشبوئیں آرہی ہیں۔" ان کے لئے تو یہاں کی ساری عبادتیں جنتی عبادتیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان پر ساری عبادات آسان فرما دیتا ہے۔ فرماتا ہے۔ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین یظنون انھم ملقوا ربھم وانھم الیہ راجعون (اور مدد لو صبر اور نماز سے یہ بوجھل ہے مگر ان پر بوجھل نہیں جو عاجزی کرنے والے ہیں جو جانتے ہیں کہ وہ ملاقات کرنے والے ہیں اپنے رب سے اور یہ کہ وہ اس کی طرف جا رہے ہیں) انبیاء علیہم السلام جنت میں بھی حج کرنے آتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ راستہ میں سامنے سے ایک نبی آتے ہوئے ملے۔ آپ نے ان سے سلام علیکم کی اور صحابہ کو فرمایا کہ یہ فلاں نبی ہیں حج کو جا رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنت میں ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہاں بھی عبادت ہے۔ مگر وہاں کی نماز۔ عبادت اور دعائیں وہ لذت اور خوشی ہے کہ دنیا کی سب لذتیں اس کے آگے ہیچ ہیں۔

قرآن شریف کے معارف کبھی ختم ہونے والے نہیں اور جدید سے جدید علوم و حقائق نکلتے آئیں گے۔ قیامت کے دن جب قرآن شریف پڑھا جائے گا اپنے جدید معارف کی وجہ سے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا اس سے پہلے قرآن شریف سنا ہی نہیں۔ جیسے یا عیسیٰ انی متوفیک اور فلما توفیتنی کے معانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر جانے اور پھر دنیا میں واپس آنے کے کیئے جاتے تھے۔ لیکن خدا کے فضل سے جب پیش گوئی پوری ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وفات پا جانا اور دنیا میں واپس نہ آنا ثابت ہوا تب مطلب کھلا اور یہ آیات ایک طرح سے نئی معلوم ہونے لگیں۔

اس دنیا کی ظلمات نے قرآن شریف کے سمجھنے میں ایک پردہ ڈال رکھا ہے۔ جوں جوں ظلمات دور ہوتی جائے گی۔ قرآن شریف کا نورانی چہرہ نظر آتا جائے گا۔ جیسا کہ آندھی اندھیرے کے بعد سورج نکل آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے اسی کام کے لیے مبعوث فرمایا کہ اس ظلمت کو دور فرمائیں۔ اور قرآن شریف کو اسی منور چہرہ سے دنیا کے سامنے پیش کریں۔ جیسا کہ حضرت سید المرسلین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تھا۔ بحمد اللہ تعالیٰ حضور نے اپنا فرض احسن طور سے پورا فرمایا اور اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے وہ حدیث پوری فرما دی کہ آخر زمانہ میں جب قرآن شریف آسمان پر اُٹھ جائے گا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کو دوبارہ دنیا میں لائیں گے۔

اللّٰھم ارحمنی بالقرآن العظیم واجعلہ لی اماما ونورا وھدی ورحمۃ اللّٰھم ذکرنی منہ ما نسیت وعلمنی منہ ما جھلت وارزقنی تلاوتہ آناء اللیل

وآناء النہار واجعلہ لی حجۃ یارب العالمین (اے اللہ رحم کر مجھ پر قرآن عظمت والے کے ساتھ اور کر دے اُس کو میرے لئے امام اور نور اور ہدایت اور رحمت اے اللہ یاد دلا دے مجکو اس میں سے جو میں بھول گیا اور سکھا دے مجکو اس میں سے جس سے میں جاہل رہا۔ اور توفیق دے اس کے پڑھنے کی رات کے وقتوں میں اور دن کے وقتوں میں اور کر دے اس کو میرے لئے حجۃ اے پروردگار جہانوں کے)۔ آمین۔

ائمۂ نماز جماعت

نماز پنجگانہ کی امامت کرنے والوں کی خدمت بابرکت میں عرض ہے کہ جماعت کی نماز ایسی پڑھائیں کہ مقتدیوں میں جماعت کا ذوق شوق بڑھے۔ مجھے اس مضمون کے لکھنے کا خیال آج فجر کی نماز میں ہوا جو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ کی اقتدا میں مسجد مبارک میں پڑھی۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ حضور نے نماز کیسی پڑھائی۔ ایسی سبک۔ ایسی لذیذ۔ ایسی دل کو کھینچنے والی کہ حالانکہ میں بیمار ہوں میرا دل یہی چاہتا تھا کہ حضور نماز ختم نہ کریں اور پڑھاتے ہی جائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پیچھے بھی میں نے نمازیں پڑھی ہیں۔ حضور باوجود اس کے کہ فجر کی نماز میں ٓن والقلم۔ والطور۔ والنجم اور ایسی ہی لمبی سورتیں پڑھتے تھے۔ مگر قرائت ایسی ہوتی تھی کہ نماز بالکل سبک معلوم ہوتی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام امامت نماز نہیں فرماتے تھے جو کہ مسیح موعود علیہ السلام کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے[1] مجھے یاد ہے کہ بہت ہی ابتدائی زمانہ میں ایک مرتبہ ایسا اتفاق

[1] یہ علامت حدیث میں آئی ہے

ہوا کہ حضرت اقدس کے پیچھے مجھے نماز پڑھنے کا موقعہ مل گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ پہلی رکعت میں والشمس یا واللیل اور دوسری میں والضحیٰ یا الم نشرح پڑھی۔ مگر کیا عرض کروں حضور نے ایسی تضرعانہ قرائت پڑھی جس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خشیۃ اللہ اور محبت الٰہی اور دعا کی طلب سینہ مبارک میں جوش زن ہے میرا دل پانی پانی ہوا جاتا تھا اور بے اختیار اللہ تعالےٰ کی طرف کھچا جاتا تھا۔ میں تو ایسا نہ تھا۔ یقیناً یہ حضور کا وہ تعلق باللہ کا اندرونی جوش تھا جو میرے دل پر ایسا اثر کرتا تھا۔ سبحان اللہ نماز تو وہی نماز ہے جو خدا کے پیارے اور پیار کرنے والے بندے پڑھتے ہیں۔ یہ ذکر تو ضمناً آگیا ہے کیونکہ یہ دولت تو اللہ تعالےٰ نے قادیان میں بخشی ہوئی ہے۔ میری گذارش تو ان ائمۂ نماز کی خدمت میں ہے جو قادیان سے باہر دیہات۔ قصبات اور شہروں کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ آپ نماز درد دل سے پڑھائیں۔ ایسی ہو کہ نماز جماعت مقتدیوں کے لئے ایک لذیذ چیز بن جائے۔ تاکہ وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ کی اتباع ہو۔ بوجھل اور گراں نہ ہو۔ اس کی سبکی اور ہلکاپن ایسا ہو کہ اگر قرات لمبی بھی ہو جائے۔ تب بھی کسی دل پر بار نہ ہو۔ ہر ایک مقتدی شوق سے جماعت کے لئے آئے۔ قرأت اور ارکان ایسے ہوں کہ کوئی کمزور ضعیف اور بیمار تکلیف نہ اُٹھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے مقتدیوں میں سے ایک عورت کے بچہ کے رونے کی آواز آئی تو حضور نے نماز جلدی ختم کر دی۔ اور سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک عورت کے بچہ کے رونے کی آواز سنی۔ اس لئے نماز ہلکی کر دی لیکن تہجد کی نماز میں اتنا لمبا قیام فرماتے

کہ پائے مبارک ورم کر جاتے۔

کوشش کی جائے کہ نماز اول وقت ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول مبارک تھا کہ نماز کے لئے مسجد مبارک میں اوّل وقت تشریف لایا کرتے تھے۔ فجر کی نماز کے لئے پوہ پھٹتے ہی تشریف لے آتے۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہم نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلتے تو صبح صادق پھیلی ہوئی اور آسمان پر تارے بھی چمکتے ہوتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام نماز تھے۔ آپ بھی اذان سنتے ہی مسجد مبارک میں تشریف لے آتے۔ حضرت حافظ معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مؤذن تھے۔ آنکھوں سے نابینا تھے۔ فرمایا کرتے تھے میں پوہ پھٹنے کا اندازہ بعض پرندوں کی آوازوں۔ ہل چلانے والوں کے گزرنے۔ صبح کی ہوا۔ اور بعض دیگر ذرائع سے لگا لیا کرتا ہوں جس دن حافظ صاحب کو اذان دینے میں دیر لگ جاتی اور صبح صادق ہو جاتی۔ تو حضرت اقدس حافظ صاحب کو اذان دینے کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

اگر کبھی مقررہ امام کے آنے میں دیر لگ جاتے تو مقتدی جلدی سے دوسرے کو امام نہ بنا لیں۔ بلکہ انتظار کریں یا کسی کو بھیج کر امام کو بلائیں۔ امام کو نماز کے لئے بلانا مسنون ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے بعد حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ پیش امام تھے۔ کبھی آپ کو آنے میں دیر لگ جاتی اور حضرت اقدس مسجد میں تشریف لے آتے تو بیٹھ کر انتظار فرماتے۔ اور بلانے کے لئے ارشاد فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ تشریف لے آتے اور نماز پڑھاتے۔ اذان کے بعد امام کو اطلاع دینی اور انتظار کرنا چاہئے۔ ہاں امام کی اجازت سے

یا امام نے کہہ دیا ہو کہ اتنی دیر میرا انتظار کر کے کھڑی کر لیا کرو۔ یا اس خوف سے کہ نماز کا وقت ہی نہ رہے گا۔ بیشک دوسرا امام بنا لیں۔ نماز اسی وقت کھڑی کی جائے کہ مقررہ آنے والے نمازی تقریباً آجائیں۔ یہ نہیں کہ جو آئے یہی کوشش کرے کہ نماز جلدی سے ہو جائے اور میں پڑھ کر چلا جاؤں۔ اذان سنتے ہی نمازیوں کو مسجد میں آجانا چاہئے۔ وضو وغیرہ کے لئے چھ سات منٹ سے زیادہ نہیں لگتے۔ صحابہ کرام اذان سنتے ہی وضو کر کے مسجد میں جمع ہو جاتے اور اذان کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دس منٹ سے زیادہ گھر میں توقف کرنا نہیں پڑتا تھا۔

بھائیو نماز دین کا کام اور خدا کا حکم ہے۔ دنیا کے کام کی درستی کے لئے دین کا کام خراب نہیں کرنا چاہئے اور نماز ہر پہلو سے درستی سے پڑھنی چاہئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جماعت کی نماز مقتدیوں پر گراں نہ ہو۔ بلکہ لذیذ ہو بفضل خدا مقتدیوں کا ذوق شوق اور تعداد روز بروز بڑھے جس طرح بادشاہ کی عزت رعیت سے ہے۔ اسی طرح مسجد اور نماز کی زینت مقتدیوں سے ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین (اس میں وہ لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ پاکیزگی حاصل کریں اور اللہ دوست رکھتا ہے پاکیزہ لوگوں کو) جس قدر مقتدیوں کو امام کے ساتھ محبت زیادہ ہوگی اتنی ہی اس کی امامت میں نماز زیادہ لذیذ اور سبک ہوگی۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز میں بڑی لمبی سورتیں پڑھیں۔ یقیناً کسی صحابی پر بھی گراں نہ گزری ہونگی۔ وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحا

کرام کو نہایت محبت تھی اور حضور کو اپنی امت پر کمال شفقت تھی۔ صحابہ کی اس قدر محبت کا سبب حضور ہی کی شفقت تھی جس نے ان کو ایسا گرویدہ بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عزیز علیہ ما عنتم بالمومنین رؤف الرحیم (ان پر بوجھل اور گراں ہے وہ بات جو تم کو تکلیف دے۔ وہ مومنوں پر رؤف اور رحیم ہیں) اس سنت کی پیروی میں ضروری ہے کہ امام صلوٰۃ مقتدیوں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھے۔ دل و جان ان کا ہمدرد اور دلسوز ہو۔ اچھے اعمال۔ اچھی عادات۔ اچھے اخلاق سے موصوف ہو۔ ظاہر کی اور دل کی پاکیزگی رکھتا ہو۔ متقی ہو۔ مقتدیوں سے دلی شفقت اور ہمدردی کرتا ہو۔

ظاہری اخلاق کے ساتھ اگر دلی اخلاص شامل نہ ہو۔ ایک لفافہ ہے جس میں خط نہ ہو۔ پورا فائدہ اس وقت ہے کہ دل بھی شامل ہو۔ مثلاً اگر کسی کو کہا جائے کہ آیئے بیٹھ جایئے تو دل بھی اندر سے بے اختیار یہی کرتا ہو کہ یہ میرے پاس بیٹھ جائے۔ اگر کسی کو کہا جائے کہ آیئے کھانا کھایئے تو اندر سے دل بھی یہی چاہتا ہو کہ یہ کھانا کھالیوے۔ بلکہ اخلاص یہ ہے کہ یہ بھی نہ پوچھے کہ کھاؤ گے یا نہیں۔ کھانا لا کر سامنے رکھ دے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت شریف تھی کہ بغیر پوچھے کھانا لا کر سامنے رکھ دیا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ نے جب اپنے معمول کے مطابق بغیر پوچھے کھانا لا کر سامنے رکھ دیا اور انھوں نے نہ کھایا تو افسردہ ہو کر فرمایا الا تاکلون (کیا تم نہیں کھاتے)۔ ثواب کا درجہ اخلاص سے ہے۔ ورنہ صرف ظاہر داری ہے جس کا اثر بہت تھوڑا ہے۔ جو بات دل سے اٹھتی ہے وہ دوسرے کے دل پر اثر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دلوں کو روشنی دی ہے۔ دوسرا سمجھ لیتا ہے

کہ میرے ساتھ ظاہر داری اور دنیاداری برتتا ہے۔ حدیث شریف میں ایسے امام کے لئے برائی آئی ہے جس سے لوگ کارہ ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ خدا کے فضل سے جب مومن کی روحانیت ترقی کرتی اور اُسے لذت نماز کا مقام ملتا ہے تو اس کی راحت و آسائش چین و آرام نماز میں ہوتا ہے۔ نمازی مسجد میں ایسے آرام و راحت سے ہوتا ہے۔ جیسا مچھلی پانی میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں و قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (اور میری آنکھ کی ٹھنڈک یعنی دل کا آرام نماز میں ہے) اس حدیث شریف کے بموجب ارحنا یا بلال کے یہ معنی ہوئے کہ اے بلال اذان دے تاکہ راحت نماز حاصل کریں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز پڑھتے رہے زخم سے تیر نکالا گیا۔ حضور کو پتہ نہ لگا۔ اللہ تعالیٰ جن کو لذت نماز عطا فرماتا ہے ان پر بوجھل کیسی ان کی تو روح و رواں عیش و آرام نماز ہی ہوتی ہے۔ اللہ اپنے فضل سے نصیب فرمائے۔ آمین۔

نماز جماعت

اے میرے پیارے بھائیو۔ جماعت کی نماز عظیم الشان دولت ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نماز جماعت کے لئے بہت کوشاں دیکھا۔ سوائے ایسے وقت کے کہ حضور کو بیماری کا زور ہوتا۔ باقی سب نمازیں مسجد میں تشریف لا کر باجماعت پڑھتے۔ بلکہ جہاں تک ہو سکتا ایسی حالت میں بھی کوشش فرماتے کہ مسجد میں تشریف لائیں۔ گرمیوں میں مسجد مبارک کی چھت پر نماز ہوتی۔ حضور زینہ پر چڑھ کر تشریف لاتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ بعض وقت جب میں ایک زینہ پر پیر رکھتا

رکھتا ہوں تو ایسی حالت ہوتی ہے کہ شاید دوسرے زینہ پر پیر نہ رکھ سکوں گا۔

جماعت کی اہمیت کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخری بیماری اور ایسی حالت میں کہ بخار اور سر کے درد کی وجہ سے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی مسجد میں تشریف لائے اور بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور کے پاس کھڑے ہوئے حضور کے نماز کی اقتدا فرماتے تھے اور اصحاب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اقتدا کرتے تھے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات سے پہلے حالت بیماری میں تشریف لا کر امّت کو یہ عملی تعلیم دی کہ جس طرح تم اس وقت مجھے نہیں دیکھتے اور ابو بکر کو دیکھ کر اقتدا کرتے ہو۔ اسی طرح جب میں تمہارے پاس سے چلا جاؤں گا۔ اور تم مجھے نہ دیکھو گے ابو بکر رضؓ کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے رہنا اور امام کے بعد امام بناتے جانا۔ اور یہی سمجھنا کہ تم میری سنت کی پیروی کر کے گویا میرے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو۔ غور کرنے کی بات ہے کہ بیمار کے لئے فرض روزے قضا کرنے۔ فرض وضو کی جگہ تیمم کرتے اور فرض قیام چھوڑ کر بیٹھے یا لیٹے۔ نماز پڑھنے کی رعایت ہے۔ لیکن یہ تعلیم اور جماعت کی نماز امت کے لئے اس قدر ضروری تھی کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس بیماری اور تکلیف کی حالت میں تشریف لائے۔

وقت نکال کر اکیلی نماز پڑھ لی جاتی ہے۔ مگر کاروبار کی مصروفیت جماعت کی نماز سے غفلت کرا دیتی ہے۔ قرآن شریف کے اس طرز بیان کو دیکھنا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ نے سورہ بقر کے ۲۸ رکوع سے اکتیسویں رکوع تک عورتوں کے مسائل طلاق۔ عدت۔ رضاعت۔ نکاح۔ خلع وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے اور چونکہ

یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ طرفین کے خویش واقارب جمع ہوتے ہیں اور آپس کی گفت وشنید کی وجہ سے سخت مصروفیت ہوتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس حال میں جماعت کی نماز رہ جائے۔ اس مضمون کے اندر جماعت کی نماز کی تاکید فرمائی ہے۔ حافظوا علی الصلوات والصلواۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین۔ (حفاظت کرو نمازوں کی اور درمیانی نماز کی اور کھڑے ہو جاؤ اللہ کی فرماں برداری کرتے ہوئے) عصر کا وقت بھی بڑی مشغولی کا ہوتا ہے۔ پس کیسی ہی مصروفیت ہو نماز کا وقت آجائے۔ چاہئے کہ جس قدر کام کیا ہو اُس کو پہلے اور جو باقی کام ہو اس کو نماز کے بعد کے لئے چھوڑ کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ ایک فائدہ تو یہ کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ دوسرا یہ کہ جس کام کے دوران میں نماز پڑھی جائے۔ وہ کام کیسا با برکت ہوگا۔

جماعت کی نماز کا ضروری ہونا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت مریم علیہا السلام کو جو کہ زمرۂ نساء سے ہیں فرماتا ہے یامریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین (اے مریم فرماں برداری کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ)۔

اگر کوئی نمازی مسجد جائے اور نماز جماعت ہو چکی ہو۔ تو دوسری مسجد میں چلا جائے جہاں جماعت نہ ہوئی ہو یا وہیں مسجد میں نماز پڑھ لے تاکہ جماعت کی شمولیت کا ثواب ملے۔ کیونکہ وہ گھر سے جماعت کی نماز کا ارادہ کر کے آیا تھا۔ اتفاق سے جماعت ہوگئی۔ یہ نہ کرے کہ جماعت ہو چکنے کی وجہ سے بغیر نماز پڑھے گھر چلا جائے۔ اور مسجد کے ثواب سے بھی رہ جائے۔

مسیح موعود کے منتظرین

اے مسیح موعود کے یا ایک آنے والے کے منتظرین۔ جنھوں نے حضرت صاحب کو مسیح موعود یا وہ آنے والا تسلیم نہیں کیا۔ آپ کی خیر خواہی کی ایک بات عرض کرتا ہوں۔ اس پر غور فرمائیں کہ امن اور سلامتی کی راہ کونسی ہے۔

حضرت صاحب نے مسیح موعود اور وہ آنے والا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور کہا کہ میں وہ ہوں جس نے آخری زمانہ میں آنا تھا۔ اور اپنے اس دعوے کے ثبوت میں نصوص قرآنی۔ احادیث نبوی۔ سابقہ کتب سماوی۔ نشانات آسمانی و ارضی۔ بزرگان سلف کی پیشگوئیاں اور دلائل عقلی پیش کیے کہ ان وجوہات سے میں وہ آنے والا ہوں۔ نیز خدا کے فضل سے علماء۔ فضلاء۔ صلحاء عقلا کی ایک کثیر جماعت نے اس دعوی کو قبول کرکے حضور کے سچے ہونے کی گواہی دی۔ اور خلق خدا اس یقین کے ساتھ کہ حضرت صاحب بے شک وشبہ وہی مسیح موعود ہیں جن کے آنے کی خبر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دی تھی روز بروز داخل سلسلہ ہوکر اس گواہی کو مضبوط کرتے جاتے ہیں۔ مگر آپ نے نہ مانا اور کہا کہ اس عہدہ کا حقدار اور ہے۔ لیکن وہ جو آپ کے نزدیک حق دار ہے اب تک نہیں آیا۔ اور نہ حضرت صاحب کے سوا کسی اور نے مسیح موعود ہونے یا وہ آنے والا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور نہ ثبوت پیش کیا۔ اس لئے میری عرض یہ ہے کہ جب تک وہ شخص جو آپ کے نزدیک سچا حقدار ہے۔ مع اپنے دعویٰ اور دلائل کے نہ آئے اور پھر اس کے دلایل اور ثبوتوں کا موازنہ ہوکر حقدار کے حق میں

فیصلہ نہ ہوجائے اس وقت تک۔ بموجب القبض دلیل الملک کے آپ حضرت صاحب کو مان لیں۔ انصاف بھی یہی فیصلہ دیتا ہے کہ جب ایک دعویدار کے سوا دوسرا کوئی دعویدار نہیں تو اس کو تسلیم کرلینا چاہئے۔ پس آپ خدا کی طرف دھیان کرکے حضرت صاحب کو مسیح موعود مان لیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور عرض کریں کہ اے اللہ جو آگیا اور جس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ان کو ہم نے قبول کرلیا۔ اب تک تو نے اصل عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں بھیجا۔ اگر تو ان کو بھیج دے گا تو ہم اُن کو مان لیں گے اور اگر تو نے اُن کو نہ بھیجا تو ہم نے آنے والے کو تو مان لیا ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ ہم آنے والے کو بھی نہ مانیں اور وہ بھی نہ آویں۔ نہ اُدھر کے رہیں نہ ادھر کے رہیں۔ اب آپ غور فرمائیں کہ اس میں آپ کا کیا حرج ہے۔ آپ کی حق پسندی اور حق طلبی میں کونسا نقصان ہے اور عدل وانصاف کے بموجب کون سا الزام ہے۔

آپ اللہ تعالےٰ کے فعل سے حقیقت کی سچائی پر غور کریں۔ خدا کا فعل یہ ہے کہ اُس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ بھیجا اور حضرت صاحب کو بھیجدیا۔ کیونکہ اس کا ارادہ یہی تھا کہ یہ عزت اور فضیلت حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو بخشے اور امامکم منکم کے مطابق اُمت میں سے مسیح موعود بنائے۔ میں آپ کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ خدا کی رضا اور اپنی بہتری کے لئے اس میری عرض پر غور فرمائیں۔ اللّٰھم آمین۔

ایمان بالغیب

خدا کے فضل سے سب ترقیات اور کامیابیاں ایمان بالغیب کے ساتھ ہیں

اللہ تعالےٰ کے فضلوں اور مہربانیوں کی امید بھی ایمان بالغیب ہے۔ اسی راہ سے مومن آگے آگے بڑھتا جاتا ہے اور اس کا ایمان اور یقین بھی ترقی کرتا جاتا ہے۔ ایک بات پر مومن ایمان بالغیب لاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اُس کے ایمان بالغیب کو یقین سے بدلتا اور اُس کو اگلے مقام پر پہنچنے کے لئے پھر ایمان بالغیب بخشتا ہے۔

جنگ بدر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس قدر تضرع سے دعا مانگی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے عشق ومحبت کی وجہ سے جوان کو حضور کے ساتھ تھی حضور کی یہ بے قراری دیکھ نہ سکے۔ اور مضطرب ہو کر عرض کی یا رسول اللہ آپ اتنا فکر کیوں کرتے ہیں۔ کیا اللہ تعالےٰ نے آپ کو فتح کی بشارت نہیں دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک دی ہے یعنی ہم اپنی فتح پر ایمان لاتے اور یقین کرتے ہیں۔ مگر اے ابوبکر اللہ تعالےٰ عالم الغیب اور فتح پردۂ غیب میں ہے۔ وہ غنی ہے۔ وہ بندوں کا حاجتمند نہیں ہم اس کے فضل اور رحمت کے حاجتمند ہیں۔ ہمارا کام اُس سے مانگنا اور دعا کرنا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب حضرت یوسف علیہ السلام کے مل جانے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا الم اقل لکم انی اعلم من اللہ ما لا تعلمون (کیا میں تم کو نہ کہا کرتا تھا کہ میں جانتا ہوں خدا کی طرف سے جو تم نہیں جانتے) یعنی آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی سلامتی اور مل جانے کی غیبی بشارات ملتی رہتی تھیں اور ایمان اور یقین رکھتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام خیر و عافیت کے ساتھ مل جائیں گے اور دوسروں کو بھی اطلاع دیتے رہتے تھے۔

باوجود اس کے حضور کا یہ حال تھا کہ یا اسفیٰ علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم (اے افسوس یوسف ہائے میرا یوسف اور سفید ہو گئیں اس کی آنکھیں حزن سے اور وہ اندر ہی اندر گھٹ رہا تھا) حضور کی یہ بیقراری اس لئے تھی کہ اوّل تو یہ معاملہ غیب کا تھا جس میں خوف بھی ہوتا ہے اور رجا بھی۔ دوسرے یہ کہ حضور کو بشارت ملی ہوئی تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خاص مقربین میں سے ہیں اور ایک دن آئے گا کہ وہ دنیا کے ہادی بنیں گے۔ یوسفؑ کی سلامتی ایک جہان کی سلامتی ہے ابھی وہ وقت دور تھا اور آپ کمسن تھے کہ جدا ہو گئے۔ آپ ان کی غور و پرداخت کا ثواب کس طرح حاصل کرتے۔ سوائے اس کے کہ ان کی صحت سلامتی کے لئے نہایت تضرع۔ رقت اور اضطراب کے ساتھ رو رو کر دعائیں مانگتے رہتے تھے اب اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ کی صداقت کے بے شمار نشانات و اولٰہ ظاہر فرمائیں پھر بھی اپنی مہربانی سے ان لوگوں کے لئے جنھوں نے ابھی تک نہیں مانا ثواب کے حصول کے لئے ایمان بالغیب کا درجہ رکھا ہوا ہے پس اس وقت کا انتظار نہ کیا جائے کہ کامل انکشاف ہو کر بات عریاں اور معاملہ ایسا صاف ہو جائے جیسا نصف النہار کے وقت سورج کے ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس وقت سے پہلے ایمان لایا جائے تاکہ الایمان بین الخوف والرجا پر عمل ہو اور خدا کے فضل سے یومنون بالغیب کا درجہ ملے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ

واجرکریم یعنی تیرے ڈرانے کا فائدہ اس کے لئے ہے جوکہ قرآن شریف
کی اتباع کرتا ہے رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا ہے پس اس کو خوشخبری دیدے
بخشش کی اور بڑے عزت والے اجر کی)۔

قبل از وقت خوف بہت اچھا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولمن
خاف مقام ربہٖ جنتان یعنی جو شخص پہلے اس سے کہ اللہ تعالےٰ کے
سامنے ہوکر جواب دہ ہو ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ یہ خوف
نیک بندوں کا ہے اور اس کے نتائج نیک ہیں۔ فرماتا ہے۔ انا نخاف
من ربنا یوما عبوسا قمطریرا فوقاھم اللہ شر ذالک الیوم
ولقاھم نضرۃ وسرورا (ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے اس دن
کی سختی اور اداسی سے پس بچالیا ان کو اللہ نے اس دن کے شر سے
اور عطا کی ان کو تازگی اور خوشحالی)

خوف خدا اور خشیۃ اللہ کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے دنیا میں کسی آزار
دہندہ زبردست ظالم سے ڈرتے ہیں۔ اور نہ اللہ تعالےٰ کے بے پرواہ
اور غنی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ خواہ اس کے بندے تباہ اور برباد ہو جائیں
وہ ان کی پرواہ نہ کرے اور خبر گیری اور کارسازی نہ فرمائے۔ وہ فرماتا
ہے وھو الغنی ذوالرحمۃ یعنی وہ غنی ہے اس کے پاس ہر چیز کے
خزانے ہیں۔ وان من شئ الا عندنا خزائنہ کوئی شے نہیں
جس کے اس کے پاس خزانے نہیں اور وہ ذوالرحمہ ہے۔ یعنی رحمتیں
کرنے والا۔ داد و دہش فرمانے والا شفقت کرنے والا ارحم الرحمین ہے۔

انسان جہاں تک اس کی رحمت اور قدرت کا خیال کرے۔ اللہ تعالےٰ
اس سے بھی زیادہ رحمت اور قدرت والا ہے۔ خوف یہ ہے کہ ایسا نہ ہو
ایسے رحیم کریم کی نافرمانی کرکے اس کو ناراض کریں اور اپنی غفلت اور بد اعمالی
کی وجہ سے مورد عتاب ہوکر دوزخ میں پڑیں۔ اور اس کی فرماں برداری
اور نیک اعمال چھوڑ کر اس کی خوشنودی اور رضامندی کی جگہ جنت جیسی
نعمت سے محروم رہیں۔ اللّٰھم احفظنا آمین۔

نعماء الٰہی

انسان اللہ تعالےٰ کا ہر وقت شکر کرتا رہے۔ اس رحیم کریم کی نعمتیں اس قدر
ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا۔
(اگر تم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو شمار نہ کر سکو گے۔)

خدا نے اپنے بندہ کو ترقی کرنے اور اس کی نعمتیں بڑھانے کے لئے پیدا
کیا ہے۔ جو نعمت بندہ کو ملتی ہے اور اس کا دل خوش ہوتا ہے۔ اگر وہ خوشی
کا جذبہ اسی طرح برقرار رہے اور ایک اعتدال اور مساوات کی صورت اختیار
نہ کرے تو ترقی مشکل ہو جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمت ہے کہ
سابقہ خوشی کا جوش ٹک جاتا اور الانسان کل جدید لذیذ کے مطابق ایک
نئی خوشی کے لئے جدوجہد کرنے لگتا ہے جیسے کسی کا بیس۲۰ روپے مشاہرہ
ہو۔ وہ چاہتا ہے کہ پچیس۲۵ ہو جائیں جب اللہ تعالےٰ اس پر پچیس کی
مہربانی فرماتا ہے تو خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ

خوشی کم ہونے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک مساوات کی صورت اختیار
کرلیتی ہے اور وہ نئیس کا طلبگار ہوجاتا ہے۔ اسی طرح خدا کے فضل سے وہ ترقی
پر ترقی کرتا جاتا ہے۔ یہ بات نہیں کہ سابقہ نعمت کی خوشی دور ہوجاتی ہے بلکہ درحقیقت
دل کے اندر موجود ہوتی ہے خدانخواستہ تنزل یا تزلزل آنے لگے تب پتہ لگے۔
اگر وہ فرطِ خوشی کم نہ ہوتی اور اسی طرح قایم اور برقرار رہتی تو انسان اسی پر اکتفاء
کرتا۔ اور نئی خوشی کے لئے ہرگز سعی نہ کرتا۔

جس وقت تکلیف آتی ہے اُس وقت سابقہ نعماء کی خوشی انسان کے
دل کی تہ میں اس قدر نیچے چلی جاتی ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ مجکو کوئی
خوشی بھی ہے یا نعوذ باللہ مجھے کوئی نعمت بھی ملی ہوئی ہے۔ ایک فکر اور اندوہ آکر
اس کے دل کو گھیر لیتا اور غم سے بھر دیتا ہے۔ اس وقت نئی نعمت اور جدید لذت
کے لئے بے قرار اور مضطر ہوجاتا ہے۔ دعائیں اور زاری کرتا ہے۔ اس وقت بموجب
بشارت الٰہی امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ءالٰہ مع اللہ (کون
قبول کرتا ہے بیقرار کی دعا جب وہ دعا کرتا ہے اور وہ دکھ کو دور کردیتا ہے کیا اللہ
کے سوا اور کوئی ہے) اللہ تعالےٰ اس پر فضل فرماتا ہے اور اس کو ایک نئی نعمت
اور جدید خوشی سے باغ باغ کردیتا ہے۔ جیسے کسی کو خدا نے کئی فرزندوں کی خوشی
دے رکھی ہو۔ خدا نہ کرے کہ ان میں سے ایک کا بال بھی بیکا ہو۔ یا اس کے دشمنوں
کی طبیعت خراب ہو۔ اس وقت اس ایک کے غم میں اپنے سب دوسرے بیٹوں
کی خوشی کو بھلادے گا۔ اس کو سوائے اس بچہ کے فکر و ملال کے کوئی عیش و آرام
معلوم نہ ہوگا۔ اس وقت خوش ہوگا اور چین آئے گا جبکہ اللہ اپنے فضل سے

اسے صحت دے گا۔

حضرت شاہ سلیمان شاہ صاحب تونسوی رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کے
ایک مرید نے عرض کی کہ یا حضرت آپ اس کثرت سے مرید کرتے جاتے ہیں۔
جن کا شمار نہیں۔ آپ کو تو یاد بھی نہ ہوگا کہ میرے کون سے مرید ہیں۔ آپ ان کو
پہچانتے بھی نہ ہونگے۔ ان کی خبر گیری کس طرح کریں گے۔ شاہ صاحب سن کر
خاموش ہو رہے۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس بات کو کئی دن گزر گئے۔ ایک دن وہ
مرید آپ کے سامنے بیٹھا تھا۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر اس کی داڑھی پکڑلی اور دوسرے
ہاتھ سے اس میں سے ایک بال پکڑ کر کھینچا۔ وہ مرید بولا آپ میری داڑھی اکھیڑتے
ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ میں داڑھی نہیں اکھیڑتا۔ ایک بال توڑتا ہوں۔
اُس نے کہا یہ میری داڑھی کا بال ہے۔ آپ نے فرمایا بس میرا بھی یہی حال ہے۔
میرے سب مرید میری داڑھی کے بال ہیں۔ اگر ان میں سے ایک کو تکلیف ہوتی
ہے وہ مجھے ہوتی ہے۔

یہ اس قدر طول طویل بیان اس لئے میں نے کیا ہے کہ غم و اندوہ کے وقت
بھی خدا کا شکر گزار رہنا اور اپنے دل کو زور از وری خوشی کی طرف رکھنا چاہئے۔
کیونکہ اس وقت بھی سب نعماء ملی ہوئی اور سب خوشیاں دل میں موجود ہوتی ہیں۔
مگر نو وارد فکر سے دب جاتی اور معلوم نہیں دیتیں۔ اور خوشی اس لیے بھی چاہئے کہ
خدا کے فضل سے مومن کے لئے یہ کسی نئی نعمت اور جدید خوشی کے ملنے کا وقت ہوتا ہے۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است ‌ ‌ زیر آں گنج نہاں بنہادہ است

(جو بلا اس قوم کو حق نے دی ہے۔ اس کے نیچے چھپا ہوا خزانہ رکھا ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ فبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبتہ

قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ ط

اولئک ھم المھتدون ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ (پس بشارت دیدے

صبر کرنے والوں کو جو کہ مصیبت کے وقت کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور اس کی

طرف جارہے ہیں ان پر اللہ کی مہربانیاں اور رحمتیں ہیں اور وہ ہدایت یافتہ ہیں

بے شک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں) حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل

علیہ السلام پہلے ہی منعم علیھم اور مرتبہ والے تھے ۔ وہ اولوالعزم نبی کی بی بی وہ فرزند ۔

اللہ تعالےٰ ان کا درجہ اور مرتبہ اور زیادہ بلند کرتا تھا ۔ ان پر تکلیف آئی ۔ اور تکلیفیں

توجدا رہیں ۔ اپنے لخت جگر کے لئے پانی کا دستیاب ہونا مشکل ہوگیا ۔ حضرت اسمٰعیل

علیہ السلام کو بٹھا کر آپ پانی کی تلاش میں گئیں ۔ چلتی جاتی تھیں اور ان کو دیکھتی جاتی تھیں

اور جب نشیب آتا اور وہ آنکھوں سے اوجھل ہوجاتے تو اس جگہ کو دوڑ کر طے کرتیں ۔

جو کہ اب شعائر اللہ میں سے ہے اور صفا مروہ میں دوڑنا اور چلنا ہے ۔ مگر پانی نہ ملا ۔

لاچار واپس آئیں ۔ کیا دیکھتی ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے مبارک قدموں میں

زمزم کا چشمہ جاری ہے ۔ یہ ایک نشان تھا کہ جس طرح پیاس کی شدت سے رو رو کر

یہ ظاہری جسمانی زندگی کا پانی جاری ہوگیا ہے ۔ اسی طرح ان کی اولاد میں ایک ایسا

عالی مرتبت صاحب شان وشوکت فرزند تولد ہوگا ۔ جو سارے جہان کے لئے دینی

دنیاوی برکات جسمانی روحانی آب حیات کے دریا اور انہار بہائے گا ۔ یہ تکالیف پر

صبر کرنے اور خدا کی رضا پر راضی اور شکر گزار رہنے کا ثمرہ تھا جو اللہ نے ان کو بخشا ۔

اے اللہ تو اپنے فضل سے ہم کو توفیق دے کہ ہمارے دل کے اندر سے ہر وقت

یہ دعا نکلے الحمد للہ علیٰ نعمائہٖ الحمد للہ علیٰ کل حال (اللہ کی تعریف اور شکر ہے

اس کی نعماء پر اللہ تعالےٰ کی تعریف اور شکر ہے ہر حال میں)

تقدیر اور توکل

اللہ تعالےٰ بندہ کا پیدا کرنے والا ۔ نیست سے ہست کرنے والا اور اس کا

رب ہے ۔ روحانی جسمانی پرورش کرتا ۔ ادنےٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف

لے جاتا ۔ ترقی بخشتا فضل فرماتا اور محبت کرتا ہے ۔ بندہ کو بھی چاہئے کہ اس کے لکھے

ہوئے ۔ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ۔ (آپ کہدیں کہ ہرگز نہیں پہنچے گا ہم کو

مگر جو لکھ دیا اللہ نے ہمارے لئے) سے محبت کرے ۔ کیونکہ پیارے محبوب رب العالمین

ارحم الراحمین ذو فضل علی الناس کا لکھا ہوا ہے ۔ وہ جو بندہ کو اس کے گناہ پر تنبیہ فرماتا

اور سزا دیتا ہے اس میں بھی اس کی رحمت ہے ۔ اگر گناہوں کی آلودگی سے پاک صاف

نہ کرتا ۔ اسی طرح گندگی میں چھوڑ دیتا اور خبر نہ لیتا تو ہمارا کیا حال ہوتا ۔ ہ

عاشقم بر لطف و بر قہرش بجد ۔ اے عجب من عاشق ایں ہر دو ضد

(میں عاشق ہوں اس کی مہربانی اور غصہ پر تعجب ہے کہ میں دونوں برعکس باتوں کا

عاشق ہوں) ۔ سزا کی مثال ایسی ہے جیسے ہیضہ والے کو بخار ۔ بچنے کی امید ہوجاتی

ہے ۔ پس چاہئے کہ اپنی انانیت اور خودی کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اس کی اطاعت اور

فرماں برداری کے حوالے کردے ۔ قیامت کے دن ایک شخص کے لئے حکم ہوگا کہ

دوزخ میں لے جاؤ ۔ وہ سنتے ہی آپ خود بے تحاشا دوزخ کی طرف دوڑیگا ۔ اس سے

پوچھا جائے گا کہ تو کیوں اتنا دوڑتا اور جلدی کرتا ہے [illegible]

کہنا نہ مانا تو یہ حال ہوا۔ اب بھی کہنا نہ مانوں۔ حکم ہوگا کہ اس کو جنت میں لے جاؤ۔ گویا اس شخص نے ایک ایسا نمونہ دکھلایا کہ اپنی تمام طاقت کے ساتھ توبہ و انابت کی منزل کو طے کر لیا۔

اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں کوشش کرے اور تدبیر اور تقدیر کے جھگڑوں سے بچے۔ ؎ بوئے نافہ مشکیں صبا زاں طرہ بکشاید + کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا (مشک نافہ کی خوشبو سے بھری ہوی ہوا۔ اس کے طرہ یعنی کلغی کو کھولے کہ کسی نے محض اپنے خیالات سے نہ یہ گرہ کھولی اور نہ کھولے گا)۔ اپنے علم سے یہ باتیں حل نہیں ہو سکتیں۔ جب تک کہ اللہ تعالےٰ اپنے پاس سے علم نہ بخشے۔ انسان کو تو اپنی جان کی بھی خبر نہیں کہ اس کی روح کس چیز کی بنی ہوئی ہے۔ اور وہ کیا شے اور اس کی کیا حقیقت ہے جو موت کے وقت اس کے اندر سے نکل جاتی ہے۔ جب یہ حال ہے تو ایسی باتیں کرنی اور ایسے بہانے بنانے سے کیا فائدہ کہ اگر اس بیمار کی قسمت میں اچھا ہونا لکھا ہوگا تو آپ ہی اچھا ہو جائے گا۔ علاج کیوں کیا جائے اور اگر اس طالب علم کی تقدیر میں پاس ہونا لکھا ہوگا تو ضرور پاس ہو جائے گا محنت کیوں کی جائے۔ بے شک، خدا کے فضل سے بیمار تندرست اور طالب علم پاس ہو جائے گا۔ مگر یہ علاج نہ کرنے اور محنت نہ کرنے کا بہانہ جب درست ہوتا کہ یہ علم بھی ملجاتا کہ تقدیر میں بیمار کا بغیر علاج صحت پانا اور طالب علم کا بغیر محنت پاس ہونا لکھا ہے۔ کیا خبر کہ تقدیر میں یہی لکھا ہو کہ بیمار نے علاج سے اور طالب علم نے محنت سے تندرست اور پاس ہونا ہے۔

خدا کے فضل سے ہمارے لئے تو اتنا بہت ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ اور اس کی صفات

پر ایمان لائیں کہ وہ عالم الغیب ہے۔ جو ہو چکا جو ہو رہا ہے اور جو ہوگا سب جانتا ہے۔ ایک ذرہ بھر بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ ہمیں اس نے کوشش اور عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور ہماری فطرت اور بناوٹ ہی ایسی بنادی ہے کہ ہم کام کے بغیر رہ نہ سکیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی متنفس جو ہر وقت سانس لینے کا کام کر رہا ہے یہ خیال کرکے جو کچھ میری تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور ہوگا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیکار بیٹھا رہے اور حرکت نہ کرے۔ ہرگز نہیں۔ یہ اس کا بہانہ ہوگا۔ کیونکہ حرکت کے بغیر رہ نہ سکے گا۔ جس کام کو دل چاہے گا کرے گا۔ اور جس کو دل نہ چاہے گا ایسے بہانے بنائے گا۔ پس اس بات کی طرف جانے سے کیا فائدہ جو ہو ہی نہ سکے۔ باتیں بنانے سے فائدہ نہیں۔ اللہ کے حکم پر چلے۔ وہ باتیں چھوڑ دے جس سے فائدہ نہیں۔ ؎

کار کن کار بگذر از گفتار — کاندریں راہ کار دارد کار

(کام کر کام کر۔ باتیں بنانی چھوڑ دے۔ کیونکہ کام ہی اس رستہ میں کام آتا ہے۔ کام کرنا تو مردانِ خدا کا کام ہے افسوس ہے کہ ہمارے حصّہ میں باتیں بنانی ہی رہ گئی ہیں)۔

یہ بات کہ تقدیر کا ماننے والا یا اللہ پر توکل کرنے والا کوشش نہیں کرتا یا کوشش میں سست ہوتا ہے۔ سراسر غلط ہے۔ اللہ پر بھروسہ نہ کرنے والے سے اللہ پر توکل کرنے والا بدرجہا زیادہ کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ غیر متوکل علی اللہ ناکامی اور اسباب کے ٹوٹ جانے کے وقت ہمت ہار دیتا ہے۔ مگر متوکل جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھتا ہے ہمت نہیں ہارتا۔ اس کا ایمان ہے کہ میرا رب قادر ہے۔ رحیم ہے۔ میری مدد فرمائے گا۔ میری کمزوری لاچاری اور بے بسی کے وقت میرا

میرا پشت و پناہ معین مددگار ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو قوت بازو بھی دے رکھی ہے اور خود بھی اس کا حافظ و ناصر ہے۔ پس اس کی کوشش زیادہ ہوگی کم نہ ہوگی بہ نسبت اس کے کہ جس کے پاس صرف قوت بازو ہے اور اللہ تعالےٰ کی نصرۃ کا حوصلہ نہیں۔ دیکھو رسہ کشی میں جس پارٹی کے فیور میں ایک بڑی جماعت ہو اور حوصلہ دلائے عموماً غالب آجایا کرتی ہے۔ کیونکہ حوصلہ دلانے سے ہمت اور طاقت بھی بڑھ جاتی ہے۔ مگر یہاں محض حوصلہ ہی نہیں بلکہ مومنوں کی امداد تو ملائکۃ اللہ روحانی اور جسمانی دونوں طرح سے کرتے ہیں۔ ملائکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے ساتھ شامل ہو کر دشمنوں سے جنگ کیا کرتے تھے۔ مومن اس خوشی اور حوصلہ میں اپنی بساط سے بڑھ کر کام کرتا ہے۔ ہمت بڑھ جاتی ہے۔ تھکان اور کوفتگی معلوم نہیں کرتا مایوس نہیں ہوتا۔ ع

تو مرا دل دہ و دلیری بیں   روبہ خویش خوان شیری بیں

(تو مجھے دل دے اور دلیری دیکھ مجھے اپنی لومڑی بنالے اور شیروں والا کام دیکھ)

اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے والے کا یقین اللہ تعالےٰ پر بہت اچھا ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میرا رب ارحم الرحمین۔ علی کل شیئ قدیر اور ذو الفضل علی الناس ہے۔ اس نے جو ارادہ کیا ہوگا اور جو لکھا ہوگا وہ بہت ہی اچھا ہوگا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں اس کا عبد ہوں۔ میرا کام اس کی عبادت و اطاعت ہے۔ اُس نے مجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ میں اپنی تمام طاقت سے اس کی عبادت۔ اطاعت۔ فرماں برداری میں کوشاں ہوں۔ ایاک نعبد کا یہی مطلب ہے۔ اور چونکہ میں کمزور اور ضعیف ہوں اور ایاک نستعین کے بموجب اسی سے مدد مانگتا ہوں۔

وہ میرا مالک ہے۔ مالک اپنی چیز کا ہر طرح حامی مددگار اور کارساز ہے۔

لیکن جو اللہ تعالےٰ کی غلامی چھوڑ کر بندوں کا غلام بنتا۔ انھیں کی طرف دوڑتا اور اُنھیں کو اپنا رب بنالیتا ہے اس کی مثال ایسی ہے بلائنڈ لیڈنگ دی بلائنڈ ٹل بوتھ فال انٹو ڈیپ ڈیچ" یعنی اندھا اندھے کی رہنمائی کرتا ہے یہاں تک کہ دونوں خندق میں گر جاتے ہیں۔ بندے تو خود محتاج ہیں۔ محتاج محتاج کو کیا دے گا۔

اگر کسی ملک کا بادشاہ جو ہر وقت اپنی رعیت کی بہبودی اور خیر خواہی میں لگا رہتا ہو۔ اور رعایا کو اس کی دانائی۔ عدل۔ انصاف۔ ہمدردی۔ شفقت۔ رحم اور دلسوزی پر پورا اعتبار اور اعتماد ہو۔ ایسا بادشاہ اگر اپنی رعیت کے لیے کوئی حکم نامہ یا قانون لکھے اس کو رعیت اپنے لئے مفید اور نافع سمجھے گی یا نہ۔ یہ تو ایک انسان بادشاہ کی مثال ہے۔ غور کرو کہ اس بادشاہوں کے بادشاہ رب العالمین ارحم الراحمین کا لکھا ہوا کیا اچھے سے اچھا۔ بہتر سے بہتر۔ زیادہ سے زیادہ نافع اور مفید ہوگا۔

یہ اعتراض کہ جف القلم بما ھو کائن پر یقین کرنے سے انسان اعمال میں سست ہو جاتا ہے۔ صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ بندہ یہ ایمان اور یقین رکھے کہ اللہ اعلم الغیب ہے۔ جو ہوا جو ہو رہا ہے اور آئندہ جو ہونا ہے سب کا اس کو علم ہے۔ یہ یقین مومن کی عملی حالت کو سست نہیں کرتا۔ بلکہ اس ایمان سے بندہ کا یقین اللہ تعالیٰ کی صفت علم اور قدرت پر بڑھ جاتا ہے۔ اعمال پر اثر اس صورت میں پڑتا کہ بندہ کو بھی یہ علم ہوتا کہ میری تقدیر میں یہ لکھا ہوا ہے۔ مثلاً ایک بیمار کی تقدیر میں صحت لکھی ہے۔ اللہ تعالےٰ اتو

جانتا ہے۔ اس نے صحت پانی ہے۔ مگر اس بیمار کو یہ علم نہیں۔ وہ جس طرح
صحت کی امید کرتا ہے اسی طرح اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں موت ہی نہ آگئی ہو۔
پس وہ صحت کے لیے کوشش کرتے ہیں کیوں سست ہوگا۔ خواہ بیماری کیسی
خطرناک حالت ہو اور اطبا اور ڈاکٹروں نے اُسے مایوس العلاج سمجھ کر جواب دیدیا
ہو۔ مگر وہ اس ایمان اور امید سے کہ شاید میرے رب نے میری تقدیر میں صحت
لکھی ہو نا امید اور مایوس نہ ہوگا۔ دعا کریگا۔ علاج کے لیے ہاتھ پیر مارے گا
اور کوشش کرے گا۔ البتہ سست ہونے کی یہ صورت ہے کہ اس کو پتہ
لگ جائے کہ میری تقدیر میں صحت لکھی ہے۔ علاج کروں یا نہ کروں۔
پرہیز کروں یا نہ کروں صحت ضرور بالضرور پاجاؤں گا۔ مگر یہ خبر کس کو ہے
عالم الغیب تو اللہ ہی ہے۔ پس تقدیر پہ ایمان لانا اور اس کی کیفیت سے
بے خبر ہونا انسان کے لیے اللہ کی رحمت ہے۔ کیونکہ تقدیر کے ماننے سے اللہ
تعالےٰ کے علم اور قدرت کی وسعت پر مومن کا ایمان بڑھا۔ اور تقدیر کی لکھی ہوئی
کیفیت کی بے خبری سے مومن اپنی عملی حالت میں سست نہ ہوا۔

دوسرے معنی تقدیر کے یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک چیز پیدا کر کے اس میں
اس کے خواص۔ اثرات اور قوتیں رکھ دی ہیں۔ جو کہ اپنا اثر ضرور دیں گی جیسے
آگ پانی کو جلائے گی۔ اور پانی آگ کو بجھائے گا۔ اور اگر ان کو ایک اندازہ سے
رکھا جائے گا تو سٹیم بنے گی اور کئی کام دے گی۔

بھلا یہ بات سمجھ میں آسکتی اور کیا ایمان والا یہ سوء ظن کر سکتا ہے کہ وہ
رب العالمین جس نے انسان کو فطرۃ اسلام پہ پیدا کیا۔ ماں کے پیٹ میں پلا۔

ہاتھ۔ پیر۔ آنکھ۔ ناک۔ کان اور سارے اعضاء دیے۔ پیدا ہوتے ہی دودھ
اُتار دیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے زمین پر پیر رگڑا تو ان کے لئے زمزم کا
چشمہ بہا دیا۔ نوزائیدہ بچہ نے ماں کی چھاتی میں منہ مارا تو اس کے لئے دودھ
جاری کر دیا۔ کھانے کا وقت آنے لگا موتیوں سے منہ بھر دیا۔ بڑا کیا۔ ہوش و
حواس بخشا۔ طاقتوں والا عقلمند انسان بنا دیا۔ نعوذ باللہ۔ اس پہ یہ گمان کہ
ایسا مہربان رب بندہ کی تباہی اور بربادی لکھ کر اس کو تباہ اور برباد کر دے گا۔
وہ تو فرماتا ہے وما انا بظلام للعبید (اور میں بندوں پر ظالم نہیں) ان
اللہ لا یرید ظلما للعباد (اللہ بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں کرتا) ان اللہ
لا یظلم الناس شیئا ولکن الناس انفسھم یظلمون (یقیناً اللہ ظلم نہیں
کرتا لوگوں پر کچھ بھی لیکن لوگ اپنی جانوں پر آپ ظلم کرتے ہیں۔) نافرمان نافرمانی
کر کے اپنے پیر پر آپ کلہاڑی مارتا ہے۔ ڈاکٹر صحت کی دوا دیتا ہے مگر بد پرہیزی
کر کے آپ اپنی بیماری بڑھاتا ہے۔ جنّوں کی قوم کے مبلغ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ
شر کا ارادہ نہیں کرتا۔ وہ شر کے ارادہ کو اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت نہیں دیتے
بلکہ خیر کے ارادہ کو دیتے ہیں۔ وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام
اراد بھم ربھم رشدا (اور ہم نہیں جانتے کہ برائی ارادہ کی گئی ہے۔ زمین
والوں کے ساتھ یا ارادہ کیا ہے ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی کا)۔

ماں باپ کبھی چاہتے ہیں کہ اپنی اولاد کو عذاب دیں۔ تباہ۔ برباد۔ نیست
و نابود کر دیں۔ اللہ تعالےٰ تو ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ وہ کب
چاہتا ہے کہ اس کے بندے دکھ اور عذاب میں پڑیں۔ اس نے نیکی کا بھل

آرام اور سکھ دکھ دیا ہے اور بدی کا نتیجہ دکھ اور عذاب بنا دیا ہے۔ تاکہ بندے
اپنی اصلاح کریں۔ بری عادات اور بُرے اعمال چھوڑ دیں۔ ظلمت سے نکل کر
نور میں آجائیں۔ ؎

من نہ کردم خلق تا سودے کنم ۔ بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

(میں نے خلقت اس لئے نہیں بنائی کہ اپنا بھلا کروں بلکہ اس لئے بنائی
ہے کہ خلقت پر بخشش کروں)۔ وہ تو قادر ہے کہ ایک آن میں سب کو ہدایت
دے دے۔ لیکن بندے، مراتب اور درجات کا امتیاز کھو بیٹھیں گے۔ اپنی محنت
اور کوشش کی خوشی کی لذت کس طرح اٹھائیں گے۔ حبذا۔ مرحبا۔ جزاک اللہ
کے نعرے کہاں سے سنیں گے۔

نکمے کوشش چھوڑ کر ہاتھ ملتے ہیں اور کوشش پر نازاں ٹھوکر کھا کر خدا کو
پکارتے ہیں۔ لک اور پاک کے جھگڑے کرتے ہیں۔ بڑھ بڑھ کر الفاظ بولتے ہیں۔
کیا اچھا ہوتا اگر صلح کرتے اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز
کے اعلانات و کتب کے سرورق کی عبادت پڑھ کر سمجھنے کی کوشش بھی (خدا
کے فضل اور رحم کے ساتھ) ہے۔ ؎

ایں ہمہ گفتیم لیک اندر بسیچ ۔ بے عنایات خدا ہیچیم ہیچ

(یہ باتیں تو سب ہم نے کہہ دیں لیکن آخر کار بات یہ ہے کہ خدا کے فضل اور
عنایت کے سوا سب ہیچ پوچ ہے)۔

انسان بغیر کوشش اور کوشش بغیر فضل ہیچ اور
ہیچ ہے۔

ذکر الٰہی کی طاقت

مومن کے اعمال کی کشتی ایمان کے پانی پر چلتی ہے۔ ایمانی حالت پر اعمال کا
مدار ہے۔ جیسا ایمان ویسے اعمال۔ انبیاء علیہ السلام کا ایمان بہت بڑھا ہوا
ہوتا ہے۔ ان کے اعمال بھی بڑھ چڑھ کر ہوتے ہیں۔ ایک نبی میں چالیس آدمیوں
کی طاقت ہوتی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چالیس انبیا کی طاقت تھی۔
اس طور سے نیک اعمال اور ذکر الٰہی کرنے والوں میں دوسروں سے زیادہ طاقت
ہونی چاہئے۔ اس کا پتہ اس حدیث شریف سے لگتا ہے کہ حضرت سیدۃ النساءؑ
فاطمہؓ زہرا رضی اللہ تعالے عنہا نے اپنی خدمت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے ایک خادم طلب کی۔ حضور نے ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ ۳۴ بار
اللہ اکبر پڑھنے کے لئے فرمایا۔ یعنی اس ذکر الٰہی سے اللہ تعالے ایسی طاقت بخشیگا
کہ دوسرے مدد کرنے والے کی حاجت نہ رہے گی۔

مومن جب کہتا ہے سبحان اللہ۔ وہ اللہ تعالے کو ہر ایک کمزوری سے پاک
اور علی کل شیءٍ قدیر سمجھتا ہے۔ اس کی ہمت اور طاقت بڑھ جاتی ہے۔ حضرت زکریا
علیہ السلام بہت بڈھے تھے۔ اولاد کی دعا کی۔ اللہ تعالے ذکر الٰہی کرنے کے لئے
ارشاد فرمایا۔ واذکر ربک کثیرا وسبح بالعشی والابکار (اور ذکر کر اپنے رب کا
بہت اور تسبیح کر صبح شام) اللہ تعالے نے طاقت بخشدی اور ذریۃ طیبہ عطا فرمائی۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالے نے بہت روحانی اور جسمانی طاقتیں
بخشی تھیں اور ظاہری قویٰ بھی آخر تک بہت مضبوط اور قوی تھے جسمانی

طاقتوں سے روحانی طاقتوں کا درجہ بہت بلند ہے۔ دوسروں کے لئے یہ اندازہ لگانا کہ اللہ تعالےٰ اپنے خاص بندوں کو کیسی روحانی اور جسمانی طاقتیں بخشتا ہے۔ بہت مشکل ہے۔ اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں میرے سوا کوئی اُن کو نہیں پہچانتا) خدا نے اپنے فضل سے ہمارے حضرت کو بھی بہت سی طاقتیں بخشی ہیں اور اولوالعزم کا خطاب دیا ہے۔ حضور کا حوصلہ۔ قوۃ فیصلہ اور اعلیٰ اخلاقی طاقتوں کا اپنے اپنے موقع کے وقت پتہ لگتا ہے۔ جو کہ خدا کے فضل سے ایک معجزانہ رنگ میں ظاہر ہوتی اور نیک اور مفید نتائج پیدا کرتی ہیں۔

اس تمام تحریر سے میرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایمان نیک اعمال اور اپنے ذکر میں وہ طاقت رکھی ہے جس کا مقابلہ نہ کوئی دوا کر سکتی ہے اور نہ غذا۔ قرآن شریف ذکر الٰہی ہے۔ اس پر ایمان اور عمل کرنے سے جسمانی روحانی شفا اور قوۃ ملتی ہے۔ قران شریف کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ویشف صدور قوم المومنین۔ وشفاء لما فی الصدور۔ وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ للمومنین۔ واذا مرضت فھو یشفین۔ قل ھو للذین آمنوا ھدی وشفاء۔ (اور وہ شفا دیتا ہے مومنوں کے سینہ کو۔ اور شفاء ہے سینوں کے اندر کے لئے۔ اور اتارتے ہیں ہم قرآن سے جو شفا اور رحمت ہے مومنوں کے لئے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں پس وہی مجھے شفاء دیتا ہے۔ آپ فرما دیں کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے) اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کو شہد فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔ ویخرج من بطونھا شراب مختلف الوانہ فیہ

شفاء للناس (اور نکلتا ہے ان کے پیٹوں سے شہد مختلف رنگ اور اس میں شفا ہے لوگوں کے لئے) یعنی جس طرح شہد ہر قسم کے مفید پھلوں پھولوں کا ہوتا ہے اسی طرح قرآن شریف تمام کتب سماوی کا جامع ہے۔ اور جیسا کہ اس کے رنگ مختلف ہیں۔ ایسا ہی قرآن شریف تمام مختلف طبایع کے لئے مفید۔ نافع۔ ہدایت دینے والا۔ اور کامیاب کرنے والا ہے۔

فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فامہ ہاویہ۔ وہ رحیم کریم بندہ کو اس کے برے اعمال پر جو سزا دیتا ہے اس میں بھی اس رب العالمین کی رحمت ہے۔ فرماتا ہی عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شئی (میں عذاب دیتا ہوں اس کو جس کو میرا منشاء ہوتا ہے اور میری رحمت نے گھیر لیا ہے ہر چیز کو) اور فرماتا ہے۔ ربنا وسعت کل شئی رحمۃ وعلما (اے ہمارے رب گھیر لیا ہے تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے) کیا عذاب اور وہ جن کو عذاب ہوتا ہے۔ کل شئے سے باہر ہیں۔ اور کیا صفت ربوبیت اس شخص کے لئے جس کو عذاب ہو رہا ہے اپنا کام نہیں کر رہی اور کیا اُمّ ہاویہ اپنے بچہ کو مارتے مارتے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تباہ۔ برباد۔ نیست و نابود کر دے گی۔ یا اس کی تربیت کر کے گناہوں کی میل کچیل اور آلائش سے پاک صاف کرے گی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الا ماشاء ربک (مگر جو چاہے گا تیرا رب) واللہ اعلم بالصواب۔

مصافحہ اور مزاج پرسی

دو مومن بھائی آپس میں ملتے۔ سلام کہتے۔ ہاتھ ملاتے اور معانقہ کرتے

ہیں۔ سلام کیا ہے۔ [1]میں اللہ سے آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ہر شر سے سلامت رکھے۔ ہر ایک سلامتی بخشے۔ میرا آپ سے ملاقی ہونا، سلامتی۔ صلح۔ صفائی۔ امن۔ عافیت اور رحمت کے ساتھ ہے۔ کسی رنج۔ دلی کدورت۔ جھگڑے اور زحمت کے ساتھ نہیں۔ تم نڈر۔ بے خوف اور سلامتی سے رہو۔ مصافحہ۔ امداد۔ تعاون۔ دلسوزی۔ اور ہمدردی کا معاہدہ ہے۔ معانقہ یہ ہے کہ جس طرح ہم دونوں کے گلے اور سینے لگے ہیں اسی طرح ہم دونوں کے دل ملے ہوئے ہیں۔ ہمارے قلوب میں کوئی ملال یا تفرقہ نہیں۔ سچی یگانگت اور دلی ملاپ ہے۔ ہم دو نہیں ایک ہیں۔ آپ کا مزاج کیسا ہے۔ کیونکہ ہم ایک دوسرے کی ہمدردی۔ خدمت اور امداد کے لئے تیار ہیں۔ یہ سب دلی اخلاص راستی۔ صدق اور سچائی کے ساتھ ہو۔ اللہ توفیق دے آمین۔

گناہ

یہ جو گناہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ تکبر مقابلہ اور سرکشی کے ساتھ ہوا۔ خدا کے پیارے مومن بندے ایک آن کے لئے بھی ایسا نہیں کرتے۔ اللہ تعالٰے اُن کو اس زہر ہلاکت سے محفوظ رکھتا ہے۔ ایک وہ جس کے ساتھ عذر۔ معذرت۔ کمزوری۔ بھول چوک۔ خطا۔ نسیان۔ غلطی۔ ندامت پشیمانی اور شرمندگی شامل ہو۔ بندہ استغفار کرتا ہے اللہ تعالٰے مغفرت فرماتا ہے۔ ایک یہ کہ سابقہ مقام کو چھوڑ کر اگلے بلند مقام پر ترقی کرنا۔ ایسے گناہوں کے لئے آیا ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین

[1] یہ دعا ہے

(ابرار کی حسنات مقربین کی سیئات ہیں) امیروں کے اُتارے ہوئے کپڑے ایسے ہوتے ہیں جیسے غریبوں کے دھوئے ہوئے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے کسی نے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ تیری زکوٰۃ یا میری زکواۃ۔ اس نے کہا کہ کیا زکواۃ دو دو ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ . . . . . تیری زکواۃ یہ ہے کہ برس کے بعد اپنے مال کا چالیسواں حصہ دے۔ اور میری یہ کہ سارا خدا کی راہ میں دے کر پھر زکوٰۃ کے برابر قرض لے کر جرمانہ ادا کروں کہ اتنا مال جمع کیوں کیا تھا۔

حضرت خیر البشر سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار مانگا کرتے تھے۔ ایک بات تو ظاہر ہے کہ حضور عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم (بوجھل ہے اس پر وہ بات جو تم کو دکھ میں ڈالے وہ مومنوں پر مہربانی اور شفقت کرنے والا ہے)۔ امت کو اپنے ساتھ شامل کر کے سب کے لئے استغفار یعنی مغفرت ذنوب کی دعا فرمایا کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر ترقی کے لئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے۔ بحمد اللہ تعالٰے ہمارے حضرت ایدہ اللہ تعالٰے بنصرہ العزیز اپنی پیاری جماعت کو اپنی دعا اور استغفار میں شامل فرماتے ہیں۔ الحمد للہ۔

ناظرین

اے معظم ناظرین آپ تو اپنے صفاء باطن و حسن ظن سے مجھ پر نیک گمان کریں گے۔ مگر میں پیچھے رہا ہوا کمزور اور گنہگار ہوں۔ لم تقولون ما لا تفعلون

کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں۔ کیا آپ دعاء مغفرت کر کے میری اس تکلیف کا علاج کریں گے۔ میں حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھتا ہوں۔

روزگارم بشد بنادانی　　من نکردم شما حذر بکنید

(میرا زمانہ تو نادانی میں گذر گیا۔ میں نے تو نہیں کیا آپ ہی ہمت کریں) انعامات خداوند کریم اور اس کے فضلوں کا تو میں شمار نہیں کر سکتا۔ مگر میں اپنی کمزوریوں اور گناہوں پر شرمندہ ہوں کہ اس رحیم کریم نے تو اتنا فضل کیا۔ میں نے کیا کیا۔ مجھے یہی فکر دامنگیر ہے الامان رحم دلی مگر یہ کہ میرا رب رحم کرے۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ میری نظر آپ کی طرف ہے کہ کیا آپ میرے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ اور اس کتاب کی نیک باتوں پر عمل کر کے مجکو بھی ثواب میں شامل فرماتے ہیں۔ اور اس غائبانہ ثواب سے میرے دل کو خوش کرتے ہیں۔ مجھے ایک بوسیدہ کاغذ سمجھیں۔ اگر اس پر کوئی اچھی بات لکھی ہے اس پر عمل کریں۔ یہی میری طمع تو اس کتاب کے لکھنے کا موجب بنی ہے۔ کہ خدا کے فضل سے دوسروں کے عمل کے ثواب سے مجھے بھی حصہ ملے مجھے تو یہ فکر ہے۔

نیک باشی و بدت گوید خلق　　بہ کہ بد باشی و نیکت گویند

(تو نیک ہووے اور لوگ تجھے برا کہیں اس سے بہتر ہے کہ تو برا ہو اور لوگ تجھے اچھا سمجھیں)۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خیر القرون کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خیر القرون کی باتیں خدا کے فضل سے آیندہ زمانوں میں کام آجائیں۔

انشاء اللہ تعالےٰ

انسانیت

خدا کی مخلوق جو ہم اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھتے ہیں چار قسم کی نظر آتی ہے۔ اوّل جمادات۔ دوم نباتات۔ سوم حیوانات۔ چہارم انسان۔ جمادات میں جب کچھ زیادتی ہوتی ہے تو وہ نباتات بنتے ہیں۔ نباتات میں کچھ زیادہ ہو کر حیوان کہلاتے ہیں۔ اور حیوانات میں جب کچھ اور شامل ہوتا ہے تو انسان کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ گویا انسان میں انسانیت کے علاوہ سابقہ تینوں مادے موجود ہیں۔ انسان کے نیچے سب سے قریب طبقہ حیوانوں کا ہے۔ ان چاروں طبقوں میں اللہ تعالےٰ نے انسان کو باقیوں سے اشرف بنایا ہے۔ اس تفصیل کے اظہار کے بعد انسان کی دو حالتیں ہیں۔ جب اس میں انسانیت کی حکومت ہوتی ہے اس وقت اس کا مقام ملایک کے قریب ہو جاتا ہے اور جب حیوانیت غلبہ کرتی ہے اور انسانی روح زیر ہو کر حیوانیت کے ماتحت ہو جاتی ہے۔ جیسے سوار گھوڑا اور گھوڑا اس کا سوار بن جائے۔ اس وقت اس کی ہلاکت ہوتی ہے۔ اور اولٰئک کالانعام بل ھم اضل (وہ مانند چوپایوں کے ہیں بلکہ زیادہ ضلالت میں) کے نام سے مخاطب ہوتا ہے۔ جو لوگ ہر وقت یہی مقصد رکھتے ہیں کہ ہم اسی لیے پیدا ہوئے ہیں کہ کھائیں پئیں مزے اڑائیں۔ عیش و عشرت کریں۔ دنیا بن جائے خواہ آخرۃ خراب ہو۔ ایہہ جگ مٹھا اگلا کن ڈٹھا۔ ایسے لوگ طبقہ انسانیت سے تنزل کر کے حیوانیت میں چلے جاتے ہیں۔ ویاکلون کما تاکل الانعام (کھاتے ہیں جیسا کھاتے ہیں چوپائے)۔

دوسرا گروہ جن کا مقصد اس دنیا کی زندگی اور موت کے بعد دونوں زندگیوں کی بہتری ہوتی ہے جو حقوق اللہ حقوق العباد اور اپنے نفس کا حق ٹھیک طور سے ادا کرتے اور اللہ تعالے کے حضور ان کا ولی مدعا اور دعا یہ ہے کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اور اس مقصد کے لئے ہر وقت جد وجہد کرتے اور کوشاں رہتے ہیں۔ یہی لوگ حقیقی انسان ہیں اللہ تعالےٰ ان کو اپنے فضل سے دونوں جہان کی خوبیاں بخشتا ہے۔

پس انسان جب لفظ "میں" بولتا ہے۔ اگر اس میں بہیمیت کی پست عادات نے غلبہ کیا ہوا ہے تو لفظ میں کا اشارہ بہیمیت کی طرف اور جب اس میں ملکوتی صفات غالب ہوتی ہیں تو اس کی انانیت کا اشارہ انسانیت کی طرف ہوتا ہے۔ اے اللہ جیسا تو نے ہم پر یہ کرم فرمایا ہے کہ بہائم میں سے نہ کیا بلکہ انسان بنایا۔ ہم کو ضلالت میں پڑ کر اولٰئک کالانعام بل ھم اضل ہونے سے بچا۔ آمین۔

آخرۃ کی دور اندیشی

جو شخص صرف دنیا کا ہی ہو رہتا ہے۔ ابدی زندگی کو بھلا دیتا ہے۔ اور اپنی اور اپنے ابنار جنس کی صرف دنیاوی ترقی مدنظر رکھتا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے من کان یرید الحیاۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون اولٰئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیھا وباطل ما کانوا یعملون۔ یعنی جو ارادہ رکھتا ہے دنیا کی زندگی اور اس کے سنوارنے کا ہم پورا دیدیں گے ان کو ان کے

اعمال کا بدلہ اسی دنیا میں اور ان کی اس دنیاوی کوشش کا بدلہ کم نہ ہوگا یعنی اس دنیا کے لئے جو جد وجہد اور محنت کی اس کا پھل اسی دنیا میں پورا پورا لے لیں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرۃ میں سوائے نار کے کچھ نہیں۔ ان کے تمام دنیاوی کام جو دنیا کے لئے کئے اور جن کا بدلہ پورا پورا دنیا میں مل چکا آخرۃ میں بیکار ہوں گے اور ان کے کسی کام نہ آئیں گے)۔ یہ بات بالکل صحیح اور سچی ہے اور اگر بڑے بڑے عقلا کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جائے وہ بھی یہی فیصلہ دیں گے۔ کیونکہ جو کچھ انھوں نے کیا دنیا کے لئے کیا اس کا بدلہ ان کو پورا پورا مل گیا۔ آخرۃ کے لئے نہ ان کا ارادہ تھا اور نہ انھوں نے اس کے لئے کچھ کیا۔ پھر آخرۃ میں بدلہ کیسا یہی آخرۃ کے متعلق بے پرواہی غفلت اور بے فکری وہاں جا کر حسرت۔ افسوس جلن اور نار کی صورت اختیار کرے گی۔ اس عذاب کی وجہ ظلم نہ ہوگی۔ بلکہ... کی ان کی اپنی غفلت۔ بے پرواہی۔ بے فکری۔ سستی اور نادانی ہوگی۔ کیونکہ وہ شخص اپنی اور اپنی قوم کی اس دنیاوی تھوڑی سی زندگی کے لئے تو اس قدر کوشاں ہے۔ مگر موت کے بعد کی بے انتہا حیات کا نہ اس کو کچھ فکر ہے اور نہ پرواہ ہے۔ وہ اپنا اور اپنی قوم کا سچا دوست ہوا یا نادان دوست ہوا۔ اس نے آخرۃ کے معاملہ کو بے پرواہی سے پیچھے چھوڑ رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ قل ھو نبؤ عظیم انتم عنہ معرضون (آپ کہہ دیں کہ یہ ایک بڑی بھاری اطلاع ہے تم اس سے اعراض کر رہے ہو) اللہ تعالیٰ ان دنیاوی دور اندیشوں کو آخرۃ کی دور اندیشی دے۔ ان لوگوں کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی اپنے پیارے بچے کو بچپن میں کھلا پلا کر خوب موٹا تازہ کرے لیکن پڑھا لکھا کر یا کوئی ہنر وغیرہ

سکھا کر آئندہ کے لئے کسی لائق نہ بنائے تو یہ اس کی دوستی اور محبت بڑے ہو کر بچے
کی جان کے لئے اور ماں باپ کے لئے عذاب اور مصیبت بن جائے گی۔

یہ بات کہ مذہب کا پتہ نہیں لگتا۔ اس کی جستجو اور چھان بین کون کرے۔ کیا سائنس
کے حقائق دیگر علوم کے دقائق جو السماء ہیں کواکب۔ بحر ذخار ہیں جزائر جن کے
وقوع کا صرف امکان ہے یقین نہیں ڈھونڈھنے کے لئے جستجو نہیں کی جاتی۔ ضرور
کی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالےٰ اپنی لاریب کتاب میں فرماتا ہے۔ واذا رایت ثم رایت
نعیماً و ملکاً کبیراً (اور جب تو دیکھے گا۔ دیکھیگا نعمت اور ملک بڑا) پھر کیوں اس
نعمت اور ملک کبیر کی جستجو میں کوشش نہیں کرتے۔

کیا ایسی دولت کے لئے جو بہت بڑی ہو۔ زمین میں سے معدنیات، پہاڑوں
میں سے جواہرات اور سونے چاندی کی کانیں تلاش کرنے کے لئے اس وجہ سے کہ
یقین نہیں امکان ہے۔ سعی نہیں کی جاتی۔ ضرور کی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالےٰ
کے سچے ارشاد۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنات الفردوس
نزلاً (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے اچھے ان کے لئے فردوس کے باغ
ہیں رہنے کے لئے) کے بموجب آخرت کی جنت اور صدا عیش والے گھر کے لئے
جہاں بے انتہا خزانے ہیں کس لئے جدوجہد نہیں کرتے۔

کیا ایسے ضرر سے بچنے کے لئے جس کا نقصان اور دکھ بہت زیادہ ہو اس لئے
کہ یقین نہیں امکان ہے بندوبست نہیں کیا جاتا۔ ضرور کیا جاتا ہے پس اللہ تعالےٰ
کے بے شک و شبہ فرمان۔ فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر (ایک فریق جنت
میں اور ایک فریق سعیر میں) کے مطابق نار آخرۃ سے نجات کا تدارک کیوں نہیں کرتے۔

کیا کسی بہت بڑے واقعہ کے لئے جس کے آنے کا کوئی مقرر وقت نہ ہو۔ لیکن
اس کا آنا یقینی ہو۔ اور وہ عظیم الشان واقعہ بالضرور اچانک اور ناگہاں آجائے۔
اس کے لئے انتظام کرنا مستعد اور تیار رہنا ضروری نہیں۔ ضروری ہے پس
اللہ تعالےٰ کی یقینی اور سچی کتاب کی رو سے کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا
ترجعون (ہر ایک نفس چکھے گا موت پھر ہمارے پاس آؤ گے) مرنا اور اللہ
تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ پھر اے دور اندیش داناؤ کیوں ایسے یقینی
آنے والی مہم کا انتظام اور فکر نہیں کرتے اور اس ناگہاں آنے والے واقعہ کے
لئے جس سے بے انتہا تغیر اور تبدل ہو جائے گا تیار نہیں رہتے۔

یہ کہنا کہ مذہبی جھگڑے ہمیشہ سے ہوتے چلے آتے ہیں۔ ان کا فیصلہ نہیں ہوا
کرتا۔ اور مذہبی خیال کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس کی اہمیت کی ناواقفی اور بے پرواہی
کے سبب سے ہے۔ کیا اس بے پرواہی سے وہاں نجات مل جائے گی۔ یا یہ لاپرواہی
آخرۃ کے لمبے بے پایاں عرصہ کو مختصر کر کے صرف دنیا کی تھوڑی سی زندگی بنا دیگی۔
اور کیا موت کا شیر جو ابدی زندگی کو اپنے ساتھ لئے ہوئے سامنے سے آرہا
ہے۔ آنکھیں بند کر لینے سے ٹل جائے گا۔

اے دنیا کے دانشمندو کیا آپ اپنے نیچے ایک ایسا انسانی طبقہ نہیں پاتے
جن کو آپ نادان کے نام سے موسوم کرتے ہو۔ پھر آپ اس بات سے امن میں آگئے
ہو کہ ایک تیسرا طبقہ آپ کے اوپر ایسا ہو جو آپ کو یہ خطاب نہ دیتا ہو۔

خدا کے فضل سے یہ تیسرا طبقہ وہ ہے جن کی نظریں اس قدر تیز ہو گئیں
کہ گویا وہ دوسرے جہان کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ خدا نے دار آخرۃ

ان کے سامنے کر دیا ہے۔ وہاں کی خوبیوں کے حصول اور وہاں کے خطرات کے بچاؤ کے لئے ہمہ تن کوشش میں لگ گئے ہیں۔ وہ اس دنیائے فانی کی زندگی اور عیش کو وہاں کی دائمی زندگی اور عیش کے سامنے ایک ذرہ اور پہاڑ کی نسبت کے برابر بھی نہیں سمجھتے اور اپنی اور اپنے ابناءِ جنس کی دائمی حیات کے سنوارنے کے درپے ہو گئے ہیں۔ یہ تیسرا طبقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے سچے متبعین کا ہے۔

اے محض دنیا کے عقلمندو اگر آپ سے یہ مذہبی مسئلہ نہیں سلجھتا تو اُس وقت تک کہ آپ کا پیدا کرنے والا عقل اور سمجھ دینے والا آپ کے دل کی آنکھیں کھولے یہ تو کرو کہ تضرعانہ دعاؤں میں لگے رہو۔ ؎

گر نئی با وصل دلبر کارساز   خیز بارے ماتم ہجراں بساز

(اگر تجھے یار کا وصل میسر نہیں۔ اُٹھ اور مفارقت کا ماتم کر۔)

سلسلہ کے کاروبار

یہ خیال نہ کیا جائے کہ سلسلہ احمدیہ کے کاروبار بندوں کے سہارے چل رہے ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کی کشتی بنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیا۔ اور اصنع الفلک باعیننا و وحینا کے مطابق اس کے سب کام اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اُس کی زیر نگرانی ہو رہے ہیں۔ خدا کی توفیق اور فضل کے سوا کسی کی عقل اور کوشش پر اس کا مدار نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے اپنے بندوں کو ثواب دینے کے لئے جس سے جو چاہتا

ہے کام لیتا ہے۔ اور اس سلسلہ مبارکہ کو اغیار کے دست برد سے محفوظ رکھتا ہے۔ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (اور آخر زمانہ میں جو جماعت آئے گی وہ بھی انھیں میں سے ہیں۔ وہ ان سے ملے ہوئے نہیں یعنی دونوں کے زمانوں میں فاصلہ ہے وہ زبردست حکمت والا ہے یعنی صحابہ کی جماعت کا ابتدائی زمانہ میں ہونا اور ان کا آخر زمانہ میں ہونا پر از حکمت ہے۔ یہ فضل ہے اللہ کا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔) کے مطابق اپنے جس بندہ کو پسند کیا مسیح موعود بنایا۔ اور جس کو چاہا حضور کی خلافت پر مقرر کیا۔ اور اپنی بابرکت نگرانی میں جو اور جس طرح چاہا کام لیا۔ ہم کیا ہیں اور ہماری کیا حقیقت جو ہم اپنے کاموں اور خدمتوں کو زبان پر لاویں۔ ہمارا تو یہ حال ہے ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنم   منت شناس ازو کہ بخدمت گذاشتت

(یہ احسان نہ رکھ کہ میں بادشاہ کی خدمت کرتا ہوں بلکہ بادشاہ کا احسان اپنے پر سمجھ کہ تجھ کو خدمت پر مقرر فرمایا ہے)۔ کوئی کارکن کوئی منشی یا کلرک یہ خیال نہ کرے کہ میرے جیسا آدمی دفتر کو نہ ملے گا۔ یا میرے بغیر ان کا کام نہ چلے گا۔ ع این خیال است و محال است و جنوں۔ ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر   تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

(عاجز بندوں کو حقارت سے نہ دیکھ۔ تجھ کو کیا پتہ ہے کہ اس گرد میں کوئی سوار آرہا ہے۔) اللہ تعالیٰ کے اچھے سے اچھے اور لائق سے لائق بندے موجود ہیں۔

جو ہم سے بہتر سے بہتر کام کر سکتے ہیں۔ بلکہ یہ ڈر چاہیئے کہ خدانہ کرے ہمارا وجود سلسلہ کے کام میں حارج ہو۔ جب تک میں کارکن رہا یہی خیال رہا کہ اللہ تعالےٰ دفتر کو مجھ سے اچھا کارکن دیدے گا۔ خدا کی قدرت میرے ریٹائر ہونے پر میری جگہ جو کارکن آیا ان کا نام (خدا ان پر فضل کرے) محمد احسن تھا میرے جانے پر جب دفتر والوں نے افسوس کیا تو میں نے جواب دیا کہ آپ افسوس نہ کریں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو مجھ سے احسن دیا۔ ہاں یہ افسوس ہے کہ میں اس ثواب کی نعمت سے ہٹنے لگا ہوں اور یہ کہ میری ملازمت ایسی تھی کہ مجھ کو خطوں میں یہ لکھنا پڑتا تھا۔ آپ کا خط حضرت صاحب کی خدمت میں آیا۔ حضور نے پڑھا اور دعا فرمائی۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ استغفار کریں۔ درود شریف پڑھیں۔ نمازوں کو سنوار کر ادا کریں۔ میری کارکنی تو ہم شیر و ہم خرما تھی۔ ایسی ملازمت اور کسب کا کیا کہنا جس میں دین کی خدمت اور تبلیغ ہوتی رہے۔ کیسے خوش نصیب وہ لوگ ہیں جو اپنا روزگار بھی کرتے اور دین کی خدمت بھی کرتے رہتے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین۔ یہ سلسلہ اللہ تعالےٰ نے قایم کیا ہے۔ وہ اپنے فضل سے آپ اس کا حافظ و ناصر ہے۔ وہی اس کو اعدا کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنا کہ حضرت عبد المطلب کے زمانہ میں ایک دشمن بادشاہ خانہ کعبہ کے ڈھانے کے ارادہ سے مکہ پر چڑھ آیا اس کے سپاہیوں نے حضرت عبد المطلب کے اونٹ جو جنگل میں

چر رہے تھے پکڑ لئے۔ اس بادشاہ نے حضرت عبد المطلب کو ملاقات کے لئے بلوایا۔ آپ نے اس سے ایسی لیاقت والی گفتگو کی کہ اس نے خوش ہو کر کہا کہ آپ مجھ سے کچھ مانگیں۔ آپ نے فرمایا میرے اونٹ چھوڑ دیں۔ اس نے متعجب ہو کر کہا کہ میں تو آپ کو بڑا دانا سمجھتا تھا۔ آپ نے مجھ سے ایسی حقیر چیز طلب کی۔ اگر آپ کہتے کہ کعبہ نہ گراؤ۔ میں مان لیتا۔ آپ نے فرمایا کہ بیت اللہ تو خدا کا گھر ہے۔ اللہ اپنے گھر کی آپ حفاظت کریگا۔ اونٹ میرے ہیں۔

ظالموں کی دوستی اور گناہ کے بعد نیکی

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وما لکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون (اور مت جھکو ان لوگوں کی طرف جو ظالم ہیں پھر تم کو لگیگی آگ اور نہ ہوگا۔ تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار پھر تم کو مدد نہ ملے گی)۔ واقم الصلوٰۃ طرفی النھار وزلفا من الیل ان الحسنات یذھبن السیات ذالک ذکریٰ للذاکرین (اور کھڑی کر نماز دن کے دونوں سروں کے وقت اور کچھ حصوں میں رات کے۔ ضرور نیکیاں دور کر دیتی ہیں برائیوں کو یہ نصیحت ہے یاد رکھنے والوں کے لئے) پہلی آیۃ شریف میں اللہ تعالےٰ یہ نصیحت فرماتا ہے کہ ظالموں کی دوستی۔ مصاحبت۔ محبت اور یگانگت سے بچو۔ کیونکہ جب ان پر عذاب آتا ہے تو ان کے دوست ہم جلیس بھی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ جو ظالم ہے اس سے دور رہو۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی دوستی سے منع فرمایا ہے۔ ظلم ایسی بری چیز ہے کہ ظالم کو تو جلاتا ہی ہے۔ اس کے دوستوں کو بھی آگ لگا دیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وان من شئی الا یسبح بحمدہٖ ولکن لا تفقھون

تسبیحھم (ہر ایک چیز تسبیح کرتی ہے اس کی تعریف کی ولیکن تم نہیں سمجھ سکتے
ان کی تسبیح کو) وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شئی۔
(اور کہیں گے اپنے چمڑوں کو کیوں تم نے ہمارے برخلاف گواہی دی وہ کہیں گے۔
گویائی دی ہم کو اللہ نے جس نے گویائی دی ہر شے کو) وجعلنا من الماء کل شئی حی
(اور بنائی ہم نے پانی سے ہر چیز حی یعنی زندہ) ان آیات شریف کے بموجب جبکہ
ہر چیز تسبیح کرتی۔ بولتی اور حی یعنی زندہ ہوئی۔ پھر کسی چیز پر بھی ظلم کرنا جائز نہ ہوا۔
کیا حجر کیا شجر کیا حیوان کیا انسان۔ مثلاً اگر تم پانی کی ایک ٹھلیا سے غسل کر سکتے ہو
تو ایک مٹکا نہ بہاؤ۔ یہ اس پانی پر ظلم اور اسراف ہوگا۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا
(کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو) اسی طرح اگر ایک پیسہ بیجا خرچ ہوگا تو اس پیسہ پر
ظلم ہوگا۔ اگر وہ پیسا اپنا ہے تو اپنے پر اور اگر دوسرے کا ہے تو اس کے مالک پر
ظلم کرے گا۔ وہ پیسہ قیامت کے دن شکایت کرے گا کہ اس نے مجھے بیجا خرچ
کیا یا جس کا میں تھا اس سے ناجائز طور سے لیا۔ اسی طرح جب انسان اپنے
وجود کے اعضا سے ناجائز کام لے گا تو ان پر ظلم کرے گا۔ وہ اس کے برخلاف
گواہی دیں گے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری
جان ہے قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ درندے کلام کریں اور یہاں تک
کہ کلام کرے گا آدمی سے اس کے سوٹے کا ایک سرا اور اس کی جوتی کا تسمہ اور
اس کی ران اس کو بتائے گی جو اس کے اہل نے اس کے بعد کیا۔ ترمذی ابواب الفتن
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان تلبیہ نہیں کہتا مگر تلبیہ کہتے ہیں اس کے

دائیں اور بائیں سے پتھر۔ درخت ڈھیلے یہاں تک کہ زمین یہاں کٹ جاتی
ہے۔ ترمذی جمادات میں اگر جان اور زبان نہ ہوتی تو لکڑی کا ستون فرط محبت سے
کیوں روتا۔ ؎ استن حنانہ از شوق رسول + گریہ مے کرد چو اصحاب عقول
تکیہ ات بودم تو از من تاختی + بر سر منبر تو مسند ساختی
(حنانہ ستون رسول اللہ کی محبت میں عقل والوں کی طرح رویا میں تیرا تکیہ تھا آپ
میرے پاس سے چلے گئے اور ممبر پر جگہ بنالی) حضرت نافعؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے
روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک تنہ سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے
تھے۔ پس جب منبر بنایا گیا تو وہ تنا رو پڑا۔ یہاں تک کہ آپ اس کے پاس آئے۔
پس آپ اس کے ساتھ چمٹ گئے۔ اور وہ خاموش ہو گیا۔

دوسری آیتہ شریف کا یہ مطلب ہے کہ بندہ سے گناہ ہو جائیں۔ اس موقعہ پر
نیکیاں کرنی چاہییں۔ خدا کی مہربانی سے نیکیاں گناہوں کو دور کر دیں گی۔

دنیا رائی بھی ہے اور پہاڑ بھی ہے

رائی اس وجہ سے کہ دنیا کا نفع اور عیش آخرت کے مقابلہ پر ایک رائی
سے بھی کم ہے اور پہاڑ اس لحاظ سے کہ دنیا میں ایمان لا کر جو نیک اعمال کیے
جاتے ہیں ان کا فایدہ پہاڑ سے بھی بڑھ کر ہے۔

محاسبہ

اللہ تعالےٰ آپ کو توفیق دے یوم الحساب سے پہلے اپنے نفس کا حساب
وقتاً فوقتاً لیتے رہا کرو جس طرح معائنہ کرنے والا یکایک دفتر میں آ کر حساب لیا
کرتا ہے۔ اسی طرح اپنے اعمال پر نگراں رہو۔ ذرہ سی بھی غلطی ہو نفس کو تنبیہ کرو۔

اگر نفس بے اختیار گناہ کی طرف جائے اور تمھارا اس پر قابو نہ چلے تو ہاتھ۔ پیر۔ آنکھ۔ کان وغیرہ اعضاء پر تو قابو چل سکتا ہے ان کو روک دو۔ کہ نفس امّارہ کا کہنا نہ مانیں۔ مکان چھوڑ دو۔ جگہ بدل لو۔ آنکھ۔ کان بند کر لو۔ ہاتھ۔ پیر باندھ لو۔ پھر نفس کی پیش کچھ نہ چلے گی۔ کیونکہ نفس جسمانی اعضاء کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا جب تم اوروں کو بری باتوں پر طرح طرح کی سزائیں دیتے اور تنبیہ کرتے ہو۔ تو تمھارے نفس میں کیا لال لگے ہوئے ہیں جو اس کو نہیں روکتے اور سزا نہیں دیتے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ (کافی ہے آج تیرا نفس تیرا حساب لینے کے لئے)۔ فالھمھا فجودھا وتقویٰھا (پس الہام کر دی ہم نے اس کو اس کی برائی اور بھلائی) اللہ تعالےٰ نے انسان کے دل میں یہ صفت رکھی ہے کہ نیکی اور بدی کا اس کو پتہ لگتا رہتا ہے۔ انسان جو برا یا بھلا کام کرتا ہے۔ دل ضرور بتلا دیتا ہے کہ یہ برا کیا یہ اچھا کیا۔ حضرت شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ دع مایریبک الیٰ ما لایریبک یعنی چھوڑ دے وہ بات جس کا تجھ کو شک ہو اور پکڑ لے وہ بات جس کا شک نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولاتقف مالیس لک بہ علم (اور نہ پیچھے پڑ اس بات کے جس کا تجھ کو علم نہ ہو) بدی دل میں ضرور چبھا کرتی ہے۔ الاثم ماحاک فی صدرک۔ گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں خلش کرے۔ نیکی پر شرح صدر اور گناہ پر انقباض ہو جاتا ہے۔ مزکّیٰ اور صاف دلوں میں یہ بات نور آروشن ہو جاتی ہے۔ اور خدا کے فضل سے وہ بچ جاتے ہیں۔ اور مکدر دلوں پر کبھی کبھی اور دھندلا ظاہر ہوتا ہے مگر ربوبیت الٰہی اطلاع ضرور دیدیتی ہے۔ حیلے بنا کر شریعت سے فتویٰ لے لینا اور

جھوٹے گواہ پیش کر کے دوسرے کا مال مار لینا اوریانت ہے۔ لیکن دل اندر سے یہی کہے گا کہ تو نے دھوکہ دیا۔ فریب کر کے لوگوں کو خوش کر کے اپنے مطلب کا فیصلہ لے لیا۔ اوروں کا حق مار لیا۔ مگر خدا تیری اس دغابازی کو جانتا ہے تیری اندرونی چالاکیوں سے واقف ہے۔ اسی لئے آیا ہے کہ استفت قلبک ولو افتاک المفتون۔ (اپنے دل سے فتویٰ پوچھ خواہ فتویٰ دینے والے تجھے فتویٰ دیں)۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القیٰ معاذیرہ (بلکہ انسان اپنے نفس کی حالت کو جانتا ہے۔ اگرچہ ظاہر میں بہانے بنائے) جو لوگ حساب کے دن کو بھول جاتے ہیں وہ گمراہی اور دکھوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب۔ (جو لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں اللہ کے راستہ سے اُن کو سخت عذاب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنھوں نے بھلا دیا حساب کے دن کو) روز کا روز اپنا حساب ایسا صاف رکھا جائے کہ موت خواہ کسی وقت آجائے کسی حق یا کسی قرض کا بار اس کے سر پر نہ ہو۔ محاسبہ بہت اچھی چیز ہے۔ اللہ توفیق دے۔ آمین۔

پردہ اور مساوات

قرآن شریف میں جو احکامات مستورات کے متعلق ہیں وہ سب ان کے فایدہ اور بہتری کے لئے ہیں۔ اسی طرح پردہ کے حکم میں بھی عورتوں کا فایدہ ہے۔ تاکہ وہ امن و عافیت کی زندگی بسر کر کے بہبودی اور ترقی حاصل کر سکیں۔ بے پردہ رہ کر ڈلفینس کی مصروفیت کے سبب سے اپنی ترقی میں حرج نہ ڈالیں۔ پردہ

کی حکمت بھی قرآن شریف سے واضح ہوتی ہے۔ فیطمع الذی فی قلبہٖ مرض (اس طمع کریگا وہ شخص جس کے دل میں مرض ہے۔) برے آدمی کا طمع کرنا ایک حملہ ہے عورت پر۔ اور چونکہ عالم نسوان عالم رجال سے کمزور واقع ہوا ہے۔ اور جب ایک مرد کی ایک عورت سے جنگ ہو تو عموماً مرد ہی غالب آیا کرتا ہے۔ کمزور فریق کو ایذائے سے بچنے کے لیے پردہ کا حکم دیا ہے۔ تاکہ مفسد آدمی نہ ان کو دیکھے نہ ایذا پہنچائے جس طرح کوئی کسی کو غصہ۔ تکبر۔ استہزا۔ خفّت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے تو ایذا رساں کہلاتا ہے۔ اسی طرح اگر بدنظری سے دیکھے گا تو بھی ایذا دہندہ ہوگا۔ خدا نے ہر ایک جاندار کو خود حفاظتی کا سامان بخشا ہے۔ عورت کو پردہ کا حکم دے کر بدنظروں کی ایذا سے بچایا ہے جس طرح باوجود شاہی رعب داب اور پہرہ چوکی کے ضروری ہے کہ شاہی خزانہ مقفّل رہے۔ اسی طرح قانونی حفاظت کے ہوتے ہوئے لازی ہے کہ عورت شرعی پردہ کرے۔

شرعی پردہ یہ ہے۔ یا ایھا النّبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین واللہ غفور الرحیم (اے نبی آپ فرمادیں اپنی بی بیوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی بی بیوں کو کہ لیں اپنے اوپر اپنی بڑی چادریں۔ اس سے وہ پہچانی جائینگی اور ایذا نہ دی جائینگی اور اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے۔) یعنی اللہ تعالےٰ نے یہ حکم اپنی بخشش اور رحمت سے دیا ہے۔ اس حکم پر عمل کرنے سے پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ کیسا آرام آسائش امن وعافیت کا راستہ ہے۔ اور اس پر چل کر عورت کیسے اطمینان سے رہ سکتی ہے اور اپنا فرض منصبی کیسا اچھا بجا لاسکتی اور کس قدر عمدہ اور

اعلیٰ ترقیات کر سکتی ہے۔ اور اس کے برخلاف کتنی تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا اور ترقی کی رفتار میں کیسی روکیں درپیش آتی رہتی ہیں۔ یہ بات بحث مباحثہ اور دلایل سے سمجھنی مشکل ہے۔ عمل اور تجربہ سے اس کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔

عورت پردہ کر کے اپنے عملی نمونہ سے نامحرم کو تقویٰ اور پارسائی کی تعلیم دیتی اور بری نظر والے کو نفرت اور بیزاری کا سبق پڑھاتی ہے کہ جس طرح مجھ کو تجھ سے اجنبیت ہے اسی طرح تو بھی اپنی نظر ہٹا کر مجھ سے نفرت اور غیریت اختیار کر۔

مردوں اور عورتوں کی مساوات کے متعلق جو اعتراض کیا جاتا ہے اُس کی بنیاد ایک غلطی پر ہے کہ عالم رجال اور عالم نسوان کو ایک سمجھا گیا ہے۔ حالانکہ ان کے عالم جدا جدا ہیں۔ اور ان کے احکامات بھی اسی لحاظ سے اُسی قدر جدا ہیں۔ عالم حیوانات میں تمام جاندار اور انسان شامل ہیں اور حیوان ہونے کے لحاظ سے ان کا حکم بھی ایک ہے۔ پھر عالم حیوان دو قسم پر ہے۔ ایک انسان دویم تمام حیوان۔ پھر انسان کے دو عالم ہیں۔ عورت اور مرد۔ پس عورت اور مرد انسان ہونے کی وجہ سے ایک عالم میں ہیں۔ اور ان کا حکم بھی ایک ہی ہے۔ لیکن عورت اور مرد ہونے کی وجہ سے اُن کے عالم جدا اور اُسی لحاظ سے اُسی قدر اُن کے احکامات جدا ہیں۔ انسان ہونے کی حیثیت سے دونوں ایک اور مساوی ہیں۔ لیکن عورت اور مرد ہونے کی وجہ سے جدا ہیں۔ جب یہ ظاہر ہوگیا کہ مرد کا عالم جدا اور عورت کا عالم جدا ہے پھر یہ بھی ضرور ہوا کہ اُن کے احکامات میں کچھ اختلافات بھی ضرور ہو۔ پھر پوری پوری مساوات کس طرح ہو سکتی ہے۔ جس طرح خدا تعالےٰ کی رحمت اور حکمت سے مرد اور عورت کی ظاہری شکل اور بناوٹ میں کچھ اختلاف ہے۔

اسی طرح اُن کی فطرتوں اور صفات میں کچھ فرق ہے۔ ایک مرد کسی طرح عورت نہیں بن سکتا اور ایک عورت کسی طرح مرد نہیں بن سکتی۔ کیا مرد اپنے بچے کو اپنے پیٹ میں رکھ کر اپنی بیوی کی تکلیف بٹا سکتا اور مساوات دے سکتا ہے۔ ہاں جب بچہ پیدا ہو جائے تو اُس کے لئے دایہ اور خادمہ رکھ سکتا ہے۔ پس مساوات وہیں تک ہو سکتی ہے جو ممکن ہو۔ اور جس کے نتائج اچھے ہوں۔ اگر کوئی بغیر سوچے سمجھے صرف لفظ مساوات پر عمل کرے گا۔ خود بھی تکلیف اُٹھائے گا۔ اور طرف ثانی کو بھی تکلیف میں ڈالے گا۔ اس مساوات کی مثال ایسی ہے جیسی باز کے مڑے ہوئے ناخن اور چونچ کو تراش کر مساوی کر دیا جاوے۔ خدا کے قانونِ قدرت سے زیادہ ایک انسان دوسرے انسان پر مہربان نہیں ہو سکتا۔ "ماں سے زیادہ چاہے پھپھا کُٹنی کہلائے"۔ قانونِ قدرت خدا کا فعل ہے۔ قرآن شریف اُس کا کلام ہے۔ اُس کے قول اور فعل میں ایک ذرہ اختلاف نہیں جس طرح اُس نے اپنے فعل قدرت سے مخلوق بنائی ہے۔ اسی کے مطابق ان کے احکامات بیان فرمائے ہیں۔ اسی لئے اس نے جو جو احکامات عالم نساء کے لئے خصوصیت سے دیے ہیں۔ وہ ان کے حسب حال اور اُن کے لئے نہایت اور از بس مفید اور نافع ہیں۔

بنی نوع انسان کی ابتدائی نشو و نماء کے لئے جتنی محنت مشقت اور خدمت عورت کو کرنی پڑتی ہے۔ مرد نہیں کر سکتا۔ اس فضیلت کے کپ کو عورت نے مرد سے جیت لیا ہے۔

یہ مرد عورت کا جوڑا اپنی اپنی بناوٹ میں احسن تقویم ہے۔ اگرچہ

دونوں کے عالم جدا جدا ہیں لیکن خدا نے اس جوڑے میں ایسا تعلق رکھا ہے کہ ایک دوسرے سے علٰحدہ نہیں رہ سکتے۔ اور نہ پوری کمالیت کو پہنچ سکتے ہیں۔

پس انسان ہونے کی مشابہت کی وجہ سے اپنے اپنے عالم کی جدائیگی اور بعض اختلاقی احکامات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ جو اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے وہ غلطی میں پڑ جاتا ہے۔

یہ اعتراض کہ عورت پردہ میں رہ کر ترقی نہیں کر سکتی صحیح نہیں۔ کیا وائسرائے کے لئے ضروری ہے کہ ہندوستان کے ہر شہر اور ہر قصبہ کو بذات خود جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھے یا پارلیمنٹ کے ہر ایک ممبر کے لئے لازمی ہے کہ ہندوستان آئے۔ نہیں۔ بلکہ بغیر دیکھے بذریعہ اطلاعات۔ اخبارات نقشہ جات۔ تحریرات لندن میں بیٹھے ہوئے اتنے بڑے ملک ہندوستان کا انتظام کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک عورت شرعی پردہ میں رہ کر سفر کر سکتی۔ بذریعہ کتب۔ اخبارات۔ رسالجات و نقشہ جات وغیرہ اپنے معلومات بڑھا سکتی۔ بڑے بڑے امتحانات دیکر ڈگریاں حاصل کر سکتی۔ زنانہ درسگاہیں زنانہ لائبریریاں۔ زنانہ شفاخانے۔ زنانہ صنعت و حرفت کے سکول قائم کر کے اپنی ہم جنسوں کو فائدہ پہنچا سکتی۔ اور اپنی زنانہ مجلسیں قائم کر کے مشورہ کر سکتی اور اپنی متفقہ آرا سے بذریعہ تحریر مردوں کی مجالس کو اطلاع دے کر اپنے واجب حقوق لے سکتی ہے۔

عالم نساء اور عالم رجال کا فرض ہے کہ اپنے اپنے عالموں کے احکامات۔ حدود۔ حقوق اور طاقتوں کے اندر رہ کر ایک دوسرے کی اعانت اور تعاون کریں۔ دین اور دنیا کے کاموں میں مل کر کوشش کریں۔ اعلیٰ ترقیات

پہنچیں۔ اور اپنے پیدا کرنے والے۔ مرد اور عورت بنانے والے پاک
پروردگار اللہ رب العالمین کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کریں۔
اللہ کی توفیق رفیق ہو۔ آمین۔

نمازوں میں دعا

خدا کی مہربانی سے مجھے وہ وقت یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ ہم خدام بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مولوی
عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جبکہ حضور نے نماز کے اندر دعا
کرنے کے متعلق تقریر فرمائی۔ جس کا مطلب میری عبارت میں یہ ہے کہ
یہ رسم پڑ گئی ہے کہ نماز کے اندر دعا نہیں کرتے۔ نماز کو بطور رسم و عادت
جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں۔ اور جب سلام پھیر چکتے ہیں تو لمبی لمبی دعائیں
بڑی تضرع سے مانگتے ہیں۔ حالانکہ نماز کے اندر دعا چاہیئے۔ نماز خود
دعا ہے۔ نماز اس لئے ہے کہ بندہ اُس میں اپنے رب سے دین دنیا کے
حسنات طلب کرے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب بادشاہ کے دربار میں حاضر
ہوئے تو اپنی کوئی حاجت پیش نہ کی اور جب دربار سے رخصت ہو کر باہر آئے
تو درخواست کرنی شروع کر دی۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم نماز پنجگانہ کی جماعت کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کیا کرتے تھے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تقریر سے پہلے برابر پانچ وقت کی
جماعت کے بعد بالالتزام ہاتھ اُٹھا کر دعا کی جاتی تھی۔ امام نماز حضرت

مولوی عبدالکریم صاحب۔ حضرت اقدس۔ سب مقتدی نماز فرض کا سلام پھیر کر ہاتھ
اُٹھا کر دعا کیا کرتے تھے۔ مجھے اس طریق پر سب کا مل کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا یاد ہے۔
کیونکہ میں بھی سب کے ساتھ ہاتھ اُٹھا کر دعا کیا کرتا تھا۔ اس تمام تقریر میں حضرت
اقدس نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو اس بات کا اشارہ تک بھی نہیں
کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ یا آئندہ ایسا نہ کیا کریں۔ لیکن حضرت مولوی
عبدالکریم صاحب نے جس وقت حضور کی یہ تقریر سنی اس کے بعد نماز کے
سلام کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنی چھوڑ دی۔ اور اس وقت سے یہی طریق جاری ہے۔
خدا کے فضل سے مجھے وہ وقت بھی یاد ہے کہ حضور مسجد مبارک میں تشریف رکھتے
تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور ہم خدام حاضر تھے۔ حضور نے فرمایا کہتے ہیں
کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا جس کے اثر سے آپ کو نسیان
ہو گیا تھا۔ یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ پھر احکامات شرعیہ کا اعتبار نہیں رہتا۔ اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے۔ اذ یقول الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا (ظالم کہتے ہیں کہ تم
اُس آدمی کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے) اگر یہ مان لیا جائے کہ آپ پر کبھی
جادو ہوا تو اُس وقت کے احکامات شرعیہ کا کیا اعتبار رہا۔ جادو اور نسیان کے
مان لینے سے اس آیۃ کا استدلال صحیح نہیں رہتا۔ آپ پر کبھی جادو یا سحر نہیں ہوا۔

ایامِ بلا

اے دوستو۔ ایک اعلیٰ مگر دشوار گذار مقام کے متعلق عرض ہے۔ حضرت صاحب
فرماتے ہیں ؎ صادق آں باشد کہ ایام بلا ٭ مے گذارد با محبت باوفا۔

(صادق وہ ہے جو مصیبت کے دنوں کو محبت اور وفا میں گزارتا ہے) بے شک خدا کے فضل سے جو مومن اس پر عامل ہو وہی صادق اور سچا مومن ہے۔ انسان کو دکھ اور تکلیفیں ہوتی ہیں۔ مصائب اور مشکلات آتی ہیں۔ اپنی یا اپنے متعلقین کی بیماریوں یا مالی تنگیوں کے فکروں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اپنی روحانی حالت میں انقباض دیکھتا ہے۔ قسم قسم کی مکروہ باتیں اس کے دل کو تنگ کرتی ہیں۔ پس اس وقت صادق مومن وہی ہوتا ہے، جو صبر۔ شکر۔ دعا۔ استغفار۔ محبت اور وفا کے ساتھ ان ایام کو گزارتا ہے۔ بے صبری ناشکری، شکوہ شکایت کا لفظ نہ دل میں لاتا ہے نہ زبان سے نکالتا ہے۔ خدا کے رحم کا امیدوار اور اس کے فضل و کشائش کا منتظر رہتا ہے۔ نومیدی اور مایوسی کو پاس نہیں آنے دیتا۔ کج خلق اور ترش رو نہیں ہوتا۔ فراخی کے وقت جس طرح سب کے ساتھ خندہ رو تھا۔ اس ابتلا کے وقت بھی ویسا ہی رہتا ہے۔ بیوی بچوں اور خدام کے ساتھ بھی کشادہ پیشانی سے برتاؤ کرتا ہے۔ روحانی جسمانی اعمال میں فرق نہیں ڈالتا۔ اگر بیماری یا ناطاقتی کے سبب سے ظاہری اعمال میں سہولت اختیار کرتا ہے تو اس کا دل ویسا ہی مستعد رہتا ہے۔ نہ تھکنے والی ہمت سے دعاؤں اور استغفار میں مشغول رہتا ہے۔ خدا کی محبت میں فرق نہیں ڈالتا۔ بلکہ اس کے فضل سے اس کی محبت میں ترقی کرتا ہے۔ کیونکہ بلا اسے ایک خزانہ کی خوشخبری دیتی ہے۔ ؎

ہر بلاکیں قوم را حق دادہ است زیر آں گنج نہاں بنہادہ است

(اس قوم کو جو بلا حق نے دی ہے۔ اس کے نیچے پوشیدہ خزانہ رکھا ہے) اس مقام کا ذکر حضرت صاحب نے دس شرائط بیعت میں کیا ہے کہ حالت عسر میں بھی قدم

آگے بڑھائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اپنی محبت بخشے۔ مخلص باوفا بنائے اور دین و دنیا میں عفو و عافیت بخشے۔ آمین۔

تقویٰ اور حسب نسب

بے شک حسب و نسب۔ دولت و ثروت۔ شکل و صورت۔ حسن و جمال بہت اچھی چیز ہے۔ لیکن تقویٰ سب سے مقدم ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسی آنکھیں اور پلکیں۔ پلکیں آنکھوں کو کیسی خوبصورت بنا دیتی ہے۔ اور بھی بہت فائدے ہیں۔ لیکن ایک پلکوں والا ہو اور نظر نہ ہو۔ دوسرا نظر والا ہو اور پلکیں نہ ہوں تو دونوں میں اچھا کون ہے۔ پس سب سے مقدم تقویٰ ہے۔ جسمانی خوبصورتی اس صورت میں اچھی ہے۔ جبکہ روح بھی خوبصورت ہو۔ روح کی خوبصورتی تقویٰ ہے۔ اگر تقویٰ نہ ہو تو ظاہری حسن و جمال۔ دولت و حشمت مال و ثروت آخر کار وبال جان بن جاتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ بیاہ شادی میں تقویٰ کو مقدم رکھا جائے۔ سچا اور پائیدار حسن تقویٰ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جسمانی اور روحانی حسن و جمال رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دونوں خوبصورتیاں بخشی تھیں۔ ان کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی۔ ان ھٰذا الا ملک کریم (یہ تو فرشتہ خصلت اور کریم النفس ہے) کریم کون ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم (بے شک تم میں زیادہ کریم وہ ہے جو زیادہ متقی ہے) تقویٰ سے بڑھ کر کوئی حسن نہیں تقویٰ ایسی عظیم الشان نعمت اور دولت ہے کہ حضرت صاحب کی آخری خواہش اور

دعا اولاد کا تقویٰ ہے۔ ؎

یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا جب آئے وقت میری واپسی کا

یقیناً حضور کی یہ دعا ایک عظیم الشان دعا اور اسوۂ حسنہ ہے۔ کیونکہ والدین اگر یہی دعا اسی طرح اپنی اولادوں کے لئے قیامت تک کرتے چلے جائیں گے تو بفضل خدا و اجعلنا للمتقین اماما کے فیض سے ساری دنیا متقیوں سے بھر جائے گی۔ اور احمدیت کا نور سارے جہان کو روشن کر دے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

اے میرے احمدی بھائیو آپ اپنی اولاد کے بہت ہی ہمدرد رہو۔ اور دل سے بیقرار ہو کہ وہ دین اور دنیا کے کامل عروج تک پہنچ جائیں پس آپ بھی حضرت صاحب کی اتباع میں اپنی اولاد کے لئے دعائیں کریں تاکہ خدا کے فضل سے جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کا تقویٰ دیکھ لیا اور ان اللہ مع الذین اتقوا و الذین ھم محسنون (بے شک اللہ تعالےٰ ان کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور جو نیک ہیں) کے مطابق اللہ تعالےٰ ان کا خود والی وارث اور کارساز ہو گیا اور حضور بے فکر اور بامراد ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اپنی اولاد کے لئے دعاؤں کی توفیق بخشے۔ آپ کے قرۃ العینوں کو متقی بنائے اور اپنی معیت سے خود ان کا حافظ و ناصر کفیل اور کارساز ہو جائے تو خدا کے فضل سے آپ بھی اپنی اولاد کے فکر سے بے فکر ہو کر دنیا سے خوشی خوشی جائیں آمین ثم آمین۔

بسم اللہ

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ جو کام

شروع فرماتے بسم اللہ کہتے۔ بسم اللہ۔ اللہ کے حضور دعا ہے کہ اس کام کو ابتدا سے لے کر آخر تک کامیابی کے ساتھ سرانجام پہنچا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم کو نمک کی حاجت ہو یا جوتی کے تسمہ کی ضرورت ہو تو اللہ سے مانگو۔ بظاہر یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جوتی کا تسمہ انسان خود بھی گانٹھ سکتا ہے۔ نمک ایک پیسہ کا بہت سا آجاتا ہے۔ دوسرے سے بھی ایک ڈلی لے کر ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ لیکن حقیقتاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک بالکل صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ جب مومن کا تعلق اللہ تعالےٰ سے بہت گہرا ہو جاتا ہے تو ایک تو اس کو یہ بات یقیناً معلوم ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل کے بغیر ایک ذرہ سے ذرہ چیز نہ مل سکتی ہے اور نہ کوئی ہلکے سے ہلکا کام ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فرمان انک انت الوھاب (یقیناً تو ہی دینے والا ہے) پر اس کا ایمان اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ سرسری نہیں بلکہ دل سے یقیناً جانتا ہے کہ اللہ ہی دینے والا ہے۔ اس کا بندوں کی طرف جانا۔ اللہ تعالےٰ کے حکم اور عالم اسباب کی رعایت سے ہوتا ہے۔ اس لئے وہ جو مانگتا ہے اللہ سے مانگتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جب مومن کو اللہ تعالےٰ سے سخت محبت ہو جاتی ہے اس کا دل یہی چاہتا ہے کہ میں اپنی ہر حاجت اللہ ہی سے مانگوں اور جو چیز لوں اپنے پیارے ہی کے ہاتھ سے لوں۔ پس وہ اللہ ہی سے مانگتا ہے اور اسی سے لیتا ہے۔ عاشقان الٰہی کے لئے۔ دوسرے سے مانگنا ناممکن اور محال ہوتا ہے۔ ان کو اپنے پیارے اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ راحت اور لذۃ ہوتی ہے کہ تمام دنیا وی

لذتیں اس کے آگے ہیچ ہوتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بسم اللہ پڑھنا اللہ تعالے سے دعا تھی کہ اے اللہ تو اپنے فضل سے اس کام کو اپنی توفیق اور مدد کے ساتھ شروع کرا کے صراط مستقیم پر چلا کر کامیابی کے انجام تک پہنچا۔ کیا اس بات کا وہم تک بھی آسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی کام بسم اللہ فرما کر شروع کیا ہو اور وہ کامیابی کے انجام تک نہ پہنچا ہو۔ ہرگز نہیں۔

اللہ اپنے فضل سے ہم سب مومن مردوں اور عورتوں کو توفیق بخشے کہ ہم جو کام شروع کریں بسم اللہ کہہ کر شروع کریں اور اس کے فضل سے کامیابی کے انجام تک پہنچ جائیں۔ آمین۔

اگر کام کے شروع میں بسم اللہ بھول جائے اور بعد میں یاد آئے تو بسم اللہ اولہ وآخرہ کہے۔

جنت اور دوزخ

اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتان (اور اس کے لئے جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر جواب دہی سے دو جنتیں ہیں۔)

اس جہان میں بھی جنت اور دوزخ ہے اور دوسرے جہان میں بھی۔ نیکوکار نیکی کرتے ہی جنتی ہوا کی ٹھنڈک محسوس کرتا اور بدی کرنے والا بدی کرتے ہی ایک گرم دوزخی طپش اپنے اندر پاتا ہے۔ جنت یا دوزخ اسی جہان سے شروع ہو جاتی ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ اس جہان کی جنت یا دوزخ ہر ایک کو

نظر نہیں آتی کیونکہ وہ باغ بظاہر میں نہیں بلکہ جنتی کے دل کی فضا میں پھولا پھلا ہوتا ہے۔ اور یوم آخرۃ کی جنت دوزخ ہر شخص دیکھے گا۔ اللہ کے نیکوکار پیارے بندے اس دنیا میں بھی جنت میں ہوتے ہیں اور وہاں بھی جنت میں جاتے ہیں۔ بعض یہاں دوزخ میں ہوتے ہیں۔ خدا کے فضل سے انجام بخیر ہوتا ہے وہاں جنت میں جاتے ہیں۔ بعض یہاں دوزخی حالت میں ہوتے ہیں اور اسی پر انجام ہوتا ہے۔ وہاں جا کر بھی دوزخ میں جلتے ہیں۔ اللہ کی ربوبیت کے ساتھ آخر کار اُمّ ہاویہ کی تربیت سے "جو کہ حسرت و افسوس۔ ندامت و پشیمانی۔ ذلت و رسوائی۔ دلی پیچ و تاب۔ آہ و بکا چیخنا چلانا۔ بھکانے والوں پر غیظ و غضب اور ملامت۔ ایک دوسرے کو بدی کا محرک اور سبب قرار دینے میں تخاصم یعنی جھگڑا۔ عذابوں سے تنگ آکر مر جانے کی ناممکن خواہش۔ عمل صالح کرنے کے لئے دنیا میں واپس آنے کی بے سود آرزو۔ نیکوں کو راحت و آرام عزت و آبرو میں دیکھ کر بے انتہا حسرت۔ غم۔ الم اور دلی جلن وغیرہ سے ملی ہوئی نار کی شکل میں ہوتی ہے۔" عذاب اٹھا کر اصلاح پا کر نجات حاصل کرتے اور جنت میں داخل ہوتے ہیں۔

اللہ تعالے فرماتا ہے۔ الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید (مگر جو چاہے تیرا رب بے شک کرتا ہے جو کرنا چاہتا ہے)۔

اللہ تعالے ہم سب پر رحم فرمائے۔ اس جہان کی دوزخ اور دوسرے جہان کی دوزخ سے بچائے اور یہاں کی اور وہاں کی جنت بخشے۔ آمین۔

اہل سائنس

اے اہل سائنس آپ یہ گمان نہ کریں کہ یہ سب انکشافات - ایجادات -
علوم معارف آپ کی خوبیاں اور کمالات ہیں - درحقیقت یہ سب اللہ تعالے
کا فضل اور مخلوق پر اس کی مہربانیاں ہیں - یہ کہ جب وہ چاہتا اور اس کا ارادہ
ہوتا ہے وہ اپنے بندوں کے فایدہ کے لئے ایسے اسباب - سامان - ایسے دل
ودماغ والے انسان - اور اتفاقیہ تحریکات پیدا فرمادیتا ہے کہ ایسی نافع اور
کارآمد ایجادات ظاہر ہوکر خلق خدا کو نفع پہنچاتی ہیں - یہ سب اسی خالق کا
ارادہ اسی کی خوبی اور اسی کی قدرت کاملہ ہے - پس اسی کے لئے حمد اور تعریف
ہے - کیا اس وقت سے دوسو برس پہلے امریکہ - انگلستان جرمن - جاپان -
وغیرہ ممالک اور ان کے باشندے نہ تھے - کیا آگ - پانی - لوہا - بجلی وغیرہ
مواد جن سے یہ ایجادیں ہوئی ہیں نہ تھے - سب کچھ تھا - مگر اللہ تعالے کا
اس وقت ارادہ نہ تھا جب ارادہ ہوا یہ عجائبات دنیا میں ظہور پذیر ہوگئیں -
آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ایجادات وانکشافات اتفاقیہ تحریکات سے خودبخود
ہوئی ہیں - اور آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آئندہ کیا کیا ایجادات ہوں گی -
پھر آپ کا اس میں کیا دخل ہے - ایک وقت وہ بھی تھا کہ حضرت سلیمان
علیہ السلام سفر جلدی طے کرنے کے لئے ہوا سے کام لیتے تھے اور اہرام
مصری تعمیر ہوئے تھے اور لاشیں ایسی محفوظ طریق سے رکھی جاتی تھیں کہ
آج اللہ تعالے کا وہ نشان ظاہر ہو رہا ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے -

فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ ہ وان کثیرا من
الناس عن آیاتنا لغافلون (پس آج ہم بچالیں گے تیرے بدن کو تاکہ تو ہو
نشان آنے والے لوگوں کے لئے اور بہت لوگ ہمارے نشانوں سے
غافل ہیں) مصر کے عجائب گھر میں فرعون کی لاش موجود ہے اور ساڑھے تین ہزار
سال کے بعد اس آخری زمانہ میں قرآن شریف کی صداقت کی گواہی
دے رہی ہے - اور بھی دنیا میں بہت ترقیات ہوئی تھیں - خبر نہیں
اس سے پہلے کیسے کیسے ترقی کے زمانے گزرے اور فنا ہوگئے -
آپ کے پاس تو دو چار ہزار برس سے زاید کی تاریخ بھی موجود نہیں
کیا آپ کے بڑے بڑے موجد استاد سائنس دان یہ نہیں کہہ گئے کہ ہم
علم حقایق کے ناپیدا کنار سمندر کے کنارہ پر بچوں کی طرح گھونگے اور
اور مونگے چن رہے ہیں اور ابھی پانی میں پاؤں تر نہیں کیا - سب موجودات
کی حقیقت کا حال وہی خالق وحدہ لاشریک جانتا ہے جس نے
پیدا کیا ہے -

آپ کے علم نے بڑی پرواز کی - آپ نے دوربینیں لگا کر اجرام فلکی
کو دیکھا - خوردبینوں سے اشیاء کی جزئیات کو معلوم کیا - لیکن آپ یہ
نہ بتا سکے کہ اس سب کائنات کا پیدا کرنے والا سب اولین وآخرین کا
علم والا - ہر چیز پر طاقت اور قدرت رکھنے والا - انسان کو پیدا کرکے
اپنی طرف بلانے والا - ابدی نجات اور خوشحالی دینے والا ایک واحد
لاشریک خدا جو اللہ ہے بے شک وشبہ - ضرور اور واقعی موجود ہے -

اور یہ پتہ بھی آپ نے نہ دیا کہ انسان مرنے کے بعد کہاں جاتا۔ کہاں رہتا اور اس سے ساتھ کیا گزرتا ہے۔ یہ علم اور انکشاف اللہ تعالےٰ نے اپنے انبیا علیھم السلام کو دیا ہے۔ جن پر اپنے کلام کے ذریعہ یہ ظاہر فرمایا۔ اننی انا اللّٰہ (میں ہوں اللہ) انی انا اللہ رب العالمین (میں ہوں اللہ سارے جہانوں کا رب) اللہ تعالےٰ ان سے کلام کرتا۔ وہ اللہ تعالےٰ سے عرض معروض کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیتا۔ دعائیں قبول فرماتا تسلی اور بشارتیں دیتا ہے۔ ان نصرتوں اور تائیدوں کو وہ اور ان کی جماعت اور سب لوگ دیکھتے ہیں۔ روز افزوں ترقی کامیابی اور نصرۃ الٰہی ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے فرمان کی صداقت کا کامل ایمان اور یقین ہوتا ہے جس کو وہ لوگ نہیں سمجھ سکتے جو کہ اس کوچہ سے ناواقف اور اس علم سے بے خبر ہیں۔

لوگ حیرت اور حیرانی میں رہے اور اطمینان اور تسلی انبیا علیہ السلام اور ان پر ایمان اور یقین لانے والوں کو ملی۔ وہ جانتے ہیں کہ ہم موجودات اور ان کے حقائق کے علم پر حاوی نہیں۔ لیکن ہمارا اور ساری کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ سب کچھ جانتا ہے اور جب اور جس قدر چاہتا ہے اپنے بندوں پر ظاہر فرماتا اور اپنی مخلوق کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ آپ نے بہت سی حکمتیں سیکھیں ایمان والوں کی حکمت بھی سیکھیں۔ سہ

چند چند از حکمت یونانیاں حکمت ایمانیاں راہم بخواں

(کہاں تک یونانیوں کی حکمت پڑھو گے ایمان والوں کی حکمت بھی سیکھو)

پس آپ اپنے پیدا کرنے والے معبود برحق اور اُس کے سب رسولوں پر کامل

ایمان لائیں اور ان کے علوم۔ معارف۔ مشاہدات اور انکشافات کی برکات و فیوض سے مستفیض ہو کر خلق خدا کو خلق خدا کو اپنے علوم و سائنس سے نفع پہنچا کر ثواب اور عزت دارین حاصل کریں۔ اللہ تعالےٰ توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

جان و مال کی فروخت

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ (تحقیق اللہ نے مول لی ہیں مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلہ میں کہ ان کے لئے جنت ہے)۔ جان اللہ نے دی ہے۔ اس کی چیز ہے۔ مال پر خیال آتا ہے کہ محنت سے کمایا ہے۔ لیکن اس کمانے میں جن ہاتھ۔ پیر۔ اعضاء۔ قویٰ۔ عقل اور سمجھ سے کام لیا ہے وہ کس نے بخشا ہے۔ اللہ نے۔ پھر وہ سونا۔ چاندی۔ زر و جواہر۔ مال و دولت۔ غلہ دانہ کس نے بنایا ہے کہ بندہ اللہ کی چیز اللہ کے پاس بھیجتا اور اللہ اپنی چیز آپ ہی . . . . خریدتا اور پھر بدلہ دیتا اور جنت بخشتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

پیغام رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جبکہ آپ کی وفات قریب آگئی بطور وصیت سب مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا۔ ان دمائکم واموالکم اور ابی بکرہ کی حدیث میں ہے واعراضکم حرام علیکم کحرمتہ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا اس شہر میں اس مہینہ میں اس دن کو اللہ تعالےٰ نے جو حفاظت بخشی (یہ حج کے ایام کی بات ہے) وہی تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں (اور ابی بکرہ کی

روایت کے مطابق اور تمھاری عزتیں) کو خدا تعالیٰ نے حفاظت بخشی ہے۔ یعنی جس طرح مکہ میں حج کے مہینے اور حج کے وقت کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح پر امن بنایا ہے۔ اسی طرح مومن کی جان اور مال اور عزت کی سب کو حفاظت کرنی چاہیئے۔ جو اپنے بھائی کی جان مال اور عزت کو نقصان پہنچاتا ہے گویا وہ ایسا ہی ہے۔ جیسے حج کے ایام اور مقامات کی بے حرمتی کرنے والا۔ پھر آپ نے دو دفعہ فرمایا کہ جو یہ حدیث سنے آگے دوسروں تک پہنچا دے۔

معزز ناظرین

اللہ تعالیٰ آپ پر اے میرے معزز ناظرین دنیا و آخرۃ میں بڑے بڑے فضل فرمائے راضی اور خوش ہو۔ یہ مضمون دعا سے پہلے اس کتاب کا آخری مضمون ہے۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ میری چند درخواستیں ہیں۔

اوّل۔ جو کچھ میں نے اس کتاب میں لکھا ہے۔ حتی الوسع دلی اخلاص۔ محبت اور نیک نیتی سے لکھا ہے۔ تا بندگان الٰہی کو اس سے نفع ہو۔ اگر میں نے اس میں کوئی غلطی کھائی ہے تو اس کے لئے معافی کا طالب ہوں۔ مہربانی فرماکر اس کی اصلاح کر دیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی غلطی میں پڑ جائے۔ مجھے خوشی ہے کہ غلطی میرے نام لگ جائے مگر دوسرا غلطی سے بچ جائے۔ خدا نہ کرے میری اس کتاب کے کسی حرف۔ لفظ یا نفسِ مضمون سے کسی بندۂ خدا کو کوئی دینی یا دنیاوی نقصان پہنچے۔ آمین۔

دوم۔ چونکہ میری اصلی غرض اس کتاب کے لکھنے سے ثواب ہے اس لئے میری اس غرض کے لئے کوشش فرمائیں۔ دعا سے اور اشاعت سے دعا تو یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھے۔ وہ اس کا محافظ و ناصر ہو۔ کسی بندۂ خدا کو اس سے کوئی ضرر یا نقصان نہ ہو۔ اور وہ ارحم الراحمین اپنے فضل سے اس کتاب کو

منظور فرماکر عمل جاری باقیات صالحات اور ثواب آخرۃ بنائے۔ اور اشاعت یہ کہ اگر کوئی ایسا وقت آئے کہ یہ کتاب کمیاب اور نایاب ہونے لگے تو اللہ کے بندے اللہ انھیں توفیق دے۔ ناظر صاحب تالیف اور تصنیف سے اجازت لے کر کاپی اور پروف اچھی طرح دیکھ کر باحتیاط صحت چھپوا دیں۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔

مہربانی فرماکر اشاعت میں کوشش فرمائیں۔ جو صاحب ایک کتاب رکھتے ہوں وہ دوسروں کو پڑھنے کے لئے دیں اور وسعت والے اہل کرم بہ نیت ثواب تقسیم فرمائیں۔ اے اللہ ان فیض رساں اشاعت کنندگان کو جزاء خیر فی الدارین عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

سوم۔ یہ کہ اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور محبت بھرے دل سے آپ سب کے لئے دعا کرتا ہوں۔ انشاءاللہ تعالیٰ آپ کی محبت اور یاد میری جان کے اندر ہے۔ آپ مجھے بھول نہ جائیں اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔ میں اس اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کی سپرد کی ہوئی چیزیں تلف نہیں ہوتیں۔ فی امان اللہ۔ خدا حافظ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

دُعا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین آمین یا ارحم الراحمین۔ اپنے فضل اور کرم اور رحم سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور کے اہل بیت آل اولاد اور امت پر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صدیقین۔ شہدا۔ صالحین۔ مومنین اور ان کی اہل بیت آل اولاد۔ اور جماعتوں پر حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے اہل بیت۔ آل۔ اولاد۔ اور جماعت پر۔
اور حضرت خلیفہ اوّل تعالےٰ عنہ اور حضور کے اہل بیت۔ آل۔ اولاد۔ اور جماعت پر۔
اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور حضور کے اہل بیت۔ آل۔ اولاد
اور جماعت پر سب پر فضل۔ برکات۔ حسنات دارین نازل فرما۔ ترقیات۔ درجات
اور اپنی رضامندی بخش۔ جو دنیا سے چلے گئے۔ جو موجود ہیں۔ جو آنے والے ہیں
سب کو ان دعاؤں میں شامل فرما اور سب پر اپنی بڑی بڑی مہربانیاں فرما۔ سلسلہ
احمدیہ کو ترقی دے۔ جو کہ سچا اسلام ہے۔ جو بشارتیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم فرما گئے ہیں یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہیں۔ سب کو پوری فرما قرآن
شریف میں جو بشارتیں ہیں اور اس بشارت کو کہ ھوالذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ و
دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ۔ اپنی رحمت سے پوری فرما۔ سب لوگوں کو اس
سلسلہ حقہ میں داخل فرما۔ ان کو سچا احمدی بنا۔ متقی ہوں۔ متقیوں کے امام ہوں۔ تیرے
سچے فرماں بردار اور تابعدار ہوں۔ تجھ سے محبت کرنے والے ہوں اور تو ان سے محبت کرنے
والا ہو۔ دن دونی اور رات چوگنی ترقی عطا فرما۔ قیامت تک سب خلفاء کا زمانہ نہایت
عافیت اور سلامتی کے ساتھ دین حقہ کی اشاعت میں گزرے۔ سب خلفاء حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کی طرح امن و عافیت سلامتی کے ساتھ دین و ایمان کے معلم اور
منادی ہوں۔ ان کا تولد اور دنیا میں رہنا اور دنیا سے جانا سب تیرے فضل۔ رحمت۔
امن و عافیت اور سلامتی کے ساتھ ہو۔ ان کا اور ان کی جماعتوں کا ہمیشہ ہر وقت
اور ہر حال میں حافظ و ناصر ہو۔ اے رحیم۔ کریم اللہ اپنے فضل و رحمت سے ہمارے
خلیفہ کو صحت اور درازی عمر عطا فرما۔ ہر ایک عدو کی عداوت۔ ہر ایک دشمن کی دشمنی۔

ہر ایک شر اور ہر ایک صدمہ سے ان کی حفاظت فرما۔ ان کی دنیا اور دین کی ساری
دعائیں اور مرادیں پوری فرما اے کارساز اللہ جو مشکلات میں ہوں اُن کی مشکلات
دور فرما۔ جو حاجتمند ہیں اُن کی حاجات پوری فرما۔ جو جسمانی روحانی بیمار ہوں انکو
صحت دے۔ قرضداروں کے قرض اور تنگ دستوں کی تنگ دستیاں دور کر کے
کشائش آسودگی اور رزق طیب عطا فرما۔ جو تیرے حضور میں مانگنے والے ہیں۔
ان کے دامن اپنے فضل اور فیض سے بھر دے۔ گنہ گاروں کے گناہ۔ قصورواروں
کے قصور۔ خطاکاروں کی خطائیں معاف ہوں۔ کمزوروں کی کمزوریاں دور فرما انکو
طاقت بخش۔ آئندہ راہ راست پر قایم رکھ۔ دین اور دنیا میں خوش حال کر دونوں
جہان کے دکھوں۔ عذابوں، آفتوں بلاؤں اور مصیبتوں سے عافیت میں رکھ۔
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی اور قرآن شریف کا نور اور
سلسلہ احمدیہ کی صداقت ساری دنیا میں پھیل جائے اور سب لوگ قبول کر لیں۔ اے
خدا اسلام پر حملہ کرنے والے اعداء کے شر۔ فتنہ اور عذاب قبر اور عذاب جہنم سے بچا۔
خاتمہ بالخیر کر۔ اپنے فضل سے جنت الفردوس عطا فرما جو ہمارے حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنّت ہے۔ تیرا دیدار اور قرب ہمارے نصیب ہو۔ یا
ارحم الرحمین ہمارے اعمال۔ افعال۔ خیالات۔ ارادات۔ خواہشات۔ مرادات۔
جذبات۔ تفکرات۔ تدبرات۔ سعی۔ کوشش۔ جدوجہد۔ تگ و دو۔ جستجو۔ چلنا پھرنا۔
کھانا پینا۔ اُٹھنا بیٹھنا۔ سونا جاگنا۔ بولنا چپ رہنا۔ رونا ہنسنا۔ جینا مرنا۔
ہماری ہر حرکت اور سکون۔ کیا ظاہری کیا باطنی دنیا و آخرۃ میں ہمیشہ ہر وقت
اپنی رحمت اور فضل سے اپنی اطاعت۔ عبادت۔ فرماں برداری۔ بندگی اور رضامندی

میں کر دے۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین
کے فیض سے مستفیض فرما۔ یہ ہماری دعائیں سب مرد وعورت بچے جوان بوڑھے
سب کے حق میں قبول فرما۔ ہمارے ماں باپ پر رحم فرما۔ جیسا انھوں نے ہمکو بچپن
میں پالا۔ ہمارے سب رشتہ داروں۔ عزیزوں۔ دوستوں۔ ہمسایوں اور سب متعلقین
پر اپنا فضل فرما۔ یا ارحم الراحمین جو نعمتیں تو نے ہم کو بخشی ہیں جن کو ہم گن نہیں سکتے
ان میں ہمیں برکتیں دے۔ ان کو بڑھا۔ اپنی نعماء ہم کو زیادہ سے زیادہ عطا فرما۔
ہم کو قدر کرنے والا شکر گزار بنا۔ یا اللہ میں گناہ گار ہوں میرے گناہ بخش میں
ضعیف ہوں۔ کمزور ہوں۔ میری ڈوری اپنے ہاتھ میں پکڑ لے اور کھینچ کر لے چل۔
صراط مستقیم سے ذرا ادھر ادھر ہونے لگوں پکڑ کر سیدھا کر دے۔ ہماری یہ حالت
کر دے ؎ رشتہ در گردنم افگندہ دوست * می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست
(میری گردن میں پیارے نے رسی باندھ رکھی ہے مجھے لے جاتا ہے جہاں اس کا
دل چاہتا ہے۔) ہم کو اپنی طرف کھینچے جا۔ حدیث شریف۔ کنت سمعہ الذی
یسمع بہ ویدہ ولبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہ ورجلہ
الذی یمشی بہ، کے فیض سے مستفیض فرما۔ اپنے کلام پاک قرآن شریف حدیث
شریف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب۔ خلفاء کی کتب اور سلسلہ احمدیہ کے
بزرگواروں کی کتب پہ عمل نصیب فرما۔ یا اللہ اپنے رحم سے اس کتاب کو ان کی
خادمہ بنا۔ اپنی مخلوق کے لئے نافع اور مفید کر اور باقیات صالحات بنا دے۔ اپنی
عبادت، اطاعت اور اعمال صالحہ کی توفیق دے ہم نیک اور نیکوکار ہو جائیں
ہم کو ایمان دے! ایمان میں ترقی دے۔ ہم تیرے سچے فرماں بردار عبد بن جائیں۔

تیری ہی عبادت ہمارا کام ہو۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
پر ہمارا عمل ہو۔ اپنی محبت اپنے پیاروں کی محبت اور اپنے راستہ کی محبت ہمارے
دل میں بھر دے۔ یا ارحم الراحمین اپنے فضل سے اسی دنیا میں ابھی سے
ہماری جنت شروع کر دے۔ اپنے فضل سے ہم کو جنت الفردوس میں داخل
فرما دے۔ جو صراط مستقیم سے ہٹ گئے یا دور چلے گئے ان کو صراط مستقیم
کی ہدایت دے۔ جو اسلام نہیں لائے اسلام لے آئیں۔ معاند اور دشمن اپنے
کیے پر پشیمان ہوں۔ سچی توبہ کی ہدایت بخش۔ اے خدا ہمارا ظاہر باطن اپنے
نور سے منور کر دے۔ یا ارحم الراحمین حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
خلیفۃ المسیح امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خلافت بابرکت میں
ایسے انوار وبرکات دنیا میں پھیلا دے کہ زمین برکتوں سے بھر جائے
اور ایسی چمک جائے جیسا آسمان تاروں سے چمکتا ہے۔ برحمتک
یا ارحم الراحمین۔ آمین یا رب العالمین۔ لا الٰہ الا اللہ محمد
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وسلم
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

افتخار احمد عفی اللہ عنہ — الحمد للہ رب العالمین۔

تمت بالخیر

خاکسار حکیم عبد اللطیف شاہد تاجر کتب اس کتاب کی تصحیح
سے آج ۱۸/۱/۵۷ شام کو فارغ ہوا۔ اللہ تعالیٰ بزرگ مصنف
رضی اللہ عنہ وارضاہ کی اس محنت کو قبول فرمائے آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

نقل ارشاد حضرت مولوی شیر علی صاحب رضؓ ناظر" تالیف و تصنیف

بخدمت مکرمی مخدومی جناب پیر افتخار احمد صاحب زاد شرفہٗ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

میری خواہش تھی کہ آپ کی کتاب کو بالاستیعاب دیکھوں۔ مگر افسوس ہے کہ بوجہ کمی فرصت میں ایسا نہیں کر سکا۔ بہت سا حصہ دیکھا ہے۔ کتاب نہایت ہی پاکیزہ خیالات مفید ہدایات عمدہ نصائح اور دلچسپ معلومات پر مشتمل ہے۔ امید ہے کہ ہر ایک پڑھنے والا اس سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت فایدہ حاصل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے شائع کرنے کی توفیق بخشے۔ اور اس کو نافع للنّاس بنا کر آپ کے لئے باقیات صالحات میں سے بنائے۔ آمین۔

(دستخط) خاکسار شیر علی عفی عنہ

تالیف و تصنیف

قادیان دار الامان

بہ سلسلہ سرورق صفحہ نمبر ۲

(۲) **نور الحق** یا نور احمد جسے اول المبایعین شہر امرتسر حضرت شیخ نور احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چشم دید حالات لکھ کر مزین کیا جسے پڑھ کر روح میں آتی ہے اور عرفان اور بصیرت میں گناہ سوا اضافہ ہوتا ہے۔ جس جس احمدی نے عشق عشق کر اٹھا۔ حجم ۴۸ صفحہ ہدیہ صرف ۴ر ایک روپیہ کے چار سے کم زی پی نہیں ہو سکتے

(۳) **قدسیں الحق** یا حیاتِ قدسی جلد پنجم۔ جسے حضرت اقدس علیہ السلام کے مشہور صحابی فاضل اجل و عالم بے بدل حضرت مولانا صوفی غلام رسول صاحب راجیکی سلمہ اللہ تعالیٰ نے رنگ برنگ کے صوفیانہ۔ عارفانہ۔ عالمانہ مضامین سے مزین فرمایا۔ حجم کلاں صـــ ۱۴۸ ہدیہ اڑھائی روپے۔

(۴) **میری داستان**۔ جسے جناب خان بہادر دلاور خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ آف باغ مردان نے اپنی قبول احمدیت کے ایمان افروز حالات اور استجابت دعا کے عرفان افزا سچے واقعات لکھ کر شائع فرمایا۔ حجم ۱۸۰ صفحے قیمت عـــہ ۸ر (ڈیڑھ روپیہ)

(۵) **سیرتِ ظفر** جسے برادرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے سلمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ عنہ آف کپورتھلہ کی روایات کو قلمبند کر کے شائع کیا۔ حجم کلاں سائز صـــ ۱۵۶ قیمت ایک روپیہ۔ پوری چھ کتابوں کا سیٹ بجائے نو روپے کے چھ روپے میں (۱) کلید ترجمہ قرآن مجید مکمل ہر دو جلد پانچ روپے (۲) شمع فقہ زنانہ تین روپے (۳) تلخیص العربی اردو لغات اڑھائی روپے (۴) امام المتقین ڈیڑھ روپیہ

(۶) **افتخار الحق** یا انعاماتِ خداوندکریم"۔ جو آپ کے موقر ہاتھوں میں ہے حجم ۵۱۲ صفحے ہدیہ تین روپے۔ رعایتی سوا دو روپے۔

اطلاع ضروری - مندرجہ بالا شائع شدہ پانچ چھ کتابوں کے خریدار کو مندرجہ ذیل تبلیغی و طبی تحائف **مفت** پیش کئے جائیں گے۔

پورا سیٹ ۱۵/۵ روپے کی بجائے صرف آٹھ روپے میں۔

(۱) پیغام حق۔ رقم کردہ برادرم خواجہ عبدالرحمن صاحب ایم اے پریزیڈنٹ جماعت
احمدیہ مصری شاہ لاہور۔ حجم ۳۲ صفحے (۲) لفظ توفّی کے متعلق اڑھائی سو حوالے
ازدس تراجم قرآن پاک نامی گرامی غیراحمدی علمائے زمانہ حال۔ (۳) طبّی جنتری
(۴) ختم نبوّت کے متعلق گذشتہ بزرگوں کے عقائد کے حوالہ جات (۵) امام مہدی
کے متعلق تبلیغی ٹریکٹ (۶) پانچ ہزار روپے کے پانچ طبّی نسخے (۷) نماز کے
اسباق حجم ۱۶ صفحہ ہدیہ ۲ر مفت۔

سلسلة الحق

کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتابیں جن میں کچھ زیر اشاعت
ہیں اور کچھ زیر تجویز جلد از جلد شائع کرنے کا ارادہ ہے وباللہ التوفیق ھو نعم المولیٰ ونعم النصیر
(۷) روح الحق از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ مشتمل بر سیرت حضرت
اقدس علیہ السلام (زیر تجویز برائے اشاعت) (۸) فتوح الحق یکچر حضرت مولانا
جس میں حضرت اقدس علیہ السلام کے کارناموں کا تفصیلی بیان ہے زیر تجویز (۹) سراج الحق
یا تذکرۃ المہدی ہر دو حصہ از حضرت پیر سراج الحق نعمانی سرساوی رضی اللہ عنہ زیر تجویز
(۱۰) ظہور الحق از حضرت مولانا سید عبدالواحد صاحب رضی اللہ عنہ امیر جماعت ہائے
احمدیہ مشرقی بنگال بزیر اشاعت (۱۱) منصور الحق از حضرت مولانا حسن علی صاحب رضی
بھاگلپوری مشہور مبلغ اسلام ولیکچرار زیر اشاعت (۱۲) برکات الحق از علیا حضرت
نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ بنت کبریٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام
زیر اشاعت (۱۳) محمود الحق یا حیات احمد از حضرت اقدس المصلح الموعود سیدنا
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (زیر اشاعت) جس میں آپ نے حضرت
اقدس علیہ السلام کی مختصر سوانح عمری رقم فرمادی ہے گویا کوزہ میں دریا بند کردیا ہے

ملنے کا پتہ حکیم محمد عبداللطیف شاہد تاجر کتب ۱۴ مین بازار گوالمنڈی لاہور